ماہنامہ
روحانی ڈائجسٹ
کراچی
فروری ۲۰۰۰ء
یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

فی شمارہ 25روپے	جلد22 شمارہ 05	فروری2000ء	شوال / ذیقعد ۱۴۲۰ھ

سب ایڈیٹر
جمیل احمد خان

سرکولیشن منیجر
محمد ناصر

اعزازی معاونین
سیدہ راشدہ عفت
سعیدہ خاتون
سہیل احمد

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)	سالانہ 340روپے
مشرقِ وسطیٰ اور عرب ممالک	سالانہ 800روپے
ترکی۔ مصر۔ انڈونیشیا۔ سری لنکا۔ نیپال۔ ایران۔ برما	سالانہ 800روپے
مالدیپ۔ لنکادیپ۔ بھارت۔ بنگلہ دیش	سالانہ 800روپے
ہالینڈ۔ تھائی لینڈ۔ چین۔ نائیجیریا۔ ملائیشیا۔ جاپان	سالانہ 1000روپے
آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ امریکہ۔ کینیڈا	سالانہ 1200روپے

خط وکتابت کا پتہ

1-D,1/7 ناظم آباد کراچی 74600 پوسٹ بکس 2213 ۔ فون نمبر: 6688931
فیکس: 6621037 ۔ ای میل: roohani@cyber.net.pk
Website: http://azeemi.bizland.com

ایڈیٹر و پبلشر وقار یوسف عظیمی نے فرخ اعظم کے زیر اہتمام مکتبہ تاج الدین سے طبع کروا کر 1-D,1/7 ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

اسلامی سائنس روحانی علوم اور نظریہ رنگ و نور کا نقیب

ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی

ممبر آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی

سرپرست اعلیٰ
ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ

چیف ایڈیٹر
خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر
وقار یوسف عظیمی

کہکشاں

نورالٰہی نورِ نبوت — رات کے پچھلے پہر کی عبادت میں کیا افادیت پنہاں ہے؟	☆☆☆	8
صدائے جرس — سلسلہ عظیمیہ کا بنیادی مقصد کیا ہے؟	☆☆☆	10
دبستانِ خیال — معزز قارئین کرام کے گرامی نامے	قارئین کرام	15
رباعیات — نور معرفت سے لبریز اور علم حقیقی کی روشنیوں سے مزین رباعیات	قلندر بابا اولیاءؒ	20
چیچنیا کا المیہ — چیچنیا مسلمانوں کی اجتماعی توجہ کا طلبگار ہے	دانیال	29
دو چار نفس عمر کو برباد نہ کر — فکر کو جلا بخشنے والا اثرانگیز علامتی افسانہ	اطہری حسین	43
کوشش اور نتیجہ — انسانی کوشش اور اللہ کی مدد مل کر کام کرتی ہے	عابد جعفری ایڈووکیٹ	47
انتخاب — کیا سائنسی علم استنباطی ہے؟ ایک فکرانگیز سوال	کوثر معین رضوان	64
رودادِ بحر — اہرامِ مصر کے سفر کی دلچسپ روداد	محمد منور عرفان	67
انوکھی روح — بنگال کے پس منظر میں لکھی گئی ایک بے چین روح کی کہانی	ایم الیاس	75
ذوقِ آگہی — علم و آگہی کی تلاش میں سرگرداں ایک نوجوان کی سرگزشت	منیر حسین کیف	83
مالتی — مالتی عشقِ حقیقی میں مائل بہ پرواز تھی جبکہ ظفر علی عشقِ مجازی میں	ابو وردہ	91
مشعلِ معرفت — اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگی کے منتخب واقعات	قارئین کرام	100
روحانی سوال وجواب — سورج گرہن کی روحانی توجیہہ	الشیخ عظیمی	107
میرا پیغام ہے! — مختلف لوگوں کے نام قارئین کرام کے دلچسپ پیغامات	قارئین کرام	112
حاصلِ مطالعہ — قارئین کرام کے پسندیدہ اقتباسات	مرتبہ: محمد ذیشان خان	113
قندِ سخن — قارئین کرام کے پسندیدہ اشعار	قارئین کرام	115
قرینۂ خیال — شعر و سخن سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لئے بطورِ خاص	☆☆☆	116
گوشۂ کتب — انوار حرا اور عملی سائنس (خاص نمبر) پر تبصرہ	یو تقی	117
ایک ادیب ایک تعارف — نامور ادیب مختار اجمیری کا تعارف	احتشام الحق	119
کینوس — ٹیکنیکل ڈیزائنر میرا امان پیرزادہ کے تاثرات	شملا پروین	121
مشاہدہ حق — طویل علمی مقالے کا آخری حصہ	واحد بخش سیال چشتی	131
خوابوں کے مخفی راز — مراقبہ کے ذریعے خوابوں کی تشریح کا طریقہ	ترجمہ: طاہر بجاری	137
بچ بچ ہچکیاں — ہچکیوں کے مرض سے چھٹکارا آسان گھریلو علاج	رضیہ سلطانہ	141
سیب کے کرشمے — سیب کے باقاعدہ استعمال سے بڑھاپا دیر سے آتا ہے	جاوید علی جوکھیو	143
بادام — بادام کے مجرب نسخوں سے استفادہ کیجئے اور نظر کے چشمہ سے نجات پایئے	نصر عباسی	145
انڈہ۔ مفید یا نقصان دہ؟ — انڈے کا استعمال نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے	ڈاکٹر جمیل احمد صدیقی	148
دستر خوان — خواتین خانہ کے لئے مزیدار کھانوں کی ترکیبیں اور سود مند ٹپس	فرحت صدیقی	153
نرم ونازک دلکش ہونٹ — ہونٹوں کو نرم و نازک اور خوبصورت بنانے کے آسان ٹوٹکے	صدف قمر	159
جہاں نما — دلچسپ و عجیب عالمی واقعات اور سائنسی تحقیقات پر مبنی سلسلہ	مرتبہ: حسن احمد شیخ	161
روحانی ینگ رائٹرز کلب — نئے قلم کاروں کی تحریروں کا ہمہ رنگ گلدستہ	ادارہ	165
بچوں کا روحانی ڈائجسٹ — بچوں کیلئے دلچسپ کہانیاں، لطیفے، پہیلیاں اور متفرقات	ادارہ	169
انعامی مقابلوں کے نتائج — انعام یافتگان محمد ہارون اکرم۔ بہاولپور / مسرت شاہین۔ لاہور	ادارہ	175
چشم ماروشن دل ماشاد — عظیمی صاحب کے دورۂ ہالینڈ کی روداد کا دوسرا حصہ	رپورٹ: ڈاکٹر محمد طارق	179
اُفق — روحانی مشن کی سرگرمیوں پر مبنی روداد	ادارہ	185
محفلِ مراقبہ — ان خواتین و حضرات کے نام جن کے لئے محفل مراقبہ میں اجتماعی دعا کی گئی	ادارہ	189
ماورائی دنیا — روحانی طالبات و طلباء کی روحانی واردات و کیفیات	روحانی طالبات و طلباء	195
روحانی ڈاک — لاعلاج امراض اور پیچیدہ نفسیاتی و روحانی مسائل کا حل	خواجہ شمس الدین عظیمی	201

صدیوں کی صدا

علم کا کوئی بھی ذخیرہ، تحقیق، ریسرچ یا خبر ہو، ہمیں مغربی ذرائع ابلاغ دیتے ہیں۔ آخر وہ وقت کب آئے گا جب ہم کسی علم یا بات کو یہ کہہ کر متعارف کرائیں گے کہ یہ قرآن کا علم ہے؟......(جمیل احمد خان۔ 23)

نماز اور ہماری زندگی

نماز ایک ایسا مکمل پروگرام ہے جو انفرادی، اجتماعی، معاشرتی، روحانی، ملی، معاشی اور اخلاقی نظام ترتیب دیتا ہے۔ نماز کے موضوع پر معلوماتی اور اصلاحی تحریر......(محمد اقبال جیلانی۔ 31)

من کی دنیا

من کی دنیا سے واقفیت حاصل کرکے بندہ کائنات کے تخلیقی عوامل پر عبور حاصل کر سکتا ہے جس کے بعد اس کے اندر خرقِ عادت اور کرامت کی صلاحیت بیدار ہو جاتی ہے......(عبدالوحید۔ 39)

پریشر اور تکنیک

ایک ایسے منفرد طریقہ علاج کا تذکرہ جس کے تحت روزانہ صرف پانچ منٹ عمل کرکے آپ دل کے امراض، ذیابیطس، جگر و معدہ کی بیماریوں، لیکوریا اور دیگر امراض کی تشخیص و علاج خود کر سکتے ہیں...(تحقیق و ترتیب: ایم ایچ خان۔ 49)

شوہر کو رام کرنے کا نسخہ

ان خواتین خانہ کے لئے بطورِ خاص جو اپنے شوہر کی محبت اور توجہ حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ ایک مجرب، سریع الاثر، کامیاب اور آزمودہ نسخہ......(مشعل رحیم۔ 57)

پاکستان میں خواتین کے مسائل

پاکستان کی عورت بہت سے اسلامی حقوق سے اب تک محروم ہے جو دنیائے اسلام کے کئی ممالک میں تسلیم کئے جا چکے ہیں اور وہاں ان کے حوالے سے باقاعدہ قانونی ضابطے بھی موجود ہیں......(منور شعور۔ 61)

قرآنی انسائیکلوپیڈیا

قرآن مجید کائناتی علوم کی دستاویز ہے، علومِ لدنیہ کا ذخار ہے، علومِ دنیاوی کا سرچشمہ ہے۔ عربی زبان کے حروفِ تہجی کی ترتیب کی بنیاد پر شروع کئے جانے والے قرآنی انسائیکلوپیڈیا کا پہلا حصہ......(ادارہ۔ 103)

چہرہ فطرت کی تصویر ہے

چہرہ کو حسن و دلکشی بخشنے اور فطری معصومیت کے حصول کے لئے اس مضمون کا مطالعہ ضرور کیجئے۔ دی گئی مشقوں پر عمل کرکے آپ کے چہرہ میں بلا کی ملاحت اور کشش پیدا ہو جائے گی......(ترجمہ: عبید خان۔ 123)

ذہانت عطیہ الٰہی

اگر آپ کا بچہ حصولِ تعلیم میں مشکلات کا شکار ہے، اسے سبق یاد نہیں رہتا یا حافظہ کمزور ہے تو زیرِ نظر مضمون آپ کی ضرور مدد کرے گا......(احسن عظیم حامد۔ 149)

صحتِ نسواں

خواتین کے مخصوص امراض، مفید مشورے، رنگ و روشنی سے علاج، روحانی علاج اور آسان و مجرب یونانی نسخے......(حکیم عادل اسماعیل۔ 155)

نورِ الٰہی نورِ نبوت

"اے چادر میں لپٹنے والے! رات کو قیام کیجئے مگر کچھ رات، آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے۔ ہم جلد آپ پر ایک بھاری فرمان ڈالنے والے ہیں"۔ (المزمل)

بھاری فرمان سے مراد دین کی تبلیغ ہے۔ اس عظیم ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم ہونے کے لئے ذہنی یکسوئی کا ہونا ضروری ہے اور ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے زمان و مکان کی بوقلمونی سے خود کو آزاد کرنا ہے۔ یہ آزادی پیغمبروں کی زندگی میں رچی بسی ہوئی ہے۔ ان کی طرز فکر یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اس کے حقیقی روپ میں دیکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس طرز فکر کو حاصل کرنے کے لئے غار حرا میں مراقبہ کرکے ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں روشنی دکھائی ہے کہ اللہ کے فرمان کو عام کرنے اور تبلیغ دین کا حق ادا کرنے کے لئے خالق حقیقی سے ہمیں اسی وقت بھی تعلق قائم کرنا ہے جو وقت عامۃ الناس کے لئے استراحت اور نیند کا ہے۔

حضور ﷺ کا غار حرا میں قیام ہمیں سبق دیتا ہے کہ ماورائی صلاحیتیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب آدمی دنیا سے عارضی طور پر اپنا رشتہ منقطع کرکے مراقبہ کرتا ہے۔ گہرائی میں سوچ بچار اور تفکر کا عمل ہی دراصل مراقبہ ہے۔ قرآن پاک ہدایت و عبرت کا سرچشمہ ہے۔ یہ اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس کی آیات پر غور کیا جائے اور اس کے رموز و نکات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ "اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے" سے مراد اللہ کے کلام میں تفکر کرنا ہے۔ قرآن پاک اس عزم و ہمت کے ساتھ تلاوت کیجئے کہ ہمیں اس کی رہنمائی میں اپنی زندگی تعمیر کرنی ہے اور اسی ہدایت کے مطابق اپنے ماحول میں ایسے لوگ تیار کرنے ہیں جو نوع انسانی کے لئے فلاح کا راستہ بن جائیں۔

خدا کے اور اس کے رسول کے مشن کو وہی لوگ چلا سکتے ہیں جو قرآن کو اپنے لئے غور و فکر کا مرکز اور محور بنالیں۔ تلاوت کرنے والوں کو ہدایت کی گئی ہے:

"کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے سرتا سر برکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور اور تدبر کریں اور عقل سلیم رکھنے والے اس سے سبق حاصل کریں۔ (ص ۔ ۲۹)

جو لوگ غور اور تدبر کی عظیم الشان صلاحیت کو اپنے اندر پیدا نہ کرلیں ان کے لئے نہ خود صراط مستقیم پر قائم رہنا ممکن ہے اور نہ وہ بھٹکتے ہوئے انسانوں کے لئے مشعل راہ بن سکتے ہیں۔ خدا سے گہرا تعلق پیدا کئے بغیر دعوت و تبلیغ کا کام خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ اور خدا سے وابستگی پیدا کرنے کا یقینی ذریعہ صلوٰۃ اور مراقبہ ہے۔

محبوب پروردگار، باعث تخلیق کائنات، حضور رحمت للعالمین ﷺ کا ارشاد ہے:

"یہ قلوب زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے جب اس پر پانی پڑتا ہے"۔ پوچھا گیا "یا رسول اللہ! پھر دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی چیز کیا ہے؟"

فرمایا: "دل کا زنگ اس طرح دور ہوتا ہے کہ آدمی موت کو کثرت سے یاد کرے اور دوسرے یہ کہ قرآن کی تلاوت کرے"۔

نبی مکرم کا ارشاد ہے:

"ان لوگوں کی طرف دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی جاہ و مرتبے میں کم ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی ساز و سامان میں بڑھے ہوئے ہوں تاکہ جو نعمتیں تمہیں اس وقت ملی ہوئی ہیں وہ تمہاری نگاہ میں حقیر نہ ہوں"۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنیاوی جاہ و مرتبہ میں کم لوگوں کی طرف دیکھنے سے ہمارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

نبی برحق ﷺ کا ارشاد ہے:

"میں عیش و سہولت کی زندگی کیسے گزاروں! جبکہ اسرافیل صور منہ میں لئے، کان لگائے، سر جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے"۔

میرے دوستو! عیش کوشی سے بچے رہو اور ایک ایسے سپاہی کی طرح زندگی کی ڈیوٹی انجام دیتے رہو جو کسی وقت بھی اپنی ڈیوٹی سے غافل نہیں ہوتا۔

مسلمان کا کردار یہ ہے کہ وہ عصبیت، تنگ نظر اور دھڑے بندی سے دور رہتا ہے۔ کشادہ دلی اور خوش اخلاقی سے ہر ایک سے تعاون کرتا ہے اور جو لوگ بھی مخلصانہ طرزوں میں صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں ان کے ساتھ خیر خواہی اور اخلاص کا برتاؤ کرتا ہے۔ باہمی منافرت، کشیدگی، بغض و عناد اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے عمل سے خود کو محفوظ رکھتا ہے۔

نیک اور پاکیزہ نفس لوگ وہ ہیں جو دل کی گہرائی سے اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو خدا کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اس عارضی زندگی میں خدا کے دین کی کچھ خدمت کر جاتے ہیں۔

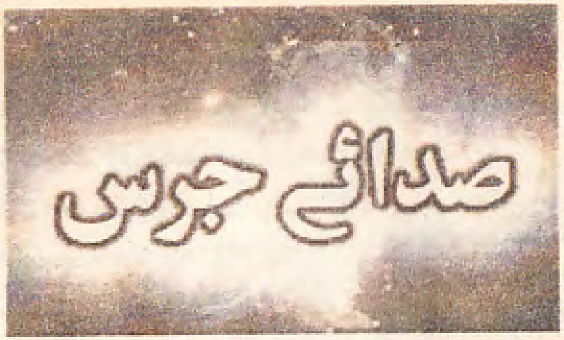

۲۷ جنوری ۲۰۰۰ء بروز جمعرات حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے ۲۱ویں عرس کے دن سلسلہ عظیمیہ کے قیام کو چودہ ہزار چھ سو دن...... تین لاکھ پچاس ہزار چار سو گھنٹے...... دو کروڑ دس لاکھ چوبیس ہزار لمحے پورے ہو چکے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ اس دوران سلسلہ عظیمیہ کے کسی بھی فرد نے جب بھی حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے روحانی مشن کی ترویج و ترقی کے لئے کوئی ارادہ کیا اور ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قدم بڑھایا تو اللہ تعالیٰ کی مدد اسے حاصل ہوئی۔ کبھی اس بات کا تردد نہیں ہوا کہ کامیابی ہوگی یا نہیں ہوگی۔ ہم نے اپنے ظرف کے مطابق اگر کسی چھوٹے کام کا انتخاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹا کام کرا دیا اور بڑے کام کا انتخاب کیا تو وہ بھی پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہم نے انسان کے لئے سماوات اور زمین اور اس کے اندر جو کچھ ہے سب کا سب مسخر کر دیا"۔

جہاں تک وسائل اور اس کی حکومیت کا تعلق ہے ہر عام و خاص اس سے مستفیض ہو رہا ہے۔ مثلاً ہوا زندگی کے لئے ایک اہم وسیلہ ہے۔ کوئی آدمی چاہے یا نہ چاہے، کوشش کرے یا نہ کرے زندگی کے لئے ہوا کی ضرورت پوری ہو رہی ہے۔

انسانی مشین کو چلانے کے لئے آکسیجن کا ایندھن ضروری ہے۔ آکسیجن ہر فرد کو ملتی رہتی ہے۔ غذائی ضروریات کے لئے زمین تخلیق کر دی گئی ہے۔ غور کیجئے! اگر زمین اتنی سخت ہو جائے کہ پہاڑ کے علاوہ کچھ نہ ہو تو ایک دانہ گندم بھی دستیاب نہیں ہوگا۔ زمین مخلوق کی خدمت گزاری کے لئے پابند ہے۔ اس لئے پابند ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ زمین پر رہنے والے افراد وسائل کے ساتھ زندہ رہیں۔ جتنا بھی غور کیا جائے ایک ہی حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ وسائل زندگی کے لئے بنیادی ضرورت ہیں جو انسان کے تابع ہیں۔ انسان کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ لوگ روتے ہیں، شکوہ کرتے ہیں، وسائل کی کمی سے پریشان بھی ہوتے ہیں لیکن کوئی یہ نہیں سوچتا کہ بنیادی ضروریات کبھی تشنہ تکمیل نہیں رہتیں۔ اللہ تعالیٰ وسائل فراہم کرتے رہتے ہیں اور ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔

سب انسان اللہ کے بنائے ہوئے وسائل سے استفادہ کرتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ زندگی کو برقرار رکھنے والے وسائل ہر وقت ہر آن، ہر لمحہ وافر مقدار میں موجود رہتے ہیں۔

قانون یہ ہے کہ جب تک مشاہدہ نہیں ہوتا بار بار تجربہ نہیں ہوتا انسان کے اندر یقین کی تکمیل نہیں ہوتی۔ آدمی کی عادت ہے کہ کوئی کام اس کی عقل سے ماوراء ہو جاتا ہے تو اسے اتفاق کہہ دیتا ہے۔ دو چار دس اور پچاس کام انسان کی توقعات کے خلاف ہوتے رہتے ہیں تو اس کے ذہن سے اتفاق کا لفظ نکل جاتا ہے۔

قرآن پاک میں سورہ اخلاص کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں۔

اللہ ایک ہے جبکہ مخلوق ایک نہیں ہوتی۔ اللہ احتیاج نہیں رکھتا اور مخلوق ہر ہر قدم پر محتاج ہے۔ مخلوق کسی کا بیٹا ہوتی ہے یا باپ ہوتی ہے۔ اللہ اس سے ماوراء ہے۔ مخلوق کا خاندان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی خاندان نہیں ہے۔ یہ پانچ صفات ایسی ہیں کہ جس میں انسان چار صفات میں کسی بھی طرح اللہ سے ہم رشتہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً مخلوق یکتا نہیں ہو سکتی۔ لازم ہے کہ مخلوق اولاد یا باپ ہو۔ مخلوق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا کوئی خاندان ہو۔ صرف ایک صفت ایسی ہے جس سے انسان اللہ کے ساتھ وابستگی کو مستحکم کر سکتا ہے۔ انسان اگر چاہے تو وسائل کی احتیاج سے آزاد ہو کر صرف ایک ہستی اللہ سے اپنی توقعات قائم کر سکتا ہے۔ جس طرح اللہ وسائل کا محتاج نہیں ہے اسی طرح انسان تمام وسائل کی احتیاج سے اپنا ذہن ہٹا کر اللہ کے ساتھ وابستہ ہو سکتا ہے۔ اللہ کے ساتھ وابستگی قائم کرنے کے لئے تجربہ اور مشاہدہ ضروری ہے اور یہ تجربہ اور مشاہدہ ایک بار نہیں بار بار ہوتا ہے۔ آپ کا ایک کام ہو گیا تو آپ نے کہا یہ کام اتفاق سے ہو گیا۔ دوسرا کام جس کے ہونے کی امید نہیں تھی وہ بھی ہو گیا۔ زندگی میں پچاسوں کام ایسے ہوتے ہیں جن کے ہونے کی توقع نہیں ہوتی۔

میرے عزیز! یہ کیسا اتفاق ہے کہ ہر وہ کام جس کے بارے میں ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ کام نہیں ہو سکتا وہ کام ہو جاتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا گیا:

آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا..... فرمایا "ارادوں کی ناکامی سے۔ میں جو چاہتا ہوں وہ نہیں ہوتا اور جو نہیں چاہتا وہ ہو جاتا ہے"۔

ہر آدمی اپنے ماضی کو جانتا ہے۔ جب وہ ایک چھوٹا سا بچہ تھا تو اس کے ذہن میں وسائل تھے نہ کوئی منفعت تھی۔ اس کے اندر وسائل کے حصول کی فکر بھی نہیں تھی۔ لیکن اس بچہ کو وسائل ہمیشہ فراہم ہوتے رہے..... ماں باپ بھی بچہ کے لئے وسیلہ ہیں۔ ماں باپ اپنے بچے کو گود میں لے کر گھنٹوں بیٹھ سکتے ہیں۔ دوسرے بچے کو آپ اتنی دیر تک گود میں نہیں لیتے۔ جس طرح ماں باپ اپنے بچے کے لئے پوری پوری رات نیند خراب کرتے ہیں محلے کے بچے کے لئے وہ نہیں جاگتے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی آدمی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کو والدین کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ مخصوص اس بنیاد پر ہوا کہ ماں کے دل میں اس بچہ کی محبت ڈال دی۔

سب بچوں سے ہر آدمی محبت کرتا ہے لیکن کیا کوئی ماں یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ میں دنیا کے تمام بچوں سے اپنی اولاد کی طرح پیار کرتی ہوں.....؟

ایک بادشاہ لاولد تھا۔ طے پایا کسی بچہ کو گود لے لیا جائے۔ ایک خاتون کو حکم دیا گیا کہ گھر گھر جا کر خوبصورت بچہ تلاش کرے اور بادشاہ کے حضور پیش کردے۔ دو مہینے گزر گئے بچہ نہیں ملا۔ بادشاہ نے اس کو بلا کر کہا کہ اگر کل بچہ نہیں لائی تو میں تجھے قید کردوں گا۔ وہ اگلے دن موٹے موٹے نقوش والا کالا کلوٹا بچہ لے آئی۔ ناک بہ رہی تھی، آنکھیں میلی تھیں۔ بادشاہ نے بچہ کو دیکھ کر کہا کہ پورے شہر میں تجھے اس سے خوبصورت بچہ نظر نہیں آیا۔

بادشاہ نے پوچھا، یہ کس کا بچہ ہے؟

خاتون بولی، سرکار! یہ میرا بیٹا ہے۔

بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو وسائل کے استعمال سے واقف نہیں ہوتا۔ بچہ جیسے جیسے بڑا ہوتا ہے اس کے اندر شعوری حرکات و سکنات بڑھتی رہتی ہیں۔ جیسے جیسے شعوری حرکات زیادہ ہوتی ہیں بالغ اور باشعور بچہ خود کو وسائل کا پابند سمجھنے لگتا ہے۔ خود کو وسائل کا پابند سمجھتے رہنے سے وسائل بنانے والے کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا.....

وسائل کی پابندی سے ذہن ہٹے گا تو وسائل تخلیق کرنے والے کی طرف ذہن متوجہ ہوگا۔

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ انسان کے علاوہ کائنات میں کوئی اشرف نہیں ہے۔ یہ بات انسان کے علم میں ہو یا نہ ہو لیکن جنات، فرشتے اور کائنات اس حقیقت سے واقف ہیں۔

کلیر شریف میں ایک صاحب تھے کافر شاہ۔ ایک روز شام کے وقت قلندر غوث علی شاہ اور کافر شاہ سیر کرنے نہر کے کنارے کنارے چلتے رہے۔ کافر شاہ اچانک بولے بھائی غوث علی! ہمارا بلاوا آ گیا ہے اور ہم جا رہے ہیں۔ کافر شاہ لیٹ گئے کہنے لگے اب میرے پیروں میں سے جان نکل گئی ہے۔ سینے میں آ گئی۔ اب جان حلق میں ہے۔ خدا حافظ.....

غوث علی شاہؒ حیران ہوئے کہ یہ بھی کوئی مرنے کا طریقہ ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سورج غروب ہو گیا۔ ہر سو رات کی تاریکی پھیل گئی۔ غوث علی شاہ صاحب کو خیال آیا کہ رات بھر جنگل میں لاش پڑی رہے گی تو مُردہ جسم میں بھوت گھس جائے گا۔ صبح کی اذان کے وقت غوث علی شاہ نے کہا اے بھائی کافر شاہ! میں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی جس کی تو نے مجھے یہ سزا دی ہے، میری عشاء کی نماز بھی قضا ہو گئی۔ ساری رات تو نے مجھے بٹھائے رکھا۔ اب فجر کی نماز بھی قضا ہو رہی ہے۔ ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ کافر شاہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ غوث علی شاہؒ کو یہ گمان گزرا کہ ان کے جسم میں بدروح آ گئی ہے۔ لاٹھی لے کر کھڑے ہو گئے۔ سر پر مارنے والے ہی تھے کہ کافر شاہ بولے "غوث علی! تھوڑی دور جا کر کھڑا ہو جا۔ وہاں کھڑے ہو کے بات سن"۔ وہ ہمت کر کے پچھلے پیروں پر ذرا دور جا کر کھڑے ہو گئے۔ کافر شاہ بولے "میں بدروح نہیں ہوں۔ ابھی تو شکوہ کر رہا تھا کہ تیری نماز قضا ہو گئی ہے اور میں نے رات بھر تجھے زحمت دی۔ جا تو نماز پڑھ لے میں تھوڑی دیر کے بعد مر جاؤں گا"۔ غوث علی شاہؒ نے پوچھا

میرے بھائی یہ کیسا مرنا ہے؟ کافر شاہ نے کہا بعد میں بتاؤں گا پہلے تُو نماز پڑھ لے۔ نماز کے بعد پوچھا بھائی کافر شاہ! کیا تم واقعی مر گئے تھے۔ اگر مر گئے تھے تو زندہ کیسے ہو گئے؟ زندہ ہو گئے تو مرو گے کیسے؟ کافر شاہ بولے بارہ گھنٹے پہلے جس طرح مر گیا تھا ویسے ہی میں پھر مر جاتا ہوں یہ کہہ کر لیٹ گئے بولے میرے پیروں سے جان نکل گئی، ٹانگوں سے نکل گئی۔ غوث علی شاہؒ نے ہاتھ جوڑ کر بڑی منت سماجت کی اے بھائی! شہر میں جا کر مر جانا..... میں تمہیں کیسے نہلاؤں گا؟ کہاں سے کفن دوں گا؟ کس طرح دفن کروں گا؟ آخر تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ کون سے وقت کی دشمنی نکال رہے ہو۔ کافر شاہ نے کہا بڑی سرکار کا حکم یہی ہے کہ یہاں دم آخر ہے۔ غوث علی شاہؒ نے پوچھا مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے کہا مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے اس کو بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن میرے ساتھ بہت اچھا ہوا ہے۔ مرنے کی جگہ یہی متعین ہے تُو فکر نہ کر۔ تین بندے آئیں گے ان کے پاس بیلچہ ہوگا، قبر کھود کر دبا دیں گے۔ کفن کا کیا ہے ایک چادر تم اپنی ڈال دینا ایک ان سے لے لینا اور دفنا دینا۔ مرنے سے پہلے غوث علی شاہؒ نے پوچھا تم کون ہو کہاں سے آئے تھے؟ وطن کون سا ہے؟ کافر شاہ نے کہا یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے کہ کہاں سے آئے ہو کون سا وطن ہے، لوگوں نے کچھ ایسی باتیں ہم میں دیکھی ہوں گی کہ ہمیں کافر شاہ کہنے لگے تو ہم نے اپنا نام ہی کافر شاہ رکھ لیا۔ ہاں اتنا بتا دیتے ہیں کہ ہم ایک شہزادہ تھے اور سلطنت چھوڑ کر یہ راستہ اختیار کیا ہے۔ صابر صاحبؒ کے پاس آ گئے اور اللہ نے ہماری طلب سے زیادہ عطا کیا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جس شرف پر پیدا کیا ہے انسان نے اس شرف کو تلاش کیا نہ اس شرف کو اہمیت دی۔ لیکن پھر بھی عطا کردہ وسائل انسان سے روگردانی نہیں کرتے۔ لاکھوں کروڑوں سال کی تاریخ میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے کہ سورج نے کبھی دھوپ دینے سے انکار کیا ہو۔ تاریخ انسانی میں کوئی مثال ایسی نہیں ملتی کہ چاند نے انحراف کیا ہو۔ ہوا نے سرکشی کی ہو کہ میں انسان کی ضرورت پوری نہیں کرتی۔

سلسلہ عظیمیہ چاہتا ہے کہ ہر عظیمی فرد ایسا راسخ العلم ہو کہ علم اس کا مشاہدہ بن جائے اور وہ ہر لمحہ باطنی اور ظاہری آنکھوں سے یہ دیکھ سکے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ ہر چیز کا حصول، ہر چیز کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہر چیز اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔

ہمارا تجربہ ہے کہ گھر میں اگر گانے کا ماحول ہے تو بچے گویے بن جاتے ہیں۔ گھر میں شاعری ہوتی ہے تو بچے شاعر بن جاتے ہیں۔ گھر میں نعت خوانی ہوتی ہے تو بچے نعتیں پڑھتے ہیں۔ گھر میں قرآن خوانی ہوتی ہے تو بچے قرآن پڑھتے ہیں۔ ماں باپ نمازی ہیں تو بچے ماں باپ کی نقل کرتے ہیں۔ علمی گھرانے میں بچے علم حاصل کرتے ہیں۔

سلسلہ عظیمیہ کا بنیادی مقصد یہ ہے بچے، بڑے، بوڑھے علم سیکھیں۔ سائنسی علوم پر دسترس ہو۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین حاصل کریں۔ تاکہ علم مشاہدہ بن جائے۔ باطن آشکار ہو جائے۔ غیب ظاہر ہو جائے۔

یاد رکھئے!

اگر مشاہداتی نظر نہیں ہے تو انسان اشرف المخلوقات نہیں ہے۔ انسان کے اندر یقین کا پیٹرن نہیں ہے تو اس کے اندر ایمان داخل نہیں ہوتا۔ ایمان نہیں ہے تو انسان اشرف المخلوقات نہیں ہے۔

اشرف المخلوقات انسان کے اندر وہ سماعت کام کرتی ہے جس سماعت سے انسان نے اللہ کی آواز سنی ہے۔ اشرف المخلوقات انسان کے اندر وہ بصارت کام کرتی ہے جس بصارت سے انسان نے اللہ کو دیکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میں تمہاری رگِ جان سے زیادہ قریب ہوں"۔ دانشور کہتا ہے نظر کیوں نہیں آتا؟ کوئی آدمی آپ سے یہ پوچھتا ہے کہ میاں تم اپنی جان سے واقف ہو۔ آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ جب آپ اپنی جان سے ہی واقف نہیں ہیں تو جان سے قریب ترین ہستی سے کیسے واقف ہوں گے۔ جان روح ہے، جان آپ کی اصل ہے۔ جب آپ اپنی اصل (روح) سے ہی واقف نہیں تو اللہ کس طرح نظر آئے گا.....؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میں تمہارے اندر ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں؟"۔ "اندر" سے مراد روح ہے۔ روح کی وجہ سے ہی آپ کا مادی جسم حرکت کر رہا ہے، اچھل کود رہا ہے۔ اگر آپ روح کو دیکھ لیں گے تو آپ کے اندر تکبر نہیں رہے گا۔ جب انا کے خول سے آپ باہر نکل آئیں گے آپ روح سے واقف ہو جائیں گے تو مادی وجود کی اصل آپ کے سامنے آجائے گی اور جب تک آپ جسمانی نظام Matter کو ہی سب کچھ سمجھتے رہیں گے، روح پردے میں رہے گی۔

جسمانی نظام کو سب کچھ سمجھنا سب سے بڑی جہالت ہے۔ یہ بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ جسمانی زندگی ہی سب کچھ ہے تو جسم فنا کیوں ہو رہا ہے۔ بدن مٹی کے ذرات میں کیوں تبدیل ہو رہا ہے۔ جو چیز ہر لمحہ اور ہر آن فنا ہو رہی ہے اصل کس طرح ہو سکتی ہے۔

سلسلہ عظیمیہ کا مشن یہ ہے کہ انسانی برادری کو ایسے تجربات سے گزارا جائے جس کے نتیجے میں اس کا یقین بن جائے کہ سب کچھ منجانب اللہ ہے۔ جیسے جیسے انسان کے اندر یقین کا پیٹرن اجاگر ہو گا اسی مناسبت سے وہ خوف و غم سے آزاد زندگی میں لوٹ جائے گا۔

یقین کیجئے!

جب بندہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے تو اس کے اوپر سکون، استغراق اور سرور کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

ہمارا فرض ہے اللہ تعالیٰ کی قربت کا جو تصور رسول اللہ ﷺ کے وارث قلندر بابا اولیاءؒ کے تصرف سے ہمارے اندر بیدار اور متحرک ہو گیا ہے اسے ساری دنیا میں عام کر دیں۔ اللہ کا پیغام بلا کسی تفریق کے پوری نوعِ انسانی تک پہنچا دیں۔

﴿قارئین کرام﴾

دبستانِ خیال

حضرت قلندر بابا اولیاءؒ کا نام روحانی ڈائجسٹ میں گاہے بگاہے پڑھتے رہتے تھے۔ جنوری 2000ء کے خاص شمارہ میں ان کی تعلیمات اور شخصیت کی مناسبت سے جو مضامین پڑھے ان سے قلندر بابا کے بارے میں بہت سی معلومات ملیں۔ خاص طور پر "حیات عظیم" نے تو بہت متاثر کیا۔ یہ قلندر بابا کی مختصر سوانح عمری تھی جس میں بہت ساری معلومات کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا تھا۔ مضمون بہت معلوماتی تھا جس سے عظیم روحانی مفکر قلندر بابا اولیاءؒ کی زندگی کے بہت سے گوشے ہم پر وا ہوئے۔

(عبدالمنان، عبدالمجید۔ ضلع سانگھڑ)

گذشتہ صدیوں سے نوعِ انسانی جو کچھ بو رہی ہے اب اسے کاٹنے کا وقت قریب آتا محسوس ہو رہا ہے۔ "بقا کا رستہ" میں گذشتہ صدیوں کی مشترکہ ناہلیوں کو جس طرح جمع کیا گیا ہے اس سے یہ اندازہ لگانا قطعی آسان ہے کہ اکیسویں صدی انسان کے لئے کتنی دشوار اور کٹھن ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کا صحیح حل تو یہ ہے کہ اجتماعی طور پر یعنی قومی اور عالمی سطح پر عملی اقدامات کئے جائیں اس کے ساتھ ہی انفرادی تبدیلی بھی ضروری ہے۔ مسلمانوں میں سے ہر فرد اگر اپنے آپ کو اسلام کے روحانی اصولوں کے مطابق ڈھالنے پر عمل پیرا ہو جائے تو ہماری یہ انفرادی کوششیں بھی بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہو سکتی ہیں۔

(اشفاق احمد۔ شریف آباد کراچی)

روحانی سوال و جواب کے مطالعہ سے معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ الشیخ عظیمی صاحب کے سمجھانے کا انداز بہت اچھا ہے خصوصاً دوسرے اور تیسرے سوال کے جواب نے تو بہت متاثر کیا۔ اس کے علاوہ روحانی ڈاک کا پہلا سوال بڑا اہم تھا اور اس کا جواب تو نہایت ہی شاندار تھا۔ ہم نے قرآن کو محض قرآن خوانی اور رمضان میں تراویح تک محدود کر دیا ہے جبکہ اس کا اصل مقصد جو اس میں تفکر کرنا غور و فکر کرنا اور ریسرچ کرنا ہے اسے کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ حالانکہ یہی پہلی ضرورت ہے۔ اگر قرآن ہمارے سمجھ میں نہ آئے تو اسے نازل ہونے کے مقصد کی تکمیل کیسے ہو گی؟

(شاہدہ خانم۔ کوئٹہ)

نئے سال کا پہلا شمارہ زیر مطالعہ آیا۔ جمیل احمد خان کا مضمون "بقا کا رستہ" بڑی فکر انگیز تحریر ہے خصوصاً صفحہ نمبر 47 پر دوسرا اور تیسرا پیراگراف اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ دل آزاری سے کتنا اجتناب فرماتے تھے۔ یہ آپؐ کی سیرت مقدسہ کا روشن پہلو ہے کہ آپ بھری محفل میں کسی کا نام لے کر برائی سے کبھی منع نہیں فرماتے تھے بلکہ عمومی انداز تخاطب اختیار کرتے تھے۔ راقم الحروف نے سیرت مقدسہ کے اسی پہلو کو اس طرح منظوم کیا ہے:

نام لے کر بتاتے نہ تھے عیب کو!
دل نہ ٹوٹے کسی کا نہ شرما سکے!
کیا طریقہ تھا سرکارؐ کے درس کا!
دوسرا کوئی کیا گرد کو پاسکے!!

(تنویر پھول۔ کراچی)

ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کا 8 سال پرانا قاری ہوں اور وقتاً فوقتاً خط لکھ کر دبستان خیال میں شامل ہوتا رہتا ہوں گذشتہ پانچ سالوں میں شائع ہونے والے پانچ قلندر بابا اولیاء نمبرز میں جنوری ۲۰۰۰ء کا قلندر بابا اولیاء نمبر اول نمبر پر ہے۔ سلسلہ عظیمیہ کے بارے میں بہت کچھ جاننے کو ملا۔ ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کے بارے میں کچھ تجاویز دے رہا ہوں امید ہے کہ پہلے کی طرح ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ دبستان خیال میں محترم خان محمد، تحصیل و ضلع چارسدہ کی تجویز برائے قرآنی انسائیکلوپیڈیا سے متفق ہوں اور آپ سے اس سلسلہ کو جاری کرنے کی گذارش کرتا ہوں۔ اس وقت انٹرنیٹ پر اسلام کے بارے میں جو بھی کام ہو رہا ہے یا ویب سائیڈز جو اسلام کے لئے کام کر رہی ہیں ان کی معلومات پر مشتمل ایک سلسلہ شروع کیا جائے۔

(اعجاز احمد اعوہ۔ طارق روڈ بال)

مجھے روحانی ڈائجسٹ سے عشق سا ہو گیا۔ جب تک نیا شمارہ ہاتھ نہ آئے ایک بے چینی لگی رہتی ہے۔ اس کے سارے سلسلے بہت خوبصورت ہیں خصوصاً "نور الٰہی نور نبوت" اور "مشعل معرفت" بہت زیادہ پسند ہیں۔ روحانی بھائی خان محمد کی "قرآنی انسائیکلوپیڈیا" کا سلسلہ شروع کرنے کی تجویز بہت پسند آئی۔

(امجد جمشید)

آج کل ڈاکٹر ہوں یا حکیم پیسے کمانے کے چکر میں ہیں۔ مریض اور مرض سے زیادہ دولت کی طرف ان کی توجہ رہتی ہے۔ روحانی ڈائجسٹ میں اکثر و بیشتر صحت کے بارے میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ سے گذارش ہے کہ آئندہ شمارے میں خارش خصوصاً خشک خارش کے متعلق تحریر فرمائیں۔ یہ کیوں ہوتی ہے۔ وجوہات، پرہیز، احتیاط اور روحانی علاج سب تحریر فرمائیں۔

(سلمیٰ ناز۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور)

دبستان خیال ایک بہت اچھا سلسلہ ہے جس میں قارئین اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اس رسالہ کی بدولت مجھ میں کافی

اچھائیاں اُبھری ہیں اور خدا کا شکر ہے کہ برائیاں دور ہو رہی ہیں چند ماہ سے راولپنڈی مراقبہ ہال میں منعقدہ محفل مراقبہ میں بھی شریک ہو رہی ہوں۔ خط لکھنے کا محرک یہ ہے کہ آئندہ کسی شمارہ میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں مضمون شائع کریں کہ یہ کیا ہے اور اس کے سیکھنے سے ہماری زندگی پر کیا اثرات رونما ہوں گے۔

(شمسہ کنول۔ راولپنڈی)

"حیات عظیم" کے عنوان سے حیات عظیم سے متعلق تحقیقی کاوش بہت پسند آئی۔ "رودادِ بزم" میں اس مرتبہ محمد منور عرفان نے معلومات کے ساتھ ساتھ خوب دلچسپیاں بھی یکجا کردی ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور بھی زیادہ ہو۔ قرآنی انسائیکلوپیڈیا سے متعلق خان محمد نے جو تجویز دی ہے وہ بہت اچھی ہے اُمید ہے اس پر عملدر آمد جلد شروع ہو جائے گا۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا فرمان ہے کہ "انفرادیت کے زاویے میں نگاہ ہمیشہ غلط دیکھتی ہے اس انفرادیت سے چھٹکارا پانے کا حل جناب عظیمی صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا ہے "قرآن پاک کے علوم ہر علم پر محیط ہیں اور جب ہم قرآنی سائنس کے مطابق تسخیری فارمولوں سے ہی نئی ایجادات کریں گے تو قوم کا بکھرا ہوا شیرازہ خود بخود اجتماعیت کی شکل اختیار کرے گا"۔

(محمد بلال حفاری۔ کوٹ ادو)

ہمارے ملک کے لوگ کم تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے ورزش کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور جو لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔ یا تو ان کے پاس وقت نہیں ہے یا وہ بھی اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ اگر ممکن ہو تو ورزش کی اہمیت اور طریقہ کار پر مضمون شائع کریں۔ میری تجویز پر ضرور غور کریں میں رسالے میں ورزش کے طریقہ کار اور تفاصیل کی منتظر رہوں گی۔

(شاہدہ سلیم۔ ساہیوال)

روحانی ڈائجسٹ کے مطالعہ سے میری سوچ کو مثبت انداز فکر ملا ہے سارے مضامین اچھے اور سبق آموز ہوتے ہیں خاص طور پر عظیمی صاحب عقلی دلیلوں سے ہر بات کی تشریح اس انداز سے کرتے ہیں کہ ہر بات سیدھی دل میں اتر جاتی ہے یہ واحد رسالہ ہے جو حقیقت میں روحانی و جسمانی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ مجھے افسوس ہے دیر سے اس تک پہنچی ہوں رسالے میں موجود تمام تحریریں اپنی مثال آپ ہیں۔ "روحانی نماز" مجھے کہاں سے مل سکے گی۔ ایک درخواست ہے کہ محفل مراقبہ میں میرے لئے دعا کروا دیجئے۔

(رانی سوہدرہ)

(روحانی نماز ہر بڑے بکسٹال پر دستیاب ہے۔ محفل مراقبہ میں آپ کے لئے دعا کروا دی گئی ہے۔)

مجھے روحانی ڈائجسٹ بہت پسند ہے اور چھ ماہ سے اس کا باقاعدگی سے مطالعہ کررہی ہوں۔ میں آپ کو بذریعہ ای میل یہ اطلاع دینا چاہتی ہوں کہ ۹۹ء کے صدائے جرس میں شائع ہونے والی سانس کی مشق میں نے شروع کردی ہے۔ روحانی ڈائجسٹ ہر عمر اور ہر صنف کے لئے بہترین ہے۔ مجھے اس میں نور الٰہی نور نبوت، صدائے جرس، ذوقِ آگہی، مشاہدہ حق اور مشعل معرفت بہت پسند ہیں۔ ایک بات مزید کہ مجھے یوگا کی مشقوں سے بہت دلچسپی ہے۔ اس حوالے سے گذشتہ مہینوں میں چند مشقیں دی گئی ہیں مگر میرا خیال ہے یہ کافی نہیں ہیں۔ کیا آپ صحت کے حوالے سے یوگا کی مزید مشقیں دے سکتے ہیں؟ جس سے لوگ اپنی صحت کو بہتر بنا سکیں۔ اگر آپ یوگا پریکٹس کے بارے میں مزید کچھ تفصیلا شائع کر سکیں تو میں آپ کی بہت شکر گذار رہوں گی۔

(امروز یہ رفیق)

میں داستانِ خیال میں پہلی دفعہ خط لکھ رہی ہوں مجھے شعر و شاعری سے بہت دلچسپی ہے اور میں اپنے پسندیدہ اشعار قند سخن میں بھیجنا چاہتی ہوں کیا آپ اپنے رسالہ میں شامل کریں گے میں آپ کو بہت پُر اُمید ہو کر خط لکھ رہی ہوں میں گذشتہ چھ ماہ سے اس رسالہ کی قاری ہوں جتنی قیمتی معلومات اس ڈائجسٹ میں ہوتی ہیں۔ شاید ہی کسی اور رسالہ میں ہوں یہ ڈائجسٹ حقیقت میں گھر کے ہر فرد کے لئے یکساں اہمیت کا حامل ہے۔ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی اس رسالہ کے ذریعے جس طرح لوگوں کی روحانی تربیت کررہے ہیں اور معاشرے میں اچھے افراد کا اضافہ کررہے ہیں۔ یقیناً اس کا صلہ اللہ تعالیٰ ضرور دے گا۔

(نرگس کرن۔ گوجرانوالہ)

(قند سخن کے لئے اپنے پسندیدہ اشعار ارسال کردیں معیار پر پورے اترے تو باری آنے پر شائع کردیئے جائیں گے)

داستانِ خیال کے سلسلے میں ایک گذارش بھیج رہا ہوں آپ اپنے ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ میں مضامین بھیجنے والے خواتین و حضرات کے ایڈریس بھی شائع کیا کریں۔ امید ہے آپ میری اس رائے پر غور کریں گے۔

(شاہد رحمان۔ منصور آباد، فیصل آباد)

ایسے خواتین و حضرات کے نام جن کے خطوط جگہ کی کمی یا تاخیر سے موصول ہونے کی صورت میں شائع نہ کیے جا سکے

ندیم رضا خان۔ ٹنڈو آدم، صوفی غلام محمد جلالی۔ گاؤں کندرو خورد ضلع گجرات، محمد بلال حفاری۔ تحصیل کوٹ ادو، محمد تنویر احمد۔ ساہیوال، شاہدہ سلطان بخش۔ حیدر آباد، شبیر احمد۔ معراج پورہ سانگلہ ہل، تحویلی برادران۔ ضلع ایبٹ آباد، عبدالکریم منصوری۔ بالا، مسز ناصرہ خان، مسعود محمود، الماس حمید۔ ملکہ نسرین شیخ کراچی، مہوش ضیاء۔

☆☆☆☆☆

نام کیوں تبدیل نہیں ہوتا......؟

دسمبر 1999ء کے صدائے جرس میں قارئین کرام کو اس نکتہ پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی تھی "بچپن سے بڑھاپے تک جسم کے تمام خدوخال تبدیل ہوجاتے ہیں تو آخر نام کیوں تبدیل نہیں ہوتا"؟ اس نکتہ پر بہت سے قارئین کرام نے تفکر کیا اور اپنے تاثرات ارسال کئے۔ درج ذیل سطور میں ان میں سے منتخب خطوط کو مختصر اشائع کیا جارہا ہے۔

پیدائش سے لے کر موت تک انسان کا مادی وجود مکمل طور پر تغیر پذیر رہتا ہے۔ اس کی شکل اور خدوخال میں مسلسل تبدیلی آتی رہتی ہے۔ لیکن اس کا نام کیوں تبدیل نہیں ہوتا؟ ترجمہ: "اور سکھا دیئے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے" اس آیت میں بھی ناموں کا ذکر ہے۔ انہی ناموں کو قرآن پاک میں علم الاسماء یعنی ناموں کا علم قرار دیا ہے۔ روحانی علوم یہ بتاتے ہیں کہ ناموں کے علم سے یہاں مراد اللہ کی صفات کا علم ہے جس کی بناء پر انسان اشرف المخلوقات ہے۔ دراصل نام صفات کا اظہار ہیں۔ اس لحاظ سے ناموں کی کوئی حیثیت نہیں رہتی بلکہ صفات زیادہ اہم ثابت ہوتی ہیں۔ عام تجربہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں کا کردار یا صفات نام کے بالکل برعکس ہوتی ہیں۔ مثلاً اس کا نام کریم ہے مگر اس کے اندر جو وہ کرم نام کو نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اہمیت نام کی نہیں بلکہ صفات کی سامنے آتی ہے۔ یعنی نام محض دنیا میں پہچان کا ذریعہ ہے۔ جب ہم روحانی علوم کی جانب آتے ہیں تو وہاں بتایا جاتا ہے کہ روح اصل ہے مادہ فکشن ہے۔ روح کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ روح علی، کریم، مائیکل، جانسن اور جولیا نہیں ہوتی بلکہ روح اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ اللہ کا حصہ ہے۔ اپنی پہچان کو بھلا کر اللہ کے رنگ میں رنگ جانا ہی دراصل معرفت ہے۔

(رخسانہ کوثر۔ لاہور)

روح تو سب میں ایک ہی کام کررہی ہے ایسا نہیں ہے کہ ایشیا میں بودوباش اختیار کرنے والے انسانوں میں یورپ یا افریقہ کی بہ نسبت اعلیٰ و برتر قسم کی روح موجود ہو ایسا بھی نہیں کہ مرد حضرات میں موجود روح خواتین میں کام کرنے والی روح سے اضافی صلاحیتوں کی حامل ہوتی ہو روحانی لوگ اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں کہ پوری کائنات میں ایک ہی روح کام کررہی ہے اس وحدت کی بناء پر نوعِ انسانی کا ہر فرد بلا تفریق جنس اور رنگ و نسل اپنی روح کا عارف ہو سکتا ہے اور باطن میں بہتے انوارات سے خود کو مستفیض کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق ہر ایک میں نفسِ واحد کام کر رہا ہے لہٰذا روحانی علوم کے حصول میں نفسِ واحدہ سے تعلق قائم کرنے کے لئے اپنی شناخت کو پس پشت ڈالنا چاہئے۔

(سید اسد علی۔ نارتھ ناظم آباد کراچی)

تفکر کے بعد میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ روح کو الگ الگ کوئی نام نہیں دیئے جاسکتے۔ روح تو خالق کائنات کا ایک وصف ہے ایسا وصف جو تخلیقی صلاحیتوں سے مزین ہے روح کے ہزاروں روپ ہیں اور ہر روپ ایک بہروپ ہے روح جس روپ میں اپنا مظاہرہ کرتی ہے وہی چیز ہمیں دنیا میں نظر آتی ہے۔

(محمد اکرم۔ حیدر آباد)

کروڑوں سالوں سے "میں" چلی آرہی ہے۔ میں یہ ہوں میں وہ ہوں میں ہی تمام اختیارات کا مالک ہوں مجھے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ یہ زن، زر، زمین میری ہے۔ اس "میں" کا بنیادی اصل نام ہے۔ تخلیق میں جو نام رکھ دیا جاتا ہے وہی "میں" بن جاتی ہے۔ جب تک کوئی اپنی "میں" سے چپکا رہتا ہے شعور میں قید رہتا ہے اور جب اپنی میں کو نظر انداز کردیتا ہے تو عرفان کے راستے کھل جاتے ہیں۔

(شہزاد حسین۔ چکوال)

نام اُس حقیقت کا رکھا جاتا ہے جس حقیقت نے مادی جسم کو سنبھالا ہوا ہے اور بلاشبہ وہ حقیقت روح ہے۔ چونکہ روح میں تغیر یا تبدیلی نہیں ہوتی لہٰذا اس کی شناخت یا پہچان میں تبدیلی ہونا بھی محال ہے۔

(محمد عاطف نواز۔ فیصل آباد)

نام ایک مخصوص (Fix) وجود کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ انسان کسی مادی وجود کا نام نہیں بلکہ جو اس کا نام انسان ہے اور انسان کی بنیاد اس کے مادی جسم کے پس پردہ کام کرنے والی لہر ہے جس کو ہم روح کہتے ہیں۔

(محمد احمد پراچہ۔ ضلع بہاولنگر)

نام اس لئے تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ وہ ریکارڈ کا حصہ بن گیا ہے یعنی وہ نام غیب میں نقش ہو گیا ہے وہ نام ایسے جسم کے ساتھ منسلک ہو گیا ہے جو تبدیل نہیں ہوتا۔ مادی خدوخال سے شروع ہونے والا نام غیب میں ریکارڈ ہونے کی وجہ سے مادی خدوخال کا محتاج نہیں رہتا حتیٰ کہ یہ نام اس دستاویز کی شناخت بن گیا۔

(عبدالغفار ، تسنیم احمد۔ گوجرانوالہ)

جب انسان مر جاتا ہے تو بظاہر ہر چیز موجود رہتی ہے یعنی ناک، کان، منہ، آنکھ، ہاتھ اور پیر مگر اصل انسان چلا جاتا ہے یعنی روح نکل جاتی ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں کہ میت یا لاش رکھی ہے میت کو نہلا دو میت کو دفنا دو۔ پھر کچھ عرصے بعد اگر وہ روح کسی کے خواب میں نظر آئی ہے تو کہتے ہیں فلاں (نام لے کر) کی روح آئی تھی خواب میں۔ یعنی نام مادی جسم کا نہیں تھا بلکہ اس روح کا تھا جو اس جسم کو چھوڑ گئی تو وہ نا قابل تذکرہ شے میں تبدیل ہو گیا۔

(فریدہ قمر۔ قاضی عبدالقیوم روڈ حیدر آباد)

نام دراصل ہماری روح کی شناخت ہے۔ اصل میں نام روح کا رکھا جاتا ہے۔ جس مقام پر آدمی سے انسان کا مقام حاصل کرلے اور اشرف ہو جائے وہاں وہ تخلیق کی تصویر تو کیا خالق کائنات کی صدائے قالوبلیٰ کی بازگشت بھی دہرا سکتا ہے۔

(انور سلطانہ۔ راولپنڈی)

دنیا میں ہر روح کو ایک جسم دے کر بھیجا گیا ہے۔ اس کی جسامت اور شکل و صورت بدلتی رہتی ہے مگر اس کا نام ایک ہی رہتا ہے اس کا نام اس کا Role یا Behaviour ہے۔

(مہوش ضیاء)

وہ خواتین و حضرات جن کے خطوط جگہ کی کمی کی وجہ سے شائع نہ ہو سکے۔

کراچی:- حماد زاہد ، ندیم ارشد ، عبدالحفیظ ، زیڈ اے ، محمد فیصل یافروز انجم صدیقی ، محمد فرید ، خالدہ پروین ، صائمہ شاہین ، نفیس فاطمہ ، سلمان شیخ ، ناصرہ تبسم ، طفیل ، مسرت حسین ، شجاع حسین ، سید محمد تسکین ، قرۃ العین ، مصباح اختر ، ناصرہ حسین۔

حیدر آباد:- امیر محمد خان ، سید محمد ، حاجی رفیق ، شیخ طاہر ، عزیز الدین ، حسیب احمد ، جویریہ ، ماسکہ خاتون۔

اسلام آباد:- ربعہ نزہت ، صدف جاوید ، کاشف۔

راولپنڈی:- محی الدین ، علی احمد ، نعیم احمد۔

ملتان:- اسماء مظہر علی ، محمد ، قاسم ، محمد سیف اللہ علی نواز۔

جہلم:- رفیعہ سلطانہ ، زاہد حسین ، محمد سلمان

پشاور:- سرفراز کوثر ، معراج گل ، احمد خان ، اجمل خان ، سعیدہ بی بی ، کرن ناز ، اریب۔

سانگھڑ:- سلیم اختر ، شکیل احمد۔

گوجرانوالہ:- مہوش صابر ، فردوس ، حاجی محمد ارشد ، ارشاد بی بی۔

واہ کینٹ:- اراکین عظیمیہ روحانی لائبریری۔

آزاد کشمیر:- خاور بخت ، خالدہ پروین ، عثمان ، افضال صدیقی۔

شیخوپورہ:- شبیر احمد ، ذیشان جاوید۔

فیصل آباد:- محمد کلیم احمد ، قمر الدین ، اویس احمد ، محمد نعیم ، حسین ، سندس فاطمہ۔

شہر کا نام نہیں لکھا:- سہیل احمد ، شیریں عرفان ، شمائلہ ، مہوش عباسی ، کشور سلطانہ ، محمد خالد ، خورشید بیگم ، محمد عادل ، رضوانہ جلیل ، فرحت یاسمین۔

☆☆☆

علمی تعاون کیجئے!

موجودہ دور ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ اس دور میں کسی بھی پیغام کو پھیلانے کے لئے ذرائع ابلاغ کا کردار نہایت موثر ہے۔ اس وقت جبکہ پوری دنیا اخلاقی بحرانوں کی زد میں ہے، ثقافتی اور تہذیبی یلغار عالم اسلام پر حملہ آور ہے ایسے میں روحانی ڈائجسٹ وسائل کی کمی کے باوجود مسلسل تیس سال سے لوگوں کی روحانی، مذہبی اور اخلاقی تعلیم و اصلاح میں کوشاں ہے، پیغمبران علیہم السلام کی طرز فکر اور روحانی اقدار کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہے۔

الحمدللہ! روحانی ڈائجسٹ کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی علوم کے وارث حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی روحانی سرپرستی اور آپؒ کے شاگرد و رشید حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی نگرانی حاصل ہے۔ روحانی بزرگوں کی توجہ اور سرپرستی میں شائع ہونے والے اس رسالہ سے ہزاروں لوگ معرفت الٰہی کی راہوں پر گامزن ہوئے اور پیغمبرانہ طرز فکر کے تحت زندگی گزارنے لگے۔ روحانی ڈائجسٹ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی مشن کی ترویج و اشاعت میں سرگرم عمل ہے اس مشن میں ہمارے معزز قارئین کرام بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

ہم آپ کے پسندیدہ رسالہ روحانی ڈائجسٹ کو ماہ بہ ماہ مزید بہتر سے بہتر بنانے کے خواہاں ہیں اور اس کے نفس مضمون میں مزید نکھار پیدا کر کے معزز قارئین کرام کی روحانی و علمی تشنگی پوری کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے پسندیدہ رسالہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے کثیر تعداد میں کتب اور علمی مواد کی شدید ضرورت ہے۔ کرم فرما قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اپنے پسندیدہ رسالہ کے ساتھ اس سلسلہ میں تعاون فرمائیں اور مختلف موضوعات پر کتابیں اور دیگر علمی مواد عطیہ کریں۔ کسی بھی موضوع، عنوان، مصنف، نصابی، غیر نصابی، اردو یا غیر ملکی زبان پر نئی اور پرانی کتب، کتابچہ، رسالہ، جریدہ یا ہفت روزہ رسائل کے جا سکتے ہیں۔ آپ کے ارسال کیے ہوئے ایک صفحہ اور ایک کتابچہ کو بھی ہم شکریے اور محبت کے ساتھ قبول کریں گے۔

جو کتابیں آپ کے زیر استعمال نہیں ہیں، بوسیدہ یا شکستہ ہو گئی ہیں وہ بھی عطیہ کی جا سکتی ہیں۔ آپ کی یا آپ کے لواحقین کی منتخب کردہ ان کتابوں کا عطیہ ایک علمی اور قلمی جہاد کی حیثیت رکھتا ہے جس کا اجر عظیم آپ کو اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک ان کتب سے اخذ کیا ہوا علم لوگوں کو فائدہ پہنچاتا رہے گا۔ روحانی ڈائجسٹ میں معزز عطیہ کنندگان خواتین و حضرات کے نام شکریہ کے ساتھ شائع کیے جائیں گے۔

ہم آپ کے علمی تعاون کے منتظر ہیں۔

نیاز مند

وقار یوسف عظیمی

ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ

1-D، 1/7 ناظم آباد۔ کراچی 74600

وہ معزز کرم فرما حضرات جنہوں نے ہماری درخواست پر کتب ، رسائل و جرائد ادارہ روحانی ڈائجسٹ کو ارسال کئے ہم ان کے نہایت شکر گزار ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

1- آفتاب احمد قمیر۔ سکھر 2- زبیدہ خاتون۔ کریم آباد۔ کراچی 3- شباب کاکوی۔ لاہور 4- شہزادی سلطنت بیگم منظور حقانی۔ ایف بی ایریا۔ کراچی (برائے ایصال ثواب محمد منظور احمد حقانی) 5- صاحبزادہ محمد اشرف۔ پشاور 6- طارق محمود۔ اعظم ٹاؤن۔ کراچی 7- عبدالستار۔ ... روڈ۔ کراچی 8- محمد ارشد چانگ۔ لاہور 9- محمد عطاء اللہ خان درانی اور عزیزہ بیگم۔ بارتھ کراچی 10- عرفانہ دستگیر۔ کراچی

رباعیات

قلندر بابا اولیاءؒ

ہے عمرِ تمام تلخ کام اے ساقی
ہے اس کا علاج اک جام اے ساقی
مے خانہ کے اندر ہیں مہ و مہر و فلک
باہر نہیں ،جز خیالِ خام اے ساقی

اک آن ہے کل عمرِ جہاں اے ساقی
اک آن میں وقفہ ہی کہاں اے ساقی
اک آن کا فائدہ ہے پینا اپنا !
پینے کے سوا سب ہے زیاں اے ساقی

اب عمر ضعیفی کی ہے مری اے ساقی
اب کچھ نہیں اعصاب کے اندر باقی
اب خود مری مٹی کا بنے گا ساغر !
ساغر مرے ہاتھ سے نہ چھین اے ساقی

جلدی میں ہے عمر اپنی یہاں اے ساقی
وہ روکے سے رکتی ہے کہاں اے ساقی
اک رات ملی ہے ترے مے خواروں کو
ہوجائیں گے کل خاکِ جہاں اے ساقی

حمد باری تعالیٰ

ایاك نعبد و ایاك نستعین ٥

(اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں

الحمد تیرے واسطے ہے رب العالمین
رحمٰن بھی ، رحیم بھی مالکِ یومِ دین
تو بے نیاز بھی ہے ، تو ہے خیر رازقین
معبود تو ہے ، تو ہے مدد گار بالیقین
ایاک نعبد و ایاک نستعین

خورشید ، چاند ، تارے ہیں تیرے فلک ترے
انسان بھی ہیں تیرے یہ جن و ملک ترے
جلوے ہیں کائنات میں سب عرش تک ترے
یہ آسمان تیرے ہیں ، تیری ہے یہ زمین
ایاک نعبد و ایاک نستعین

خلاقِ بے مثال ہے تو ذوالجلال ہے
اللہ تو جمیل بھی ہے اور جمال ہے
کون و مکاں کے لب پہ تری قیل و قال ہے
بھیجے ہدایتوں کے لئے تو نے مرسلین
ایاک نعبد و ایاک نستعین

کوہ و دمن ہیں تیری نشانی لئے ہوئے
دریا ترے کرم سے روانی لئے ہوئے
بہتے ہیں خشک ذروں میں پانی لئے ہوئے
سیراب کررہا ہے تو عالم کو بالیقین
ایاک نعبد و ایاک نستعین

پروردگار تو ہے توئی کار ساز ہے
بندہ نواز شان تری بے نیاز ہے
محمود بھی ترا ہے ترا ہی ایاز ہے
تیرے ہی اسودی ہیں یہ تیرے ہی احمرین
ایاک نعبد و ایاک نستعین

پھولوں میں رنگ تیرے ، ستاروں میں ضو تری
ایماں بھرے دلوں کے چراغوں میں لو تری
یہ کائنات آج بھی ہے نو بہ نو تری
تیری عطا سے فکرِ رسا ہوگئی ذہین
ایاک نعبد و ایاک نستعین

تو واجب الوجود ہے تو لاشریک ہے
جو نظم ہے ، جو حکم ہے تیرا وہ ٹھیک ہے
ملتی کرم سے تیرے دو عالم کو بھیک ہے
پلتے ہیں تیرے فیض سے اغنی و سائلین
ایاک نعبد و ایاک نستعین

یہ خاک ، آگ ، آب وہوا ، نور و تیرگی
ان کو ملا کے تو نے بنادی ہے زندگی
اور زندگی کو وقف کیا بہر بندگی
سب بندگی ہے تیرے لئے رب العالمین
ایاک نعبد و ایاک نستعین

تیرے حبیب پاک سے تیرا پتا ملا
معبود تجھ سے عبد کا قائم ہے سلسلہ
مختار کو بھی بس اسی رستے پہ تو چلا
جس راستے پہ چلتے رہے تیرے صالحین
ایاک نعبد و ایاک نستعین (از: مختار اجمیری)

صدیوں کی صدا

صدیوں کی صدا جو مستقبل کے روشن اور امید افزاء پہلو کی جانب اشارہ کررہی ہے۔

جمیل احمد خان

بالآخر مغرب کے ذرائع ابلاغ اپنی جادوگری میں کامیاب ہی رہے جنہوں نے دنیا بھر کے انسانوں پر ایسا زبردست سحر طاری کیا کہ لوگ 31 دسمبر 1999ء کی رات نئی صدی اور نئی ہزاری کا استقبال کرنے کی خاطر کثیر تعداد میں اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل ہی آئے۔

کیا مشرق کیا مغرب ہر خطے ہی میں موجودہ دور کا انسان درحقیقت خوشیوں کے لئے سب سے زیادہ ترسا ہوا انسان ہے۔ خوش نصیبی سے کوئی لمحہ اگر اسے خوشی کا محسوس ہوجائے تو وہ چاہتا ہے کہ اس ایک لمحے میں ارض و سما کی تمام رنگینیاں حاصل کرکے خود کو اس میں گم کردے۔ چنانچہ نئی صدی اور نئی ہزاری New Millennuim کے استقبال کے لئے چھ ارب انسانوں میں سے ایک بڑا حصہ اپنے گھروں سے باہر آنکلا۔ شاید اس لئے کہ جدید طرز معاشرت نے گھروں کو جہنم ہی تو بنادالا ہے چنانچہ خوشی اور سکون کا اب گھر سے کوئی واسطہ نہیں رہا، اب اس کی تلاش گھر سے باہر ہی کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ زندگی کی آسائشوں کے حصول کی بے ہنگم دوڑ نے گھر کے افراد کو ایک دوسرے کے لئے اجنبی بنادیا ہے، بظاہر ہمارا ہر دن گزرے دن سے بہتر نظر آتا ہے کہ ہم آسائشوں کے حصول کی اس چھینا جھپٹی میں کچھ نہ کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو ہی جاتے ہیں خواہ دوسرے کی کتنی بھی حق تلفی ہورہی ہو...... آج انسانوں کی بھیڑ میں بے حسی کی چادر اوڑھے ایک دوسرے سے بالکل اسی طرح بے خبر ہیں جیسے گارمنٹس کی دکان میں قیمتی اور خوبصورت کپڑوں میں ملبوس بے جان ڈمیاں...... شوہر بیوی کا کردار اب پیار محبت کے بجائے لڑائی جھگڑے اور فساد کی علامت بن گیا ہے۔ مغرب میں تو دادی، نانی، خالہ، پھوپھی کے کردار یا تو کتابوں میں محفوظ ہیں یا پھر اولڈ ہاؤسز میں۔ بہت سی مغربی ماؤں کی راہ میں "خوشی" کے اس "عظیم ترین" لمحے کو حاصل کرنے میں ان کے اپنے نوزائیدہ اور شیر خوار لخت جگر رکاوٹ بنے ہوئے تھے کیونکہ بچوں کی دیکھ بھال کرنے والے "بے بی سٹرز" اس ایک عظیم ترین رات کا معاوضہ 500 ڈالرز (تقریباً پچیس ہزار پاکستانی روپے) طلب کررہے تھے اور ظاہر ہے یہ معاوضہ ادا کرنا ہر ایک کے لئے ممکن نہ تھا۔

مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک کسی نے یہ بھی نہ خیال کیا کہ ایک ہزار سال پورے بھی ہوئے ہیں یا ابھی اس "عظیم ترین خوشی" میں ایک سال کا عرصہ باقی ہے۔ لیکن صاحب! کیا خبر ایک سال بعد اس عالم ناپائیدار میں کیا سے کیا ہوجائے! لہٰذا جو کچھ کرنا ہے آج ہی کرلو اب کل کا انتظار کون کرے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ عیسوی سن تقویم کی ابتداء کب ہوئی جس کے ایک ہزار سال پورے ہونے پر جشن طرب کا سماں باندھا گیا تھا۔

عیسوی سن تقویم کی ابتداء رومن امپائر کے شہنشاہ قسطنطین Constantine کے دور حکومت میں ہوئی جس نے اپنے باپ کونس ٹینٹس کے مذہب کو چھوڑ کر

عیسائیت اختیار کرکے اسے فروغ دینے کا بیڑا اٹھایا اور اپنی نو مسیحی والدہ کے زیر اثر عیسائیت کو رومی سلطنت کا سرکاری مذہب قرار دیا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ تعلیمات کو پس پشت ڈال کر عیسائیت کے توحیدی تشخص میں تثلیث کے شرک کی پیوند کاری کی۔ یہ تثلیث قدیم یونانی مذہب میں پہلے سے موجود تھی بظاہر قسطنطین نے اس مذہب کو چھوڑ دیا تھا لیکن محض چند ظاہری تبدیلیوں کے سوا باقی تمام طرز فکر وہی تھی جو قدیم رومن تہذیب میں صدیوں سے چلی آرہی تھی۔ ان دونوں نو مسیحی ماں بیٹے نے ڈرامائی انداز سے کچھ مقدس چیزیں دریافت کیں اور کچھ اسیار عب جمایا کہ پوری عیسائی دنیا ان کے زیر اثر آگئی۔ عیسائیت کا مذہبی لبادہ دراصل ہوس ملک گیری کی خاطر اوڑھا گیا تھا چنانچہ اس ہوس نے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے اس کا اندازہ آپ خوبی لگا سکتے ہیں۔ بائبل کی ازسرنو ترتیب اسی دور میں کی گئی اور وحی کے انوارات سے لبریز خدائی کلمات کو حذف و تحریف کی گرد کی دبیز تہہ نے چھپا ڈالا، شرک پر مبنی عقائد کو رد کرنے والے افراد کو کافر قرار دے کر ان سے جنگ کا اعلان کیا گیا۔

اسی قسطنطین نے دیکھا کہ عیسائی مذہب رومی اثرات قبول کرکے عددی اعتبار سے ترقی کرنے لگا ہے تو اسے عیسوی تقویم کی ترتیب کا خیال آیا۔ اس سے قبل جولین تقویم رائج تھی جو اولمپن سن تقویم میں ترمیم کرکے رائج کی گئی تھی۔ چونکہ عیسوی تقویم کی ابتداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے کی گئی چنانچہ اندازاً یہ فرض کرلیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش 776 اولمپن سال یعنی 44 جولین کو ہوئی ہوگی۔ یہ استنباط پادریوں اور راہبوں کے اس خیال سے کیا گیا جو یہ کہتے تھے کہ جولیس سیزر کے قتل کے لگ بھگ 44 سال کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی تھی۔

عیسوی سن تقویم کی بین الاقوامی حیثیت کی ابتداء سولہویں صدی عیسوی میں ہوئی جب مغربی یورپ کے چار پانچ چھوٹے چھوٹے ساحلی ممالک پوری دنیا کے مالک بن بیٹھے اس کے علاوہ امریکہ کی دریافت نے پورے یورپ کا ہی حوصلہ بڑھا دیا تھا۔ آج جو یہ انسانیت کا راگ الاپ رہے ہیں کل چین سے محض اس بناء پر ہانگ کانگ چھین بیٹھے تھے کہ چین کی حکومت نے اپنے عوام کو افیم فروخت کرنے اور افیم کی تجارت سے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی اور ہندوستان میں بھی تجارت کے بہانے داخل ہوئے اور صدیوں سے قائم مسلم سلطنت کو تہس نہس کر ڈالا۔ ہندوستان جو اس زمانے میں سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا اور بقول خواجہ ناصر نذیر فراق دہلوی "اس لال قلعے کے گئے وقتوں کا حال یہ تھا کہ لال قلعے کی بیگمات کی نظر میں سونا تو سونا ہیرے جواہرات بھی بے حقیقت تھے اور رُلتے پھرتے تھے"۔

بے پناہ دولت اور لوٹ مار کی تجارت نے ان کی معیشت کو مستحکم کر ہی دیا تھا۔ یوں یورپ کا نوآبادیاتی نظام اور دیگر قوموں کا معاشی استحصال پوری دنیا میں قائم ہونے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ سن عیسوی یورپ سے نکل کر نئی دنیا یعنی شمالی و جنوبی امریکہ و آسٹریلیا کے علاوہ ایشیا و افریقہ میں متعارف و رائج ہوگیا۔

1582ء میں رومن کیتھولک کے پوپ گری گوری نے عیسوی جولین کیلنڈر میں ترمیم کرکے اسے گری گورین کیلنڈر کا نام دیا۔ برطانوی حکومت نے جس کا نوآبادیاتی نظام یورپ کے دیگر ممالک کے مقابلے میں سب سے بڑا تھا، عیسائی اتحاد اور سنہ عیسوی میں یکسانیت کے خیال سے بالآخر 1752ء میں گری گورین کیلنڈر کا استعمال شروع کیا۔ یاد رہے روس اور بعض مشرقی یورپ کے ممالک 1917ء تک گذشتہ جولین کیلنڈر کو ہی اپنے سرکاری و تجارتی کاموں میں استعمال کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے انقلاب کو اکتوبر انقلاب کا نام دیتے ہیں حالانکہ گری گورین کیلنڈر کے لحاظ سے یہ دن و تاریخ نومبر میں آنی چاہیے۔ علاوہ ازیں یونانی کلیسا ابھی تک ایک الگ موقف رکھتا ہے اور آج بھی گری گورین کیلنڈر کے بجائے ماقبل مسیح جولین سن تقویم کو

مفروضہ عیسائی ترمیم کے ساتھ مانتا ہے۔

مذکورہ بالا تاریخی شواہد و حقائق یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے سال پیدائش کے حوالے سے مفروضوں اور اندازوں کا غیر معمولی عمل دخل موجود ہے۔ لیکن گذشتہ چار پانچ صدی کے مسلسل عالمی استعمال کی وجہ سے اس کی حیثیت اب محض ایک عیسائی سن تقویم کی نہیں رہی بلکہ اب یہ ایک بین الاقوامی ضرورت بن چکا ہے جس کی جڑیں درحقیقت قدیم یونانی و رومی تہذیب و تمدن سے مربوط ہیں۔

یہاں اس قدر تفصیل بیان کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ تصور کریں اور کسی عظیم شخصیت کی ولادت کے دن سے حساب لگائیں یا پھر دیگر سن تقویم کو کھنگالیں اور متروک تقویم کا اعادہ کریں تو شاید ہر روز کسی نہ کسی سن کی نئی صدی کا یا نئے قرن کا آغاز ہو رہا ہو۔ اس لحاظ سے یہ بھی تو کہا جاسکتا ہے کہ ہر یوم ایک نئی صدی کے نئے باب کا آغاز ہے۔

اور ابھی تو اس گری گورین کیلنڈر کی دوسری ہزاری ختم ہونے میں ایک سال کا عرصہ باقی ہے تو یہ جشن ہزاری چہ معنی دارد...... دراصل دور جدید کے فرعون کے اقتصادی جادوگر اور ان کے جادوئی اژدھے جنہیں ہم ملٹی نیشنل کمپنیوں کے نام سے جانتے ہیں، میڈیا کے ذریعے دنیا بھر کو یہ باور کرانے میں کامیاب رہے کہ نئی صدی آچکی ہے۔ اس کے نتیجے میں منجمد صنعتوں کا پہیہ چل پڑا یوں کساد بازاری وقتی طور پر یا مصنوعی طور پر کم ہوگئی اور ان بین الاقوامی اداروں کی مصنوعات دنیا بھر میں بے پناہ خریدی گئیں۔

یہ وہی اقتصادی جادوگر ہیں جنہوں نے "وائی ٹو کے" کے نام سے دنیا بھر کو اس قدر خوف زدہ کیا کہ بڑی بڑی ریاستوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے اداروں تک نے سو سو ارب ڈالر سے زیادہ رقم خرچ کر ڈالی۔ آج تو نومن تیل بھی موجود ہے اور رادھا بھی ناچ رہی ہے۔ تاریخ کا قلم بھی انہی کے ہاتھ میں ہے کہ جو جی میں آتا ہے لکھ دیتے ہیں، مجنوں کو لیلیٰ، محرم کو مجرم......

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

کوئی ان کا ہاتھ روکنے والا ہی نہیں...... کل اگر یہی قلم غیر جانبدار مورخ کے ہاتھ آجائے تو کیا معلوم وہ "وائی ٹو کے" کو دنیا کی اقتصادی تاریخ کا سب سے بڑا فراڈ ہی قرار دے دے۔

لیکن آج تو صورتحال یہ ہے کہ یہ بین الاقوامی ادارے بہت سے ترقی یافتہ ممالک کی حکومتوں سے زیادہ طاقتور ہوچکے ہیں۔ اکثر ممالک میں سیاسی حکمت عملی ان اداروں کے مفادات کے تابع ہوچکی ہے۔ دنیا کے بعض ترقی یافتہ ممالک میں معاشرتی خدمات کے تمام ادارے ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کو منتقل کئے جارہے ہیں جن میں صحت، پنشن، جیلیں، جرائم کی روک تھام وغیرہ وغیرہ جیسے معاملات بھی ان اداروں کے سپرد کردیئے گئے ہیں۔ اب انسانوں کی اکثریت ملکوں اور قوموں کی غلامی سے نکلنے کے بعد ان اداروں کی ایسی بے دام غلام بن چکی ہے کہ اگر آقا دن کہیں تو یہ بھی دن کہیں گی...... چنانچہ گذشتہ صدی کا جب جائزہ لیا گیا اور اہم ترین شخصیات کی فہرست مرتب کی گئی تو بین الاقوامی میڈیا کے ذریعے اس صدی کی اہم ترین شخصیت آئن اسٹائن کو قرار دے دیا گیا جبکہ دوسری اہم ترین شخصیت امریکی صدر فرینکلن ڈی روز ویلٹ کو قرار دیا یعنی پہلی اور دوسری اہم شخصیات میں سے ایک کا نام امریکی دانش اور دوسری کا امریکی سیاست سے وابستہ ہے۔ آئن اسٹائن کو صدی کی اہم شخصیت قرار دینے کے اسباب کے حوالے سے جو نکات بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک اہم سبب ایٹم کے حوالے سے اس کے انکشافات ہیں کہ ان انکشافات کی بنیاد پر جو نظریات وضع کئے گئے انہوں نے دنیا پر اپنے دوررس اثرات چھوڑے۔ یعنی ان نظریات کی بنیاد پر ایٹم بم بنا کر جاپان کے دو شہروں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا

چنانچہ طاقت کا توازن دیکھتے ہی دیکھتے تبدیل ہو گیا۔ ہماری معلومات کے مطابق تو ان اثرات کے حوالے سے آئن اسٹائن بھی شدید مایوسی کا شکار رہا یہاں تک کہ ضمیر کی خلش اسے بے چین رکھتی۔ پیرانہ سالی میں اس نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میرے انکشافات کا اثر دنیا پر کیا پڑے گا تو میں سائنس کی دنیا میں قدم رکھنے کے بجائے گھڑیاں مرمت کرنے کے بے ضرر سے کام میں اپنی تمام عمر بسر کر دیتا"۔ گھڑی سازی کا خیال ظاہر کرتا ہے کہ آئن اسٹائن یہ کہنا چاہتا تھا کہ ایسے اثرات ہونے سے تو بہتر تھا کہ میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ کیا عجیب معاملہ ہے کہ آئن اسٹائن اپنے جن اثرات کی بناء پر خود کو مجرم قرار دینے لگا تھا انہی اثرات کو بنیاد بنا کر مغربی میڈیا اسے **Person of Century** قرار دے رہا ہے۔ تباہی کی بناء رکھنے کے کام کو انسانیت کی خدمت کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے۔ خیر صاحب! ہم تو مرزا غالب کی زبان میں بس اتنا ہی کہیں گے کہ :

سادگی پر اس کی مرجانے کی حسرت دل میں ہے
بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل میں ہے!

کیونکہ مغربی میڈیا نے تو گاندھی اور ہٹلر کو بھی صدی کی بے حد اہم شخصیات قرار دے دیا ہے۔ مغرب کی تیار کردہ فہرست میں ساٹھ لاکھ انسانوں کے قتل کا سبب بننے والے ہٹلر کا نام تو موجود ہے لیکن اس فہرست میں کروڑوں مسلمانوں کو آزادی کی زندگی گزارنے کا حق قانونی طور پر جیت کر دینے والے عظیم قائد محمد علی جناحؒ کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے کہ مغربی تہذیب کی بنیادوں میں قوم پرستی کے نام پر بہائے جانے والے **10** کروڑ انسانوں کا خون موجود ہے یوں ان کے تمام فیصلوں میں عصبیت کا عنصر لازماً موجود رہے گا۔

لیکن اس معاملے میں ہم مغرب کے تعصب کو الزام دے کر خود کو بری نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ہم نے خود کو اس قابل کیوں نہ کیا کہ ہم اپنے محسنین کا نام بین الاقوامی سطح پر روشن کرتے۔ شاید ہم بیسویں صدی میں مغرب کی چکاچوند سے اس قدر متاثر ہو گئے کہ اپنی تاریخ کی تمام عظیم الشان صدیوں کو بھلا بیٹھے...... انہی گمشدہ صدیوں میں اللہ کے بے شمار دوستوں نے محبت کے ذریعے قلوب کو تسخیر کیا۔ یہ اہلِ باطن ہی تھے جن کے الہامی افکار تہذیب و معاشرت اور علم و شعور کے ارتقاء کا باعث بنتے رہے۔ انہی گمشدہ صدیوں میں حضرت امام جعفر صادقؒ کے شاگردوں نے جن میں جابر بن حیان جیسے سائنسدان شامل ہیں، سائنسی علم کی بنیاد رکھی۔ ان عظیم الشان گمشدہ صدیوں میں جہاں ایک جانب ابن الہیثم ہیں جنہوں نے دریائے نیل پر بند باندھنے کا منصوبہ پیش کیا جو ایک ہزار سال بعد اسوان بند کی صورت میں پایہ تکمیل کو پہنچا تو دوسری جانب ماہر ریاضی، ماہر فلکیات اور طبیب و شاعر محمد خیام بھی ہیں جنہوں نے پہلی مرتبہ **Leap Year** کا تصور پیش کیا جسے **500** سال بعد رومن کیتھولک کے پوپ گریگوری نے اپنے نام سے منسوب کر دیا۔

یہ گمشدہ صدیاں جہاں ہمیں نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی جیسے بے مثل مجاہدوں سے متعارف کراتی ہیں وہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت داتا گنج بخشؒ کے انمٹ روحانی کردار کو بھی آشکار کرتی ہیں کہ جنہوں نے اسلام کے روحانی نظام کے استحکام میں زبردست کردار ادا کیا۔ ہم تو شاید ان صدیوں کو بھی فراموش کر چکے ہیں جن میں سلسلہ چشتیہ نے ہندوستان میں ایک ایسا مربوط انقلاب برپا کیا جس کے زیر اثر خدا کے لاکھوں بندے شرک کے اندھیرے سے نکل کر توحید کے روشن دائرے میں داخل ہو گئے۔ اس انقلاب کی ابتداء اس وقت ہی ہو گئی تھی جب کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اجمیر میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔

یہ تو محض چند مثالیں ہیں جو ہم نے یہاں بیان کیں اگر ترتیب وار حقائق پیش کیے جائیں تو ایک دفتر درکار ہو گا۔

جس طرح ایک فرد کا رشتہ اپنے ماضی سے ٹوٹ جائے یعنی اسے اپنے والدین کے بارے میں کچھ علم نہ ہو تو چاہے وہ فرد دنیا میں عزت، شہرت، دولت یہ سب کچھ حاصل بھی کر لے لیکن اس کی ذہنی نفسیات میں ایسی خرابی موجود رہے گی جسے دور کرنا کسی بڑے سے بڑے ماہر نفسیات کے لئے بھی شاید ممکن نہ ہو...... بالکل اسی طرح اگر کسی قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے ٹوٹ جائے تو اس قوم کی مجموعی نفسیات میں کسی بڑی خرابی کے امکان کو ہرگز رد نہیں کیا جا سکتا......

صدیوں کا شمار تو چھوڑیئے ہم تو گزشتہ **50** سال قبل ہونے والے اس حیرت انگیز واقعہ یعنی اسلام کے نام پر آزاد ہونے والی مملکت پاکستان کے قیام کی بنیادی آئیڈیالوجی کو بھی فراموش کر بیٹھے ہیں۔ یاد کیجئے وہ آئیڈیالوجی کیا تھی؟

جی ہاں وہ آئیڈیالوجی تھی......

پاکستان کا مطلب کیا لاالٰہ الا اللہ

آج ہم نے اس عظیم الشان آئیڈیالوجی کو پس پشت ڈال دیا ہے اور اسی بناء پر اپنا راستہ کھو کر بیٹھے ہیں۔ یہ بات ہم جانتے ہیں کہ کسی قوم کو اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے کسی عظیم تصور کی ضرورت ہوتی ہے۔ ناکام اور کامیاب قوموں میں اصل فرق **Vision** کا ہی ہوتا ہے۔ پاکستانی قوم کا **Vision** یہ ہونا چاہئے کہ اللہ کی محبت اور قربت کے حصول کے لئے اس کی پسندیدہ طرزِ فکر اور معاشرت کو اپنایا جائے۔

مغرب جو اپنے زبردست "عروج" کے اگلے مرحلے "زوال" کے قریب پہنچا ہی چاہتا ہے لیکن مشرق کا بھی المیہ یہی ہے کہ وہ مسلسل مغرب کی طرز میں ڈھلتا جا رہا ہے۔ اگر مشرق مغرب کی جگہ لے بھی لے تو وہ مادہ پرست مشرق ہی کہلائے گا جو ایک بار پھر انسان کا رشتہ روح کے بجائے جسم سے، داخل کے بجائے خارج سے، خالق کے بجائے مخلوق سے، قربانی کے بجائے مفاد پرستی سے، ایثار کے بجائے لذت اندوزی سے جوڑ دے گا۔

اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستانی قوم اپنی آئیڈیالوجی یعنی

پاکستان کا مطلب کیا لاالٰہ الا اللہ

سے از سر نو رشتہ استوار کرے۔ مغرب کے مادی پیمانوں کو ترک کر کے قرآن کے روحانی پیمانوں کو اختیار کرے۔ کیونکہ اہلِ باطن اس حقیقت کی جانب ایک عرصے سے نشاندہی کرتے آئے ہیں کہ اگلا دور روحانی دور ہو گا اور مغربی پرنٹ میڈیا نے بھی نئی صدی کے حوالے سے جو پیش گوئیاں شائع کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ "مستقبل میں لوگ بڑی تعداد میں روحانیت کو اپنائیں گے۔ یورپ نے جب نو آبادیاتی نظام کے ذریعہ دنیا بھر کے لوگوں پر اپنا اثر ڈالا تو ان خطوں کے لوگ بھی یہ یقین کر بیٹھے کہ زندگی میں تمام شعبے ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ تعلیم، سیاست، مذہب اور طب کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن مستقبل میں یہ تقسیم بہت کم ہو جائے گی اور لوگ زیادہ روحانی معاشرے میں رہیں گے اور ہر کام کا تعلق روحانیت کے ساتھ استوار کیا جائے گا"۔

نصف صدی قبل پاکستان کا قیام انسانی تاریخ کا ایک عظیم ترین معجزہ تھا۔ جس کے پس منظر میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصی شفقت اور اولیاء کرام کی توجہ شامل حال رہی۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے حوالے سے یہ بات بھی ریکارڈ میں موجود ہے کہ "ان کے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور انہیں ایک جھنڈا عنایت کیا"۔ مذہبی اجارہ داروں نے اس بات کا خوب مضحکہ بھی اڑایا کہ ایک داڑھی منڈے اور کافروں کا لباس پہننے والے شخص کے خواب میں رسول اللہ ﷺ کیسے آ سکتے ہیں؟ لیکن دیوبند کے معروف عالم مولانا حسین احمد مدنی نے کانگریس کے حامی ہونے کے باوجود اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے ایسے خیالات کو سختی سے رد کر دیا اور کہا "غلط بات ہے! رسول اللہ ﷺ ہر ایک کے خواب میں آ سکتے ہیں، ممکن ہے محمد علی جناحؒ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہو"۔ یہ بات روزنامہ

"الجمیعۃ دہلی" "شیخ الاسلام نمبر فروری ۱۹۵۸ء کے صفحہ نمبر 71 پر دیکھی جاسکتی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد اب ضرورت تھی کہ اس کے روحانی مقاصد یعنی اس کی بنیادی آئیڈیالوجی

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ

کی تکمیل کے لئے ایک زبردست اور مربوط روحانی نظام قائم ہو جو محدود طرز فکر سے نکل کر لامحدود طرز فکر میں داخل کرسکے۔ چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصی رحمت سے ۱۹۶۰ء میں سلسلہ عظیمیہ کا اجراء ہوا۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلسلہ عظیمیہ کی خصوصی طور پر منظوری عطا فرمائی۔ سلسلہ عظیمیہ کے روحانی پلیٹ فارم کا قیام گذشتہ صدی کا آئندہ صدی کے لئے ایک روشن اور امید افزاء پہلو قرار دیا جاسکتا ہے۔

ہمارے خیال میں اکثر مسلمانوں میں شعوری وسعت اور روشن خیالی اس حد تک ہی نظر آتی رہی کہ مغربی سائنس دانوں کی دریافت، انکشافات اور نظریات بیان کرکے آخر میں فخریہ طور پر یہ بیان کردیا جائے کہ "یہ باتیں تو قرآن میں چودہ سو سال پہلے سے موجود ہیں"۔ اس امر کی جانب کسی کی توجہ مرکوز نہیں ہوئی کہ یہ فخریہ دعوے اپنا مذاق آپ اڑوانے کے مترادف بھی ہوسکتے ہیں کہ جب یہ سائنسی نظریات، انکشافات اور دریافت چودہ سو سال سے قرآن میں موجود ہیں تو اسے تصریحاً بیان کرنے والے تو مسلمان خود ہونے چاہئیں نہ کہ مغربی سائنسدان..... اس طرح تو آئندہ نسل کے پاس مایوسی اور احساس کمتری کے سوا کچھ نہ بچے گا۔

سلسلہ عظیمیہ نے نہ صرف قرآن میں موجود سائنسی و روحانی علوم کی نشاندہی کی ہے بلکہ اس کے حصول کے لئے ایک قابل عمل نظام بھی پیش کیا ہے۔ یہ سائنسی و روحانی علوم جب مغربی سائنس دانوں تک پہنچیں گے تو ممکن ہے کہ وہ انگشت بدنداں ہی رہ جائیں۔

لمحاتِ مسرت

☆..... روحانی ڈائجسٹ کے کمپیوٹر ڈیزائنر، کمپوزر اور ٹائپسٹ محمد مرسلین کی ہمشیرہ ریحانہ پروین جناب فضل حسین صمیم کے صاحبزادہ شاہد صمیم سے بتاریخ 15، جنوری 2000ء رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئیں۔

☆..... عظیمیہ جامع مسجد کے آفس سیکریٹری اکرام شمالی کے صاحبزادے عبدالماجد کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت سے نوازا ہے۔

☆..... اورنگی ٹاؤن سیکٹر 4E میں قائم عظیمیہ روحانی لائبریری کے لائبریرین امتیاز احمد کو اللہ تعالیٰ نے شادی کے گیارہ سال بعد اولادِ نرینہ کی خوشی سے نوازا ہے۔ الشیخ عظیمی نے نومولود کا نام محمد انعام عظیم رکھا ہے۔

☆..... گوجر خان مراقبہ ہال کے انتظامی رکن عبدالستار پچھلے دنوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔

☆..... اسلام آباد میں سلسلہ عظیمیہ کے رکن محمد اکرم شیخ کو اللہ تعالیٰ نے پوتی کی رحمت سے نوازا ہے۔

☆..... بہاولپور کے نگران محمد شریف کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت سے نوازا ہے۔

☆..... مراقبہ ہال کوئٹہ کے رکن علی محمد بارکزئی رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ ان کی شادی میں مراقبہ ہال کوئٹہ کے نگران محمد نواب خان اور دیگر ساتھیوں نے شرکت کی۔

☆..... سانگھڑ مراقبہ ہال کے رکن سلیم اختر کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت سے اور محمد یامین کی دو بہنوں کو اولادِ نرینہ سے نوازا ہے۔

☆..... مراقبہ ہال سانگھڑ کے رکن محمد اشرف اور محمد عثمان گذشتہ دنوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔

☆..... سانگھڑ مراقبہ ہال کے رکن محمد رفیق کے صاحبزادے محمد جنید نے نو سال کی عمر میں حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کرلی ہے۔

☆..... راولپنڈی میں سلسلہ عظیمیہ کے رکن قاسم منہاس کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ نرینہ سے نوازا ہے۔

☆..... عظیمیہ روحانی لائبریری (برائے خواتین) دستگیر کی لائبریرین نصرت شاہین کو اللہ تعالیٰ نے بھتیجے اور بھانجی سے نوازا ہے۔

چیچنیا کا المیہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مسلمانوں کی مثال جسم کی مانند ہے۔ جب جسم کے کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم اسے محسوس کرتا ہے"۔ اس وقت امتِ مسلمہ پر ایسا وقت آن پہنچا ہے جب چیچنیا، کشمیر، کوسوو، تی مور اور عراق میں مسلمانوں کو کلمہ گو ہونے کی سزا بھگتنا پڑ رہی ہے۔ اس وقت شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ امتِ مسلمہ پوری یکجہتی اور یگانگت کے ساتھ اس صورتحال سے نکلنے کی کوشش کرے۔

دانیال

یہ تصویر انگشتیا کی سرحد پر کھڑے مسلمان چیچن پناہ گزینوں کی ہے جو اپنے وطن عزیز پر روسی جارحیت سے تنگ آکر یہاں جمع ہوگئے ہیں۔ ان لوگوں کے کرب کا اندازہ ان کے غمگین، اداس چہروں اور تاسف آمیز نگاہوں سے کیا جاسکتا ہے۔ ان مظلوم مسلمانوں پر ان کے وطن چیچنیا میں عرصہ حیات تنگ کردیا گیا۔ اب جبکہ یہ لوگ اپنا سب کچھ چھوڑ کر انگشتیا میں پناہ لینا چاہتے ہیں تو یہ بھی جارحیت پسند روس کو منظور نہیں ہے اور دو لاکھ سے زائد ان مظلوموں کو سرحد پر ہی روک لیا ہے۔

روسی افواج نے ذرائع ابلاغ کے نمائندوں پر چیچنیا

میں داخلہ پر پابندی لگائی ہوئی ہے نیز انگشتیا کی سرحد پر بھی پابندی قائم ہے تاکہ وہ مظلوم لوگوں سے مل نہ سکیں اور ان پر ہونے والے مظالم کے بارے میں نہ جان سکیں۔ اسی سرحد پر چار سال قبل 1996ء میں پوچھ گچھ اور تفتیش کے نام پر جو مظالم کئے گئے انہوں نے نازیوں کے مظالم کی یاد تازہ کردی تھی۔ توقع کی جارہی ہے کہ ان نہتے، خوفزدہ اور سہمے ہوئے لوگوں کے ساتھ اس وقت بھی یہی مظالم روا رکھے جارہے ہوں گے۔

سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد سولہ ریاستوں نے آزادی کا اعلان کردیا۔ نومبر 1990ء میں چیچن انگش ری پبلک معرض وجود میں آئی اور جون 1991ء میں چیچن ری پبلک نے روس سے مکمل آزادی کا اعلان کردیا۔ وہ سوویت حکومت جسے اپنی قوت وطاقت پر گھمنڈ تھا، نہتے اور پسماندہ افغانوں سے ہزیمت اُٹھا چکی تھی۔ سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد روس کی شکل میں جو تقسیم شدہ مملکت قائم ہوئی اس میں بھی اسی گھمنڈ کے اثرات موجود تھے اپنی طاقت کا رعب قائم کرنے اور دنیا کو اپنی برتری کا احساس دلانے کے لئے روس نے مسلمان ریاست چیچنیا کا انتخاب کیا۔

روس کی ٹڈی دل فوج چیچنیا پر اس جارحیت سے پہلے 1994ء اور 1996ء میں بھی بھرپور طاقت کے ساتھ یلغار کرچکی ہے۔ ہر یلغار میں عسکری عدم توازن واضح نظر آتا ہے۔ روسی فوج ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس ہے، اس کی مجموعی تعداد لاکھوں میں ہے نیز ذرائع ابلاغ پر بھی اسی کو کنٹرول حاصل ہے۔ دوسری طرف چیچن مجاہدین صرف چند ہزار ہیں۔ براہ راست مقابلہ کی سکت اور موقع مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے گوریلا جنگ لڑ رہے ہیں۔ اسلحہ روایتی اور ناکافی ہے۔ روس پوری قوت سے دارالحکومت گروزنی پر حملہ آور ہے جہاں مٹھی بھر مجاہدین لاکھوں کی فوج سے برسرِ پیکار ہیں۔ حسبِ منشاء نتائج نہ ملنے کی وجہ سے روس نے ایٹمی حملوں کی دھمکی بھی دے دی ہے۔ عسکری مبصرین کا کہنا ہے کہ مٹھی بھر مجاہدین طویل عرصہ تک روسی افواج کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے کیونکہ ان کے پاس نہ عسکری سہولیات ہیں نہ تربیت یافتہ باقاعدہ فوج۔

اس یکطرفہ اور مسلط کی گئی جنگ کے نتیجہ میں لاکھوں چیچن مسلمان یہاں سے ہجرت کرگئے ہیں اور تقریباً دو لاکھ انگشتیا کی سرحد پر حسرت ویاس کے عالم میں موسم کی سختی اور روسیوں کے مظالم برداشت کررہے ہیں۔ روسی جارحیت سے تباہ حال مسلمان دنیا میں امن کے نام نہاد علمبرداروں سے عموماً اور ملتِ مسلمہ سے خصوصی طور پر اپنی بقاء وسلامتی کے سوالی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مسلمانوں کی مثال عمارت کی طرح ہے جس میں ہر اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے"۔ نیز فرمایا "مسلمانوں کی مثال جسم کی مانند ہے کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو خبر ہو جاتی ہے"۔ آہ...... یہ کیساالمیہ ہے کہ ایک جانب منفی دس درجہ سینٹی گریڈ میں گرم کمبلوں اور لحافوں سے محروم ٹھٹھرتے ہوئے مسلمان ہیں دوسری طرف رولز رائس کاروں، عالیشان محلات اور بھرپور لگژری لائف گزارنے والے مسلمان...... آخر ہم کب تک خوابِ غفلت کا شکار رہیں گے؟ مقبوضہ کشمیر، کوسوو، چیچنیا، تی مور، اور عراق کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کب تک جاری رہیں گے؟ اور آخر کون ان کو حل کرے گا؟

یہ کسی ایک علاقہ، شہر یا ملک کی بقاء وسلامتی کا مسئلہ نہیں پوری ملتِ مسلمہ کی بقا کا مسئلہ ہے۔ اگر ایک ظالم کے ظلم پر باز پرس نہ کی جائے تو کئی دوسرے ان سے بڑے ظالم وجابر بن کر ابھرتے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر، کوسوو اور عراق کی طرح چیچنیا کے مسئلہ کا تعلق بھی مسلمانوں کے مجموعی رویے سے وابستہ ہے۔ اگر مسلمان یکجہتی اور یگانگت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک آواز ہوجائیں تو ممکن ہے کسی بڑے معرکہ کی ضرورت ہی نہ رہے گی بلکہ مسلمانوں کا کروفر اور یگانگت دیکھ کر ظالم پر اللہ تعالیٰ ایسی ہیبت طاری کردیں گے کہ وہ خود ہی اپنے ظلم سے دستبردار ہوجائے گا۔

نماز اور ہماری زندگی

نماز اسلامی معاشرہ کی تشکیل کا مکمل لائحہ عمل ہے جس میں لوگوں کے اجتماعی، انفرادی، طبی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی اصلاح و ترقی کا راز پنہاں ہے۔ نماز سے اپنے مسائل کا حل تلاش کرکے مسلمان دنیا اور آخرت میں سربلند ہوسکتے ہیں۔

محمد اقبال جیلانی

مسجد میں ایک واعظ صاحب نہایت جوش وخروش سے وعظ کررہے تھے، جوشِ خطابت کا یہ عالم تھا کہ ہاتھوں کی حرکت سے مائیک کا زاویہ بار بار تبدیل ہوجاتا تھا، موضوع یہ تھا کہ وضو نماز کے لئے شرط ہے، جو شخص وضو کے بغیر نماز ادا کرے گا اُس کی نماز نہیں ہوگی۔ ایک دیہاتی بھی وہاں موجود تھا اس نے نہایت سادگی سے کہا کہ "جناب، آپ کا کہنا غلط ہے کہ وضو کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی...... ہم نے تو بارہا وضو کے بغیر نماز پڑھی ہے اور ہماری نماز بھی ہوگئی ہے"۔

دیہاتی کی بات سن کر مسجد میں موجود تمام لوگوں نے واعظ صاحب کے ہمراہ ایک فلک شگاف قہقہہ بلند کیا۔ ظاہر ہے یہ بے وقوفی کی بات تھی کیونکہ جو نماز بغیر وضو کے پڑھی جائے وہ نماز نہیں، صرف اُٹھک بیٹھک ہے۔ دوسری جانب اُس دیہاتی کو یہ یقین تھا کہ اُس کی نماز ہوگئی ہے کیوں کہ اُس کے نزدیک نماز کے ہونے کا مطلب یہ تھا کہ تکبیر اولیٰ سے لے کر سلام پھیرنے تک کسی نہ کسی طرح تمام ارکان کو دہرا دیا جائے۔

دیکھا جائے تو اس واقعہ میں دیہاتی سراسر غلطی پر ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے اکثریت کا ذہن یہ ہے کہ نماز کچھ ظاہری چیزوں کو دہرا لینے کا ہی نام ہے۔ چونکہ اس دہرا لینے کی فہرست میں دیہاتی نے وضو کو شامل نہیں کیا چنانچہ ہم نے اُس کی نماز کو مکمل نہیں سمجھا۔ ہم فہرست کے تمام ارکان کو دہرانے کو ہی نماز کی تکمیل سمجھتے ہیں۔ درحقیقت نماز کی اصل اس کے ظاہر سے کہیں بلند ہے۔ نماز کی تکمیل یہ ہے کہ نماز میں خشوع ہو ایسا خشوع جو ترقی کرتے کرتے مرتبہ احسان تک جا پہنچے اور مرتبہ احسان یہ ہے کہ بندہ خدا کو پالے۔

آج ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر میں ایک ارب مسلمانوں کی مجموعی تعداد میں سے تقریباً اس پچیس فیصد یعنی بیس پچیس کروڑ افراد تو نمازی ہوں گے۔

مجموعی طور پر تمام مسلمان اور خصوصاً اس پچیس کروڑ مسلمان بھائی یقینی طور پر اس کا اقرار کرتے ہیں کہ نماز بُرے کاموں سے روکتی ہے، شیطانی طرزِ فکر اور تفرقہ عصبیت سے روکتی ہے مگر اس کے باوجود مسلمان بھائیوں کی اکثریت فروعی معاملات پر تفرقہ کا شکار ہے، وحدت اسلامی بکھر چکی ہے اور خس وخاشاک کی مانند بکھری ہوئی ملتِ مسلمہ پر دشمنانِ اسلام پنجے جھاڑ کر گھات لگائے بیٹھے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ صداقت، خلوص، محبت اور عقیدت اپنی جگہ پچیس فیصد مسلمانوں کی ادائے نماز کے باوجود ملتِ مسلمہ میں تفرقہ، عصبیت اور برائیاں کیوں موجود ہیں؟ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دورِ اقدس میں پچیس فیصد افراد روحانی ہوا کرتے تھے۔ ایسے روحانی فکر کے حامل صحابہ کرامؓ نے اسلام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچادیا اور دنیا میں ایک انقلاب برپا کردیا۔

آج بحیثیت مجموعی ہماری جو ابتر حالت ہے وہ کسی

سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ مقبوضہ کشمیر، کوسوو، چیچنیا اور مشرقی تی مور تاحال ہماری مجبوری بے کسی کی کھلی مثالیں ہیں کہ اقوامِ عالم میں مسلمانوں کی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ ہم دنیا کے کسی حصہ میں موجود مسلمانوں کے استحصال کا جواب طلب کر سکیں۔

ممکن ہے بعض لوگوں کو یہ بات عجیب لگے لیکن یقین جانئے...... دنیا کے مسلمان دنیا کی سب سے بڑی تہذیبی و تمدنی اور طاقتور قوت بن کر اُبھر سکتے ہیں، انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کر کے نمایاں مقام حاصل کر سکتے ہیں، زبردست معاشی سسٹم تشکیل دے کر آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے سودی تسلط سے آزاد ہو سکتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور نورِ عرفاں سے معمور، روحانی طرزوں سے واقف قوم بن سکتے ہیں اگر......

اگر نماز کے روحانی فارمولے پر عمل پیرا ہو جائیں۔

ان سطور میں ہم غور کریں گے کہ نماز کس طرح ایک فرد اور معاشرے پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔

نماز ایک نظامِ زندگی ہے جس کے بنیادی طور پر دو شعبے ہیں۔

1- روحانی
2- ظاہری

نماز کے ظاہری پہلو کے بھی کئی ذیلی پہلو ہیں مثلاً

1- اخلاقی پہلو
2- سائنسی یا طبی پہلو
3- معاشرتی پہلو
4- معاشی پہلو

لیکن یہ بات ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ ظاہری یا باطنی تمام پہلو بحیثیتِ مجموعی "قیامِ صلوٰۃ" میں شامل ہیں۔ یہ نماز کی ایسی جامعیت ہے کہ جس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ یعنی ایک طرف نماز بندہ کا خالقِ کائنات سے روحانی تعلق استوار کرتی ہے، دوسری طرف بندہ کو اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بناتی ہے اور وہ معاشرے کا پسندیدہ اور ہر دلعزیز شخص بن جاتا ہے۔ صحیح ادائیگی نماز سے جسمانی صحت ٹھیک رہتی ہے جس سے صحت مند معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

یہاں اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ تمام پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔

نماز کی روحانی حیثیت

ابتدائے آفرینش سے دنیا میں مبعوث ہونے والے پیغمبران علیہم السلام نے ایک ماورائی ہستی یعنی اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا۔ جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات کے تمام نظام ہیں، چھوٹے سے چھوٹے ذرے سے لے کر وسیع و عریض کہکشائیں اس کی قدرت سے اپنے افعال انجام دے رہی ہیں۔ انبیائے کرامؑ نے اللہ تعالیٰ کا تعارف کرانے کے بعد انسان کو اس کی اصل سے آگاہ کیا اور بتایا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ لیکن نیابت اس وقت زیرِ بحث آتی ہے جب بندہ لامحدود کائنات کی اصل ماہیت سے واقف ہو، مادی و روحانی نظاموں کا ادراک رکھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے تعارف، آدم کی روحانی حقیقت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام نے ایسی طرز بھی پیش کر دی جس کے ذریعے آدمی اللہ کے روحانی نظام میں داخل ہو تا ہے، روحانی وسعتِ نظر و فراست سے متصف ہو تا ہے۔

وہ طرز کون سی ہے؟

قرآن مجید کے مطابق روحانی دنیا تک رسائی اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی مخصوص طرز "صلوٰۃ" ہے۔ نماز ایک طرزِ فکر ہے جس کی اصل یہ ہے کہ بندہ اللہ سے براہِ راست ربط قائم کرے۔ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہر پیغمبر نے اپنی اُمت کو صلوٰۃ قائم کرنے کی تعلیم دی اور اس کے قیام کی تاکید فرمائی۔ اس ضمن میں وہ انبیائے کرام جن کی صلوٰۃ کا بیان قرآن میں ملتا ہے ان میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت لقمانؑ اور حضرت موسیٰؑ شامل ہیں۔

حضرت داتا گنج بخشؒ اپنی کتاب کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں "جب رسول اللہ ﷺ دورانِ معراج اللہ کے قرب کے مقام میں پہنچے تو آپ ﷺ کا نفسِ شریف عالمِ کون کے تعلق سے منقطع ہو گیا اور حضور ﷺ اس درجہ پر پہنچ گئے کہ آپ کا نفس دل کے درجہ پر، دل جان کے درجہ پر اور جان باطن کے مقام میں پہنچ گئی۔ آپ ﷺ کے انسانی خواص معدوم ہو گئے۔ ربانی مشاہدہ اپنی انتہا پر جلوہ نما ہوا۔ مقصود مقصود کے ساتھ مل گئے۔ ذاتِ لم یزل کے مشاہدے میں محو ہو گئے۔ کمالِ شوق سے بے احتیاط ہو کر عرض کیا "اے بار خدایا مجھے پھر دنیا کی ابتلاء میں نہ لے جا" "حکم ہوا" ہمارا حکم یہی ہے کہ آپ دنیا میں واپس جائیں تاکہ جو کچھ ہم نے آپ کو یہاں عالمِ ملکوت میں عطا کیا ہے وہاں دنیا میں عطا کریں"۔

احادیث کے مطابق اُمتِ مسلمہ کے لئے معراج شریف کا عظیم تحفہ "صلوٰۃ" ہے۔ اگر غور کریں تو یہ اتنا جامع نظام العبادات ہے جس میں معراج کی کیفیات، مشاہدات، اسرار و رموز اور کائناتی فارمولوں کی آگاہی شامل ہے۔ لیکن یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ مومن بندہ کو حاصل ہونے والی معراج روحانی ہوتی ہے جبکہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روحانی اور جسمانی معراج حاصل ہوئی۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے "نماز مومنین کی معراج ہے"۔

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ نماز غیبی دنیا کو بندہ کے سامنے واشگاف کرتی ہے، جب کوئی مومن نماز کے لئے قیام کرتا ہے تو اس کے دماغ میں وہ خانہ کھل جاتا ہے جس سے غیبی دنیا کا انکشاف ہوتا ہے، فرشتوں کی سرگرمیوں کا مشاہدہ ہوتا ہے، جنت اور جہنم سامنے آجاتی ہے اور صلوٰۃ کی معراج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے۔ بندہ انوار و تجلیات کی معین مقداروں اور ان سے متعلق کائناتی فارمولوں سے آشنا ہوتا ہے۔ یہی وہ اعلیٰ و ارفع مقام ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اور ہم نے آدم کو اسماء کا کُلی علم دیا"۔ یہی انسانیت کی معراج اور تخلیقِ آدم کا راز ہے جو مومن بندہ پر واشگاف ہو جاتا ہے۔

ہمارے روحانی اسلاف قیامِ صلوٰۃ کے اس فارمولے سے واقف تھے اور نماز کی حقیقی لذت و مشاہدے سے مستفیض ہوتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب نماز کا ارادہ کرتے تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا اور چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا۔ آپ فرماتے "اس امانت کو اٹھانے کا وقت آن پہنچا جسے آسمانوں اور زمین کے سامنے پیش کیا گیا لیکن وہ اسے اٹھانے کی ہمت نہ کر سکے"۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ آپ نماز قائم کرتے ہیں کیا آپ نے اللہ کو دیکھا ہے۔ آپؓ نے فرمایا "میں اس اللہ کی عبادت ہی نہیں کرتا جسے دیکھتا نہ ہوں"۔ بعض روایات میں یہ جملہ بھی آیا ہے کہ "میں سجدہ سے سر اس وقت تک نہیں اٹھاتا جب تک اللہ کو دیکھ نہ لوں"۔

حضرت حاتم اصمؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نماز کس طرح ادا فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا "جب نماز کا وقت آجاتا ہے تو ایک وضو ظاہر کا کرتا ہوں اور دوسرا باطن کا۔ ظاہری وضو پانی سے اور باطنی وضو توبہ سے کرتا ہوں۔ پھر مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو مسجد بیت الحرام کا مشاہدہ کرتا ہوں اور مقامِ ابراہیم کو اپنے دونوں ابروؤں کے سامنے پاتا ہوں۔ بہشت کو اپنے دائیں طرف اور دوزخ کو بائیں طرف پاتا ہے۔ صراط اپنے قدموں کے نیچے، فرشتہ ملک الموت کو اپنی پیٹھ کے پیچھے محسوس کرتا ہوں۔ پھر نہایت عظمت و احترام کے ساتھ تکبیر پڑھتا ہوں اور حرمت کے ساتھ قیام، بڑی خشیت کے ساتھ قرأت، خاکساری کے ساتھ رکوع، عاجزی، حلم و وقار کے ساتھ قعود اور پھر آخر میں شکرِ حق کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں"۔

حضرت سرخسیؒ ایک روحانی بزرگ گزرے ہیں

قیام صلوٰۃ میں آپ کو اللہ تعالیٰ سے کس قدر تعلق ہو جاتا تھا
اس کا اندازہ ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ لوگوں نے نماز باجماعت کے لئے انہیں امام بنایا تو آپ اثنائے قرأت میں بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد غشی کا سبب پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ مجھے حمد و ثناء کے جواب میں خدا نے فرمایا "میں ایسا ہی ہوں جیسا تو نے بیان کیا مگر جب میں نے ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تلاوت کی تو حکم ہوا" تیرے قول و فعل میں تضاد ہے "۔ یہ سن کر میں بے ہوش ہو گیا۔

حضرت ابو الفیض قلندر علی سہروردیؒ فرماتے ہیں نماز ایک ایسی جامع عبادت ہے جس میں حج، زکوٰۃ اور روزہ کی تمام کیفیات جمع ہیں۔ حج بیت اللہ میں عاشق صادق کے لئے تین چیزیں اظہار عشق میں اعانت کرنے والی ہوتی ہیں۔ معشوق کا بے پردہ دیدار، ہمکلامی اور قرب حضوری سے سرفراز کیا جانا سو یہ تینوں چیزیں نمازی کو بھی حاصل ہیں"۔

نماز کا روحانی میکانزم

انسانی دماغ میں دو کھرب خلیے ہوتے ہیں جن کا تعلق زندگی کے افعال، صلاحیتوں اور کارکردگی سے ہوتا ہے۔ ان خلیوں کا باہمی ربط برقی رو سے منسلک ہوتا ہے اور یہ تمام خیالات میں دوڑتی رہتی ہے۔ اس برقی رو کے ذریعے خیالات شعور، لاشعور اور تحت لاشعور سے گزرتے ہیں۔ دماغ میں ان دو کھرب خلیات کے یونٹ بھی ہوتے ہیں۔ ہر یونٹ میں برقی رو خیال کے فوٹو لیتی رہتی ہے یہ فوٹو بہت دھندلا، تاریک یا چمکدار ہوتا ہے۔ ہلکے فوٹو وہم کہلاتے ہیں ان سے تیز خیال، مزید واضح احساس کہلاتے ہیں۔ دماغ کے ان یونٹوں میں سے ایک یونٹ میں ایسی معلومات بھی ہوتی ہیں جن کو ہم روحانی صلاحیت کا نام دے سکتے ہیں۔ نمازی جب ہاتھ اٹھا کر سر کے دونوں طرف کانوں کی جڑ میں انگوٹھے رکھ کر نیت باندھتا ہے تو ایک مخصوص برقی نہایت باریک رگ کو اپنا کنڈنسر بنا کر دماغ میں جاتی ہے اور دماغ کے اندر اس خانے کے خلیوں کو چارج کر دیتی ہے۔ نتیجتاً اس برقی رو کے ذریعے روحانی صلاحیتوں کا در کھل جاتا ہے۔

جب نمازی پوری توجہ اور انہماک سے تسبیح پڑھتا ہے تو روح اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ صفات الٰہیہ میں جذب ہو جاتی ہے اور پورے جسمانی نظام میں اللہ کی صفات روشنی بن کر سرایت کر جاتی ہیں، جسم کا رواں رواں اللہ کی پاکی بیان کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ جب الحمد شریف کی تلاوت کرتا ہے تو انوار قرآن کا ایک ایک لفظ مشاہدہ بن جاتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا بحیثیت رب سارے عالمین کی کفالت و پرورش کرنے کا فارمولا سامنے آجاتا ہے۔ اللہ کی صفت رحمٰن اور رحیم جو تخلیق کائنات کا پہلا مرحلہ ہیں اور عالم تکوین کے دو بنیادی جزو یعنی جلال اور جمال ہیں وہ سامنے آجاتے ہیں۔ عارف کائنات کی کنہ سے واقف ہو جاتا ہے اور کائنات میں ان انوار کا مظاہرہ کس طرح ہو رہا ہے اس کا ادراک ہو جاتا ہے۔ پھر وہ جب مالک یوم الدین کی قرأت کرتا ہے تو عالم حشر و نشر کے راز و نیاز میں کھو جاتا ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین پر وہ عاجزی و انکساری سے اپنی کوتاہ بینی کو اللہ کے سامنے رکھ کر مدد کا خواستگار ہوتا ہے۔ پھر وہ اللہ سے پیغمبرانہ طرز فکر پر گامزن ہونے اور شیطانی طرزوں پر چل کر نقصان پانے والے گروہ سے بچنے کی دعا کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ قرآن مجید کی کسی آیت کی تلاوت کرتا ہے تو انوار قرآن مشاہدہ بن کر سامنے آنے لگتے ہیں۔ جب نمازی رکوع میں جاتا ہے تو لطیف روشنی یعنی برقی رو دماغ کے اندر پورے اعصاب میں پھیل جاتی ہے یوں سراپا نور بن جاتا ہے۔

سجدہ کی حالت میں اکثر نمازی خواتین و حضرات نے یہ بات محسوس کی ہو گی کہ سانس کی رفتار یا تو رک جاتی ہے یا انتہائی سست ہو جاتی ہے۔ جو حضرات روحانیت میں سانس کے عمل و دخل کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں وہ یہ بات آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ سانس جب اندر جاتا ہے تو

آکسیجن جسم کے اندر سرائیت کر جاتی ہے اور پھیپھڑوں کے ذریعے خون میں شامل ہو جاتی ہے۔ آکسیجن ذہنی صلاحیتوں اور شعور کی پختگی و صحت کے لئے ضروری ہے۔ سانس کا دوسرا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ جسم سے خارج ہو جاتی ہے۔ اس طرح سانس کے دو رخ ہوئے ایک سانس کا آنا اور دوسرا واپس جانا۔ روحانی نقطہ نظر سے سانس کا آنا بندہ کو نہاں خانہ دل میں ذات کے قریب جانے کا موقع دیتا ہے اور وہ ذات سے واقف ہو جاتا ہے اس عمل کو صعود کہتے ہیں جبکہ سانس کا واپس جانا ذات سے تعلق منقطع کر کے ظاہری دنیا یا مظاہر سے منسلک کر دیتا ہے اس عمل کو نزول کہتے ہیں۔ صعود کے ذریعے بندہ روحانی صلاحیتوں سے قریب ہوتا ہے جبکہ نزول سے دور ہو جاتا ہے۔ جب نمازی سجدہ کے اندر سانس روکتا ہے تو دراصل یہ سانس کی صعودی ترتیب ہوتی ہے اس میں اتنی یکسوئی ہو جاتی ہے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کا عرفان و ادراک ہو جاتا ہے۔ اسی کیفیت کے بارے میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "مومن بندہ اللہ کے قدموں میں سجدہ کرتا ہے"۔

اللہ اعضاء و جوارح سے پاک ہے اس حدیث میں اللہ اور بندہ کے براہ راست تعلق کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول بھی سجدے کی اسی کیفیت کی نشاندہی کرتا ہے "میں سجدے سے اس وقت تک سر نہیں اٹھاتا جب تک اللہ کو دیکھ نہ لوں"۔

نماز کے طبی فوائد

کہا جاتا ہے صحت مند جسم میں ہی صحت مند دماغ ہوتا ہے۔ اس فارمولے پر صلوٰۃ کا پروگرام پورا پورا اترتا ہے۔ نماز کی نشست و برخاست میں وہ تمام ورزشیں شامل ہیں جن سے صحت ٹھیک رہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح طریقے سے نماز کی ادائیگی کرنے سے آدمی صحتمند رہتا ہے اگر ہر مسلمان اس طرح نماز ادا کرے تو ساری اسلامی کمیونٹی صحت کی دولت سے مالا مال ہو سکتی ہے۔ یہ ثابت ہے کہ نماز کے ذریعے معاشرہ صحت مند ہو سکتا ہے اور صحت مند مسلمان شہری معاشرے کو فراہم کئے جا سکتے ہیں۔

میڈیکل سائنس زندگی کے عمل میں مختلف انداز نشست کو بہت اہمیت دیتی ہے۔ اس مقصد کے لئے اسکول و کالجز کے لئے مخصوص اونچائی کی بینچیں اور ڈیسکیں بنائی جاتی ہیں۔ جدید سائنسی اصول انداز نشست کی درستگی پر بہت زور دیتا ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ کرسی کس طرز کی ہو اور میز کی اونچائی کتنی ہو۔ ان اصولوں کے مطابق اگر ہم اس کا خیال نہیں رکھتے تو ہمارے اعصاب اور اعضاء پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔ اسی طرح نماز کے دوران نشست و برخاست سے جسم کی صحت پر اچھے اثرات پڑتے ہیں۔

جب نمازی نیت کر کے حالت قیام میں کھڑا ہوتا ہے تو جسم کا تمام وزن دونوں ٹانگوں پر پڑتا ہے۔ عام حالات میں ہم اس حالت کی زیادہ پابندی نہیں کرتے یا تو اکثر وقت بیٹھے یا لیٹے رہتے ہیں یا پھر چلتے پھرتے ہیں تو ان سب حالات میں ایسا موقع نہیں آتا کہ جسم کا سارا توازن سمٹ کر ٹانگوں پر آجائے۔ نماز کے دوران اس حالت میں رہنے سے جسم پر سکون طاری ہو جاتا ہے۔ ریڑھ کی ہڈی سیدھی ہوتی ہے لہٰذا عصبی نظام کو تقویت ملتی ہے۔ عام حالات میں جسم کا توازن برقرار نہیں رکھتے لیکن حالت قیام میں یہ توازن ایک نقطہ پر مرتکز ہو جاتا ہے۔ اس سے دل کو بہت قوت ملتی ہے۔ اس کا دباؤ کنٹرول رہتا ہے۔ عصبی نظام کی بہتری سے دماغی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔ یہ انداز کم از کم چالیس سیکنڈ تک ضرور برقرار رکھنا چاہئے۔

حالت رکوع میں جسم کمر سے زاویہ قائمہ یعنی نوے ڈگری کے زاویے سے مڑتا ہے۔ یہ حالت اس طرح ہونی چاہئے کہ کمر پر پانی کا گلاس رکھ دیا جائے تو پانی کی سطح برابر رہے۔ اس حالت سے دوران خون جسم کے اوپری حصہ میں بڑھ جاتا ہے۔ یہ معدہ کو صحت مند رکھنے اور موٹاپے کو کم کرنے کے لئے نہایت اہم انداز ہے۔ تلی اور اس کے ہارمونی نظام کی خرابیاں دور ہو جاتی ہیں۔ قبض دور ہو جاتا ہے۔ یہ حالت رانوں کے پٹھوں، ریڑھ کی ہڈی، پیٹ کے

عضلات اور گردوں کے افعال کو اعتدال میں رکھتی ہے۔ اس انداز سے درست استفادہ کے لئے زاویہ قائمہ پر تقریباً بارہ سیکنڈ تک توقف کرنا چاہئے۔

رکوع کے بعد ہم سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔ جسے قومہ کہتے ہیں۔ تازہ خون جو رکوع کی حالت میں اوپری حصہ کی طرف آیا تھا واپس اصل جگہ چلا جاتا ہے اور جسم دوبارہ سکون کی حالت میں آجاتا ہے۔ قومہ کی حالت میں اندازاً چھ سیکنڈ رکنا چاہئے۔

سجدہ کی حالت میں خون پوری طرح دماغ اور جسم کے نصف اوپری حصے میں گردش کرتا ہے جس میں آنکھیں، کان، ناک اور پھیپھڑے شامل ہیں۔ یہ ایک بہترین صحت بخش ورزش ہے جب خون کا دوران سر اور چہرے پر آجاتا ہے۔ اس سے چہرے کی خوبصورتی و شادابی نکھر آتی ہے۔ وضو سے جو مسامات کھل گئے تھے ان کے قلیل ترین حصہ میں بھی خون پہنچ جاتا ہے نتیجتاً چہرہ گل و گلنار اور سرخ و سفید ہو جاتا ہے۔ اس ورزش کے بہت سے فوائد ہیں۔ جو لوگ جذباتی اور پر تشدد طبیعت کے حامل ہوتے ہیں اور بے خوابی کے مریض سجدوں کو اگر طول دیں تو سرشاری کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت نیند کے عمل میں بھی مدد کرتی ہے۔ تجربہ شرط ہے۔ ذہنی سکون کے لئے یہ ورزش بے بہا تحفہ ہے یہی وجہ ہے کہ پریشانی اور درماندگی کے شکار افراد کو نماز کے اسی رکن میں سب سے زیادہ سکون ملتا ہے۔

دونوں سجدوں کے درمیان دوزانو بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ دونوں سجدوں کے بعد التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھنے کو قعدہ کہتے ہیں۔ اس حالت میں جو خون چہرے اور سر کی طرف گیا تھا وہ دوبارہ جسم کے نچلے حصہ پر آجاتا ہے۔ جسم کے زیریں پٹھوں اور عضلات کو آرام دینے کے لئے یہ بہترین انداز ہے خاص طور پر جو عضلات ریڑھ کی ہڈی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس انداز کی وجہ سے نظام ہضم درست ہو جاتا ہے۔ بڑی آنت، السر اور معدے کے دیگر عوارض میں یہ بہت مفید ہے۔ جلسہ کے دوران اس انداز میں کم از کم چھ سیکنڈ ٹھہرنا ضروری ہے جبکہ قعدہ میں تیس یا چالیس سیکنڈ تک توقف کرنا چاہئے۔

صلوٰۃ اور معاشیات

قرآن مجید میں اہل مدین کا ذکر ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید کے مطابق اس قوم کے اندر دو بڑی خرابیاں تھیں۔ پہلا شرک اور دوسرا معاشی استحصال۔ مدین میں بے ایمانی اور چور بازاری بہت زیادہ تھی۔ وہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے۔ انہوں نے اس طرح کا سسٹم بنا کر رکھا تھا کہ وہ لوگوں کا خون چوس چوس کر امیر و کبیر ہو گئے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا:

"اے میری قوم کے لوگو! اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ بے شک میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں مگر مجھ کو تم پر ایک محیط کر لینے والے دن کے عذاب کا خدشہ ہے۔ اے میری قوم کے لوگو! پیمانہ اور میزان کے ساتھ پورا انصاف کرو اور لوگوں کو ان کا حق گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو"۔ (سورہ ہود)

اس آیت سے واضح ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو شرک اور پیمانے و میزان (یعنی معاشی نظام) کی خرابیوں سے پرہیز کی دعوت دی اس دعوت کا اہل مدین نے جو جواب دیا وہ قابل غور طلب ہے۔

"اے شعیب یہ تمہاری صلوٰۃ کس قسم کی ہے جو یہ کہتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آئے ہیں اور یہ کہ ہم اپنی مال و دولت کو بھی اپنی مرضی کے مطابق استعمال نہ کریں"۔

اس آیت میں واضح اشارہ موجود ہے کہ صلوٰۃ کے دائرہ میں معاشیات بھی شامل ہے۔ ایک شخص لوگوں کا مال ناحق دبالے، چھین لے، رشوت یا بد عنوانی کا مرتکب ہو، معاش کے حصول میں جھوٹ فریب اور دھوکہ دہی سے کام لے اور دوسری طرف نماز بھی ادا کرے تو اس کی نماز کو ظاہری حرکات اور نشست و برخاست کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ قیام صلوٰۃ کے لئے معاش کے حصول میں بے ایمانی دھوکا دہی، فریب سودی منافع خوری، رشوت خوری، بد عنوانی یا کاروبار کے حوالہ سے بلیک مارکیٹنگ سے پرہیز ضروری ہے۔ جس معاشرے میں لوگ نماز کی ادائیگی بھی کرتے ہوں اور معاشی بے ضابطگیوں سے کنارہ کش بھی ہونا نہیں چاہتے ہوں تو وہاں کا معاشی سسٹم کہاں سدھر سکتا ہے۔ اگر قیام صلوٰۃ کا صحیح مفہوم لوگوں پر واضح ہو تو بہتر معاشی نظام تشکیل پا سکتا ہے جس میں وسائل کی تقسیم منصفانہ ہو گی۔ اب آیئے قائم الصلوٰۃ حضرات کی مزید دو خوبیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

"اور وہ جو اپنے رب کی بات تسلیم کرتے ہیں اور صلوٰۃ قائم کرتے ہیں ان کا کام باہمی مشورے سے ہوتا ہے اور جو رزق انہیں دیا ہے اسے خرچ کرتے ہیں"۔ (سورہ شوریٰ)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ نمازی کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ معاملات باہمی مشورے سے انجام دیتا ہے۔ مطلق العنان بن کر ذاتی فیصلے دوسروں پر نہیں ٹھونستا۔ دوسری خوبی یہ کہ جو وسائل اس کو عطا کئے گئے ہیں ان کا صحیح، منصفانہ اور برمحل خرچ کرتا ہے۔

صلوٰۃ اور معاشرت

فرد سے افراد بنتے ہیں اور افراد سے معاشرہ۔ نماز انسان کے روحانی تقاضوں کے ساتھ معاشرتی تقاضوں کی بھی تکمیل کرتی ہے۔ ایک نمازی کے لئے قرآن مجید نے کیا کیا ذمہ داریاں عائد کی ہیں اس کا مشاہدہ فرمایئے۔

"کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ لہٰذا ان نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو صرف دکھاوا کرتے ہیں اور لوگوں کو ضرورت کی چیز مانگنے پر بھی نہیں دیتے"۔

آیت مبارکہ سے جو نکات ہمارے سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:

1- نمازی رحم دل ہوتا ہے یتیموں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کا درد اس کے اندر موجود ہوتا ہے اس لئے وہ محتاج سے ان کو جھڑکتا نہیں ہے۔

2- نمازی مساکین اور بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ اگر اتنی استطاعت نہیں ہے تو کھانا کھلانے کی ترغیب دینا ضروری ہے ورنہ وہ ان لوگوں میں شامل ہو گا جن کو ہلاکت کی وعید سنائی گئی ہے۔

3- وہ حتی المقدور کوشش کرتا ہے کہ اپنی ذات اور اپنی ضروریات کی چیزوں سے لوگوں کی ضروریات پوری کرے ان کی مدد کرے۔ یہاں تک کہ ضرورت کی معمولی چیز ہی سے لوگوں کی مدد کرتا ہے اگر ایسا نہیں کرتا تو اس کی نماز دکھاوے کی ہے۔

نماز کے ضمن میں ایسی چیزوں کو ضروری اور اہم قرار دیا جاتا ہے جن کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے لیکن قرآن میں قیام نماز کے لئے جو واضح ہدایات موجود ہیں ان کو عام طور پر اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔ کوئی شخص ظاہری وضع قطع اور مخصوص لباس سے اگر انحراف کرلے تو اسے ہولناک عذاب کی وعیدیں سنادی جاتی ہیں مگر جو شخص دوسرے لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث بنے، بیوی بچوں پر بے پناہ تشدد کرے، مجبور و لاچار ہمسایوں سے چشم پوشی کرے اس پر اتنے سخت رد عمل کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔ یہ احکامات تو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نمازیوں کی نماز کو دکھاوا قرار دے رہے ہیں۔ اگر ہم فروعی اور غیر اہم باتوں سے صرف نظر کر کے سیدھے اور واضح احکامات کی پیروی کریں تو مثالی معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

"وہ نمازی جو ہمیشہ صلوٰۃ میں رہتے ہیں ان کے مال میں سے ایک معلوم حصہ سائل اور خوددار محروم کے لئے ہوتا ہے"۔ (سورۃ المعارج)

یہ آیت مبارکہ بھی انہی احکامات کی توثیق کرتی ہے جس کے مطابق صاحب مال حضرات پر یہ فرض عائد ہوتا

ہے کہ وہ اپنے مال میں ضرورت مندوں کا حق تسلیم کریں ورنہ اقاموا الصلوٰۃ کے حکم کی تکمیل نہ ہو سکے گی۔ معاشرے میں دو قسم کے ضرورت مند ہوتے ہیں ایک وہ جو مانگ لیتے ہیں دوسرے وہ غیرت مند سفید پوش جو خودداری میں محرومی برداشت کر لیتے ہیں مگر کسی سے کچھ کہتے نہیں ہیں۔ صاحب مال پر ان کی ضرورت پوری کرنا لازم ہے۔

صلوٰۃ اور اخلاقیات

سورہ مریم میں وجد آفریں آیات مبارکہ بیان ہوئی ہیں جن میں مختلف انبیائے کرام اور ان کے ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے اگلے ناخلف جانشینوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

"یہی ہیں آدمؑ کی اولاد میں سے وہ جن پر اللہ نے خاص انعام کیا تھا اور ان لوگوں پر جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا اور ان پر جو ابراہیمؑ اور اسرائیلؑ کی اولاد میں سے تھے اور ان لوگوں پر جن کو ہم نے سیدھا راستہ دکھایا اور ان کو برگزیدہ کیا۔ جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے تھے پھر ان کے بعد ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے کہ جنھوں نے صلوٰۃ کو ضائع کیا اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چل پڑے"۔

اس تذکرہ کے آخر میں ناخلف جانشینوں کی جو برائیاں بتائی گئی ہیں اس میں صلوٰۃ کا تذکرہ کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ مثلاً یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ ایسے ناخلف آئے جو نفسانی خواہشات کے پیچھے چل پڑے اور انبیائے کرام کے رستے کو چھوڑ دیا۔ صلوٰۃ کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صلوٰۃ اور نفسانی خواہشات یکجا نہیں ہو سکتیں۔ انبیائے کرام ہمیشہ قائم بالصلوٰۃ رہے۔ اسی طرح ان کے برگزیدہ ساتھی اور اولادیں بھی قائم بالصلوٰۃ رہیں اور نفسانی خواہشات سے دور رہیں۔ جن لوگوں نے صلوٰۃ ترک کی نفسانی خواہشات اور اخلاقی برائیوں میں ملوث ہو گئے۔ صلوٰۃ میں بندہ کا ربط اللہ تعالیٰ سے قائم ہو جاتا ہے چنانچہ ایسا بندہ زندگی کا ہر کام اللہ کے لئے کرتا ہے اس کی نظر میں پہلے اللہ کی ذات ہوتی ہے اس کے بعد وہ کسی معاملہ کو دیکھتا ہے۔ یہی طرز فکر ہے لیکن جو بندہ نفس کا بے دام غلام ہو جائے...... یہ واسطہ ختم ہو جاتا ہے وہ اللہ کے بجائے پہلے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ جہاں غرض آ جائے وہاں برائیوں کی کثافت اسے اپنی لپیٹ میں لینے لگتی ہے یہاں تک کہ وہ اسفل سافلین میں جا پڑتا ہے اسی قانون کی توثیق اس قرآنی آیت سے بھی ہوتی ہے۔

"یقیناً صلوٰۃ بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے"۔ (سورہ عنکبوت)

یہ بھی اسی جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ درمیان سے نکل جاتا ہے اس لئے وہ بے حیائی اور فحاشی کا شکار ہو جاتا ہے اور اخلاقی و معاشرتی برائیوں میں بھی ملوث ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ جو ادائے نماز کے باوجود برے کاموں میں مشغول ہوں یا ذہن فحاشی کا شکار ہو ان کی طرز فکر سے چونکہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ نکل جاتا ہے اس لئے اُسے بھی صلوٰۃ نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ دکھاوا ہے یا خود فریبی ہے جس میں وہ مبتلا ہیں۔

"اور وہ (مصلین) لوگ جو اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی ازواج یا اپنے ہاتھ کے مال کے سو ان پر کوئی ملامت نہیں"۔ (سورہ المعارج)

اس آیت کی رو سے نمازی کی ایک خوبی یہ بھی سامنے آئی کہ وہ اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہیں اور شریک حیات تک ہی محدود رہتے ہیں معاشرے میں فساد اور بے حیائی نہیں پھیلاتے پھرتے۔ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کا احترام کرتے ہیں۔ نمازیوں کی دو مزید خوبیاں یہ بتائی گئی ہیں کہ وہ امانت اور وعدوں کی پاسداری کرتے ہیں۔ ان دونوں خوبیوں کا حامل ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایسا بندہ سچا اور وعدے کا پابند ہوتا ہے۔ دھوکہ دہی یا مکر و فریب اس کی طبیعت کا حصہ نہیں ہوتا۔

من کی دنیا

کائناتی روشنیوں کا اظہار پہلے من کی دنیا پر ہوتا ہے پھر اس کا عکس ظاہری دنیا پر نمودار ہوتا ہے۔ من کی دنیا سے واقف روحانی بندہ خارق عادت یا کرامت کے میکانزم یا پروگرامنگ سے واقف ہوتا ہے۔

عبدالوحید

رسول اکرم ﷺ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینے کی طرف روانہ ہوئے تو کفار مکہ نے ہر ممکن کوشش کی کہ آپ ﷺ مکہ سے باہر نہ جا سکیں۔ جب ان لوگوں کو خبر ہوئی کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دانش کدہ میں موجود نہیں ہیں تو آس پاس جاسوسوں اور کھوجیوں کا جال بچھا دیا۔ اس کے بعد اعلان کر دیا کہ جو کوئی (حضرت) محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی (حضرت ابوبکر صدیقؓ) کو گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام میں سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ انعام کے لالچ میں بہت سے لوگ رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہی میں سراقہ نامی ایک شخص بھی تھا۔ وہ اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر رحمت عالم ﷺ کی تلاش میں نکلا۔ رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ تین روز غار ثور میں قیام کے بعد مدینے کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ ابھی آپ ﷺ راستے ہی میں تھے کہ سراقہ اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار وہاں آ پہنچا۔ جب وہ قریب آیا تو اس کے گھوڑے کے چاروں پیر پیٹ تک زمین دھنس گئے۔ یہ دیکھ کر سراقہ بہت گھبرایا۔ اس نے اپنی سی بہت کوشش کر کے دیکھ لی مگر گھوڑے کے پیر زمین سے باہر نہ نکلے۔ سراقہ نے التجا کی

"اے محمد (ﷺ) مجھے اور میرے گھوڑے کو اس مصیبت سے نجات دلائیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ واپس چلا جاؤں گا اور جو کوئی آپ ﷺ کی تلاش میں آ رہا ہوگا اسے بھی واپس لے جاؤں گا"۔

حضور ﷺ نے دعا فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے زمین نے گھوڑے کو باہر نکال دیا۔ سراقہ واپس جانے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا "اے سراقہ میں تیرے ہاتھوں میں ایران کے بادشاہ نوشیرواں کے کنگن دیکھ رہا ہوں"۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا۔ مال غنیمت میں ایرانی بادشاہ نوشیرواں کے کنگن بھی تھے جو حضرت عمرؓ نے سراقہ کے ہاتھوں میں پہنا دیئے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معجزہ سیرت کی کئی کتب میں ملتا ہے۔ اس واقعہ پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سراقہ کے انفرادی لوح محفوظ کا وہ عکس جس کا اظہار برسوں بعد فتح ایران کے وقت ہونا تھا وہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت مدینہ کے وقت بیان فرما دیا۔

آپ ﷺ کے نور نبوت سے معمور کئی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے بھی کئی ایسے واقعات منقول ہیں جن میں زمان و مکان کی نفی کی گئی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو وصیت فرمائی کہ "آج تک میرے پاس جو میرا مال تھا وہ آج وارثوں کا مال ہو چکا ہے۔ میری اولاد میں تمہارے دونوں بھائی عبدالرحمٰن اور محمد اور تمہاری دونوں بہنیں ہیں لہٰذا تم لوگ میرے مال کو قرآن مجید کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا"۔ یہ

سن کر حضرت عائشہؓ نے حیرانگی سے پوچھا "ابا جان میری تو ایک ہی بہن "اسماء" ہیں دوسری بہن کون ہے؟" آپؓ نے فرمایا "تمہاری دوسری بہن بنت خارجہ کے بطن سے ہوگی" چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے وصال کے بعد خارجہ کے ہاں ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپؓ نے حضرت ساریہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر جہاد کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت ساریہ مدینہ سے میلوں دور دشمنان اسلام سے برسرپیکار تھے۔ ایک دن حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ناگہاں آپؓ نے ارشاد فرمایا "اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ"۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ساریہ واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ جاں نثاران اسلام دشمن سے بڑی جاں فشانی سے برسرپیکار تھے۔ ایک موقع پر مسلمانوں کو پسپائی ہونے لگی تو حضرت عمرؓ کی آواز آئی کہ "پہاڑ کی طرف ہو جاؤ" اس ہدایت پر عمل کرتے ہی میدان جنگ کا نقشہ پلٹ گیا اور مسلمان فوج نے دشمن کو شکست سے دوچار کر دیا۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرامؓ اور پھر اگلے ادوار میں صوفیائے کرام سے ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے زمان و مکان کی نفی ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور روحانی بزرگوں کی کرامات صرف خرق عادت نہیں ہیں بلکہ ہماری سوچ کو ایک زاویہ دیتی ہیں جس پر غور و فکر کر کے ہم زمان و مکان کی حقیقت جان سکتے ہیں اور روحانی دنیا کا ادراک حاصل کر سکتے ہیں۔ زمان و مکان کی نفی کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

ایک ضعیف العمر صاحب مدراس سے حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے پاس آئے اور کہا "حضور! آپ کے پاس راجہ، نواب اور صاحب حیثیت لوگ بھی آتے ہیں۔ کسی سے اتنی رقم دلوا دیجئے کہ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر لوں۔ یہ میری سب سے بڑی خواہش ہے"۔

باباصاحبؒ نے انہیں اطمینان دلایا۔ دن گزرتے گئے یہاں تک کہ حج پر جانے کا وقت قریب آ گیا۔ ان صاحب نے دوبارہ عرض کیا باباصاحبؒ خاموش رہے۔ اسی خاموشی میں حج پر جانے کا وقت بھی گزر گیا۔ یہ صاحب نہایت مضطرب اور بے چین حج سے ایک روز پہلے باباصاحبؒ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا "حضور کل سے حج شروع ہو جائے گا لیکن آپ نے حج پر جانے میں میری کوئی مدد نہیں کی"۔

اگلے دن باباصاحبؒ حسب معمول باہر نکلے تو ان صاحب نے دوبارہ اپنی بے چینی اور محرومی کا ذکر کیا۔ باباصاحبؒ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور لے جا کر ایک جگہ پر بٹھا دیا۔ بیٹھے بیٹھے ان صاحب کی پلکیں بوجھل ہو گئیں اور وہ وہیں لیٹ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مکہ میں موجود ہیں اور حاجیوں کے ساتھ مناسک حج ادا کر رہے ہیں۔ ان کا مادی جسم وہیں تاج آباد میں تھا مگر وہ خود کو مناسک حج کی ادائیگی کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ حج کا وقت ختم ہوا تو باباصاحبؒ وہاں پہنچے اور ان سے کہا "اٹھ رے! کیا یہیں پڑا رہے گا؟" ان ضعیف العمر صاحب کے پپوٹوں میں حرکت ہوئی اور وہ اٹھ کر مستانہ وار باباصاحبؒ کے ساتھ ہو لئے۔

حج ایک ایسی عبادت ہے جس کی ادائیگی کے لئے ہر بندۂ مومن بے تاب رہتا ہے۔ جن لوگوں کو حج بیت اللہ کا موقع مل جاتا ہے وہ طویل مسافت کے بعد اور کثیر سرمایہ خرچ کر کے مکہ معظمہ میں حاضری دیتے ہیں۔ کئی سال پہلے تک حجاج کرام پانی کے جہاز یا خشکی راستوں سے یہ سفر ہفتوں اور مہینوں میں طے کرتے تھے۔ ہوائی جہازوں نے اس سفر کو چند گھنٹوں تک محدود کر دیا ہے لیکن وقت اور فاصلہ بہرحال اب بھی طے کرنا پڑتا ہے مگر بابا تاج الدینؒ کے اس واقعے میں بالکل عجیب بات نظر آئی کہ بزرگ کا نہ وقت خرچ ہوا اور نہ کوئی فاصلہ طے کیا، پلک جھپکتے میں حج بیت اللہ کے لئے چلے گئے اور برق رفتاری سے واپس آ گئے۔

یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ دیکھنے کی دو طرزیں ہیں ایک طرز تو یہ ہے کہ آپ طویل فاصلہ اور وقت خرچ کر کے حج

پر جائیں دوسرا یہ کہ پلک جھپکتے میں چلے جائیں۔ یعنی

1- ظاہری حصہ کا زاویہ نگاہ
2- باطنی یا داخلی حصہ کا زاویہ نگاہ

آئیے اس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔ فن تعمیر **ARCHITECTURE** میں کسی عمارت یا اوبجیکٹ کو ڈرائنگ میں دکھانے کے مختلف زاویہ نظر **VIEWS** ہوتے ہیں جن کو آئیسو میٹرک ویو **ISO-MATRIC VIEW**، ڈائی میٹرک ویو **DIEMAT-RIC VIEW** اور پرسپیکٹیو ویو **PARSPAC-TIVE VIEW** کہتے ہیں۔ یہ نظر کے وہ زاویے ہیں جن کی مدد سے عمارت یا اوبجیکٹ کے حصوں کو واضح کیا جاتا ہے۔ عام فہم الفاظ میں اسے عمارت کا فرنٹ ویو، سائیڈ ویو اور ٹاپ ویو کہا جاتا ہے۔

اگر ہم عمارت کے سامنے کھڑے ہیں تو ہمارے سامنے فرنٹ ویو کا ایک زاویہ بنے گا۔ جب ہم یہاں سے عمارت کے دائیں یا بائیں جانب جائیں گے تو ہم وقت اور فاصلہ طے کر کے دوسرا زاویہ حاصل کریں گے۔ اسی طرح اوپر کی طرف یا چھت کو دیکھنے کے لئے بھی ہمیں کچھ فاصلہ اور وقت طے کر کے ایسے پوائنٹ پر جانا ہوگا جہاں سے چھت کا منظر دیکھا جا سکے۔ دیکھنے کی ان طرزوں میں ہمیں وقت اور فاصلہ یعنی زمان و مکان سے واسطہ پڑتا ہے لیکن داخلی زاویہ میں نہ زمان یا وقت زیر تذکرہ آتا ہے نہ مکان یا فاصلہ کی پابندیاں حائل ہوتی ہیں۔

جب بھی کوئی آرکیٹیکٹ عمارت ڈیزائن کرتا ہے تو بلڈنگ کے خدوخال، نقش و نگار اور اس کی ہیئت و ماہیت آرکیٹیکٹ کے ذہن میں موجود ہوتی ہے۔ آرکیٹیکٹ اپنے ذہن میں عمارت کے تمام خدوخال ترتیب دیتا ہے، نقش و نگار کے خطوط **Drawing** بناتا ہے۔ وہ ذہن میں عمارت کے کمرے، راہداری، کچن، باتھ روم، چھت کی موٹائی، دیواروں کی چوڑائی اور اونچائی، کمرے کی لمبائی چوڑائی کا تصور کر لیتا ہے۔ اس پورے عمل میں نہ وقت خرچ ہوتا ہے نہ وہ کوئی مکانی فاصلہ طے کرتا ہے بلکہ عمارت کی تعمیر کا پورا لے آؤٹ اس کے ذہن میں ہوتا ہے نیز عمارت میں لگنے والا میٹریل، اس کے حصول اور بجٹ کا تخمینہ بھی ہوتا ہے۔ یہ اتنی تفصیلی معلومات ہیں جن کی صرف تحریری رپورٹ بنائی جائے تو بہت سا وقت خرچ ہوگا۔ غرض عالم وجود میں آنے والی بلڈنگ تمام تر جزئیات کے ساتھ آرکیٹیکٹ کے ذہن میں موجود ہوتی ہے۔ اس کا ذہن ایک طرح کی مائیکرو چپ ہے۔ اس چپ میں عمارت کے پورے خدوخال موجود ہیں۔ اس کے عکس یعنی بیرونی عمارت کو چاروں طرف سے دیکھنے کے لئے وقت اور فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے جبکہ آرکیٹیکٹ کے ذہن میں جو عمارت ہے اس کو دیکھنے میں ایک جانب وقت اور فاصلہ زیر بحث نہیں آتے دوسرے عمارت کے پورے وجود کو وہ ایک ہی نشست میں دیکھ لیتا ہے یعنی اسے فرنٹ، سائیڈ یا ٹاپ ویو کے جھمیلے میں پڑنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

داخلی حصہ کی وضاحت کے لئے ایک مادی مثال ہم کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک کے اندر ننھی سی چپ سے بھی دے سکتے ہیں۔ اس بظاہر معمولی اور ناخن کے برابر چپ میں سینکڑوں کتابوں کا مواد جمع ہو سکتا ہے۔ یہ معلومات اتنی تفصیلی ہوتی ہیں کہ اگر اس پروگرام کو مینوئل کتابی شکل میں ترتیب دیا جائے تو کئی سو صفحات درکار ہوتے ہیں۔ صفحات کو پڑھنے کے لئے وقت لگتا ہے۔ کتابیں اسپیس رکھتی ہیں۔ اس کمپیوٹر چپ میں معلومات مادی شکل میں نہیں ہوتیں جس میں زمان و مکان زیر بحث آتے ہیں بلکہ یہ معلومات روشنی کی شکل میں ہوتی ہیں۔ انسان کے داخلی حصہ کو زمان و مکان سے آزاد ایسے معلومات کے ذخیرہ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس کے ذریعے ہم ظاہری دنیا کی اصل کا مشاہدہ کر سکتے ہیں، زمان و مکان کی حد بندیوں کو توڑ سکتے ہیں۔ اگر ہم اس زاویہ نگاہ کو متحرک کر کے اس کی کارکردگی **RANGE** بڑھا دیں تو نہ صرف ہم کرہ ارض

کے مختلف گوشوں بلکہ کہکشانی نظام اور کائنات کے دوردراز حصوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

زمان و مکان کی نفی کر کے اس کی ایک بہترین مثال پچھلی سطور میں بابا تاج الدینؒ کے واقعہ میں گزر چکی ہے۔ ضعیف العمر صاحب کے داخل میں یہ صلاحیت موجود تھی کہ وہ روحانی طور پر حج کر سکتے تھے مگر ان کی نگاہ میں ناتوانی تھی۔ بابا صاحبؒ نے تصرف فرما کر ان کی نگاہ کی کمزوری کو دور کر دیا اور بزرگ نے داخلی حواس کے ذریعے مناسک حج ادا کئے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ کتاب "تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ" میں موجود ہے جو اس جانب واضح اشارہ ہے کہ داخلی حواس کی بیداری کے بعد زمان و مکان کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے ایسا بندہ ذاتی اختیار سے مادی زندگی میں بہت سے تصرفات انجام دے سکتا ہے۔ اس واقعہ کے راوی جناب خواجہ شمس الدین عظیمی ہیں۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

"حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا معمول تھا کہ ہفتے کے روز شام کے وقت وہ اپنے گھر جاتے تھے اور اتوار کی شام واپس تشریف لے آتے تھے۔ ایک مرتبہ اتوار کے روز مغرب سے کچھ پہلے بارش شروع ہو گئی، شدید اور موسلا دھار بارش۔ میں نے یہ سوچ کر کہ بارش بہت تیز ہے اور حضور باباجیؒ تشریف نہیں لائیں گے، گھر کے دروازے بند کر دیئے اور سونے کے لئے لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضور باباجیؒ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ انتظار کرتے کرتے میں سو گیا تھا اس لئے شاید خواب دیکھ رہا ہوں۔ لیکن جب میں چارپائی پر اٹھ کر بیٹھا تو باباجیؒ نے مجھے آواز دی۔ میں حیرت زدہ ہو کر نہایت تیزی کے ساتھ گھبراہٹ کے عالم میں چارپائی سے اٹھا اور بابا صاحبؒ کے قریب جا کر پوچھا "اتنی تیز بارش میں آپ کیسے تشریف لائے؟" باباجیؒ مسکرائے اور فرمایا "بس میں آگیا" میں نے بابا صاحبؒ کی شیروانی اٹھائی تاکہ اس کو کھونٹی پر لٹکا دوں تو یہ دیکھ کر مزید حیران ہوا کہ شیروانی کے اوپر پانی کی ایک بوند بھی نہیں تھی۔ میں نے پھر عرض کیا "آپ اس طوفانی بارش میں اورنس روڈ سے ناظم آباد تشریف لے آئے اور آپ کی شیروانی بھیگی تک نہیں؟" بابا صاحبؒ نے تبسم فرمایا اور کہا "خواجہ صاحب! ٹائم اسپیس محض مفروضہ ہے، یہ بات ابھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی"۔

علمائے باطن اور روحانی بزرگوں نے داخلی زاویہ نگاہ کو جلا بخشنے اور اس میں بہتری پیدا کرنے کے لئے مراقبہ پر بہت زور دیا ہے۔ مراقبہ روحانی دنیا، داخلی ذخیرہ معلومات تک رسائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ صوفیائے کرام خارجی سمتوں کے بجائے داخلی زاویہ نگاہ اختیار کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور مراقبہ اس کا بہت سہل طریقہ کار ہے۔ مراقبہ میں جب عارف کی سیر شروع ہوتی ہے تو وہ کائنات میں خارجی سمتوں سے داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے نقطہ ذات سے داخل ہوتا ہے۔ اس کی یہی من کی دنیا ہے جس میں قدم بہ قدم چلتا ہوا وہ کائناتی حقائق تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ کائنات کے نظارے اس کے سامنے آجاتے ہیں۔ وہ نظام ہائے شمسی اور نظام ہائے فلکی سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔ بے شمار سیاروں، سیارچوں اور کہکشاؤں میں سیر کرتا ہے۔ اسے ہر طرح کی مخلوق کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ کائنات کی اصلیتوں اور حقیقتوں سے واقف ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے وہ اپنے نفس کا عرفان حاصل کرتا ہے جس سے روحانیت کی طرزیں اس کی فہم میں سماجاتی ہیں۔ وہ جان لیتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کُن ارشاد فرمایا تو کائنات کس طرح بنی۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ من کی یہ دنیا خیالات اور تصورات کی بے حقیقت دنیا ہے۔ اس دنیا میں وہ تمام ٹھوس حقائق موجود ہیں جو ایک عام آدمی ظاہری دنیا میں دیکھتا ہے یا وہ جن کو ٹھوس حقائق سمجھتا ہے۔ کائناتی عکس کا اظہار پہلے من کی دنیا پر ہوتا ہے پھر ظاہر پر اس کا کچھ عکس نظر آتا ہے۔ یہی وہ دنیا ہے جس سے واقف ہونے کے بعد روحانی بندہ خارق عادت یا کرامت کے میکانزم یا پروگرامنگ سے واقف ہو جاتا ہے۔●

دو چار نفس عمر کو برباد نہ کر

میں دیکھتی ہوں کہ زندگی کی لہر میرے پاؤں کے انگوٹھوں سے سفر کا آغاز کرتی ہے اور دھیرے دھیرے میرے تمام جسم سے گزرتی ہوئی آنکھوں کے راستے باہر آجاتی ہے۔ میں نے دیکھا وہ زندگی کی لہر میرا اپنا وجود ہے اور میرے ہی مدِ مقابل کھڑا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو۔ میرا وجود بولا "میں تمہاری اصل ...... تمہاری روح ہوں"۔

بشریٰ حسین

ایک عجیب سا احساس تھا جو بہت دیر سے مجھے اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھا۔ میرے سامنے میرے بچپن اور جوانی کی بے شمار تصاویر بکھری پڑی تھیں۔ ہر تصویر کے نقوش دوسری سے مختلف تھے۔ میں جب دو ماہ کی تھی۔ اپنی مرضی سے حرکت بھی نہ کر سکتی تھی تب بھی "نوین احمد" تھی۔ پھر جب میں دوڑنے بھاگنے لگی تب بھی مجھے "نوین احمد" ہی پکارا جاتا رہا اور آج جب مجھے ساری دنیا اپنے قدموں تلے محسوس ہوتی ہے۔ میرے جسم میں طاقت اور ذہن میں سوچنے کی صلاحیت کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ میں پھر بھی نوین احمد ہی ہوں۔ کیوں؟؟

میرے بچپن سے جوانی تک کی تصویریں گواہ ہیں کہ میرا جسم ہر لحہ، ہر ساعت تغیر پذیر ہے۔ تبدیل ہو رہا ہے۔ ایک تبدیل ہوتی ہوئی شے کو ایک نام نہیں دیا جا سکتا۔ برف اپنی ساخت تبدیل کرتی ہے تو پانی کہلاتی ہے۔ پانی تبدیل ہوتا ہے تو بھاپ بن جاتا ہے۔ مگر میں ہر لحظ تبدیل ہونے کے باوجود "نوین احمد" ہی ہوں۔ کیوں؟؟

میں نے بے ساختہ اپنا ہاتھ اپنی سرد ہوتی ہوئی پیشانی پر رکھ دیا۔

میں کافی دیر سے سونے کی کوشش میں مصروف تھی۔ "کل میری بہت اہم کلاس ہے۔ فائنل سمسٹر سر پر ہے۔ مجھے نیند کیوں نہیں آرہی"۔ میں نے نہایت بے بسی سے سوچا اور تصویریں سمیٹ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیں۔

لائٹ آف کرنے کے لئے بٹن کی جانب ہاتھ بڑھایا تو آئینے میں سے جھانکتے ہوئے عکس نے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ میں بستر سے اٹھ کر نہایت محویت سے اپنے عکس کو دیکھنے لگی۔ یہ نرم و ملائم جلد اور دمکتی ہوئی رنگت کل ایک جھریوں سے بھرے، لرزتے کانپتے ہوئے چہرے میں بدل جائے گی اور تم اس بدلے ہوئے مجسّمے کو بھی "نوین احمد" ہی پکارو گی۔ کسی کوڑیالے سانپ کی مانند لہراتا ہوا خیال تازیانہ بن کر میرے ذہن سے جا ٹکرایا اور گھٹن کا احساس شدید تر ہو گیا۔

بابا جان کے اسٹڈی روم کی لائٹ آن تھی۔ میں اسی جانب چلی آئی لیکن بابا روم میں موجود نہیں تھے۔ گویا وہ آج بھی لائٹ آف کرنا بھول گئے ہیں۔ یہ سوچ کر میں مسکرا دی اور جا کر بابا جان کی راکنگ چیئر پر بیٹھ گئی۔ میں نے ہولے سے آنکھیں موند لیں مگر نیند ابھی بھی کوسوں دور تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر الماریوں میں سجی مختلف کتابوں کا جائزہ لیا۔ "کیسی کیسی کتابیں رکھی ہوئی ہیں بابا نے۔ آخر بابا جان ناول اور شاعری کی کتابیں کیوں نہیں پڑھتے"۔ میں نے بیزاری سے سوچا۔ پھر میں نے الماریوں سے نگاہ ہٹا کر سامنے ٹیبل کی جانب دیکھا۔ میری نظر نیلے رنگ کی ایک کتاب پر جا کر ٹھہر گئی۔ سنہرے حروف میں لکھا تھا "لوح و قلم"۔ میں نے انجانی

کشش محسوس کرتے ہوئے کتاب اُٹھالی۔ دو چار اوراق پلٹے تو نگاہ ان الفاظ پر گردش کرنے لگی۔ "ہمارے سامنے ایک مجسمہ ہے جو گوشت پوست سے مرتب ہے۔ طبّی نقطۂ نظر سے ہڈیوں کے ڈھانچے پر رگ پٹھوں کی بناوٹ کو ایک جسم کی شکل و صورت دی گئی ہے۔ ہم اس کا نام جسم رکھتے ہیں اور اس کو اصل سمجھتے ہیں۔ اس کی حفاظت کے لئے ایک چیز اختراع کی گئی ہے۔ جس کا نام لباس ہے...... فی الحقیقت اس لباس میں اپنی کوئی زندگی یا اپنی کوئی حرکت نہیں ہوتی۔ جب یہ لباس جسم پر ہوتا ہے تو جسم کے ساتھ حرکت کرتا ہے۔ یعنی اس کی حرکت جسم سے منتقل ہو کر اس کو ملی۔ لیکن در حقیقت وہ جسم کے اعضاء کی حرکت ہے...... اگر اس لباس کو اُتار کر چارپائی پر ڈال دیا جائے...... تو اس کی تمام حرکتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ مرنے کے بعد جسم کی حیثیت صرف لباس کی رہ جاتی ہے...... اصل انسان اس میں موجود نہیں رہتا۔ وہ اس لباس کو چھوڑ کر کہیں چلا جاتا ہے"۔

"میرے خدا"۔ میں نے گھبرا کر کتاب بند کر دی۔

میں نے کرسی کی سائیڈ پر رکھا ہوا اپنا بازو اُٹھا کر دیکھا آستین میں بھی حرکت ہوئی تھی۔ یہ حرکت آستین کی نہیں تھی میرے بازو کی تھی۔ یہ بات تو میں پہلے بھی جانتی تھی مگر میں نے کبھی غور کیوں نہیں کیا؟؟

میں نے ڈرتے ڈرتے بازو پر سے آستین اوپر چڑھا دی اور اپنے بازو کو حرکت دی۔ میرا بازو حرکت کر رہا تھا۔ مگر یہ حرکت اس جسم کی نہیں تھی اس کے اندر کوئی اور قوت کار فرما تھی۔ جس کی حرکت اسے منتقل ہو رہی تھی۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

"ہم اس کا نام جسم رکھتے ہیں اور اس کو اصل سمجھتے ہیں"۔ اس کو اصل سمجھتے ہیں...... میں نے آنکھیں کھول کر نگاہ اپنے سراپے پر دوڑائی اور سوچا تو یہ سب حقیقت نہیں ہے۔ اصل نہیں ہے جس جسم کے آرام و آسائش کا، تزئین و آرائش کا میں ہر لمحہ ہر آن اتنا خیال رکھتی ہوں۔ وہ اصل نہیں ہے حقیقی نہیں ہے۔ تو پھر اصل کہاں ہے؟ میری پیشانی پسینے سے تر ہو چکی تھی۔

میں نے سنا میرے حلق سے ایک ڈری سہمی ہوئی آواز برآمد ہو رہی تھی۔ "اصل نوین احمد کہاں ہو تم؟ کون ہو تم؟ کہاں ہو؟" اور جواب میں فقط خاموشی تھی۔ ایک گہرا سکوت۔ "نوین احمد جواب دو؟ کون ہو تم؟" ایک بار پھر سرد تاریک رات میں میری آواز ہوا کی لہروں کو مرتعش کر رہی تھی۔

"نوین بیٹا یہاں کیا کر رہی ہو تم؟ کس سے باتیں کر رہی ہو؟ اپنی آنکھیں دیکھو نیند سے بوجھل سرخ انگارہ ہو رہی ہیں۔ جاؤ جاکر سو جاؤ"۔ بابا کی آواز نے مجھے بری طرح چونکا دیا تھا۔

"ارے بھئی جاؤ جاکر سو جاؤ۔ میں تو لائٹ چیک کرنے آیا تھا۔ اکثر بتی بجھانا بھول جاتا ہوں"۔ میں نے سعادت مندی سے ان کی بات سنی اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی آئی۔

☆☆☆☆

"اٹھو نوین آپی کالج سے دیر ہو جائے گی"۔ عائشہ کی بلند ہوتی ہوئی آواز پر میں ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ کلاک پر نظر پڑتے ہی نیند کا سارا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔

"آج تو میری ہسٹری کی کلاس ہے اور اگر ذرا بھی دیر ہو گئی تو میڈم شائستہ تو بہت ڈانٹیں گی"۔ یہ وہ پہلا خیال تھا جو بیدار ہوتے ہی میرے ذہن میں آیا۔ تیار ہو کر کالج پہنچی تو کلاس شروع ہو چکی تھی۔ میڈم شائستہ بتا رہی تھیں۔

"ڈیئر اسٹوڈنٹس آج کا لیکچر دلچسپ بھی ہے اور معلوماتی بھی کیونکہ آج ہم ایک ایسی شخصیت کو EX-PLORE کرنے جا رہے ہیں۔ جس نے تمام دنیا کو فتح کیا تھا۔

جی ہاں سکندر اعظم یا الیگزینڈر دی گریٹ

سکندر اعظم 356 ق م میں مقدونیہ کے شہر PELLA میں پیدا ہوا۔ شہنشاہ مقدونیہ فلپ دوئم اس کا باپ اور ایپرس کی شہزادی اولمپیاز اس کی ماں تھی۔ وہ اوائل

عمری میں مشہور فلسفی ارسطو کے علم سے فیضیاب ہوا۔ جس نے اُسے طب، فلسفہ، سائنس اور لٹریچر کی تعلیم دی۔ 336 ق م میں شہنشاہ مقدونیہ فلپ دوئم کو قتل کر دیا گیا اور یوں سکندر اعظم شہنشاہیت کے منصب کا حقدار ٹھہرا۔ اُس وقت اس کی عمر 20 برس تھی۔ اپنے 13 سالہ دور حکومت میں سکندر اعظم نے یورپ سے برصغیر پاک و ہند تک اپنی طاقت کی دھاک بٹھا دی۔ دنیا کے آدھے سے زیادہ خطہ کے حکمران اس کے باجگزار اور گورنر تھے۔

ڈیئر اسٹوڈنٹس!

یہاں آپ کی دلچسپی کے لئے میں بتاتی چلوں کہ دنیا کے 70 شہروں کے نام سکندر اعظم کے نام پر "الگزینڈریا" رکھے گئے یہ شہر اُس کی اپنی دریافت تھے۔

بالآخر سلطنت اور طاقت کا نشہ اپنے عروج کو پہنچا۔ سکندر اعظم نے یونان کے شہریوں کو حکم دیا کہ اُسے خدا تسلیم کیا جائے اور اُس کی عبادت کو فرض اولین کا درجہ دیا جائے۔

یہ حکم نافذ ہوئے کم عرصہ ہی گزرا تھا کہ خدائی کے دعویدار حکمران کو معمولی بخار نے بے چین کر دیا۔ ہر لڑی جانے والی جنگ کا فاتح 323 ق م میں موت کے میدان جنگ میں بے بس ہوا اور شکست اُس کا مقدر ٹھہری۔ عظیم الشان سلطنت کا فرماں روا خالی ہاتھ راہ عدم کو روانہ ہوا۔

اُس کے مردہ جسم کو شہد اور WAX لگا کر محفوظ کیا گیا۔ مگر آج نہ وہ خود موجود ہے اور نہ ہی اُس کی سلطنت"۔

میڈم شائستہ کی گونجتی ہوئی آواز مدھم ہو چکی تھی۔ وہ کہہ رہی تھیں۔ عصر حاضر کے عظیم روحانی مفکر حضور قلندر بابا اولیاءؒ دنیا کی اسی بے ثباتی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو شاہ کئی ملک سے لیتے تھے خراج
معلوم نہیں کہاں ہیں اُن کے سر و تاج
البتہ یہ افواہ ہے عالم میں عظیم
اب تک ہیں غبار زرد اُن کی افواج

مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ میڈم نے کلاس روم کس وقت چھوڑا اور کلاس کی دیگر اسٹوڈنٹس کس وقت اٹھ کر باہر چلی گئیں۔ مجھے تو اس کی بھی خبر نہ ہوئی کہ میں خود کس وقت گھر پہنچی اور اپنے کمرے میں مقید ہو گئی۔ خیالات کا ایک سلسلہ تھا، سوچوں کا ایک ہجوم تھا جو میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔

فاتح عالم سکندر اعظم جو خدائی کا دعویدار تھا۔ جب وہ مرا اُس کی عمر فقط 33 برس تھی۔ معمولی بخار کے سوا اُسے کوئی مرض نہ تھا۔ مگر اُس کا طاقتور جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو گیا وہ عظیم الشان سلطنت جس میں اُس کے نام کا ڈنکا بجا کرتا تھا۔ آج کوئی نام و نشان بھی نہیں رکھتی۔

صرف ایک سکندر ہی کیا دنیا میں آنے والے ہر وجود کا انجام یہی ہے۔ یہ زوال پذیر جسم جس پر انسان نازاں رہتا ہے۔ بالآخر فنا ہو جاتا ہے۔

ماتھے پہ عیاں تھی روشنی کی محراب
رخسار و لب جن کے تھے گوہر نایاب
مٹی نے انہیں بدل دیا مٹی میں
کتنے ہوئے دفن آفتاب و مہتاب

میں بے چین ہو کر کرسی پر سے اٹھ گئی۔ ایک آواز تھی جو مسلسل میری سماعتوں میں گونج رہی تھی۔

"ہم اُس کا نام جسم رکھتے ہیں اور اُسے اصل سمجھتے ہیں"۔

"جسم کی حیثیت صرف لباس کی ہے۔ اصل انسان اس لباس کے سوا کچھ اور ہے"۔

میرا سر درد سے دکھنے لگا تھا۔ ٹیس ٹیس کر کانوں میں درد ہونے لگا تھا۔ مگر اس تکلیف سے کہیں زیادہ تکلیف دہ احساس یہ تھا کہ جس جسم کو میں آج تک اپنا آپ سمجھتی رہی۔ جس کی محبت میں میں نے سب کچھ بھلائے رکھا وہ فنا ہو جانے کے لئے ہے۔ مٹی میں مل کر مٹی ہو جانا ہی اس کی قسمت ہے۔

ایک کرب تھا جو میرے رگ و پے میں ٹپک رہا تھا۔

سے میں آج تک اپنا اصل سمجھتی رہی وہ میرا اصل نہیں ہے۔ حقیقت نہیں ہے۔ محض مفروضہ ہے۔ میرے لبوں پر بے بس ہوتی سسکیاں دم توڑ رہی تھیں۔ آئینہ مجھے ان بھیگی ہوئی آنکھوں کا عکس دکھا رہا تھا جن کے کاجل کے پھیل جانے کا دھڑ کا ہر لمحہ مجھے ستاتا ہے۔ مگر یہ آنکھیں حقیقی نہیں ہیں اور جب یہ آنکھیں اصل نہیں ہیں تو میں یہ کیسے مان جاؤں کہ جو کچھ یہ مجھے دکھاتی ہیں وہ سچ ہے۔ یقیناً وہ بھی سچ نہیں، اصل نہیں حقیقت نہیں تو پھر سچ کیا ہے؟؟؟ بھیگی ہوئی پلکوں سے مسلسل آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔ جسے میں اپنا آپ سمجھتی ہوں۔ جس کی پوجا کرتی ہوں وہ حقیقت نہیں ہے اور جو حقیقت ہے میں اُس سے لاعلم ہوں۔ بے خبر ہوں اُسے جانتی تک نہیں۔

درد کی لہر تھی جو میرے دل میں مسلسل اٹھ رہی تھی میری حالت اُس زاہد و عابد کی مانند ہو رہی تھی جسے دم آخر معلوم ہوا ہو کہ جس سمت تمام عمر اُس نے نماز پڑھی ہے اس سمت قبلہ ہی نہیں تھا۔

"کون ہے مجھ میں ایسا جو مستقل ہے۔ جو حقیقت ہے۔ جو سچ ہے"۔ میری فریاد سسکیوں کی صورت میں لبوں سے آزاد ہو رہی تھی۔

میں پریشان حال آنکھوں پر ہاتھ رکھے اپنے بیڈ پر آن بیٹھی۔

"میرے خدا، میرے رب میری مشکل آسان کر دے مجھے دل بینا عطا کر دے کہ میری آنکھوں کا نور مجھے سچ نہیں بتلا پا رہا میرے مالک میری فریاد سن"۔

پل پل بڑھتی ہوئی اذیت میں مجھے ایسے لگا جیسے تلاطم خیز موجوں میں ٹھہراؤ آگیا ہو۔ میرے دل میں آئے ہوئے طوفان میں سکوت پیدا ہونے لگا۔ بے چین کرتے ہوئے سوالات کا سلسلہ ختم گیا۔ اندر باہر خاموشی کا راج ہو گیا۔ میں نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کیں اور لیٹ گئی جلد ہی نیند کی دیوی مجھ پر مہربان ہو گئی۔

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں اندھیرے غار میں ہوں۔ کسی شگاف سے روشنی کی کرن اندر داخل ہوتی ہے اور میں دیکھتی ہوں کہ زندگی کی لہر میرے پاؤں کے انگوٹھوں سے سفر کا آغاز کرتی ہے اور دھیرے دھیرے میرے تمام جسم سے گزرتی ہوئی میری آنکھوں کے راستے باہر آجاتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ زندگی کی لہر در حقیقت میرا اپنا وجود ہے اور میرے ہی مد مقابل کھڑا ہے۔ میں اُسے مخاطب کرتی ہوں۔

"کون ہو تم"۔

جواب آتا ہے۔ "میں تمہارا اصل ہوں۔ تمہاری روح ہوں" میں اُس سے کہتی ہوں۔

"مجھے تم تک رسائی نہیں میں تمہیں ٹھیک طرح سے جانتی بھی نہیں ہوں"۔

وہ میری بات سن کر مسکرا دیتی ہے اور کہتی ہے "تو مجھے تلاش کرو۔ مجھے جانو۔ مجھے جاننے کے لئے جدوجہد کرو"۔ وہ یہ کہتی ہے اور واپس میرے اندر اُتر جاتی ہے۔

اسی اثناء میں میری آنکھ کھل گئی۔ میرے دل سے خواب دیکھنے سے پہلے والی اذیت دھل چکی تھی اور سکون کا احساس جاگزیں ہو چکا تھا۔ مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جب میں اپنے اندر کا سفر مکمل کر لوں گی۔ خود کو پہچان جاؤں گی تو وہی پہچان کا لمحہ، آگہی کا لمحہ مجھے میرے رب کی معرفت دے گا۔ مجھے اُس خالقِ حقیقی کی پہچان کروائے گا۔ اب تک کی ضائع ہو جانے والی زندگی دل میں کسک پیدا کر رہی تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

مگر یہ بھی طے ہو چکا تھا کہ علم و آگہی کا سفر کبھی نہ تھمنے کے لئے شروع ہو چکا ہے۔ میری سماعتوں میں قلندر باباؒ اولیاءؒ کے اشعار اترنے لگے۔

اچھی ہے بری ہے دہر فریاد نہ کر
جو کچھ گزر گیا اُسے یاد نہ کر
دو چار نفس عمر ملی ہے تجھ کو
دو چار نفس عمر کو برباد نہ کر

♣

کوشش اور نتیجہ

مالی دا کم پانی پانا ، بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لانا ، لاوے یا نہ لاوے

عابد جعفری ایڈووکیٹ

جون کی تپتی دھوپ میں کسان بنجر قطعہ زمین پر ہل چلا کر مٹی نرم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ زمین پتھریلی تھی۔ ہل کی نوکیلی انی کی دھار بار بار خراب ہو جاتی۔ کسان نے کئی بار اس کی دھار بنائی۔ جب انی نے زمین کا سینہ چھلنی کرنے سے انکار کر دیا تو کسان کے ذہن میں ایک ترکیب آئی، وہ بھاگم بھاگ بیلچہ لایا اور نہر سے کھیت تک پانی کے داخلے کے لئے رستہ بنا دیا پتھریلی زمین کو پانی ملا تو اس کی سنگینی میں کمی آئی۔ اگلے روز کسان نے دوبارہ ہل اٹھایا اور کھیت میں پہنچا۔

اس نے ساری زمین کو ادھیڑ دیا۔ اب وہ بھاگم بھاگ گیا اور بیج کے بورے اٹھا لایا۔ بیج ڈالنے کے بعد وہ روزانہ کھیت کو پانی دیتا، ننھی کونپلوں کو چڑیوں اور کیڑوں سے بچانے کے انتظامات کرتا رہا۔ دن بدن اس کی محنت رنگ لانے لگی اور ایک روز لہلہاتے کھیت میں فصل تیار ہو گئی۔ اس نے فصل کاٹی اور اس کو فروخت کرنے پہنچ گیا۔ گاؤں والے بہت خوش تھے۔ سب سے زیادہ خوشی کسان اور اس کے اہل خانہ کو تھی۔ سب کہہ رہے تھے کہ کسان نے بہت محنت کی اس لئے فصل اتنی اچھی ہوئی۔ ٹھہریے ذرا دوبارہ غور کیجئے کہ فصل اکیلے کسان کی وجہ سے اچھی ہوئی؟ یا کچھ دوسرے عوامل بھی اس کے مددگار ثابت ہوئے؟

اگر کسان کے پاس زمین نہ ہوتی تو وہ ہل کہاں چلاتا بیج کہاں بوتا؟ زمین ہی نہ ہوتی تو بیج کہاں سے آتے؟ اگر درجہ حرارت معمول سے زیادہ یا کم ہوتا تو کسان بھائی کیا کر لیتے ہوا میں گیسوں کا تناسب صحیح نہ ہوتا تو فصل کس طرح پھلتی پھولتی؟

نہر میں پانی کہاں سے آیا؟ دریا سے! دریا میں پانی کہاں سے آیا؟ پہاڑوں سے! پہاڑوں پر پانی کہاں سے آیا؟ برفباری سے یا بارش سے! بارش کہاں سے آئی؟ مون سون سے! مون سون سمندر سے اُٹھا۔

مون سون نہ اٹھتا بارش نہ ہوتی، بارش نہ ہوتی نہریں اور دریا سیراب نہ ہوتے، دریا سیراب نہ ہوتے تو فصلوں کو پانی نہ ملتا، فصلوں کو پانی نہ ملتا تو کسان بھائی کا ہل چلانا اور بیج ڈالنا کیا معنی رکھتا؟

اس سے یہ معلوم ہوا فصل کی تیاری میں دو چیزیں بنیاد ہیں:

1- قدرتی عوامل
2- کسان کی محنت

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فصل کی تیاری میں سب سے زیادہ ہاتھ قدرتی عوامل، قدرت یا آسان لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہے دوسرے نمبر پر کسان کی کوشش زیر بحث آئے گی۔ یہ ایک قانون ہے کہ دنیا کا ہر کام انہی دونوں بنیادوں پر تشکیل پاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد اور انسان کی کوشش۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے کوشش کی ہے، اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی اور یہ کہ تمہاری انتہا اللہ ہی ہے اور یہ کہ اسی نے ہنسایا اور اسی نے رلایا اور یہ کہ اسی نے موت دی اور اسی نے زندگی بخشی اور اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا ایک بوند

سے جب وہ پکائی جاتی ہے اور یہ کہ آخرت کی زندگی عطا بھی اسی کے ذمہ ہے۔ اور یہ کہ اسی نے غنی کیا اور جائداد بخشی (سورہ النجم۔ ۴۸)۔

مذکورہ آیات ربانی سے یہ قانون قدرت واضح ہو کر ہمارے سامنے آجاتا ہے کہ کوشش کرنا انسان پر لازم ہے کیونکہ کوشش کے بغیر کوئی نتیجہ سامنے نہیں آسکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ اللہ ہی ہے جو تمہیں زندگی بخشتا ہے وہی تمہیں خوشی و غم سے دوچار کرتا ہے۔ وہی تمہیں امیر و غریب بناتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے نتیجہ کو کوشش سے مشروط کردیا ہے کیونکہ دنیا کا کوئی بھی کام ان دو ذرائع کے بغیر ممکن نہیں۔ آدمی کسی کام کے لئے جو کوشش کرتا ہے اس میں اس کی کوشش کا حصہ کم اور اللہ تعالیٰ کا شیئر زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہر مذہب میں کوئی اہم کام پوری توجہ اور جدوجہد سے کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ آپ ایک ایک کرکے تمام کاموں اور کوششوں کا جائزہ لیں ان میں اللہ تعالیٰ کا شیئر زیادہ نظر آئے گا۔

آپ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمت جواں اور کوشش میں خلوص ہوتا ہے اور آپ تعلیم حاصل کرتے چلے جاتے ہیں......

مگر غور کیجئے......

یہاں بھی آپ نے کئی پہلو نظر انداز کردیئے۔ تعلیم حاصل کرنے کا خیال آپ کو کہاں سے آیا؟

آپ کہہ سکتے ہیں ذہن سے! پھر ذہن سے خیال دماغ میں آیا۔ اگر دماغ ہی نہ ہوتا تو خیال کہاں سے آتا؟ دماغ میں خیال آنے کے بعد اس کا اظہار آپ کے اعضاء مثلاً ہاتھ سے ہوتا ہے اور آپ کتاب اٹھا کر آنکھوں سے پڑھنے لگتے ہیں۔ اگر آنکھوں میں نور نہ ہو، ہاتھوں میں حس نہ ہو، دماغ نہ ہو، ذہن کام نہ کرتا ہو تو آپ کیا کریں گے؟ کچھ نہیں کرسکتے۔ ہرگز کچھ نہیں کرسکتے۔ آپ لمحہ لمحہ قدم قدم پر اللہ کی مدد کے محتاج ہیں۔ کوشش اور اللہ کی مدد دونوں ذرائع ہر عمل کی بنیاد ہیں۔ آپ کا کام صرف کوشش کرنا ہے۔ اگر کوشش بھی نہ کریں تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ مثلاً کسان نہ ہل چلائے، نہ بیج ڈالے یا کھیت کو سیراب نہ کرے تو فصل کی تیاری کا خواب ہی دیکھا جاسکتا ہے فصل پیدا نہیں ہوسکتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے "جو عمل نہیں کرتا اور دعا مانگتا ہے وہ ایسا ہے جیسے بغیر کمان کے تیر چلانے والا"۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلا کہ کوشش کے بغیر نتیجہ کی توقع رکھنا دیوانے کا خواب ہے۔ میاں محمد بخشؒ سیف الملوک میں فرماتے ہیں۔

مالی دا کم پانی پانا ، بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لانا ، لاوے یا نہ لاوے

اسی طرح آپ کا کام یہ ہے کہ اپنے طور پر کوشش کریں اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ بھگوت گیتا میں ہے کہ شری کرشن جی نے راجہ ارجن کو یوں نصیحت کی:

تجھے کام کرنا ہے او مرد کار
نہیں اس کے پھل پر تجھے اختیار
کئے جا عمل اور نہ ڈھونڈ اس کا پھل
عمل کر عمل کر نہ ہو بے عمل

جب آدمی کا حسب خواہش نتیجہ پر کوئی اختیار نہیں ہے تو آخر اس کا کام کیا ہے؟

آدمی کا کام اور اختیار اتنا ہے کہ اپنی ذمہ داری ادا کرے، پوری طرح کوشش اور جدوجہد کرے اور کام کا بقیہ حصہ یعنی نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اللہ تعالیٰ کسی کی کوشش ضائع نہیں کرتے اس کا پھل ضرور ملتا ہے لیکن وہ پھل ہماری صلاحیتوں اور کوششوں کے مطابق ہوتا ہے۔

فرض کریں آپ کسی امتحان میں بیٹھتے ہیں۔ اس پرچہ کے کل نمبر سو اور کل سوالات پانچ ہیں۔ ہر سوال کے 20 نمبر ہیں۔ آپ صرف دو سوالات حل کرتے ہیں جن کے کل نمبر 40 بنتے ہیں اور ممتحن سے توقع کریں کہ وہ آپ کو 50 نمبر دے تو یہ کس طرح ممکن ہے۔ ممتحن آپ کے لئے

بقیہ صفحہ نمبر 60 پر ملاحظہ کیجئے

پریشر اور تکنیک

ہمارا جسم برقی تاروں کا ایک ٹرانسمیٹر ہے۔ جسم کے مخصوص حصوں پر دباؤ دینے سے بیماری یا تکلیف کی تشخیص ممکن ہے نیز ان ہی مراکز کو مخصوص طریقہ کے مطابق دبانے سے بیماری کا علاج بھی ممکن ہے۔ آئیے ایکو پریشر کی اس منفرد تکنیک سے آپ بھی واقفیت حاصل کیجئے اور اس ٹرانسمیٹر کا استعمال سیکھئے۔

تحقیق وترتیب: ایم ایچ خان

ہمارا جسم دنیا کا سب سے بڑا عجوبہ ہے۔ یہ جسم بہترین قسم کی خودکار، نازک لیکن انتہائی مضبوط مشینوں سے مزین ہے۔ دل اور پھیپھڑے کبھی نہ رکنے والے پمپ ہیں۔ آنکھیں حیران کن کیمرہ ہیں اور پروجیکٹر بھی۔ کان ایک عجیب قسم کا آلہ ہیں۔ پیٹ کو ہم ایک حیرت انگیز قسم کی لیبارٹری کہہ سکتے ہیں۔ اعصاب میلوں تک پھیلے ہوئے ذرائع پیغام رسانی ہیں اور دماغ بے انتہا اہلیتوں کا حامل ایک کمپیوٹر ہے۔ پھر سب سے بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ ان تمام مشینوں کے درمیان ایک پراسرار رابطہ ہے اور اسی ربط و تعاون کی وجہ سے ہمارا جسم سو سال سے بھی زیادہ عرصہ تک فعال رہ سکتا ہے۔ ہم ایک سو سال تک بآسانی زندہ رہ سکتے ہیں۔ کسی بھی اچھی مشین کی تشکیل کچھ اس طرح کی جاتی ہے کہ کسی بھی خطرہ کے موقع پر خود بخود بند ہوجاتی ہے مثلاً ریفریجریٹر اور پانی کا گیزر وغیرہ۔ ایسا ہی ایک نظام ہمارے جسم میں موجود ہے اور اس میں ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہئے یہ سچ ہے کہ ہمارے جسم کی بناوٹ نہایت پیچیدہ ہے لیکن اس کی حفاظت نہایت ہی آسان ہے۔ فطرت نے اس مشین میں پیدا ہونے والی خرابی دور کرنے اور اسے حفاظت صحیح حالت میں رکھنے کا ایک خودکار نظام ہمارے جسم میں ہی رکھا ہے۔

ایکو پریشر کا طریقہ علاج برصغیر ہندوپاک میں آج سے پانچ ہزار سال قبل مروج تھا لیکن بدقسمتی سے اس کی قدر نہ کی گئی۔ پھر یہ طریقہ سری لنکا پہنچا اور وہاں ایکو پنکچر کے طور پر رائج ہوا۔ وہاں سے بدھ سادھو اسے لے کر چین اور جاپان پہنچے جہاں اس کی بڑے پیمانے پر اشاعت ہوئی۔ آج صورتحال یہ ہے کہ چین ساری دنیا کو ایکو پنکچر طریقہ علاج سکھا رہا ہے۔ سولہویں صدی عیسوی تک ریڈ انڈین باشندے ایکو پریشر کے ذریعے پیروں کے تلووں کے پوائنٹ پر دباؤ ڈال کر بیماریوں کا علاج کرتے تھے۔ پھر بیسویں صدی کے دوران امریکہ میں اس موضوع پر ریسرچ کی گئی اور اسے باقاعدہ طریقہ علاج Therapy کی حیثیت سے ترقی دی گئی۔ آج بہت سے ایم ڈی ڈاکٹر اور نیچرل تھراپی کے ماہرین اس سے استفادہ کر رہے ہیں اور اب تو عالمی ادارہ صحت نے بھی اس کی طرف توجہ دینا شروع کردی ہے۔

ہمارا جسم پانچ عناصر سے بنا ہوا ہے اور برقی رو اس کو چلاتی یا فعال رکھتی ہے۔ ایکو پنکچر کے طریقہ علاج میں برقی رو کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں یعنی مثبت (+ve) اور منفی (-ve)۔ یہ بجلی حیاتیاتی بیٹری سے پیدا ہوتی ہے۔

پانچ بنیادی عناصر پر ہمارے جسم میں موجود بجلی غالب

ہے۔ مغرب میں بھی اب اس حیاتیاتی بجلی کو Bio Electricity یا Bio Energy کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ حیاتیاتی بیٹری ہمارے جسم میں اس وقت وجود میں آجاتی ہے جب کہ ہم رحم مادر میں تخلیقی مرحلے سے گذر رہے ہوتے ہیں۔ اس بیٹری کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اسی میں سے حساس برقی رو پیدا ہوتی ہے۔ اس بیٹری میں سے سفید روشنی نکلتی ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ اسے مراقبے کی کچھ مشقوں کے نتیجہ میں آدمی اپنی پیشانی پر بند آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ اس بیٹری سے خارج ہونے والی برقی رو ہمارے جسم میں بہتی رہتی ہے جسے ہم حرکت کہتے ہیں۔ اس بہاؤ کی مختلف رَو کو میری ڈی انس کہا جاتا ہے جو دائیں ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی پور سے شروع ہو کر جسم کے تمام حصوں سے گزرتی ہوئی دائیں پیر کے انگوٹھے اور انگلیوں کی پوروں تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی پور سے چلنے والی رو جسم کے بائیں پیر کے انگوٹھے اور انگلیوں کی پوروں تک جاتی ہے۔ جب تک یہ حیاتیاتی بہاؤ جاری رہتا ہے جسم تندرست رہتا ہے لیکن بہت زیادہ کام اور محنت کی وجہ سے یہ بہاؤ جسم کے کسی حصہ تک صحیح طور پر نہیں پہنچ پاتا لہٰذا وہ حصہ صحیح طور پر اپنا فعل انجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور وہاں درد شروع ہو جاتا ہے۔ اگر برقی رو کو وہاں تک پہنچنے کی راہ ہموار کردی جائے تو درد یا مرض ختم ہو جاتا ہے۔ ایکو پریشر قدرتی انداز میں کام کرنے والی سائنس ہے جو ہماری مشین میں برقی رو کو باقاعدگی بخش کر ہمیں مرض سے بچاتی ہے۔

"ایکو پنکچر"، "شی آٹسو" یا پوائنٹر تھراپی کے مطابق ہمارے جسم میں برقی رو کی لائنیں (میری ڈی انس) موجود ہوتی ہیں۔ ان کے پورے جسم میں کُل 900 پوائنٹس موجود ہیں۔ ان پوائنٹس پر دباؤ ڈال کر یا سوئی چبھو کر مرض دور کیا جاتا ہے یا بے ہوشی کا تاثر پیدا کیا جاتا ہے۔ اتنے سارے پوائنٹ کو ذہن نشین کرنے کے لئے بہت زیادہ مطالعہ اور پریکٹس کی ضرورت ہے۔ عام آدمی ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن ایکو پریشر کا طریقہ ایکو پنکچر کے مقابلہ میں سمجھنے اور عمل کرنے میں نہایت سہل اور آسان ہے۔ کوئی بھی شخص حتیٰ کہ دس سال کا بچہ بھی اس کا مطالعہ کر سکتا ہے اور اس پر عمل بھی۔

ہمارے جسم میں جو برقی رو بہہ رہی ہے اس کا سوئچ بورڈ ہاتھ کے دونوں پنجوں اور پیر کے دونوں تلووں میں واقع ہے اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ ہر سوئچ کا تعلق جسم کے کون سے عضو یا رطوبتی غدود سے ہے۔

اکثر اعضاء اور رطوبتی غدود جسم کے دائیں اور بائیں حصے میں ہیں لہٰذا ان کے پوائنٹ بھی دائیں اور بائیں پنجے اور پیر کے تلووں میں واقع ہیں۔ جبکہ دل اور تلی جسم کے بائیں طرف ہیں لہٰذا ان کے پوائنٹ بائیں پنجے اور بائیں تلوے میں ہیں۔ لیور، گال بلیڈر اور اپنڈکس جسم کی دائیں طرف ہیں اور اسی وجہ سے ان کے پوائنٹ دائیں پنجے یا دائیں تلوے میں ہیں۔ ناف ڈایا فرام کے نیچے واقع اعضاء کے افعال کو صحیح رکھتی ہے۔ ناف کا تصور صرف آیور وید میں پایا جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس طریقہ علاج کو بر صغیر میں سب سے پہلے دریافت کیا گیا تھا۔

دباؤ کا طریقہ

ایکو پریشر میں پنجے یا پیر کے تلوے کے پوائنٹ پر دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے مذکورہ پوائنٹ سے تعلق رکھنے والے عضو کی طرف برقی قوت کا بہاؤ شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر آپ انگوٹھے میں موجود پوائنٹ نمبر 1 پر دباؤ ڈالتے ہیں تو بجلی کا کرنٹ آپ کے دماغ میں دوڑنے لگتا ہے اور دماغ زیادہ فعال ہو جاتا ہے۔

رطوبتی غدود

یہ جسم کے تمام اعضاء کا نظم و نسق کرتے ہیں۔ ان کے پوائنٹس پر دباؤ ڈالنا ضروری ہے۔ ایسا کرنے سے رطوبتی غدود صحیح طور پر کام کرنے لگتے ہیں۔ اگر کوئی غدود بہت زیادہ کام کر رہا ہو تو دباؤ ڈالنے سے اس کی فعالیت کم ہو جاتی ہے اس پر کنٹرول آجاتا ہے اس طرح دباؤ سے ان

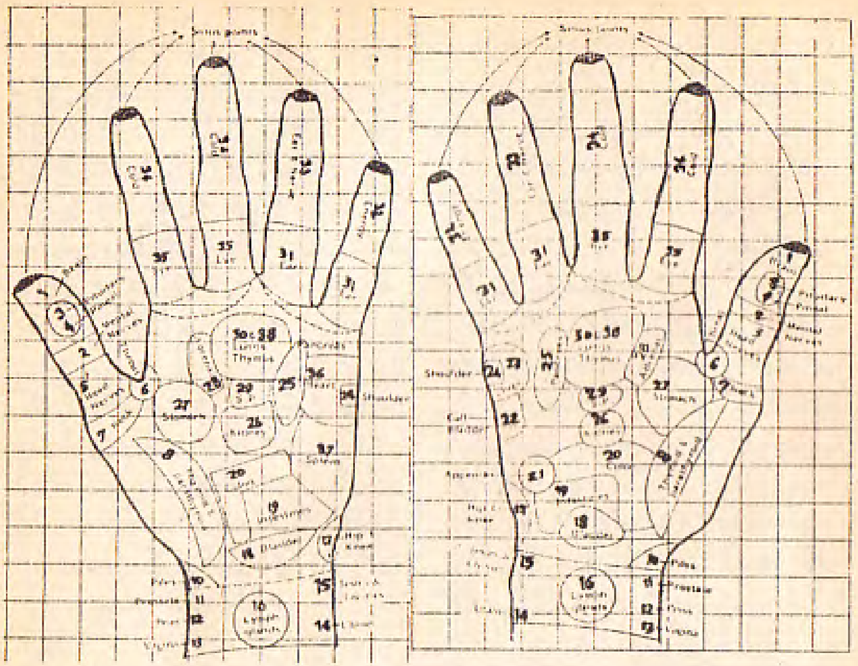

کی کام کرنے کی رفتار میں باقاعدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

انگوٹھے اور پہلی انگلی یا پنسل سے پوائنٹس پر دباؤ ڈالا جاسکتا ہے۔ کسی بھی پوائنٹ پر چار سے پانچ سیکنڈ تک دباؤ ڈالا جانا چاہئے پھر ایک سے دو سیکنڈ کے لئے ہٹالینا چاہئے۔ اس عمل کو بار بار دہرائیں۔ اس طرح ایک سے دو منٹ تک پمپنگ سسٹم سے دباؤ ڈالیں یا دباؤ کے ساتھ مساج کریں۔

کتنا دباؤ ڈالا جائے ؟

جب ہم کسی پوائنٹ پر دباؤ ڈالیں تو وہاں دباؤ یا وزن کا احساس ہونا چاہئے۔ بہت زیادہ دباؤ نہ ڈالا جائے۔ اگر ہاتھ نرم و گداز ہو تو کم دباؤ بھی صحیح نتائج دیتا ہے۔ رطوبتی غدود کے سوا ہر پوائنٹ پر تیز سے انگوٹھے سے وزن دینے پر دباؤ محسوس ہوگا جو کافی ہوگا۔

کتنی دفعہ دباؤ ڈالا جائے ؟

کسی بھی مرض یا عضو کی خرابی کی صورت میں ہاتھ کے پنجے کے اوپر کے پوائنٹ پر دن میں کوئی تین مرتبہ ایک سے دو منٹ تک دباؤ ڈالا جاسکتا ہے جبکہ پیر کے تلوے کے پوائنٹ پر یکمشت پانچ منٹ تک دباؤ ڈالا جاسکتا ہے۔ جب تک کہ اس پوائنٹ کا درد ختم نہ ہو جائے مندرجہ بالا عمل جاری رکھا جائے۔

مرض کی تشخیص یا میڈیکل چیک اپ کا انوکھا طریقہ

تمام پوائنٹس پر باقاعدگی سے دس منٹ تک دباؤ ڈالنے سے صحت برقرار رہتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مفت میڈیکل چیک اپ بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً گذشتہ کل جب آپ نے سارے پوائنٹس پر دباؤ ڈالا تھا تو اس وقت کہیں کوئی درد نہیں ہوا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مکمل طور پر تندرست تھے اور آپ کے تمام اعضاء صحیح انداز میں کام

رہے ہیں لیکن آج جب آپ سارے پوائنٹس پر دباؤ ڈالتے ہیں تو کچھ پوائنٹس پر اندرونی درد محسوس ہوتا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ گذشتہ 24 گھنٹوں کے دوران آپ کے متعلقہ پوائنٹ سے تعلق رکھنے والے عضو یا غدود میں کوئی خرابی رونما ہو رہی ہے جس کی بازگشت آپ ہتھیلی یا پیر کے پنجے میں کسی خاص پوائنٹ پر محسوس کر رہے ہیں۔ جب کسی پوائنٹ میں درد محسوس ہو تو سمجھ لیں کہ متعلقہ عضو یا غدود میں کوئی گڑبڑ ہے۔ اس طرح بغیر کسی آلے کے، تجربہ گاہ کے اخراجات کے آپ بذات خود مرض کی تشخیص کر سکتے ہیں اور خود ہی اپنے ڈاکٹر بن کر اس کا علاج بھی کر سکتے ہیں۔

ابھی تک چونکہ آپ نے اس طریقہ علاج پر عمل نہیں کیا لہٰذا ممکن ہے کہ ابتداء میں دو دن تک آپ کو پوائنٹس دبانے سے کچھ محسوس نہ ہو لیکن اس عمل کو جاری رکھیں تو تیسرے دن سے اس کے اثرات واضح طور پر محسوس ہونے لگیں گے۔

کسی بھی طریقہ علاج میں مرض کا علاج کرنے سے قبل اس کی تشخیص ضروری قرار دی گئی ہے کیونکہ مرض کا سبب معلوم ہونے کے بعد ہی اس کا سدباب کیا جا سکتا ہے۔ بیرونی جانچ پڑتال کے علاوہ ڈاکٹر خون پیشاب وغیرہ کی رپورٹیں طلب کرتا ہے علاوہ ازیں ایکسرے، کارڈیوگرام، سونوگرافی اور اسکیننگ وغیرہ پر بے انتہا اخراجات ہوتے ہیں جو اکثر مریض کی سکت سے باہر ہیں لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہوتا۔

آج جبکہ دنیا تیزی سے آگے کو جاری ہے تشخیص کی تربیت بھی مہنگی اور گراں ہوتی جا رہی ہے۔ آیورویدِ، ایکوپنکچر اور یونانی طریقہ ہائے علاج میں نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کی جاتی ہے لیکن اس کا مکمل علم حاصل کرنے کے لئے چھ سے دس سال کی تربیت انتہائی ضروری ہے۔ ہومیوپیتھی میں بھی تشخیص کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے میں کافی وقت لگ جاتا ہے اور انہیں اس کے لئے مریض کے ساتھ کافی وقت گزارنا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ماہر ہومیوپیتھ ڈاکٹر بہت کم مریضوں کو دیکھ سکتا ہے قدرتی طریقہ علاج یا نیچروپیتھی بھی کافی وقت لیتی ہے پھر اس کے ماہرین مرض کے اصل اور بنیادی اسباب دریافت کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ صرف جسم کی صفائی پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں تاکہ جسم کے اندر موجود محرکات بیدار ہو کر مرض سے نجات کے لئے فعال ہو سکیں۔

ایکوپریشر کے طریقہ علاج میں یہ ہے کہ جسم میں دوڑنے والی برقی رو کے دو سوئچ بورڈ دونوں ہتھیلیوں اور پیر کے تلووں میں واقع ہیں۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ جب یہ برقی رو جسم کے تمام حصوں میں اپنا کام خوبی انجام دے رہی ہو تو اس صورت میں ان پوائنٹس پر دباؤ ڈالنے سے کسی قسم کا درد محسوس نہیں ہوتا۔ ایکوپریشر ایسا طریقہ علاج ہے جو مرض کی ابتداء میں ہی روک تھام کر سکتا ہے اور کسی بھی فرد کو اس کی صحت کی حفاظت میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

اس طرح صحت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنی دونوں ہتھیلیوں یا پیروں کے تلووں میں سب جگہ پانچ پانچ منٹ تک دباؤ ڈالتے رہیں۔ دائیں ہاتھ کے درمیان میں ایک انچ کے دائرے میں دو دو منٹ تک دباؤ ڈالیں اس طرح دونوں ہتھیلیوں اور پیروں کے تلووں میں دو دو منٹ دباؤ ڈالنے میں کل دس منٹ لگیں گے لیکن اس سے جسم کے سارے ہی اعضاء فعال ہو جائیں گے جس طرح کار سروس کے بعد دوبارہ رواں ہو جاتی ہے اسی طرح جسم کے سارے اعضاء کام کرنے لگیں گے اور مرض کے امکانات نہایت کم ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہتھیلیوں اور تلووں میں پانچ پانچ منٹ کے دباؤ سے امراض کی روک تھام ہو جاتی ہے اور آدمی صحت مند زندگی گزارتا ہے۔ ساتھ ساتھ پورے جسم کا چیک اپ بھی مکمل اور مفت ہو جاتا ہے۔

کام کی زیادتی یا کسی اور وجہ سے جسم کے کسی عضو کو نقصان پہنچتا ہے تو اس صورت میں ٹوکسن Toxins اس عضو کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں جس سے برقی رو وہاں

تک نہیں پہنچ پاتی لہٰذا ہتھیلی یا پیر کے تلوے میں موجود متعلقہ پوائنٹ کو دبانے سے وہاں درد محسوس ہوتا ہے۔ وہ درد غیر معمولی نوعیت کا اور ناگوار سا ہوتا ہے۔ اس طرح مریض کا ماضی جانے بغیر یا کسی بھی قسم کے ٹیسٹ کے بغیر صرف ہتھیلی اور پیروں کے تلوے دبا کر مناسب تشخیص کی جا سکتی ہے۔

طریقہ تشخیص کے لحاظ سے معالجین نے ہمارے جسم کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی اگلا اور پچھلا۔ آنکھ، دل، پیٹ وغیرہ اور وہ اعضاء جو آنکھ سے دیکھے جا سکتے ہیں ان سب کے پوائنٹ ہتھیلی میں سامنے کی طرف ہوتے ہیں اسی طرح ریڑھ کی ہڈی وغیرہ جو جسم کے پچھلے حصے میں ہیں ان کے پوائنٹ ہتھیلی کے پچھلے حصے میں یا پھر پیروں کے تلے کے اوپر کے حصے میں واقع ہیں۔

ناف صحیح ہے یا نہیں ؟ یہ جاننے کا طریقہ

زیادہ وزن اٹھانے یا زیادہ گیس کی صورت میں ناف اوپر یا نیچے کی طرف سرکتی ہے۔ اگر اوپر کو سرکے تو قبض کی شکایت پیدا ہوتی ہے اور اگر نیچے کو سرکے تو گیس کے دباؤ کی وجہ سے دست لگ جاتے ہیں۔ دواؤں سے یہ تکلیف دور نہیں ہوتی۔ پھر اگر یہ شکایت طویل عرصہ تک قائم رہے تو نظام ہضم بگڑ جاتا ہے اور بعض صورتوں میں آپریشن تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ بڑی آنت کے کینسر کی بڑی وجہ قبض ہے جس میں دوائیں فائدہ نہیں کرتیں۔ ایسے معاملات میں بہت ممکن ہے کہ ناف اوپر کو سرک گئی ہو لہٰذا ایسی صورت میں کسی بھی علاج سے قبل یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آیا ناف سرکی تو نہیں۔ ناف گھڑی کے اسپرنگ کی طرح ہوتی ہے جب تک اسے اس کے صحیح مقام پر نہ لایا جائے کوئی بھی علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔

☆...... صبح سویرے نہار منہ چت لیٹ کر اگر ناف پر انگلی یا انگوٹھے سے دباؤ ڈالا جائے تو ایک ہلکی سی تھرتھراہٹ یا دھڑکن سی محسوس ہوتی ہے اگر یہ محسوس ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ناف اپنی جگہ پر قائم ہے۔

☆...... ناف کا فعل درست ہو تو اس کے دائیں اور بائیں چھاتی کے نپل کے درمیان فاصلہ برابر ہوتا ہے۔ ایک دھاگے سے ناپ کر دیکھئے۔ اگر وہ نیچے یا اوپر کی طرف سرک گئی ہو تو اس طرح ناپنے سے فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

☆...... چت لیٹ کر دونوں ہاتھ اور پاؤں سیدھے کر لیں۔ دونوں پیروں کے انگوٹھے بالکل سیدھے یعنی ایک ہی لائن میں رکھیں۔ اگر دونوں انگوٹھے ایک ہی لائن میں نہ آئیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناف سرکی ہوئی ہے۔

مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کسی بھی ایک طریقہ سے ناف کو اپنے اصل مقام پر واپس لایا جا سکتا ہے۔

یہ سارے طریقے صبح کو نہار منہ یا کھانے کے تین چار گھنٹے کے بعد آزمائے جا سکتے ہیں۔

1- انگوٹھے سے ناف کے اردگرد دباؤ ڈال کر ناف کو مرکز میں دھکیلا جائے۔

2- ناف پر وزن رکھ کر اسے مرکز کی طرف سرکایا جائے۔

3- چت لیٹ جائیں۔ دونوں بازوؤں کو سیدھا رکھیں۔ پھر کسی سے کہیں کہ وہ آپ کے گھٹنوں پر دباؤ ڈالے۔ اگر ضروری محسوس ہو تو دوسرا شخص ایک ہاتھ سے دونوں پیروں کے انگوٹھے پکڑ کر رکھے اور جو انگوٹھا نیچے کی طرف مائل ہو اسے کھینچنے کی کوشش کرے۔ اگر دونوں انگوٹھے ایک ہی لائن میں نہ آئیں تو اس عمل کو پھر سے دہرائیں۔

زمین پر چت لیٹ جائیں۔ سانس باہر نکال دیں۔ اب دوبارہ سانس لینے سے قبل پیٹ کو پھلائیں اور اسی حالت میں جہاں تک برداشت کر سکیں، رہیں۔ اس عمل کو بار بار دہرائیں حتیٰ کہ ناف اپنی جگہ پر واپس آ جائے۔

ایک مریض کو ڈاکٹر نے ہرنیا تشخیص کیا اور اسے آپریشن کا مشورہ دیا لیکن جب اس کی سرکی ہوئی ناف صحیح جگہ لائی گئی تو صرف دو دن میں اس کی شکایت رفع ہو گئی۔

امراض نسواں کی ایک ماہر خاتون ڈاکٹر کو سالہا سال سے پیڑو میں درد کی شکایت رہتی تھی۔ جب ان کی ناف صحیح

مقام پر لائی گئی تو وہ فوراً ٹھیک ہو گئیں۔

ایک لڑکی کو پیٹ میں کچھ اس طرح کا درد تھا کہ کچھ بھی کھاتے ہی فوراً قے ہو جاتی۔ اسے شہر کے مشہور ہسپتال میں 21 دن تک رکھا گیا لیکن مرض کی تشخیص نہ ہو سکی۔ درد کی شدت سے وہ پلنگ پر پڑی تڑپتی رہتی۔ معائنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کی ناف سرکی ہوئی ہے۔ جب اسے ٹھیک کیا گیا تو قے فوراً بند ہو گئی۔ اسے ایک ہفتہ تک ہری سبزیوں اور پھلوں کے جوس پر رکھا گیا۔ اس کی ساری تکلیف دور ہو گئی۔

ایک مریض کو عرصے سے خونی بواسیر کی شکایت تھی۔ اسے آپریشن کا مشورہ دیا گیا۔ اس نے آپریشن سے صرف تین دن قبل ایکوپریشر کے ماہر سے مشورہ کیا اس کی ناف ٹھیک کی گئی اور اس کے بعد اس کی طبیعت میں تیزی سے اصلاح ہوتی چلی گئی اور وہ بغیر آپریشن کے ہی ٹھیک ہو گیا۔

قوت ہاضمہ کی بہتری کے لئے : چالیس پینتالیس سال کی عمر کے بعد معدہ کا فعل سست ہونے لگتا ہے اور قوت ہاضمہ کمزور ہونے لگتی ہے۔ اس عمر میں خوراک میں ادرک، آملہ اور لیموں کا استعمال زیادہ کرنا چاہئے۔ ایکوپریشر کے طور پر اس طریقے سے لکڑی کے رولر یا بیلن پر روزانہ پانچ منٹ تک باری باری ایک ایک پیر یا دونوں پیروں پر ایک ساتھ وزن دے کر رگڑنا چاہئے۔ یہ عمل کرسی پر تن کر بیٹھے ہوئے کرنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے قوت ہاضمہ بڑھتی ہے اور پھیپھڑوں اور گردوں کے کام کرنے سے قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

جلاب : پیٹ صاف کرنے کے لئے جلاب کی کوئی دوائی لینے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بدلے باتھ روم میں جاتے وقت ٹھوڑی کے بیچ کے حصے میں تین سے چھ منٹ تک دباؤ ڈالیں یا مساج کریں۔ اس سے اجابت کھل کر آئے گی اور قبض کی شکایت جاتی رہے گی یوں دیگر کئی امراض سے بھی نجات ملے گی۔

ایام کی تکلیف: خواتین کو بعض اوقات ایام کی شکایات رہتی ہیں۔ اس ضمن میں پوائنٹ 11 سے 15 کے علاوہ رطوبتی غدود پر علاج کرنے سے معجزانہ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ یہ علاج دونوں کلائیوں کی دونوں طرف واقع پوائنٹس کو دبا کر یا ان پر مساج کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔

اس قسم کی تکلیف کی صورت میں دونوں پیر کے انگوٹھوں میں اندر کے حصے کے قریب تین سے پانچ منٹ کے لئے ربڑ بینڈ باندھیں اگر ضرورت محسوس ہو تو 15 سے 20 منٹ کے بعد تین سے پانچ منٹ کے لئے دوبارہ ربڑ بینڈ باندھیں۔

لیکوریا: اس کے لئے کلائی پر موجود پوائنٹس 11 سے 15 پر دبانے والا علاج کامیاب ثابت ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ خون کی کمی میں تجویز کردہ دوائیں استعمال کریں۔

بال گرنا یا قبل از وقت سفید ہونا: اس کا علاج یہ ہے کہ ہاتھوں کی آٹھ انگلیوں کے ناخن روزانہ صبح کو اور شام کو ایک دوسرے کے ساتھ 10 سے 15 منٹ تک رگڑیں اور بہتر نتائج کے لئے صبح اٹھ کر پانچ منٹ اور رات کو سونے سے قبل پانچ منٹ تک ناخنوں کو رگڑیں۔ اس کے علاوہ ہاتھ اور کلائی کے پوائنٹ 8 اور 11 سے 15 پر علاج کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ پت کی زیادتی کا علاج بھی کریں۔

چہرے پر کیل مہاسے کو دور کرنا: یہ تکلیف اکثر اوقات خواتین میں ماہواری کے ایام میں کمی یا بیشی سے یا جسم میں زیادہ حدت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کا علاج پوائنٹ نمبر 11 سے 15 استعمال کریں۔ جسم کی حدت کم کی جا سکتی ہے۔

سدا جوان رہنے کا طریقہ: ہر عورت اور مرد کے لئے یہ طریقہ انتہائی مفید ہے۔ موت تو بے شک اٹل ہے لیکن پھر بھی ہر کوئی یہ ضرور چاہے گا کہ زندگی کی آخری سانس تک وہ صحت مند اور فعال رہے۔

توانائی اور حیاتیاتی قوت کا چشمہ دائیں ہاتھ سے نکلتا ہے اور اسے کنٹرول کرنے والا پوائنٹ دائیں ہاتھ میں کہنی

اور پہنچے کے درمیان ایک انچ کے دائرے میں ہوتا ہے۔ اس دائرے پر روزانہ صرف دو منٹ دباؤ ڈالنے سے حیاتی قوت کا بے جا ضیاع روکا جا سکتا ہے۔ ایکوپریشر کے دباؤ کی طرح یہ دباؤ بھی باری باری رک رک کر دینا ہوتا ہے۔ اس عمل سے جوانی کی طویل عرصہ تک حفاظت کی جا سکتی ہے اور بڑھاپے کو اور بڑھاپے کی وجہ سے پیدا ہونے والے عارضوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ یہ عمل 40 سال کی عمر کے بعد کرنا زیادہ ضروری ہے۔ 40 سے 45 سال کے عمر کے بعد ہر مرد و عورت کو یہ طریقہ علاج اپنانا چاہئے۔ سدا جوان رہنے کے لئے ایکوپریشر کا طریقہ یہ ہے، بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور کہنی کے درمیانی حصہ پر دباؤ ڈالیں۔

ضعیفوں کو بھی اس طریقہ علاج سے فائدہ محسوس ہوگا۔ حیاتیاتی قوت میں اضافہ محسوس ہوگا اور تھکن کا احساس کم ہوگا۔

انیمیا (خون کی کمی): ہاتھ کے پوائنٹ نمبر 37 پر دن میں دباؤ ڈالیں۔ علاوہ ازیں تازہ پھلوں کا رس پئیں۔

الرجی: دائیں ہاتھ پر پوائنٹ 21 پر روزانہ دو منٹ تک پریشر دیں اور کیلشیم کا استعمال کریں۔

آنکھوں کی شکایات: آنکھ سے پانی آنا، آنکھ سرخ ہونا، آنکھ میں درد ہونا وغیرہ آنکھوں کی کسی بھی شکایت میں ہاتھ کی درمیانی انگلی کے نچلے ڈنٹھل پر واقع پوائنٹ 35 پر دباؤ ڈالیں۔

سر کا درد: سر درد عام طور پر سردی اور موسم کی تبدیلی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کے لئے پوائنٹ ایک سے 7 اور 34 پر دباؤ ڈالیں پوائنٹ 7 انگوٹھے کے آخری ڈنٹھل پر ہوتا ہے جبکہ 34 درمیانی انگلی کے اوپری ڈنٹھل پر۔

پیروں کا درد: پاؤں چلنے کے بیلن پر پیروں کو دو سے پانچ منٹ تک رگڑیں۔ انشاء اللہ پیروں کا درد ٹھیک ہو جائے گا۔

ہارٹ اٹیک: دل تاحیات کام کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ جب بھی سینے میں درد ہو تو اپنے بائیں ہاتھ میں واقع پوائنٹ نمبر 36 پر وزن ڈال کر دیکھ لیں اگر درد نہ ہو تو سمجھ لیں کہ یہ درد کسی اور وجہ سے ہے اور دل پر حملہ نہیں ہے لہٰذا مندرجہ ذیل علاج کریں۔

ناف: صحیح ہے یا نہیں یہ دیکھ لیں۔ اگر صحیح نہ ہو تو پچھلی سطور میں ہدایات کے مطابق اسے ٹھیک کریں تاکہ گیس کی شکایت کا سبب ختم ہو۔

اگر پوائنٹ 36 پر درد محسوس ہو تو سمجھ لیں کہ ہارٹ اٹیک ہے لہٰذا فوراً بستر پر دراز ہو جائیں اور 72 گھنٹوں تک مکمل آرام کریں۔ ہارٹ اٹیک میں ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل علاج کریں۔

1- دن میں دو دفعہ پوائنٹ 1 سے 15 اور 36 پر علاج کریں۔

2- دونوں ہتھیلیوں پر دن میں دو دفعہ پانچ پانچ منٹ علاج کریں۔

3- معالج کے مشورے سے غذا میں پھلوں کا جوس دیں۔ انار مل جائے تو بہت ہی اچھا رہے گا۔ اس سے کولیسٹرول کم ہوتا ہے۔

ذیابیطس (شوگر): تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ اگر لبلبہ غدود کا فعل درست نہ ہو تو گلوکوز مکمل طور پر خون میں جذب ہو کر دماغ کے خلیات میں Cerebro Spinal Fluid نہیں پہنچتا جس سے خون میں شکر کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح کی ذیابیطس میں لبلبہ غدود کو پوائنٹ 16 پر دبانے سے درد محسوس ہوتا ہے اور لبلبہ کم کام کرتا ہوا محسوس نہیں ہوتا۔ اس ذیابیطس کو قابو میں رکھنے کے لئے پوائنٹ 25 اور 16 پر دباؤ ڈالیں۔

ہائی بلڈ پریشر : اگر خون کا دباؤ اونچا ہوتا ہوا محسوس ہو تو فوراً چھوٹی انگلیاں دونوں کانوں میں ٹھونس لیں اور زور زور سے ہلائیں گویا پمپنگ کر رہے ہوں۔ دو سے تین منٹ تک دباؤ ڈالیں۔ ایسا کرنے سے خون کا دباؤ فوراً کم ہوگا۔ اس

کے علاوہ پوائنٹ 11,8,4,3 سے 25,15 اور 28 پر دباؤ ڈالیں۔

1-غذا میں نمک اور مصالحہ جات بند کریں۔ اس کی جگہ پہاڑی نمک یا کالا نمک استعمال کریں۔

2-روزانہ دو سے تین کپ پھلوں تازہ رس ایک بڑا چمچہ شہد کا ڈال کر پئیں۔

3-ذہنی تناؤ دور کرنے کی راہ اختیار کریں۔ ذہنی یکسوئی کی مشقوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اس علاج سے کئی لوگوں کو فائدہ ہوا ہے۔

دمہ / استھما / سانس پھولنا / گھبراہٹ وغیرہ: یہ ایسا مرض ہے جس میں مستقل افاقہ ممکن ہے۔ مندرجہ ذیل علاج اس ضمن میں کافی مفید معلوم ہوا ہے۔ پوائنٹ ایک سے 30,7 اور 34 اور ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کی پوروں پر دو دو منٹ علاج کریں۔ پھیپھڑوں اور پیٹھ میں آسمانی روشنی دن میں دو دفعہ پانچ سے دس منٹ تک لیں۔

جوڑوں کا درد: مندرجہ ذیل علاج کرنے سے اس مرض سے مستقل طور پر نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

1-دونوں ہاتھ کے بیچوں پر پانچ پانچ منٹ علاج کریں۔

2-لکڑی کے بیلن یا اور کسی رولر پر روزانہ دونوں پیر پانچ پانچ منٹ رگڑیں۔

3-کپڑے دھونے کا نائلون کا برش لے کر پیر کے تلوؤں میں صبح و شام پانچ پانچ منٹ رگڑیں اور تلوے گرم ہو جانے تک یہ عمل جاری رکھیں۔

بواسیر: قبض جاری رہے تو بواسیر ہو جاتی ہے۔ بہت تکلیف ہوتی ہے اور بعض دفعہ خون بھی آتا ہے۔ اس مرض میں مبتلا شخص کے پوائنٹ 10 پر دبانے سے درد ہوگا۔ اس مرض کے علاج کے لئے دونوں ہتھیلیوں میں پوائنٹ نمبر 10 پر دو دو منٹ کے لئے دن میں تین بار علاج کریں۔ علاوہ ازیں قبض دور کرنے کے لئے بھی مندرجہ بالا علاج کریں۔ غذا میں مائع اور پتوں والی بھاجی اور سبزیاں زیادہ لیں۔ مسوں پر ناریل کے تیل کی مالش کریں۔

موٹاپا (چربی): چربی میں اضافہ کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

1-تھائرائڈ غدود صحیح کام نہ کرتے ہوں۔

2-جنسی غدود خصوصاً عورتوں کے صحیح کام نہ کرتے ہوں۔

3-ضرورت سے زیادہ کھانے کی عادت ہو اور صحیح طور پر چبائے بغیر کھانے کی عادت ہو تو جسم کو زیادہ کیلوریز ملتی ہیں اور اس سے وزن اور چربی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

پہلی وجہ تو پوائنٹ نمبر 8 پر علاج کرنے سے دور ہو جائے گی۔ دوسری وجہ پوائنٹ نمبر 11 سے 15 پر علاج کرنے سے دور ہو جائے گی۔ تیسری وجہ یعنی مریض کو جلدی جلدی اور کم چبا کر کھانے کی عادت ہو، قوت ارادی کمزور ہو تو ورزش کرنے اور کم کھانے کی خواہش کے باوجود وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ لہٰذا پہلے تو ہر لمحہ چبانے کی عادت ڈالیں۔

کینسر کی تلاش: جس عضو پر کینسر کا خدشہ ہو اس کے متعلقہ پوائنٹ کو دبائیں تو درد محسوس ہوگا۔ مثلاً اگر بڑی آنت کا کینسر ہو تو متعلقہ پوائنٹ 20 دبانے سے درد ہوگا۔

اسی طرح جسم کے کسی بھی حصہ میں کینسر ہو تو مندرجہ ذیل پوائنٹ پر ہونے والے درد سے اس کا پتہ چل جاتا ہے۔ گلا، منہ اور دانت، پوائنٹ نمبر 6۔ غذا کی نالی، پوائنٹ نمبر 6 اور 7 کا درمیانی پوائنٹ۔ ہاضمہ / پیٹ، پوائنٹ نمبر، 27۔ چھوٹی آنت، پوائنٹ نمبر 19، بڑی آنت۔ پوائنٹ نمبر 19 اور 20، لیور / گال بلیڈر، پوائنٹ نمبر 22 اور 23 پھیپھڑے۔ پوائنٹ نمبر 30، دماغ۔ پوائنٹ نمبر 1 سے 5 دماغ کا ٹیومر، خون۔ پوائنٹ نمبر 37، ہڈیاں۔ پوائنٹ نمبر 9 اور 37۔ پوائنٹ کی تشخیص کے بعد متعلقہ پوائنٹ پر روزانہ دو منٹ تک دباؤ دیں۔ انشاء اللہ چند ماہ میں اس موذی مرض سے نجات مل جائے گی۔

❄

شوہر کو رام کرنے کا
نسخہ

ایسی خواتین جو شوہر کو اپنا گرویدہ کرنے کے لئے مختلف ٹوٹکوں، چٹکلوں، مزیدار کھانوں، حسن و آرائش اور بعض حالات میں تعویذ گنڈوں سے مدد لیتی ہیں، ان خواتین کے لئے شوہر کو رام کرنے کا آسان نسخہ پیش کیا جارہا ہے۔ اگر آپ بھی اپنے شوہر کو اپنا گرویدہ بنانا چاہتی ہیں تو اس آسان نسخہ کے مطابق عمل کرکے دیکھئے ....!

مشعل رحیم

عورت چاہے مشرق کی ہو یا مغرب کی..... کاروباری و ملازمت پیشہ ہو یا خاتون خانہ..... اور اس کا تعلق دنیا کے کسی بھی ملک سے ہو تین چیزیں اس کی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ پر سکون گھر، محبت کرنے والا ہمسفر اور اولاد۔ ان تینوں میں محبت کرنے والا شوہر اس کی پہلی ترجیح ہوتی ہے خصوصاً مشرقی ممالک میں شوہر کو آئیڈیل کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ مغربی ممالک میں گو کہ یہ جذبات اس نوعیت کے نہیں ہوتے جیسے مشرقی ممالک کی خواتین کا خاصہ ہیں مگر اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ مغرب کی عورت بھی محبت کرنے والے ہمسفر کی موجودگی میں تحفظ محسوس کرتی ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں شوہر کی محبت اور توجہ یہاں کی ثقافت کا حصہ رہی ہے لیکن دور جدید کی چکاچوند نے جیسے دوسرے میدانوں میں نوع انسانی پر منفی اثرات ڈالے ہیں ہمارے شہری علاقوں میں رہائش پذیر ازدواجی جوڑوں میں فاصلے بڑھتے جارہے ہیں۔ آج کل اکثر خواتین اس بارے میں سرگرم نظر آتی ہیں کہ شوہر کی توجہ، محبت اور الفت کس طرح حاصل کریں۔ اس ضمن میں کچھ خواتین اپنے حسن و آرائش کو دوبالا کرنے میں مصروف رہتی ہیں تو کچھ رنگارنگ ذائقہ دار کھانوں سے شوہر کی توجہ حاصل کرنے کی خواہشمند ہوتی ہیں۔ کچھ پیروں فقیروں سے تعویذ گنڈے اور دم کئے ہوئے پانی سے شوہر کی توجہ کی خواہاں ہوتی ہیں۔ آخرالذکر حکمت عملی بعض اوقات بہت نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ اکثر جعلی پیر فقیر خاتون کو قریبی رشتہ داروں سے برگشتہ کر دیتے ہیں۔ زیادہ خطرناک صورتحال جرائم کی صورت میں سامنے آتی ہے جو اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ بہت سی خواتین شوہر سے شدید محبت تو کرتی ہیں مگر وہ اس محبت کے صحیح اظہار سے ناواقف دکھائی دیتی ہیں۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ محض الفاظ بھی آپ کی محبت کے آئینہ دار نہیں ہو سکتے تو پھر وہ کون سا طریقہ کار ہو جس سے شوہر اور بیوی کے درمیان ایسی مثالی محبت و رواداری پیدا ہو جو ہمارے بزرگوں میں تھی اور جو ہماری مذہبی اور معاشرتی ثقافت کا حصہ رہی ہے۔ اس نکتہ پر غور کرتے ہوئے ہمارے ذہن میں کوریائی یہ لوک کہانی دور کرنے لگی۔ اسے پڑھئے اور شوہر کو رام کرنے کا نسخہ حاصل کیجئے۔

کسی دور دراز پہاڑی خانقاہ میں ایک تارک الدنیا سادھو رہا کرتا تھا۔ اس کی ماورائی اور مافوق الفطرت باتیں قرب و جوار میں زبان زد عام تھیں۔ وہ لوگوں سے میل جول پسند نہیں کرتا تھا۔ ایک روز قریبی دیہات کی ایک پریشان حال نوجوان عورت سادھو کے پاس آئی۔ جب یَن اوک نامی یہ

خاتون اس کی خانقاہ میں داخل ہوئی تو سادھو چٹائی زمین پر آلتی پالتی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے خشمگین نظروں سے ین کو دیکھا "تم یہاں کیوں آئی ہو؟"

ین نے ادب سے اسے پرنام کیا مگر سادھو کے ماتھے پر آئی ہوئی شکنوں میں کمی نہ آئی۔ وہ نہایت ادب واحترام کے جذبات کے ساتھ بولی "محترم بزرگ میں بہت پریشان حال ہوں۔ آپ کی شہرت سنی تو یہاں چلی آئی۔ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی بس مجھے کوئی دوا دے دیں"۔

بوڑھے سنیاسی کی ناگواری میں اب بھی کمی نہ آئی "تمہاری دنیا تو ہے ہی کمزور اور بیمار..... ہر شخص بلکہ پوری دنیا۔ بتاؤ کیا میں پوری دنیا کو دوا دیتا پھروں۔ اس ناسور زدہ دنیا کا میرے پاس کوئی علاج نہیں ہے"۔

"محترم بزرگ" ین اوک نے نہایت لجاجت سے اس سے کہا "مجھے آپ کی تکلیف کا احساس ہے مگر نہ جانے کیوں مجھے لگتا ہے کہ آپ ہی میری مدد کرسکتے ہیں۔ اگر آپ نے میری مدد نہ کی تو میں شکست خوردہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گی"۔ سادھو نے ایک لمحہ سوچا بالآخر ین کی بات سننے پر آمادہ ہو گیا "ٹھیک ہے! مختصر الفاظ میں بتاؤ کہ تمہاری کہانی کیا ہے"۔

"مسئلہ میرے شوہر کا ہے" ین نے اپنے بے پایاں غم کو چھپاتے ہوئے کہا "وہ ایک سپاہی ہے اور مجھے دل وجان سے پسند ہے۔ میں اس سے شدید محبت کرتی ہوں۔ تین سال پیشتر وہ جنگ میں لڑنے گیا تھا۔ اب وہ واپس آچکا ہے مگر..... مگر نہ جانے کیوں مجھ پر توجہ ہی نہیں دیتا۔ محبت ہی نہیں کرتا۔ وہ بہت چڑچڑا ہو گیا ہے اور مشکل ہی سے کلام کرتا ہے۔ اگر میں اس سے بات کرنے کی کوشش کرتی ہوں تو اکھڑپن سے بات کرتا ہے۔ کھانا پیش کروں تو پسندیدگی کا اظہار نہیں کرتا۔ بعض اوقات وہ چاول کے کھیتوں پر کام کرنے جائے تو میں دیکھتی ہوں کہ کاہلی سے پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھا دریا کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ میں اس سے بات کروں تو تختی سے پیش آتا ہے۔ آئے دن ہماری لڑائی ہوتی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ مجھ سے شدید محبت کرنے لگے"۔

سادھو نے توجہ سے اس کی بات سنی اور بولا "جب نوجوان ذہنی پریشانی میں مبتلا ہو تو ایسا ہوتا ہے۔ خصوصاً جب وہ اپنے کام سے واپس آکر پرسکون رہنا چاہتا ہے۔ اچھا اب تم جاسکتی ہو"۔ سادھو نے گہری آنکھوں سے اسے دیکھا جیسے اسے ین کا بار بار مخل ہونا پسند نہ آرہا ہو۔

"صرف یہی بتادینا میرا مقصد نہیں ہے!" ین نے تڑپ کر کہا "میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے شوہر کے لئے کوئی دوائی دے دیں جسے کھانے کے بعد وہ پہلے سی محبت والا اور ہمدرد شوہر ثابت ہو"۔

سنیاسی نے سرخ آنکھوں سے ایک بار پھر اسے دیکھا مگر وہ پریشانی کی ماری اپنے مطالبہ سے دستبردار ہونے والی دکھائی نہیں دیتی تھی "اچھا اگر یہی بات ہے" سادھو نے خلاف توقع نرم لہجہ میں کہا "تو میں تمہیں بہت اچھی دوا دوں گا۔ تم تین روز بعد آنا تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ دوا تیار ہو گئی ہے یا اس کے لئے کچھ ضروری اجزاء درکار ہیں"۔ ین یہ سن کر خوشی سے بے حال ہو گئی۔ اس نے سنیاسی کو پرنام کیا اور واپس چلی گئی۔

تین روز بعد ین اوک دوبارہ اسی پہاڑی خانقاہ میں سادھو کے پاس پہنچی۔ اس نے اپنے جذبات کو چھپاتے ہوئے سادھو کو مخاطب کیا "محترم بزرگ میں آگئی۔ براہ مہربانی اب مجھے دوا دے دیں"۔

سنیاسی نے بے ترتیب اور انتہائی بڑھی ہوئی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا "تمہاری دوا تو اب تک تیار ہو چکی ہوتی مگر" وہ ایک لمحہ کو رکا "مگر ایک بہت ضروری جزو کی کمی ہو گئی ہے جو میرے پاس نہیں ہے۔ اگر تم لاسکو تو....." سنیاسی نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑا۔ ین اوک اس کا مطلب سمجھ گئی اور عجلت سے بولی "میں ضرور وہ جزو آپ کو لا کر دوں گی چاہے کسی طرح بھی ممکن ہو"۔

سادھو نے اس کی بات سن کر کہا "مجھے تمہاری دوا کے لئے زندہ شیر کے مونچھ کے ایک بال کی ضرورت ہے۔ اگر تم مجھے یہ بال دے سکو تو تمہاری دوا بالکل تیار ہے"۔

"مونچھ کا بال وہ بھی زندہ شیر کا!" ین اوک نے تھوک نگل کر کہا اس کی آنکھوں میں خوف کا نمایاں تاثر تھا "مگر یہ کیسے ممکن ہے؟"

"اگر تمہاری نظر میں دوا اہم ہے تو یہ بال لانا بہت ضروری ہے"۔ سادھو نے یہ کہہ کر اپنا رخ دوسری طرف موڑ لیا۔ مطلب یہ تھا کہ وہ مزید بات کرنا نہیں چاہتا۔

ین اوک واپس اپنے گھر آگئی۔ وہ گہری سوچ میں غرق تھی کہ آخر زندہ شیر کی مونچھ کا بال لانا کیونکر ممکن ہے اور کس طرح یہ کام کیا جاسکتا ہے۔ اس رات وہ اسی سوچ میں غرق تھی کہ اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ جب اس کا شوہر گہری نیند سو گیا تو اس نے ایک تھال میں چاول ابالے۔ اس میں کچھ گوشت کی آمیزش کی اور گھر سے نکل پڑی۔ گاؤں سے تھوڑے ہی فاصلہ پر جنگل تھا۔ وہ جنگل میں ایک غار کے قریب پہنچی جہاں ممکنہ طور پر شیر رہتا تھا۔ غار کے دہانے سے کچھ دور اس نے خوراک رکھی اور شیر کو آواز دی کہ کھانا کھالے مگر شیر نہ نکلا۔ وہ وہیں سے واپس آگئی۔ اگلی رات وہ دوبارہ خوراک لے کر پہنچی اور دہانے سے کچھ مزید قریب رکھ کر شیر کو آواز دے کر واپس آگئی۔ اب وہ ہر رات جنگل میں جاتی اور روزانہ شیر کے چند قدم قریب ہو جاتی۔

ایک روز ین اوک نے شیر کے غار میں ایک پتھر پھینکا۔ اسی وقت شیر غار سے چند قدم باہر چل کر آیا۔ ین کا دل اس خوفناک درندے کو دیکھ کر کانپ اٹھا۔ وہاں ان دونوں کے علاوہ صرف چاند کی روشنی تھی اور ہر طرف پھیلی ہوئی خاموشی۔ ین نے ڈرتے ڈرتے قدم واپسی کے لئے موڑے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے گھر پہنچ گئی۔

اسی طرح آئندہ راتوں میں بھی وہ آتی رہی۔ آہستہ آہستہ شیر کا خوف کم ہوا تو وہ بیس قدم کے فاصلے تک پہنچ گئی۔ اگلی راتوں میں اس نے ایک ایک قدم کرکے یہ فاصلہ بھی طے کر لیا۔ ایک رات وہ جیسے ہی غار میں داخل ہوئی شیر اس کی بو سونگھتے ہی ہوشیار ہو گیا جیسے وہ اسی کا انتظار کر رہا ہو۔ اس نے خوراک اس کے آگے رکھی تو وہ سب کھا گیا۔ ین لوک شیر کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی۔ اس نے شیر کو پیار سے پچکارا اور ڈرتے ڈرتے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا۔ مگر شیر نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ چھ ماہ کے بعد یہ اس کی قربت کا پہلا موقع تھا۔ اگلی رات وہ آئی تو اس نے شیر کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور بولی "اے پیارے شیر! اے ذہین حیوان مجھے تمہاری مونچھ کا صرف ایک بال چاہئے۔ تم برا مت ماننا" یہ کہہ کر اس نے شیر کی مونچھ کا ایک بال پکڑا اور ڈرتے ڈرتے اسے اکھاڑ لیا۔ اس لمحہ اس کا دل خزاں رسیدہ پتے کی مانند لرز رہا تھا مگر اس کی اس حرکت پر شیر نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا۔ ین اوک وہاں سے نکلی اور تقریباً دوڑنے کے انداز میں واپس ہوئی۔ شیر کا بال اس نے مضبوطی سے ہاتھ میں دبایا ہوا تھا۔

اگلا سورج طلوع ہوتے ہی وہ پہاڑی سادھو کے پاس پہنچ گئی "اے محترم بزرگ" وہ خوشی سے تقریباً چیختے ہوئے بولی "مجھے مل گیا۔ مجھے مل گیا۔ شیر کی مونچھ کا بال مل گیا۔ اب آپ اپنے وعدہ کے مطابق اس سے دوا بنا سکتے ہیں جس کے استعمال سے میرا شوہر مجھ سے دوبارہ محبت کرنے لگے"

سادھو نے امتحان کی غرض سے بال اپنے ہاتھ میں لیا۔ جب تسلی ہو گئی کہ واقعی یہ زندہ شیر کا بال ہے تو اس نے بال کو اپنے دائیں جانب بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جہاں بال چشم زدن میں جل کر خاکستر ہو گیا۔

"ارے ارے" نوجوان عورت نے حسرت سے کہا "یہ..... یہ آپ نے کیا کر دیا۔ اسے میں نے بہت محنت سے حاصل کیا تھا" اس نے سادھو کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس کی عقل پر شبہ ہو۔ اس کی آنکھوں کے کناروں پر تیرتی نمی اس کے جذبات کا پتہ دے رہی تھی۔

"اچھا!" سادھو نے انداز بے نیازی سے کہا "بتاؤ تم نے یہ بال کیسے حاصل کیا؟"۔

"اگر سننا ہی چاہتے ہیں تو سنئیں" اس نے غصہ سے کہا

"میں ہر رات جان پر کھیل کر شیر کو خوراک دینے جاتی تھی۔ ہر رات میں اس سے چند قدم قریب ہو جاتی۔ چھ ماہ بعد وہ مجھ سے اتنا مانوس ہوا کہ میں اسے ہاتھ لگا سکتی تھی۔ آخر میں نے چھ ماہ کی نیند، گرم بستر اور اپنے آرام کو قربان کر کے شیر کا بال حاصل کیا مگر افسوس آپ نے اسے لمحوں میں خاکستر کر دیا۔ آہ! اب دوا کیسے تیار ہو گی؟"

"واقعی تم نے محنت تو بہت کی!" سادھو نے کہا

"مگر آپ نے میری محنت ضائع کر دی اور وہ بال آگ میں جھونک دیا" وہ تقریباً چیخ پڑی۔ اس کی آنکھ سے ایک آنسو پھسل کر گال پر آ گیا۔

"میں نہیں سمجھتا کہ میں نے غلط کیا!" سادھو بولا "میں نے بالکل صحیح کیا۔ اس بال کی کوئی ضرورت اور اہمیت نہیں تھی"۔

"تو پھر میری دوا؟" ین لوک حیرت سے بولی۔

"تمہاری دوا تو تیار ہو گئی۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ ایک آدمی زیادہ خونخوار ہے یا شیر؟" سادھو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ ین لوک اس کے سوال کا مطلب نہ جان سکی اس لئے خاموش رہی"۔ کیا تم شوہر کو اتنی توجہ کا مستحق سمجھتی ہو جتنا کہ وہ خونخوار درندہ؟ اگر تم اپنے بہترین رویے سے جنگل کے سب سے خون آشام درندہ کو اعتماد میں لے سکتی ہو تو وہ تمہارا شوہر ہے جو تم سے محبت کرتا ہے۔ اگر اس کے ذہنی رویے میں کوئی فرق آیا ہے تو تم اسے بآسانی رام کر سکتی ہو کیونکہ وہ انسان ہے درندہ نہیں۔ جاؤ تمہارا شوہر سے بہترین سلوک اور اچھا رویہ ہی تمہاری دوا ہے"۔

ہمارے معاشرے میں بھی ایسی کتنی ہی ین لوک موجود ہیں جو جعلی پیروں فقیروں کے پاس دم کئے ہوئے پانی اور تعویذوں کے لئے ماری ماری پھرتی ہیں۔ ان جھوٹے پیروں فقیروں کے حوالہ سے اکثر ناخوشگوار واقعات اور منظم وارداتوں کی اطلاعات اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ شوہر کی توجہ کے لئے سینکڑوں ہزاروں روپے تو خرچ کر دیتی ہیں اور در در کی ٹھوکریں کھاتی ہیں لیکن اپنے مجموعی رویے پر غور نہیں کرتیں۔ شوہر کی تھکن اور ذہنی مشقت کا لحاظ کئے بغیر اس کے اوپر اپنا غصہ اتارنے لگتی ہیں۔ تھکے ہوئے اعصاب والا شخص غصہ اور چڑچڑے پن کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر میدان جنگ بن جاتا ہے۔ امن پسند شوہر لڑائی جھگڑے سے بچنے کے لئے دفتر سے آنے کے بعد بھی زیادہ وقت دوستوں کے پاس گزارتے ہیں۔ گھر آتے ہوئے ان کے قدم لرزتے ہیں اور بیگم صاحبہ یہ خیال کرتی ہیں کہ سسرال والوں نے شوہر پر عمل کرا دیا ہے۔ اگر وہ بے چارا کچھ وقت اپنے ماں باپ کے پاس گزار لے تو یہ شک یقین میں بدل جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ساس نے اس پر تعویذ کروا دیا ہے۔ ہمارے خیال میں محبت کا جو نسخہ ماں کے پاس ہے اس سے بیوی بھی تو فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ یہ محبت کی وہ دوا ہے جو ہماری مذہبی اور معاشرتی روایات کا حصہ رہی ہے۔ اس دوا سے آپ بھی استفادہ کر سکتی ہیں۔

☆☆☆

بقیہ: "کوشش اور نتیجہ"

گئے دو سوالات میں سے بھی کئی نمبر کاٹے گا۔ آپ کی رائٹنگ اور اغلاط سے بھی کم نمبر ہوں گے۔ یوں نمبرز 40 سے بھی کم بنیں گے۔ آپ اپنی کوشش سے یہ کر سکتے ہیں کہ پانچوں سوال حل کریں۔ اب فیصلہ ممتحن کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ نمبر بھی آپ کی کوشش اور محنت کو دیکھ کر کرے۔ ہو سکتا ہے آپ کو پورے سو میں سے سو نمبر مل جائیں۔ لیکن یہ بات آپ کو ماننا پڑے گی کہ امتحان دینے کے بعد آپ کی کوشش ختم ہو گئی۔ اگلا مرحلہ ممتحن کا ہے۔ اب آپ یہ سوچ کر پریشان ہونے لگیں کہ پتہ نہیں میں فیل نہ ہو جاؤں یا میرے نمبرز کم نہ آئیں تو اس سے آپ کا ہی نقصان ہے کیونکہ آپ نے جو کیا اس کا پھل آپ کو مل کر رہے گا۔ ٹینشن یا ڈپریس ہونے سے آپ کا اپنا ہی نقصان ہے۔ جو بالکل بے معنی اور غیر حقیقت مندانہ فعل ہے۔

پاکستان میں خواتین کے مسائل

دنیائے اسلام کے کئی ممالک میں خواتین کے حوالہ سے ضابطے و قوانین وضع کئے گئے ہیں مگر ہمارے معاشرے کی عورت اب تک ایسے قوانین و ضوابط سے محروم ہے۔

منور شعور

گذشتہ دنوں وفاقی شرعی عدالت نے ایک مقدمہ کی کارروائی کے دوران مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961ء پر اپنا ایک فیصلہ سنایا جس میں نکاح کی رجسٹریشن نہ کرانے کی سزا دوگنا کر دی گئی۔ نکاح کی رجسٹریشن کے حوالہ سے فیصلے میں کہا گیا ہے کہ اسلامی معاشرے میں ضروری ہے کہ نکاح حکومتی ریکارڈ میں درج ہو۔ اس سے یہ فائدہ بھی ہو گا کہ بیوی اور بچوں کو ان کے حقوق سے محروم کرنا ممکن نہیں رہے گا۔

یہ عائلی قوانین سابق صدر ایوب خان کے دور حکومت میں منظور کئے گئے اور ان کو ایک حلقہ نے خواتین کے حقوق کے لئے پاکستان میں بننے والے سب سے زیادہ ترقی پسند قوانین قرار دیا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے سامنے وراثت، شادی کی رجسٹریشن ایک سے زیادہ شادیوں، طلاق اور شادی کے لئے کم سے کم عمر کا تعین جیسے مسائل پیش نظر تھے جن میں وراثت کی چند شقوں اور شادی کی رجسٹریشن کو خصوصی طور پر زیر بحث لایا گیا۔ فاضل عدالت کے مذکورہ فیصلے پر اظہار خیال سے پہلے ضروری ہے کہ ہم جائزہ لیں کہ ہمارے معاشرے کی عورت کو کن کن مسائل کا سامنا ہے۔

پاکستان کے قانون میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ شوہر بیوی اور بچوں کی کفالت کا ذمہ دار ہے لیکن اس کی وضاحت نہیں ملتی جبکہ دوسرے اسلامی ممالک مثلاً عراق، اردن، کویت، لبنان، اور مراکش کے قانون میں واضح طور پر کفالت کا معیار مقرر کیا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عملی طور پر اپنے اس حق کے حصول کے لئے عورت کو عدالت سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ عدالتی کارروائی جس قدر صبر آزما انداز میں ہوتی ہے اس سے اکثر خواتین عدالت میں دھکے کھانے اور وقت گنوانے کے بعد خاموش ہو کر بیٹھ جاتی ہیں۔ صرف کاغذی قوانین کافی نہیں ہوتی اس کے لئے عملی اقدامات بھی ضروری ہوتے ہیں۔ عدالت سے اپنا حق حاصل کرنے میں اکثر خواتین کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے یا ناکافی گزارہ الاؤنس ملتا ہے۔ اس کا خمیازہ بعض اوقات اسے طلاق کی صورت میں بھگتنا پڑتا ہے۔ مصر، عراق، کویت، اور لیبیا نے عبوری کفالت کی تجویز پیش کی ہے ان تجاویز پر ہمارے ملک میں بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ اس میں یہ بات بھی پیش نظر رکھی جائے کہ مرد کو انتقامی کارروائی کا موقع نہ ملے بلکہ معاملہ باہمی افہام و تفہیم سے حل ہو۔

ہمارے معاشرے میں ساس، نندوں، بہوؤں اور بھاوجوں کی لڑائیاں برسوں سے جاری ہیں۔ بڑی حیران کن اور دلچسپ بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں اور خلفائے راشدین کے ادوار سے ساس بہو کی لڑائی کا ایک واقعہ بھی تاریخ میں نہیں ملتا۔ اس کی کئی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ نماد لبن شادی کے بعد علیحدہ رہتے تھے۔ چونکہ اقتداری خواہش آڑے نہیں آتی تھی اس لئے ساس بہو کے جھگڑے بھی نہیں ہوتے تھے۔ ہمارے ہاں شادی ہوتے ہی ایک میدان جنگ بن جاتا ہے۔ ماں کو یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ لڑکا ان کے ہاتھ سے نہ نکل جائے جبکہ بیوی اپنے شوہر کو ساس کے تسلط سے نکالنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتی ہے۔ ایسے مسائل میں بعض لڑکیاں شوہر سے الگ گھر کا مطالبہ کرتی ہیں۔ یہ مطالبہ اس لڑکی کا اسلامی حق ہے مگر اکثر لوگ اسے غیر اسلامی اور غیر اخلاقی مطالبہ قرار دیتے ہیں۔ اس مطالبہ کے حق میں پہلی مثال حضور ﷺ

کی ہے۔ آپ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات کے علیحدہ حجرے تھے۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کے علیحدہ گھر کی مثالیں بھی ملتی ہیں اسی طرح دوسرے صحابہ کرامؓ کی خانگی زندگی کا مطالعہ خواتین کے اس حق کے تناظر میں کیا جائے تو وہاں بھی بات واضح ہو جاتی ہے۔ عراق، اردن، کویت، لبنان اور شام میں ایک قانون کے تحت شوہر کو بیوی کے لئے علیحدہ گھر لے کر دینا پڑتا ہے۔ عراق اور لبنان میں بیوی کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی سوکن کے ساتھ رہنے سے انکار کردے۔ وہ شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے سے بھی انکار کر سکتی ہے۔ اردن میں شوہر سے توقع کی جاتی ہے کہ بیوی کے لئے ایسا گھر فراہم کرے جس میں تمام ضروریاتِ زندگی فراہم کی گئی ہوں۔ مذکورہ بالا تمام ممالک کے قانون میں عورت کی کفالت میں خوراک، لباس، رہائش اور مناسب طبی دیکھ بھال شامل ہیں۔

خواتین کے بڑے بڑے مسائل میں سے ایک طلاق کا مسئلہ ہے۔ جس میں شوہر تو اتنا بااختیار ہے کہ سالن میں نمک کی کمی پر طلاق دے دیتا ہے لیکن کسی وجہ سے اگر عورت خلع لینا چاہے تو مہینوں برسوں عدالتوں کے چکر کاٹنے پڑتے ہیں۔ شادی کے وقت عورت کو طلاق کا حق حاصل ہے لیکن بہت کم گھرانوں کو اس کا علم ہوتا ہے اور اکثر اس شق پر لکیر پھیر دی جاتی ہے۔ عورت کو طلاق کا حق تفویض کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے بلکہ یہ لڑکی کا حق ہے جس سے خدانخواستہ آئندہ پیش آنے والی مشکلات سے بچا جا سکتا ہے۔

وفاقی شرعی عدالت نے نکاح کی رجسٹریشن نہ کرانے پر سزا کو دوگنا کر دیا ہے۔ اس اقدام پر اہلِ قلم حضرات نے اپنی رائے کا کھل کر اظہار نہیں کیا ہے جبکہ یہ معاملات معاشرتی زندگی سے براہِ راست تعلق رکھتے ہیں۔

جہاں تک شادی کی رجسٹریشن کا معاملہ ہے اس کی اہمیت سے کوئی ذی ہوش انکار نہیں کر سکتا۔ اس شق کی مخالفت ناقابلِ فہم ہے۔ خود وفاقی شرعی عدالت نے کہا ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ سارے معاہدے تحریری صورت میں محفوظ کئے جائیں۔ زبانی طور پر طے ہونے والے معاہدے میں بھول چوک کا خطرہ ہوتا ہے اور شادی سے زیادہ کون سے معاہدے میں احتیاط کی ضرورت ہوگی؟ قرآن مجید میں اہلِ ایمان کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے کہ جب کسی معاملہ میں دو فریق کوئی معاہدہ کریں تو تیسرا فریق اسے لکھ لے۔

اس عدالت میں ایک تجویز یہ بھی پیش کی گئی کہ شادی کی رجسٹریشن نہ کرانے پر کوئی سزا نہ دی جائے۔ ممکن ہے یہ بات ملک کے بعض حصوں میں رجسٹریشن کی ناکافی سہولیات یا ان کی فوری عدم دستیابی کی بناء پر کہی گئی ہو لیکن جہاں ایک جوڑا خریدنے کے لئے لوگ پورا بازار چھان مارتے ہوں، جیولری کے دکاندار سے قیمت اور وزن کے لئے بھرپور مغز ماری کی جائے، آنے دال کے بھاؤ میں دکاندار سے بھرپور مواخذہ کیا جائے، فرنیچر یا الیکٹرونکس کا سامان خریدنے میں لوگ کم از کم درجن بھر دکانوں میں چکر لگانے سے بھی دریغ نہ کریں وہاں کیا شادی کی رجسٹریشن کے لئے چند مشکلات سے نہیں گزرا جا سکتا۔ دراصل اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ شادی کی رجسٹریشن نہ کرانے کی سب سے بڑی وجہ شادی کو خفیہ رکھنا ہوتا ہے۔ چونکہ اس سے ہونے والی اولاد اور خصوصاً بیوی کی حق تلفی ہوتی ہے لہٰذا یہ بالکل غلط ہے۔

عدالت کا دوسرا حکم خفیہ شادیوں سے متعلق ہے کہ خفیہ شادی اسلام کے خلاف ہے۔ اس ضمن میں عدالت نے ایک جوڑے کے باہمی نکاح کے اقرار کو تسلیم نہیں کیا تھا اور ملزمان کو زنا کے الزام میں آٹھ سال کی قید سنائی تھی۔ ظاہر ہے یہ نہایت سخت موقف ہے۔ خفیہ شادی کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے، شادی کی رجسٹریشن پر زور دیا جا سکتا ہے مگر خفیہ شادی کو براہِ راست زنا قرار دینے سے بہت مسائل اور مشکلات جنم لے سکتی ہیں چنانچہ بعد میں عدالت نے

خفیہ شادی کو زنا قرار دینے کا فیصلہ واپس لے لیا اور ملزمان کے نکاح کو درست اور اولاد کو جائز قرار دیا۔ یہ فیصلہ روزنامہ جنگ 19 جنوری 2000ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ ضروری ہے کہ شادی کے اعلان کو حتماً نافذ کیا جائے لیکن خفیہ نکاح کو مطلقاً بدکاری سے تشبیہ دینا بظاہر درست معلوم نہیں ہوتا۔ اعلان نکاح کے حوالے سے قرآن مجید میں اشارہ ہے کہ نکاح اعلان کے ساتھ ہونا چاہئے۔

اس طور پر وہ (خواتین) منکوحہ بنائی جائیں کہ نہ تو بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں۔ (سورہ النساء)

اس طرح سے تم بیوی بناؤ کہ نہ تو تم بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو۔ (سورہ المائدہ)

ان دونوں آیات میں اول الذکر خواتین کے حوالے سے ہے جبکہ آخر الذکر مرد حضرات کے لئے۔ دونوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ بدکاری اور خفیہ آشنائی سے بچیں۔ دونوں آیات میں بدکاری اور خفیہ آشنائی الگ الگ بیان کئے گئے ہیں۔ بدکاری کا مفہوم تو آسانی سے ذہن میں آتا ہے لیکن خفیہ آشنائی سے کیا مراد ہے؟ ندوۃ المصنفین کے سابق رکن مولانا محمد ظفیر الدین کے بقول خفیہ آشنائی کی مخالفت کے بیان میں نکاح کے اعلان کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے۔

جامع ترمذی کے باب ماجاء فی اعلان النکاح میں دو احادیث اسی بات کی واضح دلیل ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "نکاح کا اعلان کرو اور نکاح مسجد میں کرو اور اس پر دف پیٹو"۔

"حلال اور حرام میں حدِ فاصل نکاح کی شہرت اور دف (یعنی اس کا اعلان) ہے"۔

دورِ نبوی میں اور خلفائے راشدین میں اسی طرح علی الاعلان نکاح کے واضح شواہد ملے ہیں۔ آج کل دعوت نامے جاری کئے جاتے ہیں۔ لڑکیاں شادیوں کے گیت ڈھولک کی تھاپ پر پیش کرتی ہیں۔ خاندان کے چھوٹوں بڑوں اور جان پہچان والوں کو شادی کی خبر ہو جاتی ہے۔

نکاح کے اعلان کی ایک اور صورت اسلام میں ولیمہ کی صورت میں موجود ہے۔ یہ بھی لوگوں کو ایک اطلاعی دعوت ہوتی ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے بھی یہ دعوت دی اور لوگوں کو ولیمہ پر مدعو کیا۔ حضرت زینب بنت جحشؓ سے جب آپ ﷺ کا عقد ہوا تو بکری ذبح کی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کی دعوتِ ولیمہ کی۔ حضرت صفیہؓ سے نکاح کے وقت ایک عمدہ قسم کی عربی کھیر پکوا کر ولیمہ میں شرکاء کو پیش کی گئی۔ سیرت کی کتب میں دیگر ازواج مطہرات سے نکاح کے بعد ولیمہ میں کسی نہ کسی طعام کا بیان ملتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے "مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا دعوتِ ولیمہ کرو گو ایک ہی بکری سے ہو"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "شادی میں جب کسی کو دعوتِ ولیمہ دی جائے تو اس کو قبول کرنا چاہئے"۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ خفیہ شادیوں سے بے شمار مسائل جنم لیتے ہیں۔ لڑکی عدم تحفظ کا شکار رہتی ہے۔ کئی بنیادی حقوق سے محروم رہتی ہے۔ ہونے والی اولاد بھی عدم تحفظ کے احساس کے ساتھ جنم لیتی ہے حالانکہ بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت کا پہلا اصول یہ ہے کہ انہیں والدین کا بھرپور پیار اور توجہ ملے...... خود اعتمادی کی فضا ملے مگر ہوتا یہ ہے کہ والدین ہی انجانے خوف میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہ صورتحال لڑکا لڑکی اور اگلی نسل سب کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ اگر مرد کی یہ دوسری شادی ہے تو متاثرین کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ الغرض وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ پر منفی اور مثبت رائے موصول ہو رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں آئندہ جو بھی لائحہ عمل طے کیا جائے ہمارا موقف یہ ہے کہ اس کے ساتھ ہمارے بزرگوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ لڑکے یا لڑکیاں خفیہ شادیاں کیوں کرتے ہیں؟ ہمارا اس میں کیا قصور ہے؟ ایک شخص پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کیوں کرتا ہے؟ یہ ایسے مسائل اور سوالات ہیں جن کا حل تلاش کرنا ہمارا اجتماعی اور انفرادی مسئلہ ہے۔

انتخاب

کوشش: معین رضوان

کیا سائنسی علم استنباطی ہے!

سائنسدان اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ زمین نارنگی کی طرح گول ہے۔ مگر کسی بھی ایک شخص نے اب تک زمین کی گولائی کو پوری شکل میں نہیں دیکھا۔ جو لوگ راکٹ پر سوار ہو کر خلاء میں گئے۔ انہوں نے بھی زمین کی صرف نصف گولائی کو دیکھا۔ زمین کی پوری گولائی کو بیک وقت وہ بھی نہ دیکھ سکے۔ اس کی وجہ انسانی عقل کی محدودیت ہے۔ انسان اپنے محدود ظاہری تشخص کی وجہ سے بیک وقت پورا علم حاصل نہیں کرپاتا۔ سائنس نے اب تک جتنی بھی تحقیق و تلاش کی اور جو بھی کچھ دریافت ہو سکا ہے اس پر مبنی علم کو استنباطی Deductionaly ہی کہا جاسکتا ہے، نہ کہ حقیقی معنوں میں مشاہداتی۔ جرمنی کا مشہور سائنس دان Warner Heesenberg، 1901ء میں پیدا ہوا اور 1976ء میں اُس کی وفات ہوئی۔ 1932ء میں اُس کو فزکس کا نوبل انعام ملا۔ اس نے Sub atomic phenomenon یا Sub atomic world کا مطالعہ کیا۔ اُس کی ریسرچ کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم یہ جان لیں کہ ایک الیکٹران کدھر جارہا ہے تو اُس وقت ہم یہ نہیں جان سکتے کہ وہ کہاں ہے، اور اگر ہم یہ ادراک کرلیں کہ وہ کہاں ہے تو ہم یہ نہیں جان سکتے کہ وہ کدھر جارہا ہے...... ورنر ہیسنبرگ کے الفاظ یہ ہیں:

If we know where an electron is going , we do not know where it is , and if we know where it is , we do not know where it is going.

قرآن مجید ہمیں ایک ایسے طرز ادراک سے متعارف کراتا ہے جو تمام قیاسات اور استنباط سے بلند اور اعلیٰ ہے۔ قرآن میں فرمانِ الٰہی ہے:

"اور کوئی نگاہ اس (اللہ) کا ادراک نہیں کرسکتی اور وہ خود ادراک بن جاتا ہے

اور وہ لطیف اور بصیر ہے"۔ (الانعام۔103)

روحانی ڈائجسٹ کے اعزازی معاون احمد جمال انتقال کرگئے

روحانی ڈائجسٹ کے **اعزازی معاون**، دیرینہ عظیمی ساتھی، مضمون نگار اور مترجم احمد جمال 25 دسمبر 1999ء بروز ہفتہ کو کراچی میں انتقال کرگئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

ان کے پسماندگان میں بیوہ سیدہ عابدہ صاحبہ کے علاوہ پانچ صاحبزادیاں (لبنیٰ جمال، ارم جمال، مینیٰ جمال، ندا جمال اور اسریٰ جمال) اور ایک صاحبزادے عامر جمال شامل ہیں۔

احمد جمال مرحوم ۱۹۲۸ء میں بھارت فرخ آباد نزد میرٹھ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ قیام پاکستان کے وقت ۱۹۴۷ء میں ہجرت کرکے پاکستان آگئے۔ ایک عرصہ تک اسٹیٹ بینک میں ملازم رہے۔ بانی پاکستان محمد علی جناح نے جب اسٹیٹ بینک کا باقاعدہ افتتاح کیا تو احمد جمال اسٹیٹ بینک میں ہی تعینات تھے۔ اس کے بعد PSO میں ملازمت اختیار کی اور یہیں سے ریٹائرمنٹ لی۔ عرصہ پانچ سال سے سانس کے عارضہ میں مبتلا تھے اور اسی عارضہ میں انتقال ہوا۔ مرحوم احمد جمال سلسلہ عظیمیہ کے دیرینہ رکن تھے۔ آپ کو سلسلہ عظیمیہ کے امام حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی قربت کے قابل رشک ایام بھی میسر آئے۔ نیز حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی روحانی مشن کی کوششوں میں ابتدائی دنوں سے ان کے معاون رہے۔ روحانی ڈائجسٹ کے لئے ان کی خدمات گرانقدر ہیں۔ گذشتہ بائیس سال میں وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ اس موقر جریدہ کے لئے مفید مشوروں اور پرمغز مضامین کے ذریعے معاونت کرتے رہے۔ آپ عملی زندگی میں بہت صابر، شاکر اور متوکل ثابت ہوئے تھے۔ دوسروں کی تکلیف پر بے چین ہو جاتے اور دوسروں کی تکلیف آپ کی طبیعت میں تکدر پیدا کردیتی۔ بہت باحوصلہ اور پریقین ہستی تھے اس کے ساتھ ہی نہایت اصول پسند اور حقیقت بیان بھی تھے جسے ہر شخص جلد ہی محسوس کرلیتا تھا۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ اپنے محسن کے انتقال پر انتہائی غم و افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم احمد جمال کے اہل خاندان اور ان کے وابستگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور احمد جمال کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

قارئین کرام سے بھی دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

سیدہ عابدہ صاحبہ (زوجہ احمد جمال مرحوم)

احمد جمال بہت ہمدرد اور غمگسار شخصیت تھے۔ بعض اوقات دوسروں کی تکالیف خود پر بہت زیادہ طاری کرلیتے۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ دنیاوی معاملات کے حل کے لئے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کو زحمت دینے سے گریز کرتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں نے ان سے کہا کہ عظیمی صاحب سے ساری دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے آپ اپنی پریشانیوں کے لئے ان سے رجوع کیوں نہیں کرتے تو کہتے "میں پیر و مرشد کے پاس دنیا کے لئے نہیں جاتا۔ مجھے ان سے جس چیز کی ضرورت ہے وہ مجھے ملتی رہتی

ہے اگر آپ چاہیں تو شوق سے اپنا مسئلہ عظیمی صاحب کے سامنے پیش کر دیں مگر میں ایسا نہیں کروں گا"۔ ان کا ذوق مطالعہ بہت وسیع تھا۔ فارغ اوقات میں صرف مطالعہ ہی کیا کرتے تھے۔ تکلیف کے بارے میں دوسروں کو نہیں بتاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان کا آخری وقت تھا تو میں ہی ان کے پاس تھی مگر مجھے یہ احساس تک نہ ہو سکا کہ ان کی طبیعت اس قدر خراب ہے۔ انتہائی سکون اور اطمینان سے جان جانِ آفرین کے سپرد کی جیسے وہ اس کے لئے ذہنی اور روحانی طور پر تیار تھے۔

سعیدہ خاتون (نگراں مراقبہ ہال گریڈ نمن)

جمال صاحب کی وفات کی خبر سن کر ہمارے ذہن کو بڑا دھچکا لگا ہے۔ ایسے مخلص اور پر عزم لوگ کسی بھی مشن میں نہایت اہم ہوتے ہیں۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی مشن کے فروغ میں الشیخ عظیمی کی سرکردگی میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی بساط سے بڑھ کر خدمات انجام دیں۔

میاں مشتاق احمد (نگراں مراقبہ ہال لاہور)

کراچی آنے پر اکثر احمد جمال صاحب سے بھی ملاقات رہتی تھی۔ وہ سلسلہ عظیمیہ کے سرگرم رکن تھے۔ خصوصاً بیماری سے پہلے وہ سلسلہ کے انتظامی امور میں بڑے سرگرم رہتے تھے۔ بہت سے کاموں کی ذمہ داریاں انہوں نے سنبھالی ہوئی تھیں اور انہیں بڑی خوش اسلوبی سے پورا کر رہے تھے۔

حامد علی (نگران شعبہ عظیمیہ روحانی لائبریریز)

مرحوم احمد جمال ہمارے بہت سینئر روحانی بھائی تھے۔ ان کی زندگی اصول پسندی کی ایک دستاویز تھی۔ انہوں نے اصولوں پر کبھی سودا نہیں کیا ہمیشہ بے غرض، سچی اور کھری بات کی۔ میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ ایسے سچے اور بے غرض دوست قسمت والوں کو ہی ملتے ہیں اور میں اس بات پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ مجھے ان سے بہت کچھ سیکھنے کے مواقع میسر آئے۔

کامران باسط (آفس سیکریٹری مرکزی مراقبہ ہال)

دنیا میں جینے اور مرنے کا سلسلہ ازل سے جاری ہے اور ابد تک رہے گا۔ جمال انکل اس عالم اسفل سے عالم بالا میں منتقل ہو گئے مگر ان کی یادیں ہمارے ساتھ ہیں جن کو کبھی بھلایا نہیں جا سکے گا۔ میری یادوں میں ان کے بہت سے ماہرانہ مشورے اور تجاویز شامل ہیں جن پر عمل کر کے میں نے انتظامی امور کو بہتر انداز میں انجام دینا سیکھا۔

ڈاکٹر شگفتہ فیروز (نگراں مراقبہ ہال برائے خواتین لاہور)

دل کو یقین نہیں آرہا کہ ہمارے بھائی، ہمدرد و غمگسار روحانی دوست اور نہایت واجب الاحترام سینئر ساتھی احمد جمال اب اس دنیا میں نہیں رہے۔

قاضی مقصود احمد (نگراں مراقبہ ہال راولپنڈی)

خلوص، محبت، ہمدردی، جستجو اور اصول پسندی کو ایک جگہ یکجا کر دیا جائے تو جو کردار سامنے آئے گا وہ یقیناً احمد جمال صاحب ہوں گے۔

احتشام الحق

احمد جمال مرحوم کے انتقال کا سن کر دل بہت غمگین ہے۔ اس عالم فانی سے انہوں نے اس طرح رخت سفر باندھ لیا کہ خبر ہی نہ ہوئی۔ وہ بہت زیادہ بیمار تو نہ تھے۔ ہمیں یقین ہی نہیں ہو رہا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔

مرزا حسن علی

احمد جمال مرحوم میں وہ خلوص و شفقت نمایاں تھی جو راہِ سلوک کے مسافروں کا خاصہ ہے۔ نہایت وضع دار شخصیت تھے۔ سخت بیماری میں بھی مجھ سے ہمیشہ کی طرح بھرپور خلوص اور شفقت سے ملے۔

طارق محمود معہ اہل و عیال اور اراکین مراقبہ ہال بریڈ فورڈ

ہمیں یہ افسوسناک خبر سننے کو ملی کہ ہمارے نہایت واجب الاحترام احمد جمال صاحب ہم سے دور عالم بقا میں چلے گئے ہیں۔ اللہ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ ہم ان کے خاندان اور وابستگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

اور اب اہرام مصر

اینٹورپ سے روانگی کے بعد جو موضوع سب سے زیادہ اہمیت کا حامل رہا وہ ان وجوہات کی تلاش تھی جن کی وجہ سے خرگوش کے شکار جیسا اہم پروجیکٹ ناکامی سے دوچار ہوا یا پھر دفی زبانوں سے ہلکی ہونے والی جیبوں کا ذکر تھا مگر آخر کار پہلے سے اسکندریہ آئے ہوئے حضرات کے ماہرانہ اور بے لاگ تبصرے ان تمام موضوعات پر حاوی آگئے۔ سفر کے دوران لامحالہ سارا عملہ جہاز پر ہی موجود ہوتا ہے اور کھانے کے اوقات، خاص طور پر شام کو ڈیوٹی پر موجود تین چار افراد کے علاوہ سب ہی لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی طرح کے ہلکے پھلکے ہنسی مذاق میں وقت گزرتا ہے۔ فلم بین حضرات کوئی فلم لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور باقی گپ شپ میں وقت گزارتے ہیں ڈیوٹیز اور ان کے اوقات کار پر انتہائی سختی اور جانفشانی سے عمل کیا جاتا ہے پچھلے Port پورٹ پر استعمال کی گئی مشینری اور بجلی پیدا کرنے والے جنریٹرز کی مینٹیننس روزمرہ کے معمولات کے علاوہ ہوتی ہے یہ سب کچھ خاصا محنت طلب ہوتا ہے اور بعض مرتبہ تو کھانے پینے کے اوقات تک بھولے ہوئے ہوتے ہیں تفصیل جاننے میں آپ کو بوریت ہوگی لہٰذا جانے دیجیے پردہ پڑا رہنے دیں اور یہی سمجھتے رہیں کہ واہ جہاز والوں کے کیا مزے ہیں زوردار تنخواہیں لیتے ہیں اور مفت میں نگر نگر کی سیر کرتے پھرتے ہیں۔

بہر حال سفر تمام ہوا اور ہم اسکندریہ میں لنگر انداز ہوئے سکندر اعظم سے منسوب یہ بندرگاہ دنیا کی قدیم ترین بندرگاہوں میں سے ایک ہے۔ قلوپطرہ کی قلم رو اور اس کے رنگین افسانے آج بھی اسکندریہ کے تذکرے کے بغیر نامکمل ہیں مصر کا یہ شہر دیکھتے ہی بالکل اپنا اپنا سا لگتا ہے خاص طور پر جب آپ امریکہ یا یورپ سے آرہے ہوں مشرقی انداز کا یہ شہر ہماری طرز کی معاشرتی اقدار اور ملتی جلتی عادات و اطوار والے لوگ، مسجدیں اور ان سے بلند ہوتی اذان کی آوازیں اور ایک خاص بات یہ کہ روزانہ کہیں نہ کہیں صاف ستھرے اور خوبصورت شامیانوں میں منعقد ہونے والی محافلِ قرأت۔ بازاروں میں قیمتوں پر وہی ہمارے ہاں کی طرح کا بحث و مباحثہ، خوانچہ فروشوں سے بند کباب اور طرح طرح کے مشروبات سے لطف اندوز ہونے کے مواقع...... سب کچھ اپنے جیسا ہی تو ہے اور مزید سہولت یہ کہ اگر آپ اردو اور عربی کی کچھ کھچڑی پکانے کی لیاقت رکھتے ہوں تو اپنا مفہوم سمجھانے میں کسی خاص دشواری کے پیش آنے کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں۔ الیکٹرک ٹرام میں بیٹھ کر شہر کا نظارہ کریں اور ساتھ ہی وہ وقت بھی یاد کریں کہ ہمارے شہر کراچی میں بھی کبھی ٹرام چلا کرتی تھی اگرچہ اب "مہربانوں" نے نمونہ کے لئے بھی نہ رہنے دی اور اب تو لوکل ٹرین کو بھی "چلتا" کر دیا ہے۔ سیاحوں کو لے کر آنے والے مسافر بردار جہاز جو کراچی کی ٹرام کی طرح

ہمارے سمندر سے ناپید ہو گئے ہیں یہاں آپ کو روز آتے جاتے نظر آئیں گے انتہائی تیز رفتار اور کسی فائیو اسٹار ہوٹل سے بھی زیادہ پُر آسائش یہ بجری عشرت کدہ سیاحوں کو بڑے پُرکشش پیکج دیتے ہیں اس دوران یہ یہاں دو سے تین روز قیام کرتے ہیں۔

سیاحوں کے لئے پہلے ہی سے آرام دہ بسوں اور ویگنوں کا انتظام ہوتا ہے۔ جو انھیں قاہرہ لے جاتی ہیں۔ قاہرہ یہاں سے ایک کشادہ ہائی وے کے ذریعے جڑا ہوا ہے ۔ہم نے بھی ایک ویگن والے سے معاملات طے کئے اور 25 ڈالر فی کس کے حساب سے جس میں دوپہر کا لنچ Lunch اور دیگر اخراجات شامل تھے اگلے روز علی الصبح ہم بارہ افراد قاہرہ عازم سفر ہوئے جہاں یہ اہرام واقع ہیں۔ ہائی وے کے دونوں اطراف ہرے بھرے کھیتوں کے قطعات گاؤں اور قصبے دیکھتے دیکھتے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ یہاں تک کے سورج کی کرنوں سے اٹھکیلیاں کرتی نیل کی موجوں نے سفر کے تمام ہونے کی نوید سنائی۔ صدیوں پرانی تہذیبوں کا امین دریائے نیل جس کے دہن میں ہزاروں داستانیں مچل رہی ہیں۔ بنی اسرائیل کی آمد ان کا عروج و زوال فراعنہ کی خدائی کے دعوے پھر کفر کی وادیوں میں وہ تاریک سال جب برس کے برس مصر کی ایک یکتائے حسن دوشیزہ دلہن بنا کر نیل کو رواں رکھنے کے لئے اس کی بھینٹ چڑھا دی جاتی نجانے یہ سلسلہ کب سے چل رہا تھا اور کب تک چلتا رہتا یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا حکم آپہنچا کہ ”اے نیل اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو رواں رہ اور اگر ایسا نہیں تو ہم کو تیری حاجت نہیں بے شک خشک ہو جا“ اور وہ دن ہے اور آج کا دن نیل پر فاروق اعظمؓ کا حکم جاری ہے اور اس کا نیلگوں پانی پیاسوں کی پیاس بجھاتا سوکھے کھیتوں کو سیراب کرتا مورخوں کو اپنی جلترنگ میں انوکھی داستانیں سناتا بہے چلا جا رہا ہے۔

نیل کی چوڑائی پر بنا ہوا پل پار کرتے ہی قاہرہ کی شاندار عمارتوں کا سلسلہ دور دور تک دیکھنے کو ملتا ہے مگر ہمارے ڈرائیور صاحب گاڑی کو تیز رفتاری سے بھگاتے لے گئے اور جا کر میوزیم ہی پر دم لیا اور ساتھ ہی اعلان بھی کیا کہ میوزیم کا ٹکٹ پیکج میں شامل نہیں ہے۔ یہ پہلا انحراف تھا جو اُن سے سرزد ہوا۔ میوزیم کے لان میں فراعنہ مصر کے جہازی سائز کے سنگی مجسمے رکھے ہیں فوٹو گرافی کا شوق یہاں ہی پورا کرنا پڑا۔ کیونکہ میوزیم کے اندر فوٹو گرافی کی اجازت نہیں ہے اور کیمرے داخلی دروازے سے ملحق ایک کمرے میں جمع کرانے ہوتے ہیں۔ واقعی یہ عجائب گھر قدیم مصر کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہے اگر کوئی تاریخ سے ذرا بھی واقف ہو تو ایسا محسوس ہوگا کہ آنکھوں کے آگے فلم چل رہی ہو، لہسن کے جوے سے لے کر فراعنہ کے موت کے دیوتا تک کیا ہے جو یہاں نہیں ہے تاریخ کا شاندار خزانہ چھت کے نیچے جمع کیا گیا ہے۔ مگر جائے حیرت یہ ہے کہ نجانے کتنے ہی فرعون گذرے اور ایسے ایسے دور اندیش کہ انتہائی ذہانت اور مہارت سے اپنے لئے مقبرے بنواتے وہ بھی اس بندوبست سے کہ حیات بعد الممات کے لئے مال و اسباب نوکر و چاکر سمیت سب کچھ محفوظ رہے اور کسی قسم کی ”تنگی“ نہ ہو۔ اب یہ لوگ جو سائنس پر اس درجہ کی دسترس رکھتے تھے کہ ان کی اہرام بنانے کی ہی ٹیکنک آج کے انتہائی ذہین اور ترقی یافتہ لوگوں کی عقل سے باہر ہے وہاں یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ تالا ایجاد ہونے سے پہلے ہی اس کا توڑ دریافت کر لیا گیا تھا۔ کیونکہ فراعین کے تمام تر سائنسی اور جادوئی حربوں کے استعمال کے باوجود وہ چوروں کو شکست دینے میں ایسے ہی ناکام رہے جیسے ورلڈ کپ فائنل میں ہماری کرکٹ ٹیم۔ اتنے مقبروں میں صرف ایک بادشاہ طوطنخ آمن...... وہ فرعون بے چارہ جو خود بھی ان کھلے مرجھا گیا غالباً چوبیس سال کی عمر میں۔ اس کا مقبرہ وہ واحد مقبرہ ہے جو چوروں کی دستبرد سے محفوظ رہا۔ چوروں کی شاندار کارکردگی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا بچ رہنا بھی اس امر سے کچھ کم حیرت انگیز نہیں سمجھا جا سکتا جتنا کہ خود ان مقبروں کی تعمیر۔ میوزیم کے ایک بہت بڑے

حصہ میں اس مقبرے سے نکلے ہوئے سامان کو جدید طرز کے بنے ہوئے شوکیسوں میں رکھا گیا ہے۔ جن کو ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہیں ہے اور ان میں جگہ جگہ توازن ناپنے کے آلات لگے ہوئے ہیں۔ سونے سے بنے تابوت جن کا ڈھکنا اس طرح ڈھالا گیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے فرعون اپنے پورے لباس شاہی میں ملبوس لیٹا ہوا ہے۔ آپ نے اکثر فرعون کی تصاویر رسائل میں دیکھی ہوں گی۔ یہ زیادہ تر طوطنخ آمن کی ہی ہوتی ہیں۔ وہ تاج جو آپ تصاویر میں دیکھتے رہتے ہیں...... فرعون کی وہ سونے کی بنی ہوئی علامتی داڑھی تھی جو اس کی ٹھوڑی کے نیچے لگائی جاتی ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں پہنے جانے والے انگشتانے سونے سے بنی زرہ، بازو پر چڑھانے والا کنگن جس پر ایک پھن کاڑھا ہوا کوبرا بنا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ طرح طرح کے طلائی زیورات اتنے کے جن کا یاد رکھنا بھی دشوار ہے مگر حیرت اس بات پر یہ ہے اتنا سونا چڑھا لینے کے بعد چلنا تو درکنار بے چارا فرعون بولتا کیسے ہوگا۔ ایک جگہ ایک چھپر کٹ رکھا ہے جو موصوف کے استعمال میں رہتا ہوگا اس کی پٹیاں اس طرح بنائی گئی ہیں کہ پائنتی کی جانب شیر کا سر تراشا گیا ہے اور سرہانے کی جانب دم اب ایک ایسا ڈھائی فٹ اونچا شیر وجود میں آگیا جس کی کمر کی لمبائی چھ ساڑھے چھ فٹ ہوگی پلنگ کے پائے شیر کی ٹانگوں اور پنجوں کی شکل میں تراشے گئے ہیں۔ درمیان میں نیواڑ کی جگہ بانس کی پٹیاں کاٹ کر جال بنایا گیا ہے یہ پلنگ اس زمانے کے کاریگروں کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے اسی طرح کی ایک آرام کرسی بھی وہاں سجی ہوئی ہے۔ ایک الماری میں لہسن کے جوئے اور دال کے دانے بھی رکھے ہوئے ہیں جو اب پتھر ہو گئے ہیں اور آب نوسی رنگ اختیار کر گئے ہیں۔ ایک جانب ان کے موت کے دیوتا صاحب بھی براجمان ہیں جن کی شکل و شباہت بالکل کسی تازی (عربی) کتے کی سی ہے۔ طوطنخ آمن غالباً اپنے دور میں بہت مقبول تھا کیونکہ قدیم مصریوں کا عقیدہ تھا کہ جب وہ دوبارہ جنم لے گا تو فرعونوں کا اس قدر عروج ہوگا کہ ساری دنیا ان کے زیر نگیں آجائے گی بہر حال آج تو وہ خود بھی اور اس کا سارا مال و اسباب بھی دنیائے آب و گل کی بے ثباتی کا مظہر بنا خلقِ خدا کے لئے ایک تماشا ہے۔ اس میوزیم کے ایک ہال میں وہ ساری ممیاں جو شاہوں کی وادی (فرعونوں کا قبرستان) اور اہراموں سے نکلی ہیں رکھی ہوئی ہیں۔ صدر سادات کے دور میں ان کی نمائش پر پابندی لگا دی گئی تھی اور وہاں کے نگرانوں کے بقول یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ان ممیوں کو دوبارہ ان کے مقبروں میں پہنچا دیا جائے گا ہم موجودہ صدر حسنی مبارک کے ابتدائی دور میں وارد ہوئے تھے اور اس وقت تک صدر سادات کی شکل والی بڑی بڑی ہورڈنگز کئی جگہ نظر آئیں۔ بہر حال اب یہ معلوم نہیں کہ ان کے دور کے اس فیصلہ پر عمل ہوا یا نہیں۔ البتہ اس ہال میں ایک تابوت کسی شہزادی کا ضرور کھول کر رکھا گیا تھا جس میں وہ بے چاری پٹیوں میں لپٹی نظر آتی تھی۔

ایک جانب الماریاں لگا کر ہال کو بند کر دیا گیا تھا اور وہاں محافظوں کی ایک فوج موجود تھی دریافت حال سے معلوم ہوا کہ یہاں رعمیس کی ممی نکال کر رکھی گئی ہے وہ فرعون جس کے محل اور نگرانی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی تھی۔ اس کو علاج کے لئے لندن لے جانے کی تیاری تھی کیونکہ اس کا ایک کان جھڑ رہا ہے دن کا تقریباً ڈیڑھ بج رہا تھا ڈاکٹرز اور ٹیکنیشن جو اس کے علاج پر مامور تھے لنچ کے لئے گئے ہوئے تھے محافظوں کے انچارج نے ہمارے ایک ساتھی کے ساتھ کچھ مذاکرات کئے۔ کچھ اسلامی اخوت کے ناطے اور کچھ مہربانی کے بعد ہم دو افراد کو اس کے دیدار کی اجازت دی وہ بھی اس طرح کے ہم کو اپنے ساتھ تقریباً گھٹنوں کے بل چلاتے ہوئے لے گئے تاکہ کسی کی نظر نہ پڑے اس کے تابوت پر شیشے کا کور ڈھکا ہوا تھا صرف منہ ہی کھلا ہوا تھا داہنے کان کی لو تقریباً آدھی جھڑ چکی تھی ایک نظر میں ایسا لگتا ہے کہ جیسے کسی ماہر فن بڑھئی نے اپنے فن کا جادو جگایا ہو بڑی دیر تک یہ مغالطہ رہا مگر عقل حیران تھی کہ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی

انسان صناعی کے اس درجہ پر پہنچ جائے ..... ادھ کھلے ہونٹوں سے جھانکتی دانتوں کی قطار داڑھی مونچھوں سے بے نیاز چہرہ درمیانہ جسم نہ دبلانہ بھاری مگر چہرے پر بے بسی کا تاثر ثبت ہو کر رہ گیا ہے۔ رعمسیس دوئم Rameses' II ساٹھ سال سے زیادہ حکمرانی کرنے والا وہ فرعون جو فراعنہ کے مختلف خاندانوں کے فرعونوں میں سب سے زیادہ نمایاں تھا جس کی زوجیت میں ایک انتہائی پاکباز خاتون بی بی آسیہ تھیں جس کے محل میں ایک ایسے بچے کی قلقاریاں گونجی تھیں جو اللہ کے اولوالعزم نبیوں میں سے ایک ہے اور جسے کلیم اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اب وہ رعمسیس دوئم کیا ہے شیشے کے تابوت میں بند ایک ایسی لاش جس سے پانی کشید کرلیا گیا ہو۔

رعمسیس صاحب کے کروفر کا اندازہ اسی میوزیم میں رکھے ان کے مجسمے سے بخوبی ہو جاتا ہے جس میں وہ اپنے پورے شاہی لباس میں ملبوس براجمان ہیں۔ اس مجسمے کے ساتھ ہی تاریخ میں سب سے زیادہ پہچانے جانے والے فرعون یعنی رعمسیس دوم کے بیٹے میران پتاح Me-renptah کا مجسمہ ہے یہ وہ فرعون ہے جو حضرت موسیٰ کے مدمقابل ہوا اور اپنا سارا لشکر طوفانی لہروں کے حوالے کر بیٹھا اس کی ممی بھی یہیں فروکش ہے۔ میران پتاح کے مجسمے کو دیکھ کر ایسا لگا کہ جیسے آنکھوں کے سامنے ایک فلم چل رہی ہو۔ خدائی کے دعوے ..... حضرت موسیٰ کے ساتھ اس کی آویزش ..... سب کچھ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہو پھر جب یہ سکوت ٹوٹا تو بس اللہ کے وعدہ کی سچائی "کہ ہم تجھے دنیا کے لئے عبرت بنا دیں گے"۔ ان باجبروت لوگوں کی اپنے مال و اسباب کے درمیان لافانی بننے کے خبط میں یہ حنوط شدہ لاشیں جائے عبرت نہیں تو اور کیا ہیں کیا سوچا تھا اور کیا ہو رہا ہے ارے مٹی کا ڈھیر ہو گئے ہوتے تو یہ تماشا تو نہ ہوتا۔

چلیں چھوڑیں یہ باتیں اس ضمن میں آپ کو اردو کا ایک کلاسیکل سفر سناتے ہیں شاعر کا نام تو معلوم نہیں مگر شعر ہے بڑا مزیدار اور حسب حال بھی۔

پس مردن بنائے جائیں گے ساغر میری گل کے
لب جاں بخش کے بوسے ملیں گے خاک میں مل کے

اب یہ شعر بذات خود خاصا Self Explainatry قسم کا ہے اور تشریح کی کوشش خاصی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے بہر حال یہ شعر ہماری جانب سے فراعنہ کی نذر ہے کہ یوں اپنے جسد خاکی حنوط نہ کراتے تو شاید یہ مشت خاک بقول شاعر کے کسی ایسے حسین معرکے میں کام آجاتی۔

ان ہالوں میں طرح طرح کے چھوٹے بڑے مجسمے آویزاں ہیں کوئی کسی بادشاہ اور کوئی کسی ملکہ کا مگر انہی راہداریوں میں ایک راہداری ایسی ہے جہاں لائن سے فرعونوں اور ان کے ہم قوم قبطیوں کے دیوتاؤں کے مجسمے رکھے ہوئے ہیں جن کے ذمے انہوں نے طرح طرح کے کام لگا رکھے تھے کوئی حیات کا اور کوئی موت کا ذمہ دار تھا مگر ایک دلچسپ بات مشاہدے میں یہ آئی کہ کوئی بھی مجسمہ ہو آپ کو اس کی ناک سلامت نہیں ملے گی اب چاہے وہ ہمارے "موئن جودڑو" کے چند Chief priest (بڑے پروہت) ہوں یا فرعونوں کے حیات عطا کرنے والے دیوتا اب اس اتفاق کو آپ جو چاہیں سمجھ لیں۔

میوزیم سے فارغ ہونے کے بعد ہمارے ڈرائیور یا گائیڈ جو جی میں آئے سمجھ لیں کہ ہر مرض کی دوا وہی تھے ہم کو لنچ کرانے لے گئے۔ یہ شہر کا قدیم علاقہ تھا پرانے طرز کے بازار چھوٹی چھوٹی دکانیں لمبے لمبے جبے پہنے ہوئے بڑے اور چھوٹے فٹ پاتھ پر بیٹھے شطرنج کھیلتے اور اخبار پڑھتے ہوئے لوگ ایک دو جگہ انہی تنگ گلیوں میں بچے فٹبال کھیلتے بھی نظر آئے جس ہوٹل میں ہم کو لنچ نصیب ہوا وہ اسی بازار کے ایک کونے میں واقع تھا اگرچہ وعدہ کسی تھری اسٹار ہوٹل کا تھا مگر اس بغدادی طرز کے ہوٹل کو کسی بھی قسم کے اسٹار کا سزاوار قرار دینا انتہائی ظالمانہ کارروائی ہوتی انتہائی کشادہ ہال اس لئے کہ وہاں ہمارے علاوہ کوئی بھی نہ تھا

اور شاید یہی وجہ سروس کے اعلیٰ معیار کی بھی تھی یعنی ہر فرد کے لئے ایک بیرا Menu مینو کی زحمت بھی نہ اٹھانی پڑی۔ مشقی کباب کی دو عدد سلائیاں جن میں تہہ در تہہ پیاز میں گوشت کے چار منی سائز ٹکڑے چھپے ہوئے تھے موٹے ابلے ہوئے چاول کی ایک پلیٹ اور سلاد کے نام پر کٹا ہوا پالک کہ جتنا آرزن چاہیں نوش جاں فرمایئے اور اتنے کچھ کے بعد فروٹ بھی ..... تربوز کی انتہائی سلیقہ سے کٹی اور تجی پوری "دو پھانکیں"۔ ٹپ کی ادائیگی تو ہر شریف آدمی کی ذمہ داری ہوتی ہے اس فرض کی ادائیگی یہاں کرسی پر بیٹھنے سے لے کر ہاتھ دھونے تک مرحلہ وار ہوتی رہی۔ اب کیا یہ ناانصافی نہ ہوتی کہ جو گاڑی کا دروازہ کھولے مسکرا مسکرا کر آپ کو جان چھوٹنے کی اطلاع دے رہا ہو اسے محروم چھوڑ دیا جائے؟ ٹپ کے سارے مراحل کو اگر جمع کر لیا جائے تو یہ رقم کھانے کے بل سے دگنی سے کم تو کسی صورت نہ بنتی۔

اب ہمارا رخ اہرام کی جانب تھا یہ شہر کی آبادی سے قریب ہی واقع ہیں غالباً بیس کلو میٹر، بلند و بالا مخروطی شکل کے مگر سب سے پہلے ملاقات خوفو (ابوالہول) سے ہوئی جو شیر کے حلیئے کا بنایا گیا ہے اب کیا کہئے کہ "خوفو" غریب کی ناک بھی زمانے کے دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکی۔ غالباً فرعونوں کو شیر اور کوبرا ناگ سے بہت دلچسپی تھی کیونکہ یہ دونوں ہی ان کے آثار میں جابجا نظر آتے ہیں کچھ فاصلے پر اہرام واقع ہیں ان میں بڑے اہرام پر جا کر اترے تو وہاں اونٹوں کی تکیل تھامے ساربانوں اور گائیڈ حضرات نے بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا پہلے استفسار کیا انڈین یا پاکستان؟ پاکستانی کا معلوم ہونے کے بعد Me Muslim you Muslim اور Pak egypt brother کی خبر دی پھر بھی کچھ پذیرائی نہ پائی تو بر ادرانہ محبت پر چار حرف بھیج کر دوسرے سیاحوں کی جانب متوجہ ہو گئے۔

گورے سیاحوں میں نجانے کیوں اونٹ اور اہرام میں ایک جیسی دلچسپی پائی جاتی ہے ہمارے ساتھ سیاحوں کا جو گروپ وارد ہوا تھا انہوں نے پہلے اونٹ کی سواری کی پھر اہرام دیکھا اور واپسی میں پھر اونٹ کے ساتھ الفت و یگانگت کا مظاہرہ کیا شاید اونٹ پر بیٹھ کر اہرام کی بلندی میں کچھ فرق پڑ جاتا ہو ..... افسوس کہ آزمائش نہ کی ورنہ یہ عقدہ کھل سکتا تھا۔ حقیقتاً اہرام فن تعمیر کا ایسا نمونہ ہے جس کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے ایک عام کمرے کی دیوار کے سائز کے پتھر کس طرح سے اٹھا کر اتنی بلندی تک رکھتے چلے گئے اور پھر ہر طرف سے ان کی سطح اتنی ہموار کی گئی کہ جیسے پتھر نہیں موم تراشا گیا ہو اور اس عمدگی سے ایک دوسرے پر جمائے گئے کہ آج ہزاروں سال گذرنے کے بعد بھی دو پتھروں کے درمیان کاغذ تک نہیں داخل کیا جاسکتا کہتے ہیں کہ پہلے ان در و دیوار پر پلاستر بھی کیا گیا تھا جو زمانے کے ہاتھوں محفوظ نہ رہ سکا، کچھ اوپر چڑھنے کے بعد ایک کھوہ نما راستہ ہے جہاں ایک محافظ کھڑا رہتا ہے ٹکٹ دکھا کر اہرام میں داخل ہو جاتے ہیں فرعون کا مقبرہ اہرام میں اس انتہائی بلندی پر واقع ہے جہاں پر ایک مکمل مستطیل نما کمرہ یا ہال کہہ لیں بنایا جاسکتا تھا اہرام میں داخل ہو کر اس ہال تک پہنچنے کے لئے ایک ٹھیک ٹھاک دشوار مرحلے سے گذرنا پڑتا ہے کیونکہ راستہ تنگ ہے اور وہاں آپ کی سہولت کے لئے زینہ نہیں بنایا جاسکتا لکڑی کے تختے ہیں اور سہارے کے لئے ان پر رسی بندھی ہے بطور ریلنگ اور یہ بہت زیادہ ڈھلوان لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ زائد بلندی اور راستہ کی کم چوڑائی ہی ہو سکتی ہے اوپر سے اہرام میں تازہ ہوا کی کمی پھیپھڑوں کی اچھی بھلی ورزش ہے اس راستہ کا اختتام اسی مستطیل نما کمرہ میں ہوتا ہے اس کمرہ کی دیواریں چھت اور فرش سب سنگی ہے اور ایسے ہموار کہ داد دینے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جسے بے چارے فرعون کی آخری آرام گاہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا مگر وائے ری قسمت اتنے صرفے اور احتیاطوں کے باوجود خزانہ و مال و اسباب چوروں نے نہ چھوڑا اور بذات خود بھی بے دخل ہو کر میوزیم میں پہنچا دیئے گئے اب تو بس ایک

جانب وہ پتھر والا سے بنی ان کی اب تنہا قبر ہی رہ گئی ہے جس میں ایک زمانے تک ان کا تابوت رکھا تھا اور اب اس کے ہاتھ ان کی ایک گوری میم جو ان کی معتقد محسوس ہو رہی تھی آلتی پالتی مارے مراقبہ میں بیٹھی غالباً ان کی روح پر فتوح سے فیوض کے حصول کیلئے کوشاں تھیں ہم نے خاصا انتظار دیکھا کہ وہ اس مشغلہ سے فارغ ہوں تو اس روحانی مشقت کے بارے میں اپنے علم کے دریا میں اضافہ کریں مگر اس ہال میں اتنی گھٹن اور حبس تھا کہ وہاں رکنا دوبھر تھا مگر شاباش ہے ان خاتون کو کہ از سر تا قدم پسینے میں نہانے اور اطراف میں کم از کم دو درجن آدمیوں کے شور کے باوجود ان کے انہماک میں ذرا بھی جو فرق آیا ہو۔ بعد میں روحانی ڈائجسٹ کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ اہرام کی بناوٹ میں ایک خاص ٹیکنیک استعمال کی گئی ہے، جس کے ذریعے مقناطیسی لہروں کو ایک نکتے پر مرتکز کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہرام میں رکھی گئی اشیاء سڑنے گلنے سے محفوظ رہتی ہیں اور اگر اہرام کے اندر بیٹھ کر مراقبہ کیا جائے تو کامیابی کا در فوراً کھل سکتا ہے۔ بہر حال ہم گوری میم صاحبہ کے مشاہدات، واردات و کیفیات سے بہرہ مند ہوئے بغیر ہی واپس ہوئے اور واپسی بھی کچھ آسان نہیں تھی کہ یہاں قدم جما جما کر اترنا پڑتا ہے ورنہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ اہرام کے باسیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے۔ یہ راستہ جس پر اب الیکٹرک بلب روشن ہیں اور تختے بھی ریلنگ سے آراستہ ہیں چوروں کی ہی کاوشوں کا نتیجہ ہے اس سے گذرنے کے بعد چوروں کی محنت شاقہ اور جی داری کو داد نہ دینا کم ظرفی ہوگی کیونکہ ان بیچاروں کو بجلی، برقی ہتھوڑے اور ڈائنامائٹ کسی چیز کی بھی سہولت حاصل نہ تھی اوپر سے پکڑ دھکڑ کا سلسلہ بھی لگا رہتا ہوگا۔ (فرعونوں کے دور میں ہی اہرام میں چوریوں کی وارداتیں ہونے لگی تھیں جس کے بعد انہوں نے اہرام چھوڑ کر زمین دوز مقبرے بنوانے شروع کئے تھے) اس ایک اہرام کو دیکھنے کے بعد باقی بچے ہوئے اہراموں کو نہ دیکھنے کی ہمت تھی نہ حاجت البتہ روزانہ شام کو خوفو کے آگے ایک شو ہوتا ہے جو سنا ہے کہ بڑا لاجواب ہوتا ہے اور قدیم مصر کا ماحول طاری کر کے خوفو کی زبانی اس کی الوہیت کا قصہ کہا جاتا ہے مگر رائے عامہ کی اکثریت اس کے خلاف تھی اور دیکھنے کو اس سے کہیں اہم بہت کچھ باقی تھا۔

قاہرہ کا ایک رخ تو فرعونوں کے عروج و زوال کی داستان ہے مگر اس کا اصل چہرہ اس کی اسلامی شناخت ہے قاہرہ اہراموں کا نہیں عالی شان مساجد کا شہر ہے جن کے میناروں سے دن میں پانچ بار بلند ہونے والی اللہ اکبر کی صدائیں فرعونوں کی پانی بھری ممیوں اہراموں کی چوٹیوں اور ان کے سحر میں کھو جانے والے بنی نوع انسان کو "اللہ باقی من کل فانی" کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتی ہیں۔ ہماری اگلی منزل جامع مسجد محمد علی تھی جو اپنی تعمیر کے لحاظ سے بہت شہرت رکھتی ہے مگر بد قسمتی سے ان دنوں یہ مرمت کیلئے بند تھی بہر حال باہر سے نظارہ کیا اور اس سے کچھ فاصلے پر واقع جامع مسجد رفاعی کی زیارت کو چلے گئے یہ بھی ایک قدیم اور مصری، ترکی طرز کی تعمیر کی ہوئی خوبصورت مسجد ہے اس میں ایک جانب اپنے وقت کے مشہور زمانہ صوفی بزرگ حضرت امام رفاعیؒ کا مزار ہے جہاں اب بھی ان کے معتقدین کی ایک کثیر تعداد اور روز موجود رہتی ہے پھر مسجد کا بڑا ہال اور دالان جس میں انتہائی دیدہ زیب جیومیٹریکل ڈیزائن بنے ہیں اور حیرت ہے کہ اب بھی ان کا رنگ و روغن اس درجہ آب و تاب رکھتا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ جیسے ابھی لگائے گئے ہوں اسی مسجد کے کچھ کمروں میں (لفظ حجرہ اس لئے استعمال نہیں کر رہا کیونکہ اس سے ایک تنگ کوٹھری کا سا تصور آتا ہے) مصر کے سابق شاہ فاروق اور ان کے والدین کی قبریں ہیں اور اس کے ساتھ ہی ایک کمرے میں اس شہنشاہ ایران کی قبر ہے جس نے ایک ہزار سالہ بادشاہت کا جشن منایا تھا۔ ملکی دولت پر عشرت کدے تعمیر کرنے والے کو اپنے ملک میں قبر کی جگہ تک نہیں ملی اور امانتاً رکھا گیا ہے صرف اس کمرہ کے دروازے میں سلاخوں والا

پھاٹک لگا ہے جس میں تالا لگا رہتا ہے اور وہاں کے نگران کے مطابق سابق ملکہ فرح پہلوی ہر ہفتہ آکر تالا کھولتی ہے اور صفائی وغیرہ کراتی ہے۔ اس کی اس قبر میں اس کے والد کو بھی امانتاً رکھا گیا تھا پھر ایران لے جا کر تدفین کی گئی تھی مگر سنتے ہیں کہ جب شاہ کا زوال ہوا تو وہ اپنے ساتھ اپنے والد کا تابوت بھی نکلوا کر لے گیا شہنشاہ ایران کی کسمپرسی کو دیکھ کر اس کی قبر پر ہمارے ایک ساتھی نے فرط جذبات میں "اللہ اکبر" بلند کیا تو وہاں کا نگران شاید اپنی تنخواہ حلال کرنے کے چکر میں بہت برہم ہوا جب تک ہمارے ساتھ رہا برافروختگی کا اظہار کرتا ہی رہا۔ اس مسجد کی ایک اور چیز اس کی خوبصورت کھڑکیاں ہیں ان سے شہر کا اور مسجد محمد علی کا نظارہ بہت دلفریب لگتا ہے۔

یہاں سے ہم مسجد حسین کے لئے روانہ ہوئے ایک روایت کے مطابق اس مسجد میں حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک دفن ہے اس مسجد کے لئے ہمارے ڈرائیور صاحب اس لئے راضی نہیں تھے کہ بقول انکے یہ پیکج میں شامل نہ تھی جب پیکج سے کی گئی ان کی خلاف ورزیوں اور خوفو کا شو چھوڑنے کے بارے میں یاد دلایا گیا تو بھی وہ بڑی رد و کد کے بعد تیار ہوئے اس مسجد کے اطراف میں پرانے طرز کا بازار ہے اور مسجد اسلامی فن تعمیر کا نمونہ ہے سرخ اینٹوں سے بنے مسجد کے بڑے دالان میں ایک پرانے طرز کی ڈیسک رکھے ایک صاحب غالباً تعویز وغیرہ لکھ رہے تھے اور ان کے گرد مرد اور عورتوں کا ہجوم لگا ہوا تھا اسی مسجد میں وہ حجرہ ہے جس میں روایت کے مطابق حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک دفن کیا گیا اب یہ روایت کیسی بھی ہو مگر جو امر لائق توجہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ مقام نواسہ رسولؐ کے نام نامی سے منسوب ہے قبر شریف کے گرد سینے تک بلند کٹہرا ہے قبر قد آدم ہے ایسا نہیں کہ صرف نشان ہو۔ حجرہ میں بہت سے لوگ تھے مگر سب کے سر عقیدت سے جھکے ہوئے اور ہاتھ نواسہ رسولؐ کی وساطت سے بارگاہ ایزدی میں اٹھے ہوئے۔ چھوٹا سا حجرہ تھا اور بہت سے لوگ مگر ذرا بھی گھٹن نہیں اور خاموشی ایسی کہ دل کی دھڑکن بھی شور مچاتی معلوم ہو رہی تھی۔

طمانیت قلب اور روح کی تازگی جیسے الفاظ کے معنی پہلی مرتبہ آنحضرتؐ کے نواسےؓ کے در پر ہی جا کر معلوم ہوئے۔ حضرت امام حسینؓ کی اس درگاہ پر ہمیں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے برخلاف کوئی عمل نظر نہیں آیا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ آپؓ کی وہ شفقت جو آپؓ کو اپنے نانا کی امت سے ہے برسات کی رم جھم پھوار کی طرح برستی ہم جیسے گناہ گاروں کو شاد و کام کر رہی تھی۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا احساس ہی کیا جا سکتا ہے بیان نہیں شاید اس لئے کہ شفقت بھی تو ایک احساس ہی ہے۔ اس محویت کو مغرب کی اذان نے توڑا۔ نماز سے معلوم ہوا کہ جو صاحب دالان میں بیٹھے دردمندوں کے دکھ بانٹ رہے تھے وہ اس درگاہ کے متولی اور مسجد کے امام ہیں اور یہیں ایک حجرے میں رہائش پذیر بھی۔ ان سے اجازت چاہی اور شفیق مسکراہٹ اور دعاؤں کا خزانہ لئے واپس اسکندریہ کے لئے روانہ ہو گئے جہاں ہمارا جہاز ہمارے انتظار میں کھڑا تھا۔

(جاری ہے)

قارئینِ کرام سے گزارش

ادارہ روحانی ڈائجسٹ کی خط لکھنے والے کرم فرما قارئین سے گزارش ہے کہ وہ داستان خیال، محفل مراقبہ میں دعا، مشعل معرفت، روحانی ینگ رائٹرز کلب، حاصلِ مطالعہ، قندِ سخن، میرا پیغام ہے، جہاں نما، معلوماتِ عالم، اس ماہ کے بہترین مضامین، روحانی سوال جواب، افق، روحانی ڈاک، شعبہ مضامین یا سرکولیشن میں سے کسی شعبے کو خط لکھنا چاہیں تو متعلقہ شعبے کا نام لفافے پر ضرور تحریر کر دیں۔

تحریر قاری کے اوپر ایک تاثر چھوڑتی ہے اور یہ تاثر فکر و فہم میں تخم ریزی کرتا ہے اور جب فکر تناور درخت بنتی ہے تو طرزِ فکر میں سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے ہیں۔

خواجہ شمس الدّین عظیمی ایک نام ہے

جس کو سُن کر ماورائی دنیا کا نقشہ ابھرنے لگتا ہے، فہم میں گہرائی پیدا ہوتی ہے۔

دِل اللہ اور اللہ کی مخلوق کی محبت سے بھر جاتا ہے۔ عظیمی صاحب کے اوپر اللہ کا کرم محیط ہے۔ ان کے قلم سے لکھی ہوئی ہر کتاب کو عوام نے پسند اور قبول کیا ہے۔ عظیمی صاحب کی مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیے اور سکون حاصل کیجئے۔

آوازِ دوست یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ درخت کا بیج ایک مائیکرو فلم ہے۔ اس مائیکرو فلم میں ایک پورا درخت اپنی جزئیات کے ساتھ پوشیدہ ہے۔ قیمت 50 روپے	**جنت کی سیر** یہ کتاب پڑھ کر قاری جنت کی فضاؤں میں گم ہو جاتا ہے۔ قیمت 35 روپے
تجلیات اس کتاب میں صاحبِ قرآن کی رہنمائی میں قرآنی استدلال کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے کی آبیاری کی گئی ہے۔ قیمت 65 روپے	**ٹیلی پیتھی سیکھئے** ہر انسان کا دماغ قدرت کا بنایا ہوا ایک کمپیوٹر ہے۔ اس میں دو کھرب سے زیادہ آلات ہیں۔ جب ہم اپنے اندر اس کمپیوٹر کو چلانا سیکھ لیتے ہیں تو ہماری آنکھ خلاء کے پار دیکھنے لگتی ہے۔ قیمت 40 روپے
کشکول بزرگوں، نوجوانوں، طلباء و طالبات اور ماورائی دنیا میں سفر کرنے والے خواتین و حضرات کے لئے ایک دستاویز۔ قیمت 40 روپے	**قلندر شعور** روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر، عرفانِ حق کے طالب، سائنسی علوم کے ماہر اور روحانی سائنس کے مبتدی طلباء و طالبات کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ ہے۔ قیمت 55 روپے

یہ کتابیں ہر بڑے بکسٹال پر دستیاب ہیں۔

براہِ راست منگوانے کے لئے اس پتہ پر رابطہ کیجئے:

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ

D-1, 1/7 ناظم آباد - کراچی 74600

فون : 6621037 / 624785

چھٹی قسط

گذشتہ قسط کا خلاصہ :- یہ تمام حرکتیں سنتیش مکرجی کر رہا تھا۔ جبار حیران تھا کہ چمپا کی موجودگی میں وہ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے۔ اسی اثناء میں مکرجی سب کے سامنے آگیا اور چمپا کے باپ کو "چچا" کہہ کر مخاطب کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ چمپا زمرد کی بہن ہے اور یہ بوڑھا زمرد کا باپ ہے۔ چمپا کی ماں مشعل روشن کر کے لائی تا کہ مکرجی کو جلادے مگر آگ نے پردوں اور لکڑی کی حویلی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ چمپا کا بھائی آنند مکرجی کو خنجر سے مارنے کے لئے بڑھا مگر الجھ کر اس طرح گرا کہ خنجر اسی کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساری حویلی تمام لوگوں سمیت آگ کی لپیٹ میں آگئی۔ چمپا، نسرین اور جبار بھی بے ہوش ہو گئے۔ جب انہیں ہوش آیا تو وہ اسپتال میں موجود تھے۔ چمپا کا پورا گھرانہ آگ میں جل چکا تھا۔ نرس نے بتایا کہ یہ تینوں جلتی آگ میں سے خود بخود ہوا میں اڑتے ہوئے آئے اور گھاس پر گر گئے۔ نسرین چمپا کو اپنے گھر لے گئی۔ انہی دنوں گاؤں میں سیلاب نے تباہی پھیلا دی۔ جبار متاثرین کی پریشانیوں کو دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا.......... **اب آپ آگے پڑھئے۔**

ملک کے نامور قلمکار ایم الیاس کے قلم سے لکھی گئی پُرتجسس اور پُرتحیر تحریر

ایک روز میں گاؤں والوں کے مسائل کے بارے میں فکر مندی سے سوچ رہا تھا کہ مکرجی آگیا۔ اس نے میرا بشرہ بھانپ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ بہت پریشان ہو؟" میں نے اسے گاؤں کے حالات اور غریبوں کے مسائل کے بارے میں مناف چوہدری اور ابوالقاسم کی لوٹ مار کے بارے میں بتایا تو اس نے پوچھا "اس کے لئے کُل کتنی رقم کی ضرورت پڑے گی......؟"

تین لاکھ ٹاکا...... "میں نے جواب دیا" اس لئے کہ گھروں کی مرمت، دو مسلمان لڑکیوں کی شادی کے لئے جہیز، بیماروں کے لئے ادویات اور غریبوں کے گھروں میں راشن کے لئے کافی رقم درکار ہے۔ کم از کم ایک ماہ کا راشن تو اسٹاک میں ہو"۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد نظروں سے غائب ہو گیا۔ کوئی ایک گھنٹے کے بعد آکر اس نے میرے سامنے چھوٹے بڑے نوٹوں کا ڈھیر لگا دیا۔ "یہ پورے تین لاکھ ٹاکا ہیں...... مزید ضرورت پڑے تو مجھے طلب کر لینا...... جتنی رقم چاہئے میں لا سکتا ہوں"۔

"ایں...... یہ رقم کہاں سے آئی......؟ کہیں تم الٰہ دین کے جادوئی چراغ کے جن تو نہیں ہو......؟" میں نے ششدر ہو کر پوچھا۔

"تمہیں آم کھانے سے مطلب ہے یا پیڑ گننے سے"۔ مکرجی نے تیز لہجے میں جواب دیا۔ اسے نجانے کیوں غصہ آگیا تھا۔ اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔ "تم تین لاکھ کی رقم کے لئے سخت پریشان ہو رہے تھے تا کہ گاؤں میں جو ضرورت مند اور غریب لوگ ہیں ان کی مدد کی جا سکے۔ وہ

غریب اپنے گرانا گوں مسائل کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ تم سے ان کی تکلیف دیکھی نہیں جارہی تھی۔ لہٰذا میں نے مطلوبہ رقم الہ دین کے جادوئی چراغ کے جن کی طرح لاکر تمہاری خدمت میں پیش کردی۔ اب تم اس رقم کو مستحق افراد میں تقسیم کردو۔ جس طرح چاہے رقم سے ان کی مدد کرو"۔

"تمہاری اس نوازش کا بہت بہت شکریہ میرے دوست!" میں نے ممنونیت سے کہا "لیکن تمہیں یہ بتانے میں کیا حرج ہے کہ یہ رقم تم کہاں سے اور کس طرح سے لائے ہو؟ میں یہ بات صرف اس لئے جاننا چاہتا ہوں کہ کل کہیں مجھ پر کوئی افتاد نازل نہ ہو جائے۔ مجھ پر اتنی بڑی رقم کی چوری کا الزام بھی آسکتا ہے۔ لوگ جانے کیا کیا کہیں گے...... ایک دوسرے سے اور مجھ سے بھی پوچھیں گے کہ اتنی بڑی رقم میرے پاس کہاں سے اور کیسے آئی؟ کیوں کہ گاؤں کے سارے لوگ میری حیثیت اور حقیقت سے خوب واقف ہیں۔ ان کا شک میں کس طرح سے دور کرسکوں گا اور پھر کسی کی زبان بند کرنا بھی تو آسان نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنے تئیں یہی سمجھے گا کہ میں نے چوری کی ہے۔ کسی رئیس کے ہاں ڈاکہ مارا ہے"۔

"تم ٹھیک کہتے ہو"۔ ٹکر جی نے تائیدی انداز میں اپنی گردن ہلائی" میں یہ رقم مناف چوہدری اور ابو القاسم کی تجوریوں سے نکال کر لایا ہوں"۔

"کیا......؟" میری آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں"۔ تم نے ان کی تجوریوں کو صاف کردیا؟ وہ تو ایک طوفان کھڑا کردیں گے؟"

"ابھی بھی ان کی تجوریاں نوٹوں کی گڈیوں سے بھری ہوئی ہیں" اس نے کہا "تم حکم کرو تو ان کی تجوریاں خالی کردوں اور تمہاری الماری بھردوں"۔

"کیا ان کے پاس اور بھی رقم ہے......؟" میں نے دریافت کیا "یقین نہیں آتا ہے کہ ان کی بڑی بڑی تجوریاں نوٹوں سے بھری ہوئی ہیں"۔

"ان کے پاس جو بے پناہ دولت ہے تم ان کا تصور بھی نہیں کرسکتے ہو۔ یہ دولت صرف نوٹوں کی گڈیوں کی شکل میں نہیں بلکہ سونے کے زیورات کی شکل میں بھی ہے۔ ان کے پاس اس قدر دولت ہے کہ وہ برسوں سے بھر رہے ہیں اس لئے ان کی تجوریاں بھری ہوئی ہیں۔ یہ تجوریاں چھوٹی بھی نہیں ہیں بلکہ بہت بڑی بڑی ہیں۔ چھوٹی الماریوں کی طرح...... تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ اس رقم کی چوری کا انہیں پتا بھی نہیں چلے گا۔ وہ محسوس بھی نہیں کرسکیں گے۔ بھرے تالاب سے ایک بالٹی پانی نکال لیا جائے تو کیا کمی کا پتا چل سکتا ہے؟ اور پھر میں نے ایسا کوئی نام ونشان اور ثبوت نہیں چھوڑا ہے کہ انہیں شک وشبہ ہو کہ رقم تجوری سے نکال لی گئی ہے۔ وہ اپنی اپنی تجوری کی چابیوں کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ انہیں ایسی جگہ چھپا کر رکھتے ہیں کہ ان کے بیوی بچوں کو بھی پتا نہیں ہے"۔

"تم نے مناف چوہدری اور ابوالقاسم ہی کو نشانہ کیوں بنایا؟ انہیں لوٹا...... کسی اور شہر کے سوداگروں کی رقم بھی لاسکتے تھے"۔ میں نے کہا

"اس لئے کہ ان دونوں منافع خوروں کے پاس جو دولت ہے وہ اسی گاؤں کے لوگوں کی ہے"۔ ٹکر جی کہنے لگا "یہ سوداگر نہیں ہیں بلکہ ڈاکو ہیں ڈاکو، ان میں اور میرے ظالم چچا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان دونوں ڈاکوؤں نے برسوں سے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ کتنے طوفان آئے، کتنے ہی سیلابوں اور بارشوں نے تباہی مچائی۔ قحط کی سی صورت پیدا ہوگئی۔ وبائی امراض پھوٹ پڑے۔ اس وقت بھی ان لوگوں نے ضرورت مندوں اور مستحق افراد کی ایک ناکا سے بھی مدد نہیں کی۔ اس کے علاوہ حکومت کو ٹیکس تک نہیں دیتے ہیں۔ بینکوں سے زرعی قرضے لے کر معاف کروالیتے ہیں۔ لہٰذا ان کی دولت پر گاؤں والوں کا زیادہ حق ہے۔ دراصل یہ غریب ٹیکس ہے جو میں نکال لایا ہوں"۔

"تم نے بہت اچھا کیا ان لٹیروں کی دولت پر ہاتھ صاف کیا۔ ان کی یہی سزا ہے کہ کسی دن ان کی ساری دولت غریبوں میں تقسیم کردی جائے"۔

"میں ان کی ساری دولت صرف تمہارے ایک اشارے پر لاکر تمہارے قدموں میں ڈال سکتا ہوں۔ کہو تو ابھی لے کر آؤں؟" ٹکر جی بولا۔

"نہیں...... ابھی نہیں۔ جب اس کی ضرورت محسوس ہوگی تب اس نیک کام میں ایک منٹ کی دیر بھی نہیں کریں گے۔ فی الحال یہ رقم کافی ہے؟"

"اور ہاں میں سونے کے زیورات بھی لایا ہوں تاکہ ان غریب لڑکیوں کے بیاہ کے وقت جہیز میں دیا جاسکے۔ تم ان کے ماں باپ کو یہ زیورات دے دینا"۔ ٹکر جی نے اتنا کہہ کر اپنی جیب سے سونے کے زیورات نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ ان میں بارہ چوڑیاں، دو نیکلس، دو کڑے، چار عدد انگوٹھیاں، دو ٹیکے اور چار عدد ٹاپس تھے۔ یہ زیورات شاید کسی نے مجبوری کے تحت ان کے ہاتھ کوڑیوں کے دام فروخت کئے تھے۔ یہ مختلف ڈیزائن کے تھے۔ بڑی نفاست سے بنائے ہوئے تھے۔ یہ دو لڑکیوں میں تقسیم کیا جاسکتا تھا۔ ان کے لئے خاصا بھی تھا۔

"مگر یار ٹکر جی!" میں نے کہا "سونے کے زیورات لڑکیوں کے والدین کو دینے میں ایک قباحت ہے۔ یہ ڈیزائن کی وجہ سے کسی کی بھی نظروں میں آسکتے ہیں۔ اگر شادی کے موقع پر مناف چوہدری اور ابو القاسم کے گھر کی عورتوں نے ان زیورات کو دیکھ لیا تو ایک طوفان کھڑا ہو جائے گا۔ لڑکیوں کے والدین کی شامت آجائے گی۔ ان کی عزت نہ صرف خاک میں مل جائے گی بلکہ وہ جیل کی ہوا بھی کھائیں گے۔ پھر وہ معصوم لڑکیاں سسرال رخصت نہ ہوسکیں گی"۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے"۔ ٹکر جی مسکرایا "میں ابھی اور اسی وقت ان تمام چیزوں کے ڈیزائن ایسے بدل دوں گا کہ انہیں کوئی بھی شناخت نہیں کرسکے گا اور نہ ہی دعویٰ کرسکے گا۔ ان کے ڈیزائن بالکل نئے اور جدید قسم کے ہوں گے۔ کسی نے آج تک ایسے ڈیزائن دیکھے بھی نہ ہوں گے"۔

ٹکر جی نے سب سے پہلے ایک ایک سیٹ بنایا، اب وہ دو سیٹ کی شکل میں موجود تھے۔ پہلے اس نے ایک سیٹ کی ایک ایک چیز کو باری باری اٹھایا۔ اس پر ہاتھ پھیرتا گیا۔ اس نے جس چیز پر ہاتھ پھیرا اس کی ساخت ہی بدل گئی۔ پہلے سیٹ کا ڈیزائن واقعی یکسر بدل گیا تھا۔ بہت خوبصورت اور نیا اور منفرد ڈیزائن بن گیا۔ پھر اس نے دوسرے ڈیزائن کے لئے ایک لمحہ سوچا۔ پھر اس نے دوسرا سیٹ لیا۔ دوسرے سیٹ کی ایک ایک چیز پر باری باری وہی عمل کیا جو اس نے پہلے والے سیٹ پر کیا تھا۔ ایک ایک لمحے میں ڈیزائن بدلتا گیا۔ دوسرے سیٹ کا ڈیزائن پہلے والے سیٹ سے یکسر مختلف اور نیا بن گیا۔ میں تحیر زدہ ہوکر اس کے ہاتھ کے کمالات کو دیکھ رہا تھا۔ یہ دو سیٹ تھے۔ ایک کریمو بابا کی بیٹی کے لئے دوسرا سیٹ مخدوم بابو کی بیٹی کے لئے۔

"ٹکر جی!" میں نے ششدر ہوکر کہا "یہ جادو تمہیں کس نے سکھایا ہے؟ تم جادوگر تو نہ لگتے تھے؟ تم نے واقعی ایسا کمال کیا ہے کہ میں عش عش کر رہا ہوں"۔

"کالی ماتا نے......؟" میں نے متعجب نظروں سے اس کی طرف دیکھا "مگر میں نے اب تک اس کا نام نہیں سنا وہ کون سے بنگال کی جادوگرنی ہے؟"

"وہ اسی مشرقی بنگال کی عمر رسیدہ جادوگرنی ہے" ٹکر جی نے کہا "وہ ایک دور دراز ویران اور سنسان مقام پر رہتی ہے۔ وہاں کسی شخص کا گزر ممکن نہیں ہے"۔

"کیا اس عمر میں بھی وہ جادوگرنی بہت سارے جادو جانتی ہے......؟ صدیوں پہلے بنگال کی سرزمین جادوگروں کی سرزمین کہلاتی تھی۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"وہ نہ صرف جادو کا علم جانتی ہے بلکہ بڑی پراسرار قوتوں کی مالک بھی ہے" ٹکر جی کہنے لگا "یہ بالکل سچ ہے کہ دو سو سال قبل اور اس کے بعد بنگال پوری دنیا میں جادو کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا۔ یہاں کے جادو اور جادوگروں نے

دنیا کے بڑے بڑے جادوگروں کو خوف زدہ کیا ہوا تھا۔ ایک زمانے میں کچھ جادوگرنیاں بھی ہوا کرتی تھیں۔ بہت ساری عورتیں چھوٹے موٹے جادو جانتی تھیں۔ ان کے بارے میں بہت سارے قصے اور کہانیاں مشہور ہیں۔ وہ اپنی پسند کے مردوں اور جوان لڑکوں کو جادو کے زور سے غلام اور اسیر بنانے کے لئے جانوروں اور پرندوں میں بدل دیتی تھیں۔ بنگال میں جادوگروں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ ان میں ایک سے ایک ماہر تھا۔ آج جادوگر آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ وہ بھی معمولی قسم کے ہیں"۔

"جب جادوگروں کی اتنی بڑی تعداد موجود تھی تو ان کی نسل اچانک ختم کیوں ہو گئی؟ جبکہ ایسا نہیں ہوتا ہے۔ کہیں وہ یہ دیش چھوڑ تو نہیں گئے؟ یا مغربی بنگال اور آسام جا کر بس گئے ہوں؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے" مکرجی کہنے لگا "مجھے میرے والد بتاتے تھے کہ ملکہ وکٹوریہ کے دور میں جب انگریزوں نے اس سنہری زمین پر قدم رکھا تو انہوں نے تین چیزیں دیکھیں۔ زلفِ بنگال جس میں ایک عجیب سا اور دل میں اتر جانے والا سحر تھا اور پھر سانپ بہت تھے۔ جادوگروں کی بہتات تھی۔ ان جادوگروں کے باعث ان کے لئے بڑی دشواریاں اور مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ وہ ان کے وجود سے بہت زیادہ خائف اور پریشان ہو گئے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ انگریز کس قدر عیار اور مکار ہوتا تھا۔ ان انگریزوں نے بنگال کے بڑے بڑے اور استاد قسم کے جادوگروں کی فہرست تیار کی۔ پھر انہیں ملکہ وکٹوریہ کی جانب سے انگلستان آنے اور اپنی جادوگری کے کمالات کا مظاہرہ کرنے کی دعوت دی۔ ان کو انعام واکرام دینے کا وعدہ بھی کیا۔ جادوگر ان کے بہکاوے میں آگئے۔ انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کی دعوت قبول کر لی پھر انہیں ایک بحری جہاز میں انگلستان لے جانے کے لئے سوار کر دیا گیا۔

تین دن کے بعد ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ لندن کی رقاصاؤں نے تین سو جادوگروں کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ پیش کیا۔ تیس نوجوان اور حسین لڑکیوں نے ساقی کے فرائض انجام دیئے انہیں جو شراب پیش کی گئی اس میں زہر ملا ہوا تھا یا بے ہوشی کی دوا..... پھر ایک ایک کر کے ان سب کو سمندر برد کر دیا گیا۔ پھر اس دور سے جیسے پورے بنگال سے جادو کا خاتمہ ہو گیا۔ ایک بھی بڑا اور ماہر جادوگر نہیں رہا"۔

"کیا کالی ماتا بھی ان جادوگروں میں سے کسی ایک جادوگر کی بیٹی ہے یا اس نے جادو کسی جادوگر سے سیکھا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ان جادوگروں میں سے ایک جادوگر کی پوتی ہے اس کا باپ جادوگر نہ تھا۔ اس کا دادا کسی وجہ سے ان جادوگروں کے ساتھ جا نہ سکا تھا اس وجہ سے وہ بچ گیا۔ میں نے کالی ماتا سے اس واقعے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے تصدیق کی کہ یہ سچ ہے۔ کالی ماتا نے بتایا کہ وہ انگریز جنہوں نے یہ منصوبہ بنایا تھا اور وہ جہاز جس میں لے جایا گیا تھا وہ اور جہاز ایک مرتے ہوئے جادوگر نے غرق کر دیا تھا۔ کیونکہ اسے اس سازش کا اندازہ ہو گیا تھا"۔

کچھ دیر کے بعد مکرجی چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے نوٹوں کی گڈیوں کو دیکھا۔ میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی رقم دیکھی تھی اور پھر سونے کے زیورات یہ بھی بھاری اور قیمتی تھے۔ ان سب کو دیکھ کر میرے دل میں فتور پیدا ہونے لگا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ کیوں نہ میں اس رقم اور زیورات کو رکھ لوں۔ اس رقم سے میں شاہانہ زندگی گزار سکتا تھا۔ یہ زیورات میری شادی کے وقت کام دے سکتے ہیں۔ میں نے چشم تصور میں چمپا کو دلہن کے روپ میں دیکھا۔

دوسرے لمحے مجھے جیسے ہوش آگیا۔ خوابوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں واپس آگیا۔ پھر میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ دولت کسے راس آئی ہے جو مجھے آجائے گی۔ دنیا میں ایک طرف یہ چیز اچھی ہے تو دوسری طرف بہت بری بھی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ زندگی اچھی

گزر رہی ہے۔ دو وقت پیٹ بھر کے کھانے کو مل جاتا ہے۔ کوئی تکلیف اور کسی قسم کی پریشانی نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دولت میرے لئے کسی مصیبت کا پیش خیمہ بن جائے۔ بہت سارے ضرورت مند، محتاج اور مستحق خاندانوں کو اس کی سخت ضرورت ہے۔ مجھے کل ہی پہلی فرصت میں اس رقم کو تقسیم کر دینا چاہئے۔ بفرض محال مجھے رقم کی ضرورت پڑے تو مکرجی مجھے لا کر دے سکتا ہے۔ جب میں دوسرے دن زیورات کے سیٹ اور دس دس ہزار کی رقم لے کر مخدوم بابو اور کریمو بابا کے ہاں پہنچا۔ انہیں رقم اور زیورات دیئے تو ان کی حیرت اور خوشی قابل دید تھی۔ میں نے انہیں سختی سے تاکید کی کہ اس بات کی کسی کو بھی ہوا نہ لگے۔ پھر میں سارا دن اس رقم کی تقسیم میں مصروف رہا۔ میں جن جن گھروں میں گیا وہاں جیسے چپکے سے بہار آگئی تھی ان میں ہندو اور مسلمان سب تھے۔ میں نے بلا تفریق ان کی مدد کی۔ انہیں بتایا کہ ایک مخیّر شخص نے اس شرط پر امداد کی ہے کہ اسے راز میں رکھا جائے گا۔ وہ شخص کسی وجہ سے منظر عام پر آنا نہیں چاہتا ہے۔ یہ سب لوگ خریداری کے لئے کومیلا شہر چلے گئے کیوں کہ وہاں ہر چیز گاؤں کے مقابلے میں سستی مل جاتی تھی۔ ویسے سارا گاؤں چھوٹا نہ تھا۔ بہت بڑا تھا یہاں ہاٹ (ہفتہ واری بازار) بھی لگتا تھا۔ بڑی خرید و فروخت ہوتی تھی۔

رات جب میں بستر پر سونے کے لئے لیٹا تو بہت تھکا ہوا تھا۔ اس وقت جو میں بے پایاں خوشی محسوس کر رہا تھا وہ میں نے کبھی محسوس نہیں کی۔ اگر میں رقم اور زیورات خود رکھ لیتا تو یہ خوشی نہ ہوتی جتنی ان لوگوں کو دے کر ہوئی تھی۔ ان کی دعاؤں نے مجھے ایک عجیب سی روحانی مسرت سے دوچار کیا تھا۔

وقت بہت تیزی سے گزرتا چلا گیا۔ ایم بی بی ایس کا سالانہ امتحان ہوا۔ اس امتحان میں ستیش مکرجی نے میری ہر پرچہ میں پوری پوری مدد کی۔ جب نتیجہ آیا تو مسرت کی انتہا نہ رہی۔ میں نے صرف اپنے کالج ہی میں نہیں بلکہ پورے کومیلا اور چٹاگانگ میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے تہلکہ مچا دیا تھا۔ نہ صرف کالج بلکہ گاؤں کا نام بھی روشن کر دیا تھا۔ اخبارات نے مجھے بہت کوریج دی۔ میری تصویریں اور انٹرویوز شائع کئے۔ مجھے مبارکباد کے خطوط بھی ملے۔

نسرین اور چمپا بھی امتیازی نمبروں سے پاس ہو گئی تھیں۔ میری شاندار کامیابی پر نہ صرف مبارکباد بلکہ میرے اعزاز میں تقریبات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے نسرین اور چمپا نے دعوت دی۔ پھر گاؤں والوں نے ایک تقریب منعقد کر کے تحائف اور دعاؤں سے نوازا۔ پھر کالج اور کومیلا ٹاؤن ہال کی طرف سے بھی ایک شاندار پارٹی اور شیلڈ دی گئی۔ اگر مکرجی نے میرا ساتھ نہ دیا ہوتا تو میں شاید بمشکل پاس ہوتا۔ میں نے اول ہونے کا راز کسی کو بھی نہیں بتایا۔

امتحانات کے بعد ڈھاکہ میں آل ایسٹ بنگال کھیلوں کے مقابلے ہوئے۔ میں اپنے کالج کی ٹیم کے ساتھ ان کھیلوں میں حصہ لینے گیا۔ میں نے چار سو میٹر کی دوڑ، لانگ جمپ کے مقابلے بھی جیت لئے۔ کالج کی فٹ بال ٹیم بھی ٹورنامنٹ میں حصہ لینے آئی تھی۔ بنیادی طور پر میں فٹ بال کا کھلاڑی تھا۔ دوسرے کھیلوں کے مقابلے میں حصہ لینے کے باعث میں ایک میچ بھی کھیل نہ سکا تھا۔ جب کالج کی فٹبال ٹیم مسلسل دو میچ ہار گئی تو مجھے سخت غصہ آیا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ ایک میچ ہار جانے کی صورت میں ہماری فٹ بال ٹیم ٹورنامنٹ سے باہر ہو جاتی مجھے یہ بات ناپسند تھی۔

میں نے ٹیم کے کپتان اور سلیکٹرز سے درخواست کی کہ وہ مجھے تیسرے میچ میں ایک چانس دیں۔ ہماری ٹیم نہ صرف تیسرا میچ بلکہ باقی تمام میچز جیت کر ٹورنامنٹ بھی جیت لے گی۔ یہ لوگ دو میچ مسلسل ہارنے کی وجہ سے سخت ذہنی انتشار کا شکار تھے۔ بہت پریشان بھی تھے اس لئے انہوں نے مجھے بری طرح جھڑک دیا۔ میں نے مکرجی کو بلا کر کہا کہ وہ کسی طرح ٹیم میں میرا نام شامل کرا دے تاکہ

میں اپنی ٹیم کو فتح یاب کرا سکوں۔ میچ ہونے سے ایک دن قبل ٹیم کے کھلاڑیوں کا اعلان کیا گیا تو ان میں میرا نام بھی شامل تھا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میرے حوصلے بلند ہو گئے۔

میں نے مکرجی کی منت سماجت کی کہ وہ فٹبال ٹیم میں میری مدد کرے۔ مکرجی تو ہر قدم پر میری مدد کے لئے تیار رہتا تھا۔ دوسرے دن میچ شروع ہوا تو میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میں نے اپنی تمام کوشش صرف کی آخر میں نے اپنی ٹیم کو فتح دلا دی۔ اس دوران مکرجی کے ذریعے کئے گئے گول کی ضرورت صرف اس وقت پڑی جب میچ دو دو گول سے برابر تھا۔ پھر یہ ٹورنامنٹ بھی ہماری ٹیم نے جیت لیا تھا۔ اس کی تمام تر کامیابی کا سہرا میرے سر باندھا گیا۔ اخبارات نے میری اس قدر تعریفیں کیں اور تصویریں چھاپیں کہ مجھے یہ سب ایک سپنے کی طرح لگا۔

اس ٹورنامنٹ ختم ہونے کے ایک ہفتہ کے بعد روس کی فٹ بال ٹیم دوستانہ دورے پر آئی۔ مشرقی بنگال کے دورے پر آنے سے قبل اس نے ہندوستان میں پانچ میچوں کی سیریز کھیلی۔ اس نے چار میچوں میں جو دہلی، بمبئی، مدراس اور کلکتہ میں کھیلے تھے ہندوستان کی فٹ بال ٹیم کو تگنی کا ناچ نچا دیا تھا۔ اس روسی فٹ بال ٹیم نے ہر صوبے کی فٹ بال ٹیم کو سات سے لے کر گیارہ گول تک ہرا لیا تھا۔ اس کے خلاف کوئی ٹیم بھی گول نہ کر سکی تھی۔ کلکتہ کی فٹ بال ٹیم موہن بگان جو ہندوستان کی مایہ ناز اور سب سے اچھی ٹیم مانی جاتی تھی اسے سات گول سے شکست ہوئی۔ صرف بنگلور کی ٹیم نے روسی ٹیم کو دو گول سے ہرا کر سنسنی پھیلا دی۔ ہندوستان کی ٹیم ٹیسٹ میچوں کی سیریز چار ایک سے ہار گئی تھی۔

مشرقی بنگال کی فٹ بال ٹیم اچھی تو تھی لیکن اتنی مضبوط اور اچھی نہ تھی۔ ڈھاکہ میں جو فٹ بال ٹیم تھی اس میں کراچی کے کھلاڑیوں کی اکثریت تھی۔ یہ مکرانی قوم کے فرد تھے جو جسمانی طور پر بہت مضبوط اور تندرست تھے۔ اچھے کھلاڑی تھے لوگ بڑے ذوق و شوق سے دیکھتے تھے۔ کھیل دیکھتے وقت بڑے جذباتی ہو جاتے تھے۔ روسی ٹیم کی فتوحات نے ہماری ٹیم کے کھلاڑیوں پر نفسیاتی اثر ڈالا تھا۔

چٹاگانگ کی فٹ بال ٹیم میں مجھے بھی شامل کر لیا گیا۔ میں نے ٹورنامنٹ میں جو کارکردگی دکھائی تھی اس کے پیش نظر مجھے چانس دیا گیا تھا۔ روسی ٹیم نے اپنا پہلا میچ ڈھاکہ میں کھیلا تھا۔ میں بھی یہ میچ دیکھنے گیا تھا۔ روسی کھلاڑی چھ فٹ سے کسی طرح کم نہ تھے اور جسمانی طور پر وہ مقامی کھلاڑیوں کے مقابلے میں دگنے تھے۔ سرخ و سفید تھے۔ ہمارے ملک کی ٹیم کے کھلاڑی ان کے سامنے بونوں کی طرح تھے۔ کھیل شروع ہوا تو ایسے لگا جیسے وہ چھوٹے بچوں کو فٹ بال کھیلنا سکھا رہے ہوں۔ جب میچ ختم ہوا تو ڈھاکا کی فٹ بال ٹیم گیارہ گول سے بری طرح ہار چکی تھی۔ انہوں نے خوب ورزش کرادی تھی۔

دوسرا ٹیسٹ میچ کھلنا میں ہوا۔ کھلنا کی ٹیم تیرہ گول سے ہاری تھی۔ تیسرا اور آخری ٹیسٹ میچ چٹاگانگ میں تھا۔ نیاز اسٹیڈیم تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہر شخص کہہ رہا تھا کہ ہماری شکست یقینی ہے۔ ظاہر تھا لوگ روسی ٹیم کا کھیل دیکھنے آئے تھے۔ فتح و شکست سے قطع نظر چمپا بھی نسرین کے ہمراہ آئی تھی۔ چمپا میرا کھیل دیکھنے کے لئے آئی تھی۔ میں نے مکرجی سے کہہ دیا تھا کہ ہر صورت میں یہ میچ جیتنا ضروری ہے۔ عزت اور محبت کا سوال ہے۔

کھیل شروع ہوا۔ ایک عام خیال تھا کہ ہم دو درجن سے زیادہ گول کھائیں گے۔ کیوں کہ چٹاگانگ کی فٹ بال پورے مشرقی بنگال میں سب سے کمزور سمجھی جاتی تھی۔ حقیقت بھی یہی تھی۔ جب میچ شروع ہوا تو تماشائیوں کی حیرت اور مسرت کی انتہا نہ رہی کہ پہلے دس منٹ میں میں نے روسی ٹیم کے خلاف سر سے گیند کو بہت دور سے مار کر گول کر دیا۔ گیند بندوق کی گولی کی طرح کئی کھلاڑیوں کے درمیان سے ہوتی ہوئی گئی تھی۔ اس گول نے ایک لمحے کے لئے سب کو چکرا دیا اور وہ بھونچکے سے رہ گئے۔ ظاہر ہے ایسا

ہونا تھا یہ مکرجی صاحب کا کارنامہ تھا جو میرے وجود میں تحلیل ہو گئے تھے۔ میں نے پہلا گول بڑا شاندار کر دیا تھا۔

تماشائیوں نے پورا اسٹیڈیم تالیوں کے شور پر اٹھا لیا تھا۔ روسی ٹیم کے کھلاڑیوں کے ٹھاٹ بڑے زبردست تھے۔ انہیں روکنا ہمارے کھلاڑیوں کے بس کی بات نہیں تھی۔ لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہو گیا تھا۔ وہ میرے شاٹس روک نہیں پاتے تھے۔ میں سینٹر فارورڈ کھیل رہا تھا۔ میں نے ہاف گراؤنڈ سے ایک کک لگا کر گول کی طرف پھینکا تو گول ہو گیا۔ ان میں سے اس گیند کو کوئی روک نہ سکا۔ یہ دوسرا گول تھا جس نے روسی کھلاڑیوں کو پریشان کر دیا تھا۔ تماشائیوں میں جوش و خروش بڑھ گیا۔ انہوں نے تالیوں اور نعروں سے میرے اس گول کی بھرپور داد دی۔

تیسرا گول تو بڑا زبردست اور سنسنی خیز تھا۔ جب میں نے روسی ٹیم کے ہاف میں پہنچ کر گیند کو ایک زبردست کک لگائی۔ گول کیپر نے گیند کو پکڑنے کی کوشش کی۔ گیند نے اسے دھکا دے کر بری طرح گرا دیا اور گول کے اندر چلی گئی۔ گول کیپر دوسرے لمحے اٹھ کھڑا ہوا تو وہ سخت خوف زدہ تھا۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھٹی پھٹی ہوئی تھیں۔ وہ بھونچکا سا ہو کر گیند کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گیند نے اسے کیسے دھکا دے کر گرا دیا ہے۔ چند ثانیوں کے بعد وہ متحیر اور سراسیمہ سا ہو کر گراؤنڈ سے نکل گیا۔ اس کے کپتان نے اسے دوڑ کر پکڑ لیا اور اسے روکنے کی کوشش کی تو وہ رکا نہیں۔ وہ حیران، پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں پویلین میں چلا گیا تھا۔ جاتے جاتے اپنا سر ہلاتا اور شانے اچکاتا گیا۔

پہلے ہاف میں ہماری ٹیم تین گول سے جیت رہی تھی۔ جب دوسرا ہاف شروع ہوا تو میں نے مکرجی سے کہا کہ روسی کھلاڑیوں کا تیل نکالنا چاہیے تاکہ کھلاڑی محظوظ ہو سکیں۔ روس میں سخت سردی پڑتی ہے۔ ہمارے ہاں کا موسم معتدل ہونے کے باوجود وہ پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ جب کھیل کا دوسرا ہاف شروع ہوا تو کھیل کم جادوگری زیادہ ہو گئی میں گیند کو لے کر روسی ٹیم کے ہاف کی طرف بڑھا تو ان کی پوری ٹیم میرے پیچھے پڑ گئی۔ مجھ سے گیند چھیننے کی کوشش کی جانے لگی۔ میں ان سب کو ڈاج دیتا، کیری کرتا ہوا کبھی آگے جاتا، کبھی پیچھے ہو جاتا۔ پھر گراؤنڈ کے گرد چکر کھلاتا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی ایک بار بھی مجھ سے گیند چھین نہیں سکا۔

دس بارہ منٹ میں ان کھلاڑیوں کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ بری طرح ہانپ رہے تھے اور پسینے میں نہا رہے تھے۔ انہیں اس بات پر سخت غصہ بھی آ رہا تھا کہ مجھ سے گیند چھیننے کی ان کی ہر کوشش ناکام ہو رہی ہے۔ میں انہیں تگنی کا ناچ نچا رہا تھا۔ ان کھلاڑیوں نے فاؤل کر کے مجھے گرانے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ جو فاؤل کرتا اس کا الٹا ہو جاتا یعنی وہ خود میرے فاؤل کا نشانہ بن جاتا۔ جب کھیل ختم ہوا تو ہماری ٹیم نو گول سے جیت رہی تھی۔ اچانک بارش ہو جانے کی وجہ سے آدھا گھنٹہ پہلے کھیل ختم کر دیا گیا۔ اگر کھیل جاری رہتا تو میں ایک درجن سے زیادہ گول کر دیتا۔ ہماری ٹیم نے ایک طرح سے روسی فٹبال ٹیم کو زبردست شکست دی تھی اور اس سے سابقہ شکستوں کا بدلہ لے لیا تھا۔ ان پر یہ ثابت کر دیا تھا کہ ہم میں اتنی صلاحیت اور مہارت ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی اور مضبوط ٹیموں کو ہرا سکیں۔

بارش بہت تیز نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد رک گئی تھی۔ تماشائی گراؤنڈ میں اس امید پر بیٹھے رہے کہ شاید دوبارہ کھیل شروع ہو جائے اور پھر ریڈیو پر جو لوگ کمنٹری سن رہے تھے جب انہوں نے سنا کہ ان کی ٹیم نے شاندار کھیل کا مظاہرہ کرتے ہوئے متعدد گول کر کے مہمان ٹیم کو بے بس کر دیا ہے اور کھیل پر چھا گئے ہیں وہ میچ دیکھنے کے لئے گراؤنڈ یعنی اسٹیڈیم کی طرف لپکے۔ ایک طرح سے پورا شہر ہی اسٹیڈیم میں امڈ پڑا تھا۔

آسمان پر کالے کالے بادل چھائے ہوئے تھے جس کی وجہ سے روشنی بہت کم ہو گئی تھی۔ اور پھر گراؤنڈ میں ایسی پھسلن ہو گئی تھی کہ کھیل دوبارہ جاری نہیں رکھا جا سکتا تھا۔

انداز بلری نے کھیل کے اختتام کا اعلان کر دیا۔ روسی ٹیم کے کپتان اور کھلاڑیوں نے ہماری ٹیم کو بڑی فراخ دلی سے مبارکباد دے کر اسپورٹ مین اسپرٹ کا بہترین مظاہرہ کیا۔ کپتان نے مجھے خصوصی طور پر نہ صرف پرخلوص مبارکباد دی بلکہ میرے حیرت انگیز کھیل کو بہت سراہا۔ یہ سارا کھیل ایک لحاظ سے ون مین شو ہی تھا۔ اس مبارکباد اور کامیابی کے سہرے کا مستحق مکرجی تھا مگر میں اور وہ کیا کر سکتے تھے۔ میں مبارکباد وصول کرتا رہا۔

میں اس وقت ایک ہیرو بن گیا تھا۔ بہت سارے تماشائیوں نے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کر پورے اسٹیڈیم کا ایک چکر لگایا۔ تماشائیوں نے کھڑے ہو کر اور پرجوش انداز میں تالیاں بجا کر مجھے خراج تحسین اور مبارک باد پیش کیا۔ جب میں پویلین میں آیا تو مجھے پھولوں سے لاد دیا گیا اخباری نمائندوں اور فوٹو گرافروں نے مجھے گھیر لیا۔ حکومت کے اعلیٰ حکام اور اسپورٹس بورڈ کی انتظامیہ نے بھی میری تعریف کی اور انعامات سے نوازا۔

لیکن میرے لئے سب سے بڑا انعام اور اعزاز چمپا کی طرف سے ملا تھا۔ اس نے جب میرے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالا تو میرا وجود ہی نہیں میری روح تک مہک اٹھی۔ جب اس نے مبارک باد کے الفاظ ادا کئے تو میرے کانوں میں جیسے کسی نے بہت سارے سُر جگا دیئے۔ ہر سُر بڑا مدھر مدھر سا تھا۔ اس کے چہرے کی سرخی نے اسے اور حسین بنا دیا اور رنگ وروپ کو نکھار دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیا تھی۔ اس کی جھکی جھکی نظریں صرف ایک لمحے اوپر اٹھیں۔ انہوں نے ایک پل میں جو کچھ کہا وہ زبان مہینوں میں کہہ نہیں سکتی تھی۔

جب ہم گاؤں پہنچے تو پورا گاؤں میرے استقبال کے لئے امڈ آیا تھا۔ لوگوں میں بڑی گرم جوشی، والہانہ پن اور سرشاری تھی۔ گاؤں میں میرا اس طرح سے استقبال ہوا تھا کہ آج تک کسی کا نہیں ہوا ہوگا۔ کچھ دنوں تک گاؤں اور کومیلا شہر میں تقریبات اور دعوتوں کا سلسلہ چلتا رہا۔

مجھے بڑے بڑے شہروں کے فٹبال کلبوں کی جانب سے بھاری رقومات کی پیش کش کی جانے لگی کہ میں ان کے کلب کا ممبر بن جاؤں اور ان کی طرف سے کھیلنے لگوں۔ مگر میں نے قبول نہیں کی۔ میرے نہاں خانہ دل میں ایک خوف چھپا ہوا تھا۔ میری ساری کامیابیوں کے پیچھے مکرجی کا ہاتھ تھا۔ میں اس کے بغیر اتنی بڑی بڑی کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے یہ خوف ستائے جا رہا تھا کہ کہیں ان کلبوں میں رکنیت کے بعد میرا بھانڈہ نہ پھوٹ جائے۔ یہی احساس تھا جس کی بناء پر میں نے سب کی پیش کش مسترد کر دی۔

دوسری اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ مجھے چمپا سے محبت ہو گئی تھی۔ میں اسے اپنی نظروں سے دور نہیں رکھ سکتا تھا۔ وہ جب بھی مجھے دیکھتی تھی بہت خوش ہوتی تھی جیسے میں برسوں کی جدائی کے بعد آج ہی آیا ہوں۔ اس کی یہ سرشاری دیکھ کر میں بھی جیسے بہت سرشار ہو جاتا تھا۔ میرے دل میں ایک سرگوشی سی ہوتی تھی میں کہتا تھا چمپا! تم جنت سے چرایا ہوا کوئی پھول ہو۔ اس پھول کی خوشبو سے میرا وجود ہی نہیں ساری فضا مہک رہی ہے۔ اگر میں اسے ایک دن نہ دیکھوں تو میرے دل کی حالت بڑی عجیب سی ہو جاتی تھی لیکن میں اس بات کی کوشش کرتا اس سے زیادہ سامنا نہ ہو۔

کومیلا شہر کے اسپتال میں ہم دونوں ہاؤس جاب کرنے لگے۔ وہ اسپتال آتی تو سفید شلوار قمیض اور دوپٹے میں ہوتی تھی یا پھر سفید ساڑی اور سفید بلاؤز میں۔ اس سفید لباس میں وہ کسی آسمانی حور کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ اس کے چہرے پر جو نرمی، معصومیت اور شفقت سی ہوتی تھی وہ مریضوں کی آدھی بیماری کو ختم کر دیتی تھی۔ وہ مریضوں کا بڑا خیال رکھتی تھی۔ ایک منٹ کے لئے بھی سکون سے نہیں بیٹھتی تھی۔ اپنے فرض سے غافل نہیں رہتی تھی۔ یہی جذبہ نسرین میں بھی موجود تھا۔

(بقیه صفحه نمبر 99 پر ملاحظه کیجئے)

گذشتہ قسط کا خلاصہ :- پالم ایئرپورٹ دہلی پر شنکر دیال ان کا منتظر تھا۔ ہوٹل میں آنے کے بعد یہ لوگ اس شہر کی سیر کے لئے نکلے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ، امیر خسروؒ اور حضرت بختیار کاکیؒ کے مزارات پر بھی گئے جہاں مارتھا نے تھوڑی دیر مراقبہ کیا۔ اس سفر میں سائیکل رکشہ چلانے والے نفیس احمد نے ان دونوں کو بہت سی معلومات بہم پہنچائیں۔ اسی دوران انہیں نیو دہلی کے خوبصورت و پرفضا شہر کے پس منظر میں موجود پرانے دہلی کی آلودہ سڑکوں، اندھیری گلیوں اور پسماندہ محلوں کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اگلے روز دفتر کے دیگر ارکان بھی پہنچ گئے تو یہ سب پدم پور کے لئے روانہ ہو گئے۔ پہلی ہی رات کو تاریکی میں شارق نے ایک سایہ دیکھا۔ اس نے قریب جا کر دیکھا وہاں ایک خوبصورت عورت جھرنا تھی۔ شارق کے پہنچتے ہی ایک بھاری جسم کا شخص آیا اور جھرنا کو واپس چلنے کا کہا۔ جھرنا رو رو کر شارق سے فریاد کرنے لگی کہ مجھے اس قید سے نجات دلا دو۔ موٹے آدمی نے اس کے طمانچہ لگایا اور گھسیٹتا ہوا لے گیا۔ اگلی صبح ان لوگوں کو من موہن لال سے ملاقات کا پروانہ ملا۔ اس نے ایک ایک کر کے سب کی زندگی کے ایسے واقعات بیان کرنے شروع کر دیئے جو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ مارتھا نے اس سے سوال کیا کہ اس کے اندر غیب بینی کی یہ صلاحیت کیسے پیدا ہوئی......؟ ....(اب آگے پڑھئیے)

"تمہاری زندگی کے وہ حصے بھی مجھے معلوم ہیں جو تم ان سب کے سامنے بیان نہیں کر سکتیں۔ کبھی تنہائی میں مجھ سے ملو تو ان سب مسائل کا حل بھی تمہیں بتا سکتا ہوں"۔

"کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟" مارتھا نے اس سے پوچھا۔ اس نے اپنے سر کو اقرار میں چند جھٹکے دیئے۔ "مسٹر شارق!" اس نے مجھے دیکھ کر کہا اور میں حیران رہ گیا کہ اسے یہ کیسے پتہ چلا کہ شارق میرا ہی نام ہے۔ "تمہارے انکل خان، دوست عثمان اور اس کی گرل فرینڈ کیتھی کے کیسے مزاج ہیں؟" میں حیران و ششدر رہ گیا۔ ان تینوں کے بارے میں میں نے آفس تک میں کسی سے تذکرہ نہیں کیا پھر آخر اسے یہ سب کیسے معلوم ہوا۔ من موہن نے گہری آنکھوں سے مجھے دیکھا "یہی ہماری شکتی ہے۔ اسی سے آگاہ کرنے کے لئے آپ لوگوں کو یہاں بلایا گیا ہے۔ آپ لوگ یہاں ہمارے مہمان ہیں۔ آپ لوگوں کو ایک بات بتانا ضروری ہے۔ اس جگہ آپ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں مگر یورپ میں پہاڑی اور اس کے دامن میں موجود دھرم مندر میں نہیں جائیں گے۔ ہمارا دھرم اس کی اجازت نہیں دیتا وہاں ہمارے چیلے اور داسیاں دھرم کٹھنائیوں سے گزر رہے ہیں ان کے پوجا پاٹ میں خلل آئے گا۔ اب آپ جا سکتے ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ تخت پر سے اٹھا اور بغلی دروازہ سے عمارت کے اندرونی حصہ میں چلا گیا۔ ہم لوگ بھی حیران، ششدر اور عجیب کیفیات کے ساتھ واپس آگئے۔ واپس آکر مارتھا نے شنکر سے پوچھا "انہیں ہمارے بارے میں اتنی معلومات کس طرح حاصل ہوئیں۔ اکثر باتیں ایسی تھیں جو خود فرد واحد کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا"۔

"یہی تو ہمارے من موہن مہاراج کا چمتکار ہے لوگ دور دور سے آکر ان سے سوالات کرتے ہیں مہاراج سب کے خفیہ حالات کے بارے میں بتا دیتے ہیں۔ اب تو بہت بڑے علاقے تک ان کی شہرت پھیل گئی ہے۔ ان کی چمتکاری شکتی سے بڑی تعداد میں لوگ فائدہ اٹھا رہے

لگیں۔

"کیا تم اللہ کی اس مخفی طاقت کی اصل وجہ بتا سکتے ہو؟"
شکر اللہ نے پوچھا "اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اوتار ہیں۔ بھگوان ان کے بھیس میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ہمارے مہاراج بھگوان ہیں اور بھگوان سے کوئی بات چھپی رہ سکتی ہے؟"

"استغفر اللہ نعوذ باللہ!" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مجھے دیکھ کر شکر ہے کہ ان کلمات کو ان میں سے کوئی بھی نہیں سمجھ سکا تھا۔ شکر نے مجھ سے پوچھا "آپ نے کچھ کہا ہے؟"

"نہیں میں نے کچھ نہیں کہا؟" میں نے اسے جواب دیا۔ دل میں تو کم بخت کے ان الفاظ سے جلتے گیا آ گیا تھا مگر کیا کرتا آنے کا آدمی بنا ہوا تھا۔ سادھو مہاراج جی کھولے گئے اس کی ساری باتیں اعتقاد کر لی جاتی تھی۔ کچھ دیر تک شکر نے کچھ باتیں کیں اور وہ لوگ چلا گیا۔ سادھو نے رپورٹ بنا کر مجھے دی کہ اسے کمپیوٹر میں فیڈ کر دوں۔ میں نے اسے ایک آپریٹر کو پکڑا دیا۔ من موہن نے نام سے شکر انگریزی میں بات کی تھی اس کی وجہ بھی شکر نے بتائی تھی کہ چونکہ مہاراج اوتار ہیں اس لئے انگریزی انہیں خود بخود آتی ہے۔ اس نے ہمارے ساتھی کو جس طرح پکڑا تھا، سارے ملنے ملانے والوں کے دلوں میں اس کا جو احترام تھا اور شکر نے اس کے بارے میں جو تفصیلات بتائی تھیں ان سے اس کی شخصیت کا ایک پراسرار پہلو ابھر کر سامنے آیا تھا۔ اسلامی ماحول کا پروردہ ہونے کی وجہ سے مجھے اس پر یقین تو نہیں تھا مگر یہ سب نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قریب ہو کر کے لوگ شاید اسی لئے اسے بھگوان کا اوتار سمجھ بیٹھے تھے۔ ان تمام باتوں میں پھر تا کا قصہ بلبلاتا مجھے اندر ہی اندر چھید رہا تھا۔ آخر اس کا مسئلہ کیا ہے؟ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا اس کا کوئی تعلق من موہن سے بھی ہے؟ اور اگر تعلق ہے تو کیا ہے؟ میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ جو نظر آ رہا ہے اصل وہ نہیں ہے حقیقت کچھ اور ہے مگر کیا؟ اس کا فیصلہ ابھی ممکن نہیں تھا۔

میں اپنے تمام دفتری کاموں سے دوپہر تک فارغ ہو گیا۔ گرمی کی وجہ سے سب اپنے اپنے کمروں میں بند ہو گئے تھے۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھا انہی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ پھر تا کا معصوم اور روتا بلکتا چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا پھر من موہن کی باتیں پریشان کرنے لگتیں۔ اچانک میرے ذہن میں آگہی کا خیال آیا۔ کمپیوٹر آن کر کے میں انٹرنیٹ کے ذریعے آگہی تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی ہی کوشش سے میرا رابطہ آگہی سے ہو گیا۔

"میں اس وقت بھارت کے ایک گاؤں یدم پور سے رابطہ کر رہا ہوں"۔ میں نے علیک سلیک کے بعد کہا اور اس کے بعد من موہن کی پراسرار اور مخفی تیز باتیں میں نے ٹائپ کر دیں۔ "کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔ میرے مخاطب نے جواب دیا "ہونے کو تو دنیا میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ دنیا عجائبات کا مجموعہ ہے۔ اوتار کے لغوی معنی ہیں "آسمان سے اترا ہوا"۔ ہندوؤں کے عقائد میں اوتار سے مراد خدا کا کسی آدمی میں داخل ہو کر مخلوق کی اصلاح کے لئے دنیا میں آنا ہے۔ اس نظریے کو نظریہ حلول بھی کہتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق نظریہ حلول کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ خالق کائنات کل ہے اور بندہ جزو ہے۔ جزو میں کل کبھی نہیں سما سکتا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک گلاس میں اتنا ہی پانی بھرا جا سکتا ہے جتنی گلاس میں جگہ ہے۔ اگر اس سے زیادہ ڈالا جائے تو چھلک کر باہر آ جائے گا۔ بالفرض کوئی صاحب دریا کے کنارے گلاس لے کر کھڑے ہو جائیں اور پورے دریا کو گلاس میں بھرنا چاہیں تو معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی اسے بیوقوفی یا خبط قرار دے سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تجلیات ایک بحر بے کراں کی مانند ہیں۔ عام بندے میں اتنی سکت نہیں کہ براہ راست اللہ کی تجلیات قبول کر سکے۔ روح تجلیات کو نور اور پھر نسمہ (روشنی) میں تبدیل کرتی ہے۔ پھر بندہ اس روشنی سے مستفیض ہوتا ہے۔ خود سوچئے تجلیات کے بحر بے کراں کو براہ

راست بھلا انسان کیونکر برداشت کر سکتا ہے"۔

یہ باتیں مجھے بہت مشکل محسوس ہو رہی تھیں اس لئے میں نے کہا "اگر آپ اپنی بات کو مزید آسان کر کے بتائیں تو شاید میں آسانی سے سمجھ سکوں"۔ چند لمحوں کے بعد اسکرین پر ایک عبارت نمودار ہوئی "آپ اس وقت جس کمپیوٹر کے ذریعے مجھ سے رابطہ میں ہیں یہ کمپیوٹر 220 وولٹ سے چل رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں بجلی پاور پلانٹ میں بنتی ہے۔ پاور پلانٹ سے گرڈ اسٹیشن میں آتی ہے جہاں اس کی طاقت 11000 واٹ ہوتی ہے۔ ٹرانسفارمر اس کو 220 وولٹ میں تبدیل کر کے روزمرہ استعمال کے قابل بناتے ہیں۔ آپ غور کیجئے اگر پاور پلانٹ سے سپلائی ہونے والے 11000 واٹ براہ راست کمپیوٹر کو دے دیئے جائیں تو کیا ہو گا؟"

میں نے جواباً ٹائپ کیا "سیدھی سی بات ہے کمپیوٹر جل جائے گا"۔

"یہ مثال بہت ناقص ہے مگر سمجھانے میں آسانی کے لئے بتائی گئی ہے کہ عام انسان کی حیثیت بھی کمپیوٹر کی طرح ہے اس کمپیوٹر میں جس طرح 220 سے زائد یا ہزاروں واٹ بجلی نہیں سما سکتی اسی طرح عام بندہ اور خالق کائنات کا معاملہ ہے۔ اسی بات کو عام طور پر یوں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کل ہے اور انسان جزو۔ کل جزو میں نہیں سما سکتا۔ لہٰذا یہی ہندوؤں کے نظریہ حلول کے غلط ہونے کی دلیل ہے"۔

اب بات پوری طرح میری سمجھ میں آچکی تھی "اچھا آپ نے نظریہ حلول کی وضاحت تو کر دی۔ یہ بتائیں کہ اوتار کا یہ نظریہ کیونکر فروغ پایا؟" میں نے سوال کیا

"اوتار کا لفظ پہلے مقدس اور محترم ہستیوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ غالباً یہ لفظ "پیغمبر" یا "نبی" کے ہم معنی استعمال ہوتا تھا۔ یعنی پیغمبر ان علیہم السلام کا وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ خصوصی رحمت سے منتخب و مبعوث فرماتے تھے اس لئے ان کے لئے اوتار یا "آسمان سے اترا ہوا" استعمال ہونے لگا لیکن آہستہ آہستہ اسے دیوی دیوتاؤں کی دیومالائی کہانیوں کا رنگ دے دیا گیا۔ دیوی دیوتاؤں سے خدا، پرمیشور اور بھگوان کے آسمان سے اترنے کا تصور عام بھی عام ہونے لگا۔ اب یہ حال ہے کہ کوئی بھی شخص جو نیک اعمال سے متصف ہو یا کوئی نجومی یا خارق عادت کر دکھائے تو اسے بھی اوتار کہہ دیا جاتا ہے۔ اگر یہ تصور کر لیا جائے کہ من موہن نے اوتار کا مطلب خدا یا بھگوان نہیں بلکہ پیغمبر لیا ہے تو آخری الہامی کتاب قرآن مجید کے مطابق یہ دعویٰ بھی غلط ہے کیونکہ آج سے چودہ سو سال قبل نبی آخر الزماں خاتم النبیین محمد ﷺ پر نبوت اور پیغمبری کا اختتام ہو چکا ہے"۔

"من موہن نے ہم لوگوں کے خفیہ معاملات و حالات کے بارے میں جو درست باتیں بتائیں ان کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے؟" میں نے سوال کیا

"اس کے بارے میں بات تو تفصیلی معلومات ملنے کے بعد ہی کی جا سکتی ہے۔ ویسے محدود غیب بینی کی صلاحیت بعض صاحب استدراج اور منفی طرز فکر کے حامل افراد میں بھی ہو سکتی ہے"۔

اس جملے سے میں بری طرح اچھل پڑا "کیا مطلب! کیا کوئی جادوگر بھی یہ صلاحیت حاصل کر سکتا ہے؟"

"جی ہاں مگر بہت محدود طرزوں میں ـــــ احادیث مبارکہ میں ابن صیاد نامی لڑکے کا ذکر ملتا ہے۔ حضور ﷺ کے دور میں صاف ابن صیاد نام کا یہ لڑکا مدینے کے قریب کسی باغ میں رہتا تھا۔ موقع پا کر شیطان کے شاگردوں نے اسے اچک لیا اور اس کی چھٹی حس کو بیدار کر دیا۔ وہ چادر اوڑھ کر آنکھیں بند کر لیتا اور ملائکہ کی سرگرمیوں کو دیکھتا اور سنتا رہتا۔ وہ سرگرمیاں عوام میں بیان کر دیتا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی شہرت سنی تو ایک روز حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ اس کو دیکھنے گئے۔ حضور ﷺ نے اس سے کئی سوالات کیے۔ ان سوال و جواب کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کردہ کلمات سے ثابت ہوتا ہے کہ

محدود طرزوں میں صاحب استدراج کوئی غیبی بات بتا سکتا ہے مگر یہ انتہائی محدود ہوتی ہے جبکہ پیغمبرانہ طرز فکر کے زیر اثر غیبی معلومات تفصیلی اور جامع ہوتی ہیں۔ اگر طرز فکر منفی ہو تو مشاہدہ کبھی بھی مکمل اور جامع نہیں ہو سکتا۔ ایسے شخص پر ترقی کے دروازے ہمیشہ بند رہتے ہیں۔ جبکہ پیغمبرانہ طرز فکر پر عمل پیرا اولیائے کرام اپنی پاکیزہ طرز فکر کی بناء پر اس مقام سے کہیں زیادہ بلندی پر پہنچ جاتے ہیں"۔

"یہ کیسے مانا جائے کہ صاحب استدراج شخص پیغمبرانہ طرز فکر کے حامل شخص سے زیادہ ترقی نہیں کر سکتا۔ یہی دعویٰ کوئی صاحب استدراج بھی تو کر سکتا ہے"؟ میں نے پوچھتا ہوا سوال کیا۔ چند لمحوں کے بعد جواب ملا "زیادہ تفصیل میں جانے کے بجائے ہم حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ایک قول پر غور کرتے ہیں۔ آپؒ کا ارشاد ہے "سلوک کے سو درجے ہیں جن میں سے پہلا درجہ غیب بینی ہے" اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ایک صاحب استدراج کہاں تک رہ جاتا ہے اور ایک پیغمبرانہ طرز فکر پر گامزن مسافر کتنے آگے تک جا سکتا ہے"۔ اس جملہ کے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے فوراً آگہی سے اجازت چاہی اور رابطہ منقطع کر کے دروازہ کھولا۔ سامنے ڈیوڈ کھڑا تھا "آؤ ڈیوڈ اندر آؤ۔ کیسے آنا ہوا"۔ میں نے دروازہ پورا کھول کر کہا۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر بولا "یار تم نے اس من موہن کی باتوں پر غور کیا۔ اسے ہماری داخلی زندگی کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟" ڈیوڈ نے سوال کیا۔

"ہاں میرے ذہن میں بھی یہ سوال ہے۔ تمہارے خیال میں اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟" میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا دباؤ دیا۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ من موہن واقعی مافوق الفطرت قوتوں کا مالک ہے یا پھر اس کے جاسوس ہماری ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ شاید نیویارک میں بھی اس کے کچھ آدمی ہوں۔ دوسری بات کی ہمیں تفتیش کرنی چاہئے۔ اگر ہمارا خدشہ درست ثابت ہوا تو پھر اس بہروپیے پر اتنا کام کرنے اور سر کھپانے سے کیا فائدہ؟"

"ہاں بات تو صحیح ہے!" میں نے کہا "لیکن ہم اس سلسلہ میں کیا کر سکتے ہیں؟"

اس نے مجھ سے قریب ہو کر کہا "من موہن نے جس پہاڑی مندر کی طرف جانے سے منع کیا ہے ممکن ہے وہاں سے کوئی سراغ مل جائے۔ ہم دونوں لوگوں کی نظروں سے بچ کر وہیں چلتے ہیں"۔

"لیکن اگر من موہن نے ہمیں پکڑ لیا تو؟" میں نے تشویش سے کہا

"جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ بلاوجہ کسی کی چاپلوسی کرنے سے ہمارے ادارے ہی کی بدنامی ہوگی"۔ اس نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور باہر کی طرف چل دیا۔

☆☆☆

ہماری اقامت گاہ سے وہ مشرقی پہاڑی اور اس کی چوٹی پر موجود مندر دھندلا دھندلا نظر آتا تھا۔ جس سے اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ مندر کافی دور ہے۔ ہم دونوں کافی دیر تک چلنے کے بعد اس مقام پر پہنچے۔ مندر کے دروازہ پر جو شخص کھڑا تھا اس کو دیکھ کر میں ایک لمحہ کے لئے چونک گیا۔ یہ وہی شخص تھا جو جھرنا کو گھسیٹتا ہوا لے گیا تھا۔ ہم وسیع و عریض اور بلند و بالا مندر کے صدر دروازہ پر پہنچے تو اس نے ہم دونوں کو روک لیا "صاحب اندر جانا منع ہے!" اس نے ہاتھ کے اشارہ سے ہمیں روک کر ہندی میں کہا۔ اسے انگریزی نہیں آتی تھی۔ ڈیوڈ نے انگریزی زبان میں کئی مرتبہ اس سے اندر جانے کا کہا مگر اس نے منع کر دیا۔ میں دانستہ طور پر خاموش رہا۔ ہم دونوں واپس ہو لئے۔ پہاڑی سے کچھ نیچے آ کر ڈیوڈ نے مجھ سے کہا "ہم مندر کی عقبی دیوار سے کوئی راستہ تلاش کرتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے حقیقت وہ نہیں جو ہمیں نظر آ رہی ہے"۔

"یار پھنسوا مت دینا"۔ میں نے اس سے کہا

"اوہ کچھ نہیں ہوتا!" اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف کو چل دیا۔ ہم ایک طویل چکر کاٹنے کے بعد مندر کے عقب میں پہنچ گئے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ اندر کیسے داخل ہوں۔ ہم نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں مندر کی دیوار کے ساتھ ایک برگد کا وسیع و عریض درخت لگا ہوا تھا۔ ڈیوڈ کچھ زیادہ ہی سرگرم ہو رہا تھا۔ چشم زدن میں وہ درخت تک پہنچا اور اس کی درزوں میں پیر رکھتا اوپر پہنچ گیا۔ میں بھی اس کی رہنمائی میں اوپر چڑھ گیا۔ درخت کے اوپر سے مندر کے صحن کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ کئی خوبصورت و حسین داسیاں ہاتھوں میں پرساد لئے اِدھر اُدھر گھوم رہی تھیں۔ اچانک مندر کی گھنٹیاں بجیں اور وہ سب مندر کے اندرونی حصہ کی طرف چل دیں۔ ڈیوڈ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں میری مرضی پوچھی اور درخت کی شاخوں کے ذریعے مندر کے اندرونی حصہ میں اتر گئے۔ صحن خواتین سے تقریباً خالی ہو چکا تھا اور مندر سے بھجن کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ میں آوازوں کی سمت بڑھنے لگا تو ڈیوڈ نے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا۔

صحن کے ساتھ طویل سنگی برآمدہ تھا۔ اس کے ساتھ مختلف نقش و نگار اور سنگی مجسموں کی شبیہ پر مشتمل دیوار تھی۔ جس میں تقریباً دس بارہ دروازے تھے۔ اس سے محسوس ہو رہا تھا کہ پروہتوں یا داسیوں کے کمرے ہیں۔ ہماری پچھلی جانب سے بھجن کی تیز آوازیں آ رہی تھیں۔ صحن اور برآمدہ میں ہمارے سوا کوئی ذی نفس نہ تھا۔ ہم کمروں کی جانب بڑھے۔ دیوار پر بنے نقش و نگار سے ڈیوڈ بہت متاثر ہوا۔ اس نے سنگی شبیہوں پر دلچسپی سے ہاتھ پھیرا۔ "اگر اس وقت ہمارے پاس کیمرہ بھی ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا؟" اس نے سرگوشی کے انداز میں مجھ سے کہا۔

"میرے بھائی جلد از جلد اپنا کام کرو اور یہاں سے نکلو۔ کسی نے ہمیں دیکھ لیا تو اچھا نہیں ہوگا"۔ میں نے اردگرد دیکھتے ہوئے اس سے کہا۔ اس نے پہلے کمرے میں جھانکا اور مجھے بلانے کا اشارہ کرتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ میں بھی اس کی دیکھا دیکھی اندر پہنچ گیا۔ کمرہ نہایت وسیع تھا۔ اندرونی حصہ میں دو پلنگ پڑے ہوئے تھے جبکہ ان دونوں کے نیچے دو تین کے سوٹ کیس رکھے ہوئے تھے۔ قریب ہی چند برتن تھے جبکہ ایک چارپائی پر کسی عورت کے میلے کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ شاید ہم کسی عورت کے کمرے میں آ گئے تھے۔ ہم نے ابھی یہاں کا جائزہ پوری طرح نہیں لیا تھا کہ بھجن کی آواز یکایک بند ہو گئی۔ ہم دونوں چونک کر دروازہ کی اوٹ میں پہنچے اور یہ دیکھ کر ہمارے ہوش اڑ گئے کہ صحن میں طشتوں میں پرساد لئے خواتین نکلنا شروع ہو گئی تھیں۔

"او مائی گاڈ! اب ہم واپس کیسے جائیں گے؟" ڈیوڈ نے پریشانی کے عالم میں کہا "اس وقت ہم ہیں بھی کسی عورت کے کمرے میں! اگر پکڑے گئے تو بہت بُرا ہوگا"۔

"مسٹر یہ تو تمہیں یہاں آنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا" میں نے سارا الزام اس پر ڈالتے ہوئے کہا "میں کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرتا ہوں" یہ کہہ کر میں نے دروازہ کی اوٹ سے جھانکا۔ ہندو داسیاں اب برآمدہ سے ایک ایک کر کے گزرنے لگی تھیں۔ کچھ کی زبان پر اب بھی بھجن کے الفاظ تھے جبکہ بعض دو دو تین تین کی ٹولی میں ایک دوسرے سے باتیں کرتی جا رہی تھیں۔ اب برابر والے کمرے سے بھی چہل پہل کی آوازیں آنا شروع ہو گئی تھیں۔ ڈیوڈ کا چہرہ خوف سے اُترا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ میری حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ ہم نے مفت کی ذلت و خواری مول لی تھی۔ ہماری رسوائی کی گھڑیاں قریب آنے لگی تھیں۔ کسی کے قدموں کی چاپ دل دہلا رہی تھی۔ ہم دونوں دروازہ سے ہٹ کر اندر آ گئے۔ اچانک چہرہ پر گھونگھٹ ڈالے ایک پتلی دبلی عورت اندر داخل ہوئی۔ اس کی توجہ کہیں اور تھی شاید اسی لئے اس نے ہمیں نہ دیکھا۔ اس نے پرساد ایک طاق پر رکھا اور پلنگ پر بیٹھ کر گھونگھٹ اٹھا دیا۔ ہماری نظریں ایک ساتھ ٹکرائیں۔ ڈیوڈ کا تو گویا خون ہی خشک ہو چکا تھا مگر میرے خوف پر اب حیرت غالب آ رہی تھی کیونکہ وہ کوئی

اور نہیں جھرنا تھی۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی ساڑھی کا پلو سر پر ڈال کر اس کا کونا دانتوں میں دبالیا۔ اکیلے کمرے میں دو انجان مردوں کو دیکھ کر وہ بھی خوفزدہ سی ہو گئی تھی۔ فوری طور پر میرے ذہن میں ترکیب آئی "تم...... تم جھرنا ہو نا؟" میں نے اردو میں کہا۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور سر اثبات میں ہلا کر میری بات کی تصدیق کی۔ "ہم دونوں تم ہی سے ملنے آئے ہیں۔ کیا تمہیں ہم سے کوئی کام ہے؟" ڈیوڈ بھی مجھے حیرت سے باتیں کرتا دیکھ رہا تھا "تم وہی انگریزی بابو ہو نا؟" اس نے تصدیق چاہی۔ میں نے ہاں میں گردن ہلادی۔

"کیا تم ہم کا اس قید سے نکالنے واسطے آئے ہو۔ کیا تم ہماری بولی سمجھو ہو؟" میں نے اس کا جواب بھی سر کی جنبش سے دیا۔ اچانک وہ کچھ خوفزدہ سی ہو کر بولی "ای جگہ مناسب نہیں ہے۔ ای جگہ بالکل مناسب نہیں ہے۔ ابھی پوتم بھی آنے والی ہے۔ بابو ابھی تم جاؤ ورنہ طوفان آجائے گا۔ تم جاؤ بابو!" اس نے کہا۔

"مگر ہم اب یہاں سے کیسے جاسکتے ہیں۔ ہم جس درخت سے صحن میں کودے تھے۔ اب وہاں پجاریوں اور داسیوں کی آمدورفت شروع ہو گئی ہے۔ اب تم ہی ہمیں یہاں سے نکال سکتی ہو۔ ہمیں احساس ہے اگر کسی نے ہمیں تمہارے ساتھ دیکھ لیا تو قیامت آجائے گی"۔ میں نے اس کے سامنے اپنی مجبوری بیان کر دی۔ وہ کچھ پریشان سی ہو گئی۔

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ پوتم بھی آنے والی ہے۔ ہے بھگوان کیا کروں؟" یہ کہہ کر وہ دروازہ پر جاکر کھڑی ہو گئی۔ اس نے مڑ کر مجھ سے کہا "بابو تم کمرے میں دھیرج رکھو۔ ہم کا کچھ کرنا پڑے گا"۔ میں اور ڈیوڈ چارپائی پر بیٹھ گئے۔ میں نے مختصر لفظوں میں اسے ساری بات سمجھادی۔ اسی وقت جھرنا کے کسی سے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ "جا پوتم ہاسی سے ہمارے کپڑے لے آ۔ جا جلدی سے......" "مگر وہ ابھی پوجا پاٹ سے نہیں آئی ہوگی" ایک غیر مانوس آواز آئی "تو جا کے تو دیکھ وہ آچکی ہو گی" جھرنا نے کہا "اچھا جھرنا اگر تو کہتی ہے تو چلی جاتی ہوں ویسے وہ آئی نہیں ہو گی"۔ جھرنا اندر آئی اور کہا "اس وقت صحن میں کوئی نہیں ہے تم دونوں جاسکتے ہو"۔

میں نے اس سے کہا "مگر تم نے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں؟"

"تم ابھی جاؤ بابو یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے"۔ اس نے تڑپ کر کہا۔ میں نے آگے بڑھ کر صحن میں دیکھا۔ صحن کے انتہائی حصہ میں دو پجاری جا رہے تھے۔ ان کی پشت ہماری جانب تھی۔ میں نے ڈیوڈ کو پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے صحن میں پہنچا۔ درخت کی جھکی ہوئی شاخوں سے ہوتا ہوا دیوار پر چڑھا اور دوسرے ہی لمحے نیچے اتر گیا۔ ڈیوڈ نے بھی سعادت مند ساتھی کی طرح میری پوری اتباع کی اور یوں ہم دونوں مندر سے باہر آگئے۔

ہم جس جگہ کھڑے تھے یہ حصہ بہت بلندی پر واقع تھا۔ من موہن کے قلعہ نما رہائشی علاقے سے دور تک پھیلے ہوئے آس پاس کے کھیت اور کھلیان بھی صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اس مندر کا پچھلا حصہ چٹانی پہاڑی پر مشتمل تھا جہاں سے ایک پہاڑی سلسلہ دور تک جاتا تھا۔ یہ حصہ مندر کے صدر دروازے کے سامنے تھا جبکہ ہم اس کے پچھلے حصہ پر کھڑے تھے۔ پہاڑی سلسلہ کے دامن میں زمین بڑی زرخیز لگ رہی تھی مگر حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہاں کھیت کھلیان نہیں تھے ورنہ یہ حصہ کھیتی کے لئے بڑا اہم ثابت ہو سکتا تھا۔ نہ جانے کیوں اس حصہ کو اجاڑ چھوڑا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے وہاں کھڑے ہو کر چند لمحوں تک آس پاس کا جائزہ لیا اور واپسی کے لئے چل دیئے۔

☆☆☆☆☆

"لو بھائی آپ دونوں کو وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی؟" شن لی سخت غصہ میں ہم پر چڑھ دوڑا۔ ایک طرف مارتھا خاموشی سے بیٹھی ہماری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ ڈیوڈ نے کہا "ہمیں شک تھا کہ من موہن کو ہمارے بارے

میں ملنے والی معلومات غیر یقینی کا نتیجہ نہیں ہیں۔ اگر یہ بات سچ ثابت ہوتی تو ہمارا ادارہ ایک بڑے نقصان سے بچ سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے ہماری ساکھ خراب ہونے سے بچ جائے گی"۔

"اور آپ مسٹر شلارق! یہ لڑکی کا کیا چکر ہے؟" شن لی نے مجھ سے پوچھا۔

"اس لڑکی پر یہاں ظلم ہو رہا ہے۔ اس کی تفصیل تو مجھے نہیں معلوم مگر یہ ہم سے مدد کی توقع لگائے ہے"۔

"واہ بھئی واہ! آپ یہاں اتفاقی تحقیق کے علمبردار بن کر آئے ہیں اور مسٹر ڈیوڈ ادارے کی وفاداری میں جاسوسی کر رہے ہیں۔ خوب بہت خوب مگر یہ بتائیں کیا یہی کام کرنے آپ یہاں آئے تھے۔ من موہن ہم پر بڑا احسان کرنے والا صرف اسی وجہ سے لگا رہا ہے کہ ہم اس کی جاسوسی کریں؟ اس کی جاگیرداری میں ہونے والے مظالم کی داد رسی کریں؟"

"اگر من موہن دجل کا پتلا ہے" الیسلا تھا شن لی سے مخاطب ہوئی "تو ہمارا یہاں آنا لاحاصل ہے۔ الٹا بیکار تفصیلات خرچ کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟"

"مارتھا تم بھی انہی کی حمایت کر رہی ہو۔ من موہن ہم پر بڑا احسان کر رہا ہے اسی لئے خرچ کیا ہے؟" شن لی نے کہا۔

مارتھا نے پہلو بدلا اور اطمینان سے بولی "ہمارے اور من موہن کے درمیان معاہدہ اسی لئے طے پایا تھا کہ ہمیں امید تھی کہ اس کے دعوؤں میں کچھ سچائی ہے۔ یہ خرچ کرنا اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ ہمیں بلاوجہ اس کے احسان تلے نہیں دبنا چاہئے"۔

"ٹھیک ہے میں ابھی پروفیسر گلاس سے بات کرتا ہوں۔ انہیں بتاتا ہوں کہ یہاں کیا گل کھلائے جا رہے ہیں"۔ شن لی غصہ کے عالم میں ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔ مارتھا کے چہرے پر اب بھی مگر اطمینان تھا۔ شن لی نے نمبر ملایا "ہیلو سر میں شن لی بات کر رہا ہوں......" یہ کہہ کر اس نے ساری بات پروفیسر کو بتادی۔ اس نے مارتھا سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ "جی سر!" مارتھا نے فون سنبھال کر کہا "سر پہلی بات تو یہ ہے کہ ان دونوں کو ان پر صرف شک ہے یقین نہیں۔ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے طور پر معلومات کریں۔ اگر شک غلط ثابت ہوا تو بغیر من موہن پر تحقیق کا کام آگے بڑھایا جا سکتا ہے"۔ مارتھا چند لمحوں تک خاموش رہی وہ شاید پروفیسر کی بات سن رہی تھی۔ "ٹھیک ہے سر! ٹھیک ہے یو سی" مارتھا نے مسکراتے ہوئے فون شن لی کی جانب بڑھا دیا۔ اس نے فون پر کان لگا دیئے "اوکے سر! میں سمجھ گیا۔ جی ہاں سر آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں" فون کریڈل پر رکھ کر وہ ہماری طرف متوجہ ہوا "ٹھیک ہے ہم لوگ اپنے کام کو اس وقت تک کے لئے روک لیتے ہیں جب تک کہ من موہن کی اصلیت کا پتہ نہ چل جائے۔ مگر پروفیسر صاحب کا کہنا ہے کہ آپ یہاں کے داخلی معاملات میں دخل نہ دیں۔ میرا مطلب ہے وہ ہندو لڑکی!" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اب ہم دفتری معاملات پر بات کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی اور ہمیں گفتگو موقوف کرنا پڑی۔ ٹھاکر اندر داخل ہوا "آپ لوگوں کو من موہن مہاراج نے بلوایا ہے"۔ اس نے کسی تمہید کے بغیر کہا اور الٹے پاؤں واپسی کے لئے مڑ گیا۔ ہم سب نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا اور دروازے کی طرف چل دیئے۔

☆☆☆☆☆

"ہم نے منع کیا تھا تو تم لوگ پہاڑی مندر کی طرف کیوں گئے؟" اس نے آنکھوں میں سرخی بھر کے ڈیوڈ اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ سب ایک لمحہ کے لئے گھبرا گئے مگر ڈیوڈ نے آگے بڑھ کر کہا "اس میں ان لوگوں کا قصور نہیں ہے۔ دراصل مجھے مندر اور ان کے نقش و نگار دیکھنے کا بہت شوق ہے اور میں جانتا ہوں کہ مندروں میں آرٹ کے نادر نمونے کندہ ہوتے ہیں اس لئے مجھ سے رہا نہ گیا اور میں چلا گیا"۔

من موہن نے طنزیہ انداز میں کہا "اگر اتنا ہی شوق ہے تو شنکر کو بتادیا ہوتا وہ ملک کے کسی بھی اچھے عجائب گھر کی سیر کرا دیتا۔ ہزاروں سال پرانے مندروں اور کھنڈرات میں لے جاتا" وہ ایک لمحہ کے لئے خاموش ہوا "اصل میں تم لوگ ہماری کھوج لگا رہے ہو۔ ہماری شکتی کو شک کی نظر سے دیکھتے ہو۔ ہمیں سب پتہ ہے کہ تم مندر سے گنگو کے منع کرنے کے بعد پچھلی دیوار سے مندر کی پوتر دھرتی پر نجس جوتوں سمیت اتر گئے۔ مندر کی داسیوں پر بری نظر ڈالی اور ایک داسی کا اعتماد حاصل کر لیا۔ بتاؤ کیا ہم غلط کہہ رہے ہیں۔ کیا تم لوگوں کو ہم پر شک نہیں ہے؟" سب کو گویا سانپ سونگھ گیا۔ میرا تو یہ حال تھا کہ کاٹو تو خون نہیں۔ ڈیوڈ نے کچھ کہنا چاہا مگر وہ خود ہی خاموش ہو گیا۔ من موہن کی تیز آواز ہی دوبارہ سنائی دی۔ وہ اب شن لی سے مخاطب تھا "آپ کا ادارہ جس شکتی پر کام کر رہا ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر آپ اس پر کام کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ہمیں بتادیں" شن لی من موہن کے انکشافات پر ششدر تھا۔ وہ چند لمحوں تک خاموش رہا تو من موہن نے اس سے دوبارہ سوال کیا "کیا ہم غلط کہہ رہے ہیں۔ یہ دونوں کیا ہماری جاسوسی کرنے وہاں نہیں گئے تھے۔ کیا آپ نے اپنے باس سے بات نہیں کی۔ انہوں نے آپ کو ہماری جاسوسی کی اجازت نہیں دی؟" اس کے انداز میں جارحانہ پن تھا۔ ڈیوڈ کی گھبراہٹ کا تو یہ عالم تھا کہ پسینہ پیشانی سے بہہ بہہ کر چہرے پر آ رہا تھا۔

"آپ صحیح کہتے ہیں؟" شن لی نے اطمینان سے کہا "یہ لوگ آپ کی روحی صلاحیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جب آپ اپنی روحی قوت سے یہ تمام باتیں جانتے ہی ہیں تو یہ بھی جانتے ہوں گے کہ میں نے ان لوگوں کے موقف کی کتنی پرزور مذمت کی تھی۔ یہ لوگ آپ کو نہیں سمجھ سکے۔ جہاں تک پروفیسر گاڈر کا تعلق ہے تو وہ یہاں کی صورتحال سے ناواقف ہیں۔ انہیں جو کچھ بتایا گیا اسی کے مطابق مشورہ دے دیا۔ اب آپ مطمئن ہو جائیں یہ لوگ مزید کوئی غلطی نہیں کریں گے۔ پروفیسر سے کسی مناسب موقع پر میں خود بات کر لوں گا"۔

من موہن کے تنے ہوئے اعصاب اور ماتھے کی شکنوں میں اب کمی آئی۔ اس نے ڈیوڈ اور میری جانب خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا "تم دونوں کو مندر کی دیوار سے اندر کودتے اور نکلتے وقت کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ عقابی نظروں والے گنگو کی نظر بھی تم پر نہیں پڑی۔ تم مندر کی ایک داسی سے مل کر آئے اس کا بھی تمہارے علاوہ کسی کو نہیں معلوم مگر ہمارے لئے تم لوگ کھلی کتاب کی طرح ہو۔ ہماری شکتی کا تمہیں اندازہ نہیں ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو جہاں جاتے ہو ہمیں اس کی خبر رہتی ہے۔ اس کی وجہ جاسوسی نہیں بلکہ ہماری شکتی ہے۔ سمجھے!" ابھی ہمارے درمیان گفتگو جاری تھی کہ پچیس تیس سالہ جوان تمام تر ادب آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اندر داخل ہوا اور من موہن سے ہندی میں کہا "پتا جی آپ مجھے یہ بتائیں میں کب تک آپ کے ظلم کی دہائی دیتا رہوں گا۔ ماتا جی کو کب تک دکھ دیتے رہیں گے۔ ان کم عمر ناریوں میں آخر وہ کونسی بات ہے جس نے آپ کو اتنا کٹھور بنا دیا ہے کہ آپ کو ماتا جی اور میں نظر نہ آئے۔ جیسے سے میں اب بڑا ہو گیا ہوں۔ کسی طرح کا بھرشٹاچار (ظلم) نہیں ہونے دوں گا۔ آپ ابھی چلیں اور ماتا جی کو منا کر لائیں۔ ورنہ اس کا انتم سوینکار (انجام) بُرا ہو گا"۔

"آکاش تم ابھی تھکے ہوئے ہو۔ اندر جا کر دھیرج رکھو میں آتا ہوں۔ بدیسی مہمانوں کے سامنے اپنے پتا کا اپمان نہ کرو۔ جاؤ بالک میں ابھی آتا ہوں" من موہن نے ہندی میں اس سے بات کی۔ آکاش نے گہری نظروں سے ہمیں دیکھا اور واپس چلا گیا۔ ہم سب خاموش کھڑے تھے۔ یہ مکالمات میرے علاوہ کسی کی سمجھ میں نہیں آئے تھے لیکن ان سے کسی نتیجہ پر پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ من موہن کچھ پریشان نظر آنے لگا۔ اس نے ہم سب کو واپس جانے کا کہا اور ہم وہاں سے چلے آئے۔

(جاری ہے)

مالتی

عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی پر مبنی ایک دلچسپ قصہ ......
مالتی عشقِ حقیقی میں مائل بہ پرواز تھی اور ظفر عشقِ مجازی میں، دونوں ہی اپنے جنون کے پکّے تھے۔

پسرور کے نوجوان حافظ نے جب اس قتالۂ عالم کی نرگسی آنکھوں میں جھانکا تو اُسے یوں محسوس ہوا کہ زہد و پارسائی کا وہ شاندار محل جو اس کی برسوں کی محنت و ریاضت سے تعمیر ہو سکا تھا، آن کی آن میں زمیں بوس ہونے لگا ہے۔ یہ دوشیزہ جو اپنے حلیئے بشرے سے ہندو دکھائی دیتی تھی، اور جس کے قیامت خیز سراپے کی تاب نہ لاتے ہوئے حافظ ظفر علی نے نظریں جھکالی تھیں، لیکن "ایک بار دیکھا ہے، دوسری بار دیکھنے کی تڑپ ہے" کی صدا اس کے دل کی دھڑکنوں میں مسلسل اضافہ بھی کر رہی تھی۔ نظریں مسلسل جھکائے، حافظ ظفر علی نے سوال کیا "تم کون ہو اور تم نے مجھے یہاں کیوں بلوایا ہے؟...... یہاں کسی نے مجھے تم سے باتیں کرتے دیکھ لیا تو غضب ہو جائے گا؟" حافظ ظفر علی نامی یہ نوجوان جس کی قرأت کی شہرت میلوں دور تک پھیلی ہوئی تھی، جب یہ اپنے خوبصورت لحن سے تلاوت قرآن کرتا تو یوں محسوس ہوتا کہ وقت رُک سا گیا ہو۔

"گھبراؤ نہیں، یہاں ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا"۔ یہ خوبرو دوشیزہ پہلی بار گویا ہوئی۔ ظفر علی کے دل میں گویا جلترنگ سے بج اُٹھے، کسی نوجوان اور حسین صنفِ مخالف سے یوں چوری چھپے ملاقات کا اس کے لئے یہ پہلا تجربہ تھا، وہ شاید اس وقت کشش و گریز کی قوتوں میں اُلجھا ہوا تھا، اس کا گریز اُسے مزید کشش میں مبتلا کر رہا تھا اور کشش مزید گریز پر مجبور...... جبکہ یہ خوبصورت دوشیزہ ظفر علی کی ان کیفیات اور ارد گرد کے تاریک اور خوفناک ماحول سے بالکل لاپرواہ تھی، یہ مویشیوں کے باڑے کا پچھواڑا تھا، سامنے جنگل تھا، پورے ماحول نے رات کی سیاہ چادر اوڑھ لی تھی، لوگوں کے ادھر آجانے کا اتنا خوف تو نہ تھا جتنا کہ گیدڑ، بھیڑیے یا کسی اور جنگلی درندے کا ہو سکتا تھا۔ ہندو دوشیزہ کی نشیلی آنکھیں کسی رومان انگیز کیفیت کے بجائے وجد آفرینی کا پتہ دیتی تھیں۔ ظفر علی عجیب کشمکش و پیچ میں مبتلا تھا، دل ہی دل میں کبھی اس وقت کو کوستا جب وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر یہاں پہنچ گیا تھا اور کبھی دل اس تجسس پر اُبھارتا کہ آخر اس کافر حسینہ کا مدعا کیا ہے؟......

☆☆☆

حافظ ظفر علی تلاوت قرآن پاک میں اپنے خوبصورت لحن کی وجہ سے یدِ طولیٰ رکھتا تھا، اس کی تلاوت میں غضب کی کشش تھی۔ پسرور، شہر اقبال سیالکوٹ سے تقریباً تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ کسی زمانے میں پسرور ایک قلعہ نما شہر تھا۔ قلعے کی دیواروں کے آثار اب بھی پسرور کے بلند علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ پرانا شہر کافی بلندی پر واقع تھا حافظ ظفر علی اس چھوٹے سے شہر کے سادہ لوح افراد میں اپنے پُرسوز لحن کی وجہ سے مقدس حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قیام پاکستان کی تحریک ابھی پوری طرح منظم نہیں ہو سکی تھی۔ مسلم رہنماؤں کو کانگریس کے ان ہتھکنڈوں کا علم ہوا تو انہوں نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ نہایت پُر آشوب دور تھا آئے دن ہندوستان کے کسی نہ کسی کونے سے ہندو مسلم فساد کی اطلاع ملتی رہتی تھی دیگر علاقوں کی بہ نسبت پسرور کے لوگ اپنے حال میں مست تھے۔ حافظ ظفر علی کی خوبصورت قرأت اور اس کی عجیب و غریب عادات نے اُسے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا دیا تھا۔ اکثر وہ مسجد کے حجرے میں معتکف ہو کر مختلف وظائف پڑھا کرتا، کبھی کبھی جنگل کی طرف

ابوورہ

نکل جاتا اور ہفتوں شہر میں اس کی صورت نظر نہ آتی۔ ریاضت کی کثرت کی وجہ سے اس کے دماغ میں خشکی اور آنکھوں میں سرخی خاصی بڑھ چکی تھی۔ اکثر وہ بہکی بہکی باتیں بھی کیا کرتا تھا جسے بہت سے لوگ حالتِ جذب و استغراق میں ادا ہونے والے الہامی کلمات قرار دے کر اپنے اپنے طور پر ان کی تفہیم کیا کرتے۔ وہ جب بھی مسجد کے حجرے سے برآمد ہوتا اور شہر میں گھومتا پھرتا تو عقیدت مندوں کی ایک جماعت اس کے پیچھے پیچھے ہاتھ باندھے چلی رہی ہوتی۔ وہ اکثر حمد ہی میں کچھ نہ کچھ بڑبڑاتا رہتا۔ کبھی کہیں رک کر تلاوت شروع کر دیتا تو دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کا ایک جمِ غفیر جمع ہو جاتا۔ عورتیں، بچے، بوڑھے، نوجوان بڑی تعداد میں اپنے اپنے کام کاج چھوڑ کر اکٹھا ہو جاتے۔ ان میں سے بعض تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے۔ حالانکہ انہیں خود بھی معلوم نہ ہوتا کہ وہ کیوں رو رہے ہیں اور جب ظفر علی تلاوت ختم کرتا تو سکوں اور نوٹوں کا ایک ڈھیر اس کے قدموں میں جمع ہو چکا ہوتا۔ وہ نہایت بے اعتنائی سے ایک نگاہِ غلط انداز نقدی کے اس ڈھیر پر ڈال کر واپس مڑ جاتا جبکہ اس کا ایک کم عمر شاگرد آگے بڑھ کر ساری رقم چادر میں باندھ کر ظفر علی کے پیچھے پیچھے چل دیتا۔

جہاں دوست ہوتے ہیں وہاں دشمن بھی ضرور ہوتے ہیں۔ پیرپور کے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ظفر علی انگریز سرکار کا خفیہ آدمی ہے اور اس نے جان بوجھ کر یہ بہروپ دھار رکھا ہے اور اس کام کے لئے انگریز سرکار اسے خاصا معاوضہ بھی دیتی ہے۔ کچھ مخالفین سے قطع نظر پیرپور کے لوگوں کی اکثریت حافظ ظفر علی کو اللہ کا برگزیدہ بندہ سمجھ کر اس کی خوب خدمت کیا کرتی تھی۔ اسی شہر میں پنڈت کرشن پرشاد بھی رہتا تھا۔ یہ نہایت مالدار شخص تھا۔ شہر کے صاف ستھرے علاقے میں اس کی خاصی بڑی حویلی تھی۔ اور یہ بستی کیا ہندو کمیونٹی کے افراد کی اکثریت، مسلمانوں کے مقابلے میں دولت و ثروت سے مالا مال تھی۔ مالتی پنڈت کی اکلوتی بیٹی تھی۔ مالتی کا قیامت خیز حسن شہر بھر کے نوجوانوں کا موضوعِ سخن تھا۔ ہندو نوجوان پنڈت کے تقدس کی وجہ سے مالتی سے دور رہتے جبکہ مسلمان نوجوان ہندو مسلم فساد کے خوف سے مالتی کی تسخیر سے باز رہتے تھے۔

پنڈت کرشن پرشاد کے محلے کی دو ایک گلیوں میں کچھ مسلمانوں کے گھر بھی تھے۔ یہ لوگ بھی اپنے ہندو پڑوسیوں کی طرح مالدار تھے۔ انہوں نے اپنے محلے میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنا رکھی تھی۔ چونکہ ہندو اور مسلمان برسوں سے ایک ساتھ زندگی بسر کرتے چلے آ رہے تھے، اس لئے ان کے دکھ اور ان کی خوشیاں سانجھی تھیں۔ ایک آدھ شرپسند جو کہ مسلمانوں میں بھی موجود تھے، کے علاوہ ہندوؤں کی اکثریت بھی عقلمند اور میل محبت رکھنے والی تھی۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے تہواروں اور شادی بیاہ میں شریک ہوتے تھے۔ وہ امن و سکون کا دور تھا۔

رمضان شریف کی آمد میں کچھ روز باقی رہ گئے تو مالدار محلے کے مسلمانوں نے تراویح پڑھانے کے لئے حافظ ظفر علی سے رجوع کیا۔ پہلے تو ظفر علی نے اپنی عادت کے مطابق لیت و لعل سے کام لیا لیکن محلے داروں کے اصرار اور یقین دہانیوں کی پیش کش کے بعد آمادگی ظاہر کر دی۔ قریب مسلمانوں کو جب یہ علم ہوا کہ حافظ ظفر علی اس رمضان میں ان کی مسجد میں تراویح نہیں پڑھائے گا تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ ان میں سے کچھ سر کردہ افراد نے حافظ ظفر علی سے ملاقات کی اور کہا "جناب آپ ہمیشہ سے ہماری مسجد میں تراویح پڑھاتے رہے ہیں اور ہم نے آپ کی بڑی خدمت بھی کی ہے۔ آپ کیلئے آرام دہ حجرہ تعمیر کر کے دیا ہے۔ ہمارا آپ پر کچھ حق بنتا ہے۔ اگر آپ نے اس مرتبہ ہماری مسجد میں تراویح نہ پڑھائی تو ہمیں بہت دکھ ہو گا۔"

"مجھے جہاں کا حکم ہوا ہے، میں وہیں تراویح پڑھاؤں گا۔ اوپر والوں کے بھید اوپر والے ہی جانتے ہیں۔ تم لوگ زیادہ حجت کرو مت، کسی وبال میں پھنس جاؤ گے۔" یہ کہہ

کر ظفر علی نے ان لوگوں پر اپنی نظریں جما دیں، اس کی سرخ اور نشیلی آنکھیں دیکھ کر یکبارگی تو ان بے چاروں کو جھرجھری سی آ گئی۔ سب ہانپتے کانپتے وہاں سے اٹھ آئے۔

رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا اور حافظ ظفر علی نے مالدار مسلمانوں کی مسجد میں تراویح پڑھانا شروع کر دی۔ اس مسجد سے کچھ فاصلے پر ہی پنڈت کرشن پرشاد کی حویلی تھی۔ پنڈت کی بیٹی مالتی گرمی اور حبس سے پریشان ہو کر حویلی کی چھت پر ہوا خوری کر رہی تھی۔ مالتی کی پرورش کچھ اس طرح ہوئی تھی کہ منافقت، حسد، جھوٹ اور اس قسم کی دوسری معاشرتی برائیوں کی گرد اس کے شعور کو آلودہ نہیں کر سکی تھی، شفاف شعور پر جب قرآنی آیات کے انوارات بوند بوند برسے تو شعور لاشعور کی جانب مائل بہ پرواز ہونے لگا۔

یہ حافظ ظفر علی کی آواز تھی جو تراویح میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ مالتی کو یوں محسوس ہوا کہ یہ آواز اُسے ایک ایسی دنیا کی جانب متوجہ کر رہی ہے جو اس عالمِ آب و گل سے ماورا ہے۔ نامانوس زبان، اجنبی لہجہ، لیکن الفاظ جب ذہن کی سطح سے ٹکراتے تو شعور پر آگہی کا ایک نیا در کھلتا محسوس ہوتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ تشنگی مزید بڑھ جاتی۔ اُس زمانے میں مسجدوں کے اندر لاؤڈ اسپیکر کا رواج نہ تھا، اس کا استعمال محض سیاسی جلسوں تک محدود تھا اور ابھی تک مذہبی عالموں نے اسے قبول نہ کیا تھا، آج کل کی طرح اس سائنسی ایجاد کی ماحول میں اس قدر وائبریشن موجود نہ تھی کہ ایک ہزار کی آبادی میں تین تین مساجد اور تینوں میں پورے والیوم سے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال...... لاؤڈ اسپیکر کی عدم موجودگی کی وجہ سے حافظ ظفر علی کی قرأت کی آواز کی گونج پنڈت کرشن پرشاد کی حویلی تک پہنچتے پہنچتے کمزور پڑ جاتی۔ مالتی کا اب روزانہ معمول بن گیا تھا کہ وہ حافظ ظفر علی کی قرأت سننے چھت پر پہنچ جاتی، لیکن اب اس کی طلب مزید بڑھتی جا رہی تھی۔ تشنگی دور کرنے کے لئے اس نے اپنی خاص ملازمہ کا سہارا لیا اور بالآخر ایک خفیہ منصوبے کے تحت حافظ ظفر علی کو مویشیوں کے باڑے کے پچھلے حصے میں بلوا لیا۔

☆☆☆

حافظ ظفر علی کے اوسان خطا ہوئے جا رہے تھے، اُس کا سارا کرّوفر پسینے کے ذریعے ماتھے سے بہہ رہا تھا۔ مالتی نہایت پرسکون تھی اس نے اپنے ہمراہ لائے ہوئے تھیلے میں سے ایک موم بتی نکالی اور دیا سلائی سے جلا کر اُسے ایک طرف رکھا، چادر نکال کر ایک طرف بچھائی اور آنکھیں بند کر کے اُس پر بیٹھ گئی۔ "تم کون ہو اور مجھے یہاں کیوں بلوایا ہے؟" ظفر علی کی آنکھیں اب بھی جھکی ہوئی تھیں۔ کچھ زمانے کا خوف تھا تو کچھ رعبِ حسن نے کمال دکھایا تھا کہ چہرہ پسینے سے عرق آلود ہو رہا تھا۔ دل کے کسی کونے میں اس قتالۂ حسن کا نام جاننے کی آرزو بھی اس سوال کی محرک بنی ہوئی تھی۔ "میرا نام مالتی ہے!" مالتی نے دور خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا "تم روزانہ لوگوں کو پوتر کتاب پڑھ کر سناتے ہو۔ میری بس یہ آرزو ہے کہ تم پوتر کتاب کا کچھ حصہ پڑھ کر سناؤ"۔ ظفر علی نے ایک نظر مالتی کے چاند سے مکھڑے کو دیکھا۔ کچھ سوچتے جھجکتے ہوئے آخر حافظ ظفر علی نے قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی اور پھر روز اسی طرح ہوتا، حافظ ظفر علی اس جگہ پہنچتا تو مالتی اس کی پہلے سے منتظر ہوتی۔ قرآنی آیات نے مالتی کی روحانی پرواز کو ایک مہمیز دے دی تھی وہ آنکھیں بند کئے نجانے کن کیفیات سے گزرتی، کیسے کیسے مشاہدات اس پر ہوتے، سچ تو یہ ہے کہ دونوں ہی مائل بہ پرواز تھے لیکن اپنے اپنے ظاہر کے عین برعکس، مالتی عشقِ حقیقی کی بلندیوں میں اور حافظ ظفر علی عشقِ مجازی کی راہوں پر، مالتی کے حسن نے حافظ ظفر علی کے ذہن کو مسخر کر لیا تھا۔

انہی دنوں ایک فقیر پیرپور شہر میں وارد ہوا۔ فقیر سے مراد عموماً یہ لی جاتی ہے کہ ایک ایسا خستہ حال شخص جس کا لباس پیوند زدہ، جس کے بال پراگندہ، چہرے سے میلوں مسافت کے آثار، دراصل ہم ظاہر کو ہی اہمیت دیتے ہیں،

کسی کردار کے متعلق جو فرد ہمارے ذہن میں موجود ظاہری حلئیے پر پورانہ اُتر سکے ہم اُسے رد کر دیتے ہیں۔ یہاں فقیر سے مراد ایک روحانی طرز فکر سے مالامال بندہ ہے۔ روحانی انسان یا اللہ کے دوست کے حوالے سے بھی ہم میں سے اکثر کے تصورات حقیقت کے برعکس ہیں، یہاں بھی ہم ظاہری اعمال واشکال سے آراستہ فرد کو ہی اللہ کا برگزیدہ بندہ اور اللہ کا دوست سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ پسرور میں حافظ ظفر علی کو سمجھا گیا تھا۔

یہ صاحب جنھیں آپ فقیر کہئے، نور فراست کا حامل مومن کہئے یا اللہ کا دوست کہئے، غرض انھیں جو بھی نام دیجئے...... یہاں ہم ان کا نام محمد حسین فرض کر لیتے ہیں، یہ اپنے کسی عزیز کی وفات پر پسرور میں وارد ہوئے تھے۔ رات کو تراویح پڑھنے کے لئے مسجد گئے تو تراویح کے اختتام پر عزیزوں نے دیگر نمازیوں سے تعارف کروایا کہ محمد حسین صاحب علی پور سیداں سے آئے ہیں اور وہاں حضرت جماعت علی شاہؒ کے خاص مریدوں میں سے ہیں...... یہ سننا تھا کہ خاصے نمازیوں نے نہایت عقیدت کے ساتھ دوبارہ مصافحہ کیا اور کچھ نے گلے لگایا اور اپنے گھر افطار کرنے کی دعوت بھی دی۔ انہوں نے نہایت انکسار سے معذرت کی۔ کہا کہ "میں کل ہی علی پور سیداں واپس لوٹ جاؤں گا"۔ حافظ ظفر علی کی طبیعت پر یہ سب کچھ بہت گراں گزر رہا تھا اس سے رہا نہ گیا اور طنزیہ لہجے میں محمد حسین سے سوال کیا "آپ کے مرشد کو کچھ قرأت بھی آتی ہے؟"......

مرید اپنے مراد کا دیوانہ تھا، مراد کی شان میں گستاخی پر ضبط نہ کر سکا، لیکن لہجے میں شگفتگی نمایاں تھی "اللہ کے دوستوں کے سامنے جب قرآن کھلا ہوتا ہے تو ان کی نگاہیں ق ل م کے الفاظ کے بجائے لوح محفوظ پر کاتب تقدیر کے قلم کو دیکھ رہی ہوتی ہیں، جب وہ رحیم پڑھتے ہیں تو اللہ کی صفتِ رحیمی کے اسرار ان پر منکشف ہونے لگتے ہیں...... حافظ صاحب آپ اپنی کہئے، آپ تلاوت تو اللہ کے پاک کلام کی کرتے ہیں لیکن آپ کے تصور میں مالتی براجمان ہوتی ہے"۔ یہ کہہ کر محمد حسین مسجد سے باہر آگئے دیگر نمازی بھی چہ مہ گوئیاں کرتے اُن کے پیچھے پیچھے باہر آئے، مالتی کا نام سب ہی کے ذہن میں چبھ گیا تھا، سب معاملے کی تہ تک جانا چاہتے ہیں۔ محمد حسین نے کسی سے بات نہیں کی اور خاموشی سے اپنے عزیز کے ہمراہ گھر گئے اور دوسرے روز سویرے ہی علی پور سیداں روانہ ہو گئے۔

ادھر حافظ ظفر علی کے حوالے سے مالتی کا نام ایک دوسرے کی زبانوں پر گروش کرتے کرتے بالآخر پنڈت کرشن پرشاد کے بھتیجے پرکاش تک پہنچ گیا۔ اُس کا ماتھا ٹھنکا...... یہ مالتی سے شادی کا خواہش مند تھا، پنڈت کرشن پرشاد چاہتا تھا کہ اُس کا دولہا ایسا ہو جو اُس کی جگہ لے سکے اور پرکاش کی عادات و اطوار ایسے نہ تھے، اس کا دن اوباش دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی میں گزرتا اور رات شراب پی کر غل غپاڑہ کرتے میں...... لیکن اُسے یہ آسرا ضرور تھا کہ وہ پنڈت کا واحد قریبی عزیز ہے اور مالتی پر اُس کا پہلا حق بنتا ہے۔ مالتی کے حوالے سے حافظ ظفر علی کا تذکرہ سن کر اُس نے مالتی کی نگرانی شروع کر دی۔ دوسرے روز ہی اُس کے ایک دوست نے بڑی رازداری کے ساتھ کوئی خبر دی اور وہ بے چینی سے رات کا انتظار کرنے لگا۔

چودھویں کا پورا چاند اپنی آب و تاب کے ساتھ نکلا ہوا تھا۔ اُس دور میں نہ تو اس قدر آلودگی تھی اور نہ ہی مصنوعی روشنیوں کی اس قدر چکاچوند کہ آج بڑے شہروں کے لوگ تو چودھویں کے چاند کی اثر آفرینی سے ہی محروم ہو چکے ہیں۔

پرکاش اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باڑے کے پچھلے حصے میں پہنچا تو ایک لمحے کے لئے ٹھٹک کر کھڑا رہ گیا۔ چاند کی مسحور کن چاندنی میں مالتی پر ملکوتی رنگ چھایا ہوا تھا سفید لباس میں وہ آسمان سے اُتری کوئی دیوی دکھائی دیتی تھی، اُس کے چہرے کے گرد ایک نورانی ہالہ سا محسوس ہوتا تھا، حافظ ظفر علی تلاوت کر رہا تھا، مالتی آسن جمائے آنکھیں بند کئے محوِ استغراق تھی۔ ہر ایک کی نظر اپنے اپنے مرکز پر تھی،

مالتی کے سامنے خالق کے عرفان کی منزل تھی وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس جانب گامزن تھی، حافظ ظفر علی کی منزل مالتی تھی، وہ اُس کی رضا و خوشنودی کے لئے تلاوت قرآن کر کر کے اُس کے اوپر پھونکیں مار رہا تھا تاکہ یہ حسین دوشیزہ اُس کی منکوحہ بن جائے دوسری جانب پرکاش کی منزل بھی مالتی تھی اور وہ اپنے اوباش ساتھیوں کے ہمراہ یہاں پہنچا تھا جن کے ہاتھوں میں بھاری بھاری لٹھ تھے۔

اس ماورائی ماحول میں پرکاش کا ذہن بھی ایک لمحہ کو سن سا ہو گیا لیکن اُس نے تیزی سے اپنے ذہن کو جھٹکا اور بری طرح دھاڑا "مالتی......!" مالتی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اسی طرح محوِ استغراق ہی رہی، ہاں البتہ حافظ ظفر علی ڈر کے مارے کھڑا ہو گیا اور بُری طرح کپکپانے لگا، پرکاش نے آگے بڑھ کر مالتی کا ہاتھ پکڑا اور اُسے گھسیٹا اب مالتی کی چیخ نکل گئی، اس چیخ کی گونج کے ساتھ ہی، جنگل کے جانوروں اور پرندوں نے شور مچانا شروع کر دیا، شاید وہ مالتی کے ساتھ کئے جانے والے اس سلوک پر سخت نالاں تھے۔

پرکاش نے دبلی پتلی نازک سی مالتی کو بآسانی ہاتھوں میں اُٹھالیا اور گھوڑے پر بٹھا کر اندھیرے کی دیوار میں گم ہو گیا، حافظ ظفر علی اس صورت حال سے سخت خوفزدہ تھا، اُس کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے، شاید وہ کسی مختصر وظیفے کا ورد کر رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے اپنا بچاؤ کر سکے، پھر اُس نے پرکاش کے ساتھیوں کی جانب رُخ کر کے پھونک ماری پرکاش کے تمام ساتھیوں نے جو چار پانچ کی تعداد میں تھے ایک زوردار قہقہہ بلند کیا۔ اُس کے ساتھ ہی ظفر علی پر ڈنڈوں کی بارش ہونے لگی۔ جب ظفر علی بالکل ادھ موا ہو گیا تو یہ لوگ اُسے چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

☆☆☆

پنڈت کرشن پرشاد کے اعصاب ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گئے۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ مالتی یوں اُس کے ہاتھوں سے نکل جائے گی، اُس نے مالتی کو ایک کمرے میں بند کر دیا اور اپنے جاننے میں حافظ ظفر علی کے جادو کا اُتار کرنے لگا۔ کسی کو خبر نہ تھی کہ مالتی کے من میں کس کا سودا سما گیا تھا، حافظ ظفر علی کی قرأت تو محض ایک ایسا ذریعہ تھا جو اُس کے شعور کو بھگوان کی راہوں پر گامزن ہونے میں مدد دیتی تھی، خود حافظ ظفر علی کا شعور اُس سطح کا اندازہ نہ کر سکا تھا جہاں مالتی پہنچ چکی تھی۔ مالتی کے شعور کو ملنے والا سہارا ٹوٹا تو اُس کا شعور بھی معطل ہو گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا مالتی کی حالت بگڑتی چلی گئی اب دن کا بیشتر حصہ بے ہوشی میں گزرتا۔ پنڈت نے اپنے سارے منتر آزمائے لیکن مالتی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ایک روز کوئی سادھو اتفاق سے پسرور آنکلا، مندر میں پہنچا تو پنڈت اُسے اپنے گھر لے آیا اور اس کی خوب خاطر تواضع کی۔ سادھو نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا، بڑے بڑے جوگیوں سے اُس نے کمال حاصل کیا تھا، پنڈت کی شکل دیکھتے ہی تاڑ گیا کہ معاملہ کیا ہے اور پنڈت کی اس خاطر تواضع کا مقصد کیا ہے؟ بہر حال جب سادھو نے اشنان اور کھانے کے بعد براہ راست پنڈت کو مخاطب کیا "چلو اب ہمیں اپنی بٹیا کے پاس لے چلو" تو پنڈت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بے اختیار وہ سادھو کے قدموں میں گر گیا "سرکار آپ بڑے دیالو ہیں آپ میری بیٹی کو بچا لیں"۔

سادھو نے قدموں میں پڑے پنڈت کو اُٹھایا اُس کے کندھے پر تھپکی دی اور اُس کے ساتھ مالتی کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ مالتی کو دیکھتے ہی اُس کے ماتھے کی شکنیں گہری ہو گئیں اور آنکھیں دور کہیں خلاء میں دیکھنے لگیں۔ کافی دیر تک اس پر یہ کیفیت طاری رہی، پھر ایک جھٹکے کے ساتھ وہ اس کیفیت سے باہر آگیا۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو کمرے میں عورتیں بچے اور کچھ نوجوان جمع ہو چکے تھے، اُس نے ہاتھ سے سب کو باہر نکل جانے کا اشارہ کیا اور پنڈت سے کہا کہ وہ باہر کھڑا رہے پھر ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد اندر آجائے۔ پنڈت کے لئے یہ ایک ڈیڑھ گھنٹہ کئی صدیوں پر محیط تھا، پورا وقت ہونے پر پنڈت اندر داخل ہوا تو سادھو کی حالت

دیکھ کر حیران رہ گیا، سادھو ایک جانب بے ہوش پڑا تھا اور کمرے میں دھواں سا پھیلا ہوا تھا پنڈت نے جلدی سے پانی کا پیالہ لے کر سادھو کے منہ پر چھینٹے مارے سادھو فوراً ہوش میں آگیا لیکن اُس کے حواس بحال ہونے میں کافی دیر لگ گئی۔ مالتی اُسی طرح پلنگ پر بے ہوش لیٹی ہوئی تھی۔ سادھو نے آنکھیں ملتے ہوئے پنڈت کو بتایا کہ "تمہاری بیٹی کی اس حالت میں بڑے بڑے اوتاروں (پیغمبروں) کا ہاتھ ہے وہ اسے اپنے ساتھ سورگ (جنت) میں لے جانا چاہتے ہیں، اُن کے پاس بہت شکتیاں (طاقت) ہیں، میری تمام شکتیاں، اُن کی وجہ سے اب ختم ہوگئی ہیں۔ اب میں کہیں کا نہیں رہا...... ہائے میں کہیں کا نہیں رہا......" یہ کہہ کر وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنے لگا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

پنڈت نے پوچھا "میری بیٹی کا کیا بنے گا!"

"ارے تیری بیٹی تو آج کل کی مہمان ہے، میری تو برسوں کی تپیا غارت ہوگئی...... ارے میں تو برباد ہوگیا...... میں نے اوتاروں کے معاملات میں کیوں ٹانگ اڑائی...... اب تو میرے پاس کچھ بھی نہ بچا"۔ یہ کہہ کر وہ سر پیٹتا ہوا پنڈت کی حویلی سے باہر نکل گیا۔ سادھو کی باتیں گھر کے لوگوں نے بھی سن لی تھیں، اُس کے جاتے ہی رونا پیٹنا مچ گیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مالتی ختم ہوگئی۔ اس کے انتقال کے وقت پورے کمرے میں گلاب کے پھولوں کی تیز خوشبو پھیل گئی تھی۔

☆☆☆

اُدھر حافظ ظفر علی کی حالت عجیب و غریب ہو چکی تھی، وہ گلیوں میں مارا مارا پھرتا تھا کبھی تلاوت کرنے لگ جاتا کبھی مالتی مالتی پکارنے لگتا، پھٹے ہوئے کپڑے جن پر جگہ جگہ خون لگا ہوا تھا۔ پرکاش کے آوارہ دوستوں نے گلی محلے کے شرارتی بچوں کو ظفر علی کے پیچھے لگا دیا تھا تاکہ پورے شہر میں اُس کا تماشہ بن جائے۔ مسلمانوں کی گلی میں لوگوں نے اُس کو پہچان کر چاہا کہ اُس کی حالت درست کی جائے لیکن اُس کے ذہن میں تو مالتی سمائی ہوئی تھی، لوگوں میں سے کسی نے کہا "حافظ صاحب مالتی کا تو انتقال ہوگیا ہے، آج کسی وقت اُس کا کریا کرم ہوگا"۔ حافظ ظفر علی کا تو جیسے دماغ بھک سے اڑ گیا وہ دیوانوں کی طرح شمشان گھاٹ کی طرف دوڑا۔

ہندو اپنے مردوں کو جلاتے ہیں تو انسانی گوشت کے جلنے کی بو ہر طرف پھیل جاتی ہے۔ جس کو دبانے کے لئے وہ چاروں طرف لوبان وغیرہ کی دھونی بھی دیتے ہیں۔ مالتی کی لاش جب جلائی گئی تو ہر طرف گلاب کی خوشبو پھیل گئی۔ حافظ ظفر علی جب شمشان گھاٹ پہنچا تو مالتی کی چتا جل چکی تھی اب وہاں راکھ کے سوا کچھ باقی نہ بچا تھا۔ وہ مالتی مالتی پکارتا اپنے ہاتھوں سے راکھ کریدنے لگا، گرم گرم راکھ نے اُس کے ہاتھوں کو بری طرح جلا دیا لیکن وہ تو ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکا تھا۔ پورے شہر کے مسلمان ظفر علی کی یہ حالت دیکھ کر افسوس کرتے تھے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ کے پسرور میں مقیم شاگرد کے عزیز نے حافظ ظفر علی کی اس حالت پر ترس کھا کر پنچایت کے لوگوں کو تجویز پیش کی کہ میں ظفر علی کو علی پور سیداں حضرت صاحبؒ کے پاس چھوڑ آتا ہوں، وہ ضرور اس کا علاج کردیں گے۔ سب نے خوشی اس تجویز کو منظور کرلیا۔ دراصل حافظ ظفر علی کی وجہ سے مسلمانوں کی پورے شہر میں بڑی بدنامی ہو رہی تھی اور اب تو یہ بات شہر سے باہر نکل کر دوسرے شہروں میں بھی جا پہنچی تھی۔ اصل حقیقت تو شاید ہی کسی کو معلوم ہو لیکن بات جب زبان در زبان پھیلتی ہے تو ہر شخص اپنے ذہن کی استعداد سے اُس میں جوڑ توڑ ضرور کرتا ہے یوں بات کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے اور وقت گزرتے گزرتے حقیقت اس قدر دھندلا جاتی ہے کہ اس کی جھلک بھی کسی کو نظر نہیں آتی۔ اکثر لوگ ہندوؤں کے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوگئے تھے کہ ظفر علی کالے علم کا ماہر تھا اُس نے مالتی کے ذریعے اپنی شکتی میں اضافہ کرنا چاہا اور اس عمل میں مالتی جان سے گئی لیکن ظفر علی بھی اسی

کالے علم کا شکار ہو کر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔

چنانچہ ظفر علی کو حضرت جماعت علی شاہؒ کے پاس لے جایا گیا۔ کچھ لوگ اسے دوسرے تانگے میں بٹھا کر علی پور سیداں روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ حضرت صاحبؒ کے آستانے پر پہنچے تو وہاں موضع بلوان ضلع جھنگ کا ایک تھانیدار، بیٹھا ہوا تھا اور قاتل رجب علی کو لے کر حاضر ہوا تھا۔ اس ڈاکو اور قاتل نے انتظامیہ کا ناک میں دم کر رکھا تھا، تھانیدار نے اسے گرفتار تو کرلیا تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ اسے قید میں رکھنا ممکن نہیں...... پولیس کے بیشتر سپاہی اس سے ملے ہوئے تھے یا پھر اس سے نہایت خوفزدہ تھے۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ رجب علی کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا جائے شاید "نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں" کے مصداق حضرت صاحبؒ کی نگاہ سے رجب علی کا ذہن تبدیل ہو جائے اور اُس کی نوکری اور عزت دونوں خاک میں ملنے سے بچ جائیں۔

☆☆☆

حضرت جماعت علی شاہؒ بیسویں صدی کی ابتداء میں بڑے روحانی بزرگ گزرے ہیں آپؒ نے نہ صرف فتنہ قادیانیت کا بھرپور مقابلہ کیا بلکہ قیام پاکستان کے ضمن میں مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں انہوں نے پورے برصغیر کے دورے بھی کئے۔ ۱۹۴۶ء میں انتخابات کے وقت حضرت صاحبؒ نے فرمایا تھا "جو شخص قیام پاکستان کے لئے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے گا اس کے ساتھ سلام کلام منقطع کر لیا جائے"۔

آپؒ کی آواز پر مسلمانوں کی بڑی تعداد نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی جان و مال کی قربانیاں بھی دیں۔ مسلم لیگ کی کامیابی کے بعد بانیِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے حضرت جماعت علی شاہؒ کو تار دیا "آپؒ کی دعائیں پاکستان کی سرحدیں بن گئی ہیں"۔ حضرت صاحب نے جواب میں تحریر کیا "مسلمانوں کو ان کے نئے ملک کی سرحدیں مبارک ہوں"۔

جیسے پاکستان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بن گیا تو قائداعظم نے حضرت جماعت علی شاہؒ کو ایک خط ارسال کیا جس میں تحریر تھا "آپ کی دعاؤں اور نیک تمناؤں سے مسلمانوں نے سو سال کی غلامی کے بعد خود اپنی آزاد اور خود مختار مملکت حاصل کی ہے میں امید کرتا ہوں کہ مسلمان اس نئے ملک پر بہت خوش ہوں گے"۔ "حضرت صاحبؒ نے قائداعظم کے خط کے جواب میں تحریر کیا تھا "ملک گیری بہت آسان ہے ملک داری بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائے"۔

☆☆☆

تھانیدار جو رجب علی کو حضرت جماعت علی شاہؒ کے آستانے پر لایا تھا اُسے دیکھتے ہوئے حکم دیا کہ حضرت صاحب کی قدم بوسی کرے، وہ ایک تیر کا نشانہ تھا اس نے اپنی جگہ سے ذرا بھی ہل کر نہیں دیا۔ اس وقت حضرت صاحبؒ کا ایک غلام آپؒ کے پیر دبا رہا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے اُسے اشارے سے منع کیا اور تھانیدار سے کہا کہ وہ رجب علی کو مجبور کرے کہ وہ آپؒ کے پیر دبائے۔ رجب علی نے دل میں سوچا کہ بڑا اچھا موقع ہے بڑے میاں کی ہڈی پسلی ایک کردوں گا۔ اسے اپنی زور آوری پر بڑا گھمنڈ تھا حضرتؒ صاحبؒ سے اُس کی نگاہیں ملیں تو ایک لمحے کو وہ لرز سا گیا پھر بھی وہ ہمت کو جھٹک کر آگے بڑھا اور ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ لیکن اُس کے چہرے کے تاثرات ایک لمحے میں یکسر بدل گئے، اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی گوشت پوست کے پیروں کے بجائے لوہے کی راڈ کو دبا رہا ہے اور جس قدر وہ زور لگاتا حضرت صاحبؒ کے پیر اسی قدر مزید سخت ہوتے جاتے۔ تھوڑی دیر میں اُس کے پسینے چھوٹ گئے اس نے حضرت صاحبؒ کی طرف دیکھا وہاں اسے دھیمی دھیمی مسکراہٹ نظر آئی۔ اس نے بہت زور لگایا لیکن وہی صورت حال تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور حضرت صاحبؒ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض کی "حضرت! میں آپ کا غلام ہو گیا

ہوں۔ اتنی طاقت ہے اگر میں بھینس کی ٹانگ بھی دباتا تو وہ بھی دو ٹکڑے ہو کر ٹوٹ جاتی"۔

حضرت جماعت علی شاہؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "رجب علی! تو اپنے آپ کو شہ زور سمجھتا ہے اور دنیا بھر کو نچائے پھرتا ہے۔ مگر ایک بوڑھے فقیر کے پاؤں ٹھیک سے نہیں دبا سکا اگر تیری طاقت اتنی ہے تو چھوڑ اپنی شہ زوری اور ہم فقیروں کے حلقے میں شامل ہو جا، تیری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائے گی"۔

رجب علی کے دل پر اس بات نے نجانے کیا اثر ڈالا کہ وہ زار و قطار رونے لگا۔ حضرت صاحبؒ نے تھانیدار کو ہدایت کی کہ اسے لے جاؤ یہ اب بے ضرر ہو چکا ہے۔ تھانیدار کے بعد حافظ ظفر علی کو پیش کیا گیا۔ ظفر علی کو دیکھتے ہی حضرت جماعت علی شاہ نے فرمایا "آیئے حافظ صاحب! اب تو آپ کو جسم و روح کا فلسفہ سمجھ میں آ گیا ہو گا"۔

آپ کے الفاظ سن کر ظفر علی کے ہمراہ آئے ہوئے افراد حیرت سے ایک دوسرے کے منہ تکنے لگے وہ تو ذہن میں الفاظ ترتیب دے رہے تھے کہ ظفر علی کی رام کہانی یوں حضرت صاحب کے سامنے بیان کریں گے، یہ یہ بتائیں گے...... وغیرہ وغیرہ۔ ظفر علی جو ہوش خرد سے بیگانہ ہو چکا تھا۔ حضرت صاحبؒ کو دیکھتے ہی "مالتی، مالتی" کہتا ہوا آپؒ کے قدموں میں گر گیا۔

"ظفر میاں! تم نے مالتی کے ظاہر کی پرستش میں اپنا حلیہ ہی بگاڑ ڈالا۔

نہ خدا ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

یہ کہہ کر حضرت صاحبؒ حاضرین مجلس سے مخاطب ہوئے "ہم لوگوں میں قرآن کریم کو حفظ کرنے کا رواج تو ہے لیکن افسوس ہے کہ اس میں محض حافظے سے کام لیا جاتا ہے اور آیات کے اندر پوشیدہ انوار الٰہی کا عرفان ضروری نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس جانب تو کسی کی توجہ بھی نہیں جاتی ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں حافظ محض گراموفون کے ریکارڈ بن جاتے ہیں، ہزاروں میں سے ایک آدھ ہی ایسا ملتا ہے جس نے قرآن کے الہامی علم سے بھی استفادہ کیا ہو۔ الفاظ تو محض مغز یا معانی کا پوست (چھلکا) ہوتے ہیں۔ محض پوست نہ تو انسانی جسم کے کچھ کام آ سکتا ہے اور نہ ہی معانی کا پوست الفاظ روحانی غذا کا سبب بن سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں دینی زندگی میں انحطاط کی وجہ سے لفظوں اور ظاہری عبادات پر زیادہ زور ہو جا رہا ہے جبکہ روح کی تشنگی باقی رہتی ہے بلکہ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ حافظ ظفر علی کے ساتھ بھی یہی المیہ ہے، جسے لوگ منزل رسیدہ سمجھتے تھے وہ تو سالک بھی نہ تھا، اگر یہ ذرا بھی بصیرت رکھتا تو مالتی کے عشق میں یوں ہوش و خرد سے نہ محروم ہو جاتا بلکہ مالتی کی روحانی پرواز کو دیکھتے ہوئے خود بھی ان صلاحیتوں کے حصول کی جستجو کرتا......!" یہ کہہ کر حضرت جماعت علی شاہؒ نے حافظ ظفر علی کو مخاطب کر کے کہا "ظفر علی ذرا ہماری طرف تو دیکھو"۔ ظفر علی نے نگاہ جو اُٹھائی تو نہ معلوم حضرت صاحب کے چہرے سے کون سی شعاعیں برقِ آفتابی بن کر نکلیں کہ حافظ "مالتی، مالتی" کہتا ہوا حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گر کر بے ہوش ہو گیا۔

☆☆☆

ظفر علی کو حضرت جماعت علی شاہؒ کی خانقاہ میں رہتے ہوئے اب تین ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا، اس عرصے میں ظفر علی کی ذہنی حالت میں خاصی بہتری نمودار ہو چکی تھی، لیکن وہ اب بھی گم سم ہی نظر آتا۔ ایک روز حضرت جماعت علی شاہؒ نے ظفر علی کو یوں گم سم دیکھا تو فرمایا "ہاں بھئی اب بھی تمہیں وصالِ صنم درکار ہے؟"

"آپ صاحب حال بزرگ ہیں میرا حال خوب جانتے ہیں" ظفر علی نے عرض کی

"تم چاہتے ہو کہ تمہارا ایمان بھی سلامت رہے اور منزل بھی مل جائے تو یہ بتاؤ کہ قرآن مجید بھی کچھ یاد ہے یا فراقِ صنم میں اسے بھی بھلا دیا ہے"۔ حضرت صاحبؒ نے

فرمایا

"یاد ہے حضرت صاحبؒ! یاد ہے!" ظفر علی نے جھلائے ہوئے انداز سے کہا

"تم مالتی کے لئے سورہ الرحمٰن پڑھتے تھے۔ سورہ الرحمٰن تو بہت بڑا سمندر ہے مگر تمہیں کیا معلوم تم تو ابھی اللہ اور رحمٰن کی صفات سے ہی نابلد ہو، ہمارا مشورہ ہے کہ تم پہلے اللہ کہنا سیکھ لو"۔

ظفر علی گڑگڑایا اور عرض کی "قبلہ عالم! پھر مجھے اللہ کہنا سکھا دیجئے"

"کس لئے؟ مالتی کے لئے اللہ کہنا سکھا دوں؟" حضرت صاحبؒ نے پوچھا

"جی حضرت اُسی کے لئے سکھا دیں" ظفر علی نے عرض کی۔

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ اپنی نشست سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے ارشاد فرمایا "لوگو! یہ واقعی سچا عاشق ہے...... ارے اس کی زیارت کر لو"

پھر ظفر سے فرمایا "دیکھو ظفر علی! جس طرح میں اللہ کہوں تم بھی اسی طرح اللہ کہنا"۔

حافظ ظفر علی نے حضرت صاحبؒ کے ساتھ ساتھ دہرایا، اِدھر زبان سے اللہ ادا ہوا اُدھر حافظ ظفر علی بے ہوش ہو گیا، حضرت صاحب نے اپنے جھوٹے پانی کی چھینٹیں ماریں تو ظفر علی فوراً ہوش میں آ گیا اور حضرت صاحبؒ کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو اُسے یوں محسوس ہوا کہ وہاں مالتی اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بیٹھی ہے اور اُسے اپنی جانب بلا رہی ہے...... وہ مالتی مالتی کہتا ہوا آگے بڑھا...... لیکن ایک لمحے کو ٹھہر گیا اور پھر اُس نے اللہ اللہ کا ورد شروع کر دیا، اُس کے دل کا سوز اس کی زبان سے ظاہر ہو رہا تھا، اُس نے سانس کھینچ کر اللہ کہا تو اس کی سانس واپس نہ لوٹ سکی اور وہ وہیں پر گر کر فوت ہو گیا۔ حضرت صاحبؒ نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر حافظ ظفر علی کی موت کو سچے عاشق کی موت قرار دیا۔

بقیہ : انوکھی روح

اسپتال میں ہاؤس جاب کی وجہ سے ہم دونوں بہت تیزی سے ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ گو کہ وہ میرے دل و دماغ پر چھا چکی تھی، میرے من کے نہاں خانے میں اس کی تصویر آویزاں تھی اس کے باوجود میں مریضوں سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں رہتا تھا۔ مریضوں کی خدمت کو اولین ترجیح دیتا تھا۔ اپنے فرض سے کبھی ایک لمحے کی تاخیر بھی نہیں کی تھی۔ ہم دونوں کی ملاقاتیں چائے کی میز پر یا رلوئنڈ کے درمیان ہو جاتی تھیں۔ میں نے بھولے سے بھی اس بات کی کبھی کوشش نہیں کی کہ اس کے سامنے کسی حیلے بہانے سے جاؤں۔ اس سے باتیں کروں۔ میں پہلے ڈاکٹر تھا مریض اہم تھے پھر چھپا تھی۔

نسرین کو شاید اس بات کا اندازہ ہو چکا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے ہیں۔ آخر کیوں نہ ہو۔ محبت مشک کی خوشبو کی طرح ہوتی ہے۔ وہ چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ اس کے باوجود میں نے کبھی چھپاتے تنہائی میں ملنے اور بات کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی کینٹین میں چائے پینے کے لئے مدعو کیا کو کہ وہ ایک ہندو لڑکی تھی۔ ہندو گھروں کا ماحول مسلمان گھرانوں سے مختلف ہوتا ہے لیکن ان کی عورتوں میں شرم و حیا ہوتی ہے۔ گاؤں میں تو اس بات کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ہم دونوں کے درمیان اسپتال میں یا گھر واپس جاتے وقت جو گفتگو اور تبادلہ خیال ہوتا تھا وہ مریضوں اور سینئر ڈاکٹروں اور ان کے مزاجوں اور ان کی سیاست کے بارے میں ہوتا تھا۔ بعض اوقات لائبریری میں ہم دونوں کو تنہائی مل جاتی تھی لیکن میری کبھی زبان پر دل کی بات نہیں آئی۔ ہم دونوں اپنی اپنی جگہ اس بات کو صاف محسوس کر رہے تھے کہ ہمارے درمیان سماج کی نہیں بلکہ مذہب کی دیوار کھڑی ہے جسے گرانا ہمارے اپنے بس کی بات نہیں ہے۔

(جاری ہے)

مشعلِ معرفت

﴿ قارئین کرام ﴾

اللہ تعالیٰ کے عرفان کی راہ پر عازمِ سفر ہونے والے خواتین و حضرات کے لئے مختلف برگزیدہ اور عارفِ حق ہستیوں کی پاکیزہ زندگی کے یہ واقعات مشعلِ راہ ہیں۔ مستند کتابوں کے حوالوں کے ساتھ بزرگوں کے واقعات، کرامات اور حکایات آپ بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

جذب کی کیفیت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بزرگ صورت درویش جذب کی کیفیت میں جنگل کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ان کو اس علاقے کے نواب کا بیٹا ملا جو اپنی موٹر میں سوار کہیں جا رہا تھا۔ اس نے حضرت کو دیکھا اور آپ کے پیچھے ہو لیا اور آپ کو گاڑی میں سوار ہونے کی پیشکش کی۔ آپ نے اپنے رومال میں چند پتھر کے ٹکڑے ڈال کر اس کو دیئے اور فرمایا یہ ہیرے جواہرات لے لو اور میرا پیچھا چھوڑ دو۔ نواب زادہ نے جب رومال دیکھا تو اس کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ اتنے عمدہ ہیرے اور جواہر و لعل اس نے نہ دیکھے تھے نہ سنے تھے مگر اس نے حضرت سے عرض کیا کہ میں ان پتھروں کو لے کر کیا کروں گا مجھے تو آپ کی رفاقت چاہئے۔ یہ سن کر بزرگ نے رومال اس سے لے لیا اور جواہر و لعل زمین پر پھینک دیئے۔

جب جواہر و لعل زمین پر گرے تو دوبارہ کنکریوں کی شکل میں تبدیل ہو چکے تھے۔ اس پر وہ درویش اس نواب زادہ سے بہت خوش ہوئے اور ان کی موٹر میں سوار ہو گئے اور ہاتھ موٹر سے باہر نکال لیا۔ موٹر جہاں سے گزر جاتی لوگ حضرت کا ہاتھ چومتے جاتے۔ جوں جوں لوگوں کی تعداد عقیدت مندی کی وجہ سے بڑھتی جاتی توں توں حضرت کا ہاتھ لمبا ہوتا جاتا۔ یہ دیکھ کر نواب زادے نے عرض کی حضرت کچھ خیال فرمائیں لوگ ڈر جائیں گے۔ یہ بات سن کر درویش نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

(مرسلہ: بلقیس فاطمہ۔ ایف بی ایریا، کراچی)

شاہ لطیفؒ کی دعا

شاہ لطیفؒ کے دور میں گلاں نام کی ایک مشہور و حسین گلوکارہ ہوتی تھی۔ جگہ جگہ اس کے حسن کا چرچا تھا۔ ایک دفعہ گلاں شاہ صاحب کے پاس دعا کروانے کے لئے آئی۔ وہاں کا پرلطف و پرسکون ماحول دیکھ کر وہ گانے گانے لگی۔ شاہ صاحبؒ نے اس کے گانے اور آواز کو بہت پسند کیا۔ گلاں نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عرض کیا کہ سائیں خدا تعالیٰ سے میرے حق میں دعا کیجئے کہ میری زندگی عزت سے گزرے اور حلال رزق نصیب ہو۔

شاہ صاحبؒ جو کہ اس وقت وجد کی حالت میں تھے کہا کہ "گلاں خدا کرے گا کہ تو سندھ کی رانی بنے گی اور تیری کوکھ سے جو شہزادہ پیدا ہو گا وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ مشہور ہو گا اس کی مشہوری جگہ جگہ ہو گی"۔

ادھر وقت کے حاکم میاں نور محمد کلہوڑو کو کچھ لوگوں نے اطلاع دی کہ لوگوں نے شاہ صاحبؒ کے لئے خوامخواہ مشہور کیا ہوا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں، ان کی تو یہ حالت ہے کہ وہ اس وقت ایک بدنام عورت سے راگ سن رہے ہیں۔ میاں نور محمد کلہوڑہ تو پہلے سے شاہ صاحبؒ کا مخالف تھا اس لئے شاہ صاحبؒ کو بدنام کرنے کا موقع جان کر ایک دم اپنے آدمی بھیج کر ان سے کہا کہ اس عورت کو گھسیٹ کر لے آئیں۔

ادھر گلاں جانے لگی تو شاہ لطیفؒ نے کہا کہ بیٹھو ابھی تو موتیوں کے خریدار پہنچے ہی نہیں۔ اتنے میں میاں نور محمد کے بھیجے ہوئے آدمی پہنچ گئے اور گلاں کو اس کے پاس لے

گئے۔ میاں نور محمد گلاں کے حسن کو دیکھ کر اس کا عاشق ہو گیا اور گلاں سے شادی کر لی۔ گلاں کے یہاں ایک بیٹا ہوا اس کا نام غلام شاہ رکھا جو بعد میں اپنے باپ سے زیادہ مشہور بادشاہ بنا۔

غلام شاہ کلہوڑہ اپنی والدہ کی وجہ سے شاہ لطیفؒ کا بڑا عقیدت مند تھا اور حضرت شاہ عبداللطیف کا روضہ مبارک بھی میاں غلام شاہ کلہوڑہ نے بنوایا۔

(مرسلہ: فرحانہ میمن۔ ٹھوڑجہ، خیرپور میرس)

قلندر کی تبلیغ

حضرت بو علی قلندر شاہ پانی پتی کی کاوشوں اور محنتوں کی برکت سے کئی ہندو مسلمان ہو گئے۔ بالخصوص پانی پت کے راجپوتوں نے تو کثیر تعداد میں اسلام قبول کیا۔ اس زمانے میں پانی پت میں کوئی تین سو کے لگ بھگ ہندو لوگ رہ گئے تھے باقی سب اسلام قبول کر چکے تھے۔

خلجیوں کی حکومت نے جہاں کہیں بھی راجپوتوں کی ریاستی حکومتیں تھیں ختم کر دیں اور آپس کی لڑائیوں میں ایک کثیر تعداد راجپوتوں کی ماری گئی۔ اس علاقے کی ایک عورت بیجنتی چانی اور کچھی چھپاتی ضلع سہارن پور کے ایک گاؤں جوالہ پور میں چلی گئی۔ اس کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام امر سنگھ رکھا گیا۔ جب امر سنگھ جوان ہوا تو اس کو اس کی ماں نے مسلمانوں اور ان کی حکومتوں کے مظالم سے آگاہ کیا اور ساتھ یہ بھی بتلایا کہ فلاں فلاں علاقے پر ہماری حکومت اور جاگیر تھی۔

امر سنگھ نے ماں سے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف مسلمانوں سے اپنے آباؤ اجداد کا انتقام لے گا بلکہ اپنی کھوئی ہوئی حکومت بحال اور جاگیروں کو واگزار کروائے گا۔ اس کام کے لئے امر سنگھ اپنے گھر سے نکلا اور دریائے جمنا کے کنارے کشتی کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔

اب اتفاق کی بات ہے یا امر سنگھ کی درخشاں قسمت اتنی تیز تھی کہ دریا کے اسی کنارے پر قریب ہی حضرت بو علی عبادت میں مشغول تھے۔ کافی دیر امر سنگھ ان کو نماز ادا کرتے دیکھتا رہا۔ جب آپ سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی مقناطیسی نگاہ امر سنگھ پر پڑی۔ آپ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور اپنے قریب بلایا اور نام پوچھا۔ اس نے نام بھی بتلایا اور اپنی آمد کے اغراض و مقاصد بھی بتلائے۔ حضرت بو علی قلندر نے اس کو بتلایا "اگر تو اسلام کے حلقے میں داخل ہو جائے تو تیری زندگی کے سارے مقاصد بلا کم و کاست پورے ہو جائیں گے"۔

امر سنگھ نے جب یہ بات سنی تو مسکرا کر کہنے لگا "اے محترم بزرگ! آپ بھی کمال کی بات کر رہے ہیں کہ جائیداد اور جاگیریں تو پہلے ہی جا چکی ہیں۔ اب اسلام قبول کر کے اپنے دھرم سے بھی جاؤں۔ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے"۔

حضرت بو علی نے فرمایا "بیٹے اسلام کی حقانیت تو تیری کایا پلٹ کر رکھ دے گی اور وہ عزتیں جن کو تو تلاش کرتا پھر رہا ہے اس سے کروڑوں گنا زیادہ تجھے مرتبہ و مقام حاصل ہو گا"۔

امر سنگھ آپ کی شگفتہ گوئی سے متاثر ہو گیا مگر اس نے عرض کی "میری ماں زندہ ہے اور اس کی اجازت کے بغیر میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں"۔

حضرت بو علی نے اس کو اجازت دے دی اور فرمایا "جا اپنی ماں سے اسلام میں داخل ہونے کی اجازت لے کر آ...."

لڑکا گھر واپس پہنچا تو ماں کبھی شاید کشتی نہیں ملی اسی وجہ سے امر سنگھ واپس آ گیا ہے مگر جب اس کو پتہ چلا کہ بات قبول اسلام کی ہو رہی ہے تو اس نے تفصیل سے امر سنگھ اور حضرت بو علی کی ملاقات کا قصہ سنا۔ ابھی بات چیت ہو رہی تھی کہ امر سنگھ نے اپنے پہلو میں حضرت بو علی کو کھڑا پایا اور اپنی ماں کو بتلایا کہ یہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے مجھے دعوت اسلام دی ہے۔

امر سنگھ کی ماں نے بھی حضرت بو علی قلندر کو دیکھا اور پیشتر اسکے کہ وہ کوئی بات کرتی حضرت نے فرمایا "اے خاتون! تو اپنے فرزند کو اسلام کے حلقے میں داخل ہونے کی

اجازت دے دے"۔

عورت مرعوب تو پہلے ہی ہو چکی تھی مگر اپنی مشکلات بیان کرتے ہوئے بولی "یا حضرت! مجھے امر سنگھ کو مسلمان ہونے کی اجازت دینے میں کوئی تامل نہیں مگر پریشان ہوں کہ امر سنگھ میرا اکلوتا فرزند ہے۔ اگر یہ مسلمان ہو گیا تو برادری میں اس سے رشتہ ناطہ کون کرے گا"۔

حضرت بو علی مسکرائے اور فرمایا "تیری ساری برادری ہی مسلمان ہو جائے گی پھر رشتہ ناطہ کی فکر کیسی؟"

امر سنگھ کی ماں نے گزارش کی حضرت! پھر ابھی امر سنگھ کو مسلمان کر لیجئے۔ مجھے کوئی عذر نہیں۔ یہ سن کر وہاں سے بو علی غائب ہو گئے۔ جب امر سنگھ اجازت لے کر دریا کے کنارے واپس پہنچا تو حیران رہ گیا کہ بو علی قلندر تو وہاں بدستور نماز پڑھ رہے تھے۔

امر سنگھ نے پہنچتے ہی حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عرض کی کہ یا حضرت مجھے ابھی مسلمان کر لیا جائے۔ میری مادرِ محترم نے مجھے مسلمان ہونے کی اجازت دے دی ہے۔ اسی وقت امر سنگھ کو مسلمان کیا گیا اور اس کا اسلامی نام امر اللہ خان رکھا گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد امر اللہ خان کی خاندانی جاگیریں بھی واگزاشت ہو گئیں اور اس کے ننھیال کے سارے لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور اس کی شادی بھی اس کے خاندان میں ہو گئی اور اللہ نے امر اللہ خان کو تین بیٹے بھی دیئے جن کے نام بالترتیب شہاب الدین، دولت خان اور شہباز خان تھے اور ان تینوں کی نسلیں ہنوز پانی پت میں موجود ہیں۔

(مرسلہ: شاہد تقدیس۔ راولپنڈی)

خدا دوست

شیخ سعدی اپنی ایک حکایت میں ایک درویش کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ شام کے ملک میں ایک درویش ہر وقت یادِ الٰہی میں غرق رہتا تھا۔ اس کا نام تھا "خدا دوست" وہ بزرگ فی الواقع اسم با مسمیٰ تھا۔ دنیا کے جھگڑوں سے اس کو کوئی تعلق نہ تھا، اس کی قناعت اور بے نیازی دیدنی تھی۔ ان خصائل کی وجہ سے اس کو ہر ایک کی نظر میں اعلیٰ اور ارفع مقام حاصل تھا۔ علاقے کے لوگ اس درویش کے لئے ہر وقت گلہائے عقیدت نچھاور کرنے کے لئے ہمہ تن تیار رہتے تھے۔ اسی علاقہ جس میں درویش کا قیام و ٹھکانہ تھا وہاں کا حاکم بڑا ظالم اور مردم آزار تھا۔ لوگ اس سے بڑے نالاں اور نفریں تھے۔ یہ حاکم ستم گر بھی اس درویش کی خدمت میں کبھی کبھی حاضری دیا کرتا تھا۔ مگر وہ درویش اس حاکم کی طرف توجہ نہ دیتا تھا۔ ایک دن اس حاکم نے شکایت کے روپ میں ایک بات درویش سے کہی "اے درویش! آپ ایک خدا رسیدہ بندے ہیں اور میں آپ کے پاس عقیدت کے ڈونگرے لے کر آتا ہوں۔ آپ مجھ پر امتیازی اور انفرادی تلطف نہ سہی مگر ایسی نگاہ تو ڈال سکتے ہیں جس سے آپ دور کے لوگوں کو نوازتے ہیں۔ آپ کی نیکی اور ریاضت اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ سب کے ساتھ یکساں سلوک کریں"۔

خدا دوست درویش نے اس ظالم اور مردم آزار حاکم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا "میری بات غور سے سنو! جب اللہ کی مخلوق تجھ سے نالاں ہے اور تو بندگانِ خدا کا دشمن ہے تو پھر میں تمہارا دوست کیسے ہو سکتا ہوں۔ تو خدا کے بندوں کا دشمن ہے مگر خدا تمہارا دشمن ہے۔ پھر میں بندوں اور خدا کے دشمن کا دوست کیسے بن سکتا ہوں۔ خدا کے دوستوں کی اگر چمڑی بھی ادھڑ جائے تب بھی وہ خدا کے دشمنوں کو دوست نہیں بنا سکتے۔ تم جا کر احسان اور رحم کا وطیرہ اپناؤ تاکہ خلقِ خدا تمہیں دعائیں دے کیونکہ زمانہ سدا زور آوروں کا نہیں رہتا اگر تمہارا برا وقت آ گیا تو تمہارا کوئی پرسانِ حال نہ ہو گا"۔ وہ حاکم نہایت شرمندہ ہوا اور آئندہ کے لئے توبہ تائب ہو کر اس درویش خدا دوست سے رخصت ہوا۔ اس روز کے بعد اس نے خلقِ خدا پر ظلم کرنا ترک کر دیا۔

(مرسلہ: فاطمہ علوی۔ کراچی)

☆☆☆

1

قرآنی انسائیکلوپیڈیا

(ادارہ)

قرآن مجید کائناتی علوم کی دستاویز ہے..... علومِ لدنیہ کا بحرِ ذخار ہے..... علومِ دنیاوی کا سرچشمہ ہے..... قوموں کے عروج و زوال کا شارح ہے..... انسانی نفسیات، معاشرت اور ذہنی رویّوں کا عکاس ہے..... بقائے نوعِ انسانی کا ضامن ہے اور انفرادی و اجتماعی مسائل کا عقدہ کشا ہے..... قرآن مجید میں کائنات اور ورائے کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات موجود ہے۔ قرآنی تعلیمات جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل اہلیانِ عرب کے لئے قابلِ عمل اور منفعت بخش تھیں..... چوتھی سے چھٹی صدی ہجری کے اہلِ فلاسفہ اور عقلی دانشوروں کے فکر و دانش کی بناء تھیں..... اسی طرح قرآن آج کے سائنسی، صنعتی، مشینی اور کمپیوٹرائزڈ دور کے انسان کی جستجو، طلب، تجسس اور ذوق و آہنگ کی تکمیل بھی کرتا ہے۔ قرآنِ مجید ہی وہ کتابِ مبین ہے جس پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں نے پوری دنیا میں دھوم مچا دی، علوم و آگہی کے سرچشمے ان کے آنگن سے پھوٹے.....

آج امتِ مسلمہ عدم اتفاق کے جن مصائب میں مبتلا ہے۔ کم علمی، ذہنی و فکری پسماندگی کے قعرِ مذلت میں جا پھنسی ہے۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ قرآن مجید کے بتائے گئے رستہ پر چلا جائے۔ اس کی قائم کردہ حدود کا احترام کیا جائے۔ اس کی آفاقی تعلیمات پر غور و فکر کیا جائے۔ قرآن کے سائنسی اندازِ فکر پر ریسرچ کی جائے۔ تمام تعصبات کو بالائے طاق رکھ کر، ذاتی اختلافات کو بھلا کر اور غیر فطری مصلحتوں سے کنارہ کشی کرتے ہوئے اس کتابِ مبین پر غور و فکر، تحقیق، تدقیق اور تدبر کیا جائے۔

"قرآنی انسائیکلو پیڈیا" بھی اسی مقصد کے حصول کی ایک چھوٹی سی کوشش ہے۔ ایک دعوتِ عام ہے جس کا مقصد اس کتابِ حکمت میں غور و فکر کرنا اور مسلمانوں کے اندر قرآن میں تفکر کا پیٹرن بحال کرنا ہے۔ "قرآنی انسائیکلو پیڈیا" کا سلسلہ شروع کرنے پر ایک عرصہ سے غور و فکر کیا جا رہا تھا۔ اس سلسلہ کی ابتداء ادارہ کے لئے ایک اعزاز ہے۔ اس مستقل سلسلہ کی اشاعت میں دورِ جدید کے تقاضوں اور جدید سائنسی ذہن کو سامنے رکھا گیا ہے۔ "قرآنی انسائیکلو پیڈیا" کی ترتیب عربی حروفِ تہجی کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ اس حوالہ سے ہمیں قارئین کرام کی تجاویز اور مشوروں کا انتظار رہے گا۔ اپنی آراء سے آگاہ ضرور کیجئے۔

أَبًّا یہ لفظ اَلْاَبُّ سے نکلا ہے جس کے معنی دوب گھاس کے ہیں۔ یہ لفظ پورے قرآن میں صرف ایک آیت میں آیا ہے۔ قرآن مجید کی سورہ عبس آیت 31 ہی میں اس کا تذکرہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور ہر قسم کا پھل اور دوب، فائدہ اٹھانے کے لئے ہے،
تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لئے"۔ (سورہ عبس: 32-31)

مشعلِ معرفت

﴿ قارئین کرام ﴾

جذب کی کیفیت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بزرگ صورت درویش جذب کی کیفیت میں جنگل کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں ان کو اس علاقے کے نواب کا بیٹا ملا جو اپنی موٹر میں سوار کہیں جارہا تھا۔ اس نے حضرت کو دیکھا اور آپ کے پیچھے ہولیا اور آپ کو گاڑی میں سوار ہونے کی پیشکش کی۔ آپ نے اپنے رومال میں چند پتھر کے ٹکڑے ڈال کر اس کو دیئے اور فرمایا یہ ہیرے جواہرات لے لو اور میرا پیچھا چھوڑ دو۔ نواب زادہ نے جب رومال دیکھا تو اس کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں۔ اتنے عمدہ ہیرے اور جواہر و لعل اس نے نہ دیکھے تھے نہ سنے تھے مگر اس نے حضرت سے عرض کیا کہ میں ان پتھروں کو لے کر کیا کروں گا مجھے تو آپ کی رفاقت چاہئے۔ یہ سن کر بزرگ نے رومال اس سے لے لیا اور جواہر و لعل زمین پر پھینک دیئے۔

جب جواہر و لعل زمین پر گرے تو دوبارہ کنکریوں کی شکل میں تبدیل ہوچکے تھے۔ اس پر وہ درویش اس نواب زادے سے بہت خوش ہوئے اور ان کی موٹر میں سوار ہوگئے اور ہاتھ موٹر سے باہر نکال لیا۔ موٹر جہاں سے گزر جاتی لوگ حضرت کا ہاتھ چومتے جاتے۔ جوں جوں لوگوں کی تعداد عقیدت مندی کی وجہ سے بڑھتی جاتی توں توں حضرت کا ہاتھ لمبا ہوتا جاتا۔ یہ دیکھ کر نواب زادے نے عرض کی حضرت کچھ خیال فرمائیں لوگ ڈر جائیں گے۔ یہ بات سن کر درویش نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

(مرسلہ: بلقیس فاطمہ۔ الف فی ایریا، کراچی)

اللہ تعالیٰ کے عرفان کی راہ پر عازم سفر ہونے والے خواتین و حضرات کے لئے مختلف برگزیدہ اور عارف حق ہستیوں کی پاکیزہ زندگی کے یہ واقعات مشعل راہ ہیں۔ مستند کتابوں کے حوالوں کے ساتھ بزرگوں کے واقعات، کرامات اور حکایات آپ بھی ارسال کرسکتے ہیں۔

شاہ لطیفؒ کی دعا

شاہ لطیفؒ کے دور میں گلاں نام کی ایک مشہور و حسین گلوکارہ ہوتی تھی۔ جگہ جگہ اس کے حسن کا چرچہ تھا۔ ایک دفعہ گلاں شاہ صاحب کے پاس دعا کروانے کے لئے آئی۔ وہاں کا پرلطف و پرسکون ماحول دیکھ کر وہ گانے جانے لگی۔ شاہ صاحبؒ نے اس کے گانے اور آواز کو بہت پسند کیا۔ گلاں نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عرض کیا کہ سائیں خدا تعالیٰ سے میرے حق میں دعا کیجئے کہ میری زندگی عزت سے گزرے اور حلال رزق نصیب ہو۔

شاہ صاحبؒ جو کہ اس وقت وجد کی حالت میں تھے کہا کہ "گلاں خدا کرے گا کہ تو سندھ کی رانی بنے گی اور تیری کوکھ سے جو شہزادہ پیدا ہوگا وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ مشہور ہوگا اس کی مشہوری جگہ جگہ ہوگی"۔

ادھر وقت کے حاکم میاں نور محمد کلہوڑہ کو کچھ لوگوں نے اطلاع دی کہ لوگوں نے شاہ صاحبؒ کے لئے خوامخواہ مشہور کیا ہوا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں، ان کی تو یہ حالت ہے کہ وہ اس وقت ایک بدنام عورت سے راگ سن رہے ہیں۔ میاں نور محمد کلہوڑہ تو پہلے سے شاہ صاحبؒ کا مخالف تھا اس لئے شاہ صاحبؒ کو بدنام کرنے کا موقع جان کر ایک دم اپنے آدمی بھیج کر ان سے کہا کہ اس عورت کو گھسیٹ کر لے آئیں۔

ادھر گلاں جانے لگی تو شاہ لطیفؒ نے کہا کہ تجھ ابھی تو موتیوں کے خریدار پہنچے ہی نہیں۔ اتنے میں میاں نور محمد کے بھیجے ہوئے آدمی پہنچ گئے اور گلاں کو اس کے پاس لے گئے۔ میاں نور محمد گلاں کے حسن کو دیکھ کر اس کا عاشق ہوگیا اور گلاں سے شادی کرلی۔ گلاں کے یہاں ایک بیٹا ہوا اس کا نام غلام شاہ رکھا جو بعد میں اپنے باپ سے زیادہ مشہور بادشاہ بنا۔

غلام شاہ کلہوڑہ اپنی ماں کی وجہ سے شاہ لطیفؒ کا بڑا عقیدت مند تھا اور حضرت شاہ عبداللطیف کا روضہ مبارک بھی میاں غلام شاہ کلہوڑہ نے بنوایا۔

(مرسلہ: لوہانو مسکین۔ ٹھوڑھ، خیرپور میرس)

قلندر کی تبلیغ

حضرت بو علی قلندر شاہ پانی پتی کی کاوشوں اور محنتوں کی برکت سے کئی ہندو مسلمان ہوگئے۔ بالخصوص پانی پت کے راجپوتوں نے تو کثیر تعداد میں اسلام قبول کیا۔ اس زمانے میں پانی پت میں کوئی تین سو کے لگ بھگ ہندو لوگ رہ گئے تھے باقی سب اسلام قبول کرچکے تھے۔

خلجیوں کی حکومت نے جہاں کہیں بھی راجپوتوں کی ریاستی حکومتیں تھیں ختم کردیں اور آپس کی لڑائیوں میں ایک کثیر تعداد راجپوتوں کی ماری گئی۔ اس علاقے کی ایک عورت بچتی بچاتی اور چھپتی چھپاتی ضلع سہارن پور کے ایک گاؤں جوالہ پور میں چلی گئی۔ اس کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام امر سنگھ رکھا گیا۔ جب امر سنگھ جوان ہوا تو اس کو اس کی ماں نے مسلمانوں اور ان کی حکومتوں کے مظالم سے آگاہ کیا اور ساتھ یہ بھی بتلایا کہ فلاں فلاں علاقے پر ہماری حکومت اور جاگیر تھی۔

امر سنگھ نے ماں سے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف مسلمانوں سے اپنے آباؤ اجداد کا انتقام لے گا بلکہ اپنی کھوئی ہوئی حکومت بحال اور جاگیروں کو واگزار کروائے گا۔ اس کام کے لئے امر سنگھ اپنے گھر سے نکلا اور دریائے جمنا کے کنارے کشتی کے انتظار میں کھڑا ہوگیا۔

اب اتفاق کی بات ہے یا امر سنگھ کی درخشاں قسمت اتنی تیز تھی کہ دریا کے اسی کنارے پر قریب ہی حضرت بو علی عبادت میں مشغول تھے۔ کافی دیر امر سنگھ ان کو نماز ادا کرتے دیکھتا رہا۔ جب آپ سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی مقناطیسی نگاہ امر سنگھ پر پڑی۔ آپ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور اپنے قریب بلایا اور نام پوچھا۔ اس نے نام بھی بتلایا اور اپنی آمد کے اغراض و مقاصد بھی بتائے۔ حضرت بو علی قلندر نے اس کو بتلایا "اگر تو اسلام کے حلقے میں داخل ہوجائے تو تیری زندگی کے سارے مقاصد بلاکم و کاست پورے ہوجائیں گے"۔

امر سنگھ نے جب یہ بات سنی تو مسکرا کر کہنے لگا "اے محترم بزرگ! آپ بھی کمال کی بات کررہے ہیں کہ جائیداد اور جاگیریں تو پہلے ہی جاچکی ہیں۔ اب اسلام قبول کرکے اپنے دھرم سے بھی جاؤں۔ یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے"۔

حضرت بو علی نے فرمایا "بیٹے اسلام کی حلقہ بگوشی تیری کایا پلٹ کر رکھ دے گی اور وہ عزتیں جن کو تو تلاش کرتا پھر رہا ہے اس سے کروڑوں گنا زیادہ تجھے مرتبہ و مقام حاصل ہوگا"۔

امر سنگھ آپ کی شگفتہ گوئی سے متاثر ہوگیا مگر اس نے عرض کی "میری ماں زندہ ہے اور اس کی اجازت کے بغیر میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں"۔

حضرت بو علی نے اس کو اجازت دے دی اور فرمایا "جا اپنی ماں سے اسلام میں داخل ہونے کی اجازت لے کر آ....."

لڑکا گھر واپس پہنچا تو ماں سمجھی شاید کشتی نہیں ملی اسی وجہ سے امر سنگھ واپس آگیا ہے مگر جب اس کو پتہ چلا کہ بات قبول اسلام کی ہورہی ہے تو اس نے تفصیل سے امر سنگھ اور حضرت بو علی کی ملاقات کا قصہ سنا۔ ابھی بات چیت ہو رہی تھی کہ امر سنگھ نے اپنے پہلو میں حضرت بو علی کو کھڑا پایا اور اپنی ماں کو بتلایا کہ یہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے مجھے دعوت اسلام دی ہے۔

امر سنگھ کی ماں نے بھی حضرت بو علی قلندر کو دیکھا اور پیشتر اسکے کہ وہ کوئی بات کرتی حضرت نے فرمایا "اے خاتون! تُو اپنے فرزند کو اسلام کے حلقے میں داخل ہونے کی

دوب گھاس اور اس کے مختلف حصے

جدید وقدیم تحقیق کے مطابق یہ گھاس بہت سے امراض میں مفید ہے۔ دوب کو پنجابی زبان میں "دب"، فارسی میں "مرغ"، بنگالی میں "دربہ"، تامل میں "اروگو"، سندھی میں "ججھر ڈبھ" اور انگریزی زبان میں Couch Grass کہتے ہیں۔

دوب ایک مشہور گھاس ہے جسے مویشی خصوصاً گھوڑا بہت شوق سے کھاتا ہے۔ دوب بے شمار فائدوں کا مرکب ہے۔ پرانے زمانے کے حکماء دوب Couch Grass کو پیس کر اور گرم کر کے ورم اور درد کے ازالہ کے لئے استعمال کراتے تھے۔ دوب کو جو کے ہمراہ پیس کر سر درد میں استعمال کیا جائے تو درد سے نجات مل جاتی ہے۔ دوب کو ہلدی اور چاول کے ہمراہ پیس کر اور روغن چنبیلی کے ہمراہ اچھی طرح ملا کر لگانے سے چیچک کے داغ میں بھی فائدہ دیکھا گیا ہے۔ ہیضے کی تکلیف میں دوب کو چند کالی مرچوں کے ساتھ پیس کر دیا جائے تو مریض کو تسکین پہنچتی ہے۔ دوب کا خاص فائدہ ورم کو تحلیل کرنا اور زہریلے اثرات کو دور کرنا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

أَبَدًا

یہ لفظ قرآن مجید میں کل 28 مرتبہ مختلف آیات میں استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی ہمیشگی، ابد الآباد اور دوام کے ہیں۔ انگریزی میں اسے Forever، Always اور Indefinit Time کہتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے جب نفع دے گا سچ بولنے والوں کو۔ ان کا سچ، ان کے لئے جنت ہے
جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور اسی میں رہیں گے وہ ہمیشہ۔ اللہ راضی ہوا
ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے، یہی ہے بڑی مراد ملنی"۔ (سورہ مائدہ: 119)

قرآن مجید اور سابقہ تمام الہامی کتابوں کے گہرے مطالعے سے یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کن کہا اور کائنات اپنے تمام اجزاء کے ساتھ تشکیل پا گئی۔ کائنات نے ابتدائی لمحات سے ہی اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ یہ سفر کئی مرحلوں سے گزرتا ہوا ابد کے مقام پر پہنچے گا اور ابد کے بعد کائنات کن سے قبل کے مرحلے میں داخل ہو جائے گی۔

علمائے باطن فرماتے ہیں "یہ ساری کائنات ایک مسافر خانہ ہے، عالم ارواح سے سفر شروع ہوتا ہے پھر برزخ سے نکلتا ہے اور عالم ناسوت میں داخل ہو جاتا ہے۔ عالم ناسوت سے گزر کر عالم اعراف میں پہنچ جاتا ہے۔ عالم اعراف میں مسافرانہ زندگی گزار کر حشر ونشر یوم الحساب کی بادہ پیمائی کر کے جنت کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے۔ عظیم الشان اور لامحدود رقبے پر آباد نور علیٰ نور جنت Heavencity میں غیر معینہ مدت تک قیام کر کے مقام ابد میں حضوری حاصل کر لیتا ہے"۔

☆☆☆☆☆☆

إبراهيم

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام مبارک کا لغوی مطلب "رحم دل باپ" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست اور برگزیدہ پیغمبر کا تذکرہ آخری الہامی کتاب قرآن مجید کی مختلف آیات میں 69 مرتبہ فرمایا

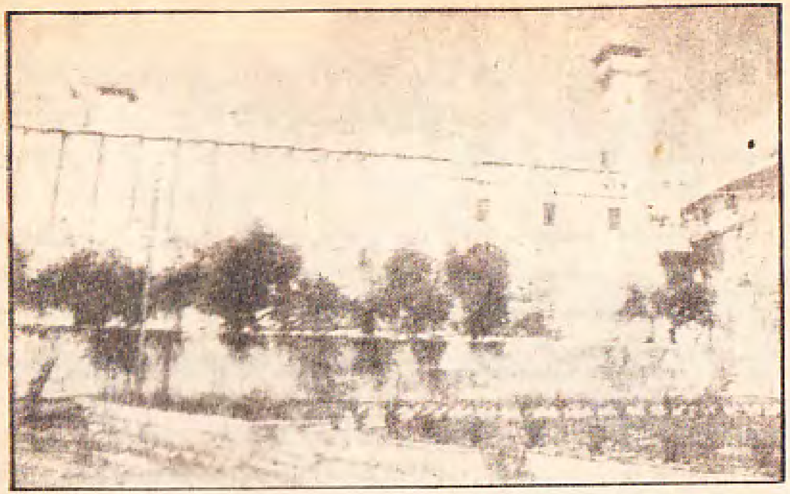

مسجد ابراہیمی (الخلیل) جہاں حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب اور ان کی زوجہ کے مزارات ہیں۔

ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آج سے چار ہزار سال قبل پیدا ہوئے۔ جس شہر میں آپ کی ولادت ہوئی وہ سومیریوں کا شہر "ار" UR تھا، اس زمانے میں نمرود (جسے قدیم سامی زبان میں ار نمو کہتے تھے) کی حکومت تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر (جنہیں بائبل میں تارح Te'rah کہا گیا ہے) ار کے سب سے بڑے پروہت (مذہبی پیشوا) تھے۔ سلطنت میں انہیں نمرود کے مذہبی مشیر کا عہدہ حاصل تھا۔ مذہبی پیشواؤں نے مطلق العنان بادشاہ کی حکمرانی کو تقدس اور تحفظ دے رکھا تھا اور اس کے بدلے میں ملک وقوم کی غصب شدہ دولت میں سے انہیں معقول حصہ بھی ملا کرتا تھا۔ ایک دوسرے کے جرائم سے چشم پوشی کی بنیاد پر مملکت کا سسٹم چل رہا تھا۔ ظلم اور شرک کی گندگی میں تھڑے ہوئے اس معاشرے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی مشعل روشن کی۔ آپ کی روشن کردہ اس مشعل سے بالآخر چہار دانگ عالم میں روشنی پھیل گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کو کسی نہ کسی نام سے تمام مذاہب میں قبول کیا گیا ہے اور تقریباً ہر مذاہب آپ کو نبی، پیغمبر اور اوتار تسلیم کرتے ہیں۔ آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ حنیف اور مسلم تھے اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ تھے۔
سب سے زیادہ یگانگت اور نزدیکی ابراہیم سے ان لوگوں کو ہے جنہوں نے ان کی اور اس نبی (محمدؐ)
کی پیروی کی اور ایمان والے لوگ۔ اور اللہ تو ایمان والوں کا ہی دوست ہے"۔ (سورہ آل عمران: 67-68)

قرآن میں آپ کا نام ابراہیم، بائبل میں ابرام اور ابراہام Abraham اور ہندوؤں کی مقدس کتاب بھوشیہ پران میں بھی آپ کا نام ابرام درج ہے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کے مقدس قصے رامائن کے واقعات اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات میں بعض جگہ خاصی مماثلت پائی جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالاتِ زندگی تاریخی کتابوں کے مطابق :

2160ق م.........حضرت ابراہیمؑ کی عراق کے قدیم شہر ارURمیں پیدائش

2140ق م.........حضرت ابراہیمؑ کا حضرت سارہؑ سے عقد۔ آپؑ کی خفیہ تبلیغ اور بت شکنی۔ آپؑ کے بھتیجے حضرت لوطؑ کی پیدائش

2120ق م.........حضرت ابراہیمؑ کا اعلانیہ توحیدی مشن کی تبلیغ کا آغاز۔ نمرود سے مذاکرہ پھر حاران ہجرت

2100ق م.........حاران سے مصر ہجرت۔ حضرت ہاجرہؑ کا حضرت ابراہیمؑ سے عقد

2080ق م.........حضرت ابراہیمؑ کا کنعان میں قیام اور حضرت لوطؑ کی سدوم ہجرت

2074ق م.........حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش۔ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ حکم خداوندی کے مطابق صحرائے عرب میں

2060ق م.........حضرت سارہؑ سے حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش۔ فطرت سے بغاوت کے نتیجے میں قوم سدوم کی تباہی

2053ق م.........حضرت اسماعیلؑ کی قربانی اور خانہ کعبہ کی تعمیر

2023ق م.........حضرت سارہؑ کی وفات

2020ق م.........حضرت اسحٰقؑ کا حضرت ربقہ سے عقد

2000ق م.........حضرت ربقہ سے حضرت ابراہیمؑ کے جڑواں پوتوں، حضرت یعقوبؑ اور عیسواؑم کی پیدائش

1985ق م.........حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایک کتاب بھی نازل ہوئی جس کا ذکر آگے چل کر ''صحفِ ابراہیمؑ'' کے تحت پیش کریں گے۔

☆☆☆☆☆

أَبَقَ

ابق کے معنی ہیں بھاگ جانا، غائب ہو جانا، بچ نکلنا یا چھپنا۔ جسے انگریزی میں Flee , Fled کہتے ہیں۔ یہ لفظ قرآن میں صرف ایک مرتبہ آیا ہے۔

ترجمہ : ''اور بے شک یونسؑ رسولوں میں سے تھے۔ اور جب وہ بھاگ کر لدے ہوئے جہاز پر پہنچے۔
اور قرعہ (میں ان کا نام) نکلا اور انہیں (سمندر میں) ڈال دیا۔ اور پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا
اور وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے''۔ (سورہ الصٰفٰت : 142-139)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو نینوا میں پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اس زمانے کے حکمرانوں نے پورے علاقے میں لوٹ مار اور تباہی پھیلائی ہوئی تھی۔ آپ نے وہاں جا کر توحید کا پیغام دیا تو ان لوگوں نے آپ کو بہت پریشان کیا چنانچہ آپ وہاں سے ہجرت کر کے ترسیس Tarshish (موجودہ اسپین) کی طرف روانہ ہوئے اور راستے میں وہ واقعہ پیش آیا جو مذکورہ قرآنی آیت میں بیان ہوا ہے۔

نینوا ایک چھوٹا سا شہر تھا جو دریائے دجلہ کے کنارے واقع تھا۔ اشور کے ایک بادشاہ نے یہاں دیوتا کے نام پر ایک مندر بنایا پھر آہستہ آہستہ یہاں عمارتیں بننا شروع ہو گئیں پھر یہ اشوری سلطنت کا دارالحکومت بن گیا۔ اس شہر کی فصیل بنائی گئی، آس پاس خندق کھودی گئی۔ یہ شہر 2000ق م سے 612ق م تک آباد رہا۔ اس کے بعد کلدانیوں نے اس پر حملہ کر دیا اور یہ تہذیب ختم ہو گئی۔ اس کا ذکر آگے تفصیلاً ''قوم یونسؑ'' کے تحت بیان کیا جائے گا۔

الشیخ عظیمی

روحانی سوال و جواب

ان صفحات پر آپ کے روحانی سائنس سے متعلق سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے اس پتے پر ارسال فرمائیں۔

روحانی سوال و جواب، ا۔ ڈی، ۷/۱، ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

سوال : پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں 11 اگست 1999ء کو گذشتہ قرن Last Millennium کے آخری سورج گرہن کا مشاہدہ کیا گیا تھا۔ خلائی تحقیق سے متعلق اداروں، رصد گاہوں اور محکمہ موسمیات کے تحت اس قدرتی منظر کو دیکھنے اور اس کے نتیجہ میں حقائق کو سامنے لانے کے لئے انتظامات کئے گئے تھے۔ اس واقعے سے متعلق لوگوں میں اس قدر گہرا تاثر پایا جاتا تھا کہ ہر مکتبہ فکر کے افراد نے اس کے متعلق کچھ نہ کچھ رائے ضرور دی۔ ماہرین نجوم نے سورج گرہن کی بنا پر واقع ممالک کے مستقبل کے حالات کے متعلق پیش گوئیاں شروع کر دیں۔ کچھ لوگوں نے ملکی اور سیاسی حالات پر اس کے نحس اثرات پڑنے کی پیش گوئیاں کیں۔ عام افراد کو زیادہ تر خوف زدہ دیکھا گیا اکثر لوگ گھروں میں بند ہو کر بیٹھ گئے کہ کہیں سورج گرہن کے نحس اثرات سے انہیں نقصان نہ پہنچ جائے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اپنی روحانی بصیرت کے تحت سورج گرہن کی حقیقت سے پردہ اٹھائیں۔

(ڈاکٹر جمیل احمد صدیقی۔ کراچی)

جواب : انسان کے اندر تجسس کی صلاحیت اسے اپنے اور دیگر مخلوقات و کائنات کے سربستہ رازوں کو بے نقاب کرنے میں مگن رکھتی ہے۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک نئی تحقیق سے صدیوں پرانی روایات اور نظریات پر اچانک ضرب پڑ جاتی ہے اور کچھ عرصے تک کے لئے لوگ اس نئی تحقیق کے نتائج کو قبول کرنے سے گریز کرتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ اندرونی خوف بھی ہو سکتا ہے جو ماحول میں مروجہ طرزوں سے پیدا ہو جاتا ہے جس سے لوگ سوچتے ہیں کہ اگر ہم نے مروجہ روٹین Routine سے ہٹ کر کام کیا تو ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔ سورج، چاند، زمین اور دیگر سیارے ستارے اور وسیع و عریض کہکشانی نظام کو دیکھنے سے انسان کی اپنی ذاتی حیثیت کچھ دیر کے لئے معدوم سی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود انسان میں تجسس اور عزم اسے نئے نئے رازوں کو جاننے کی طرف مائل رکھتا ہے۔ ذہن میں ایک احساس پیدا ہوتا ہے کہ یہ پورا سسٹم کس کے کنٹرول میں ہے؟

بہر حال انسان کا ذہن اس طرف متوجہ ہوتا بھی ہے اور بغیر توجہ کے بھی اس سسٹم میں رہتے ہوئے اس کو قبول بھی کر لیتا ہے۔ کچھ لوگ جو متجسس رہتے ہیں وہ نئے نئے نظریات کو جنم دیتے ہیں جبکہ لوگوں کی بڑی تعداد ایسی ہوتی ہے جو حقیقت سے بے خبر سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے اس کے نتائج میں زندگی گزار دیتی ہے۔

زمانہ قدیم سے سورج، چاند، زمین، آسمان اور دیگر سیاروں سے متعلق مختلف نظریات قائم ہوتے اور ختم ہوتے رہے

ہیں۔ حقیقت سے کتنے لوگ باخبر ہوئے اور انہوں نے حقیقت کو کتنا ظاہر کیا اس کے بارے میں اب تک کوئی حتمی رائے سامنے نہیں آسکی ہے۔ ہمارے اکثر بزرگ خواتین و حضرات جو اب اپنے پوتوں، پوتیوں اور نواسوں، نواسیوں کو جوان ہوتے دیکھ رہے ہیں، اب بھی توہماتی نظریات کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔ موجودہ دور ایسا ہے کہ نئی نسل بغیر LOGIC (دلیل) کے کوئی بات ذہنی طور پر قبول نہیں کرتی۔ آج بھی سورج اور چاند گرہن کے اوقات میں حاملہ خواتین کو بہت زیادہ احتیاط کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ انہیں آرام کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ گرہن کے وقت سورج یا چاند کی طرف دیکھنے پر پابندی، کوئی ایسا کام کرنا جس میں کوئی چیز کاٹنے مثلاً چھری یا چاقو سے سبزی یا پھل اور کپڑا کاٹنے پر پابندی لگادی جاتی ہے اور اس کی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس سے ماں کے رحم میں موجود بچے پر اثر پڑ سکتا ہے۔

اسٹیون ہاکنگ جنہیں موجودہ دور میں نظریاتی فزکس کے آسمان کا درخشاں ستارہ تصور کیا جاتا ہے، کا کہنا ہے کہ

"ہر طبیعاتی نظریہ ہمیشہ عارضی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک مفروضہ ہوتا ہے۔ جسے کبھی بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ تجربات کے نتائج نظریئے سے جتنی بھی مطابقت رکھتے ہوں یہ بات کبھی بھی وثوق سے نہیں کہی جاسکتی کہ اگلی بار نتائج نظریئے سے متضاد نہیں ہوں گے۔ دوسری طرف آپ کسی نظریئے کو صرف کسی ایک مشاہدے سے بھی غلط ثابت کر سکتے ہیں جو اس سے مطابقت نہیں رکھتا"۔

علم فلکیات ASTRONOMY کی اصطلاح میں گرہن کا مطلب ہے کہ سورج، چاند یا کوئی اور چمکدار اجرام فلکی کی روشنی کے درمیان کوئی رکاوٹ آجائے اور اس رکاوٹ کی وجہ سے کسی اور مادی جسم یا اجرام فلکی کی مداخلت ہو جس کے باعث روشنی زمین تک نہ پہنچ سکے۔ سائنسی نقطہ نظر کے مطابق سورج گرہن اس وقت ہوتا ہے جب چاند گردش کرتے ہوئے زمین اور سورج کے درمیان سے گزرتا ہے اور چاند کا سایہ زمین پر پڑتا ہے جس کے باعث دن کے وقت سورج کی روشنی جزوی یا مکمل طور پر کچھ وقت کے لئے زمین پر نہیں پڑتی۔ چونکہ چاند کا مدار 5.9 کے زاویہ پر ترچھا ہے لہٰذا ہر نئے چاند پر سورج گرہن نہیں ہوتا اس کے ترچھے پن کے باعث چاند کا سایہ زمین کے نیچے یا اوپر سے گزر جاتا ہے۔ سورج گرہن نئے چاند کے موقع پر ہوتا ہے اس کو احتراق قمر بھی کہتے ہیں۔ سالانہ سورج گرہن کی تعداد 2 سے لے کر 5 تک ہوسکتی ہے۔ مکمل سورج گرہن یعنی جب چاند سورج کے سامنے مکمل طور پر آتا ہے ایک شاندار منظر پیش کرتا ہے۔ چاند، زمین اور سورج کے ایک لائن میں آنے کے باعث سورج کی چمکدار سطح PHOTOSPHERE چھپ جاتی ہے۔ جبکہ سورج کے اطراف رنگین ہالہ CHROMOSPHERE اور چمکدار ہالہ یعنی CORONA کچھ وقت کے لئے نظر آتا ہے۔ مکمل سورج گرہن کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت 9 منٹ ہوسکتا ہے۔ ASTRONOMERS کی تحقیقات کے مطابق مکمل سورج گرہن کے لئے راستہ کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ 167 میل ہوسکتی ہے۔ اس لحاظ سے کوئی بھی مکمل سورج گرہن 9 منٹ کے وقفہ سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ جزوی سورج گرہن میں سورج کے گرد رنگین ہالہ یعنی CHROMOSPHERE اور چمکدار ہالہ یعنی CORONA کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا۔

کائنات کی حقیقتوں سے باخبر ہونے کے لئے انسان کا سفر جاری ہے۔ تاریخ انسانی میں دو طرح کے افراد کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ایک وہ جو حقیقت آشنا ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں۔

حقیقت آشنا طرز فکر کے افراد پیغمبران علیہم السلام ہیں یا وہ افراد ہیں جو پیغمبرانہ طرز فکر کے حامل ہیں۔ پیغمبران علیہم السلام کی طرز فکر یہ ہے کہ خالق کائنات اللہ نے ہر شے کو دو رخ میں تخلیق کیا ہے شے کا ایک رخ ظاہر اور دوسرا رخ باطن ہے

نوع انسانی کا تجربہ یہ ہے کہ اس کا انہماک ظاہری رخ میں زیادہ رہتا ہے۔ چنانچہ وہ باطن یا حقیقت سے زیادہ بے خبر رہتا ہے۔ جب کہ زندگی میں اسے کبھی نہ کبھی خواب کی کیفیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پیغمبرانہ طرز فکر اور علم نبوت کے حامل افراد کو علمائے باطن کہا جاتا ہے۔ علمائے باطن پیغمبروں کے نقوش قدم پر چل کر پہلے خود اپنی حقیقت یعنی باطن سے واقفیت حاصل کر کے خالق کائنات کا تعارف حاصل کرتے ہیں اور پھر نوع انسانی کو بھی اس کا درس دیتے ہیں۔ تاریخ انسانی میں ایسے افراد ہر دور میں موجود رہے ہیں۔

علمائے باطن میں سے موجودہ دور کی ایک ہستی حضور قلندر بابا اولیاءؒ ہیں جنہوں نے نوع انسانی کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق حقیقت آشنا کرنے کے لئے ایک نظام ترتیب دیا ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے نوع انسانی کے لئے روحانی علوم کے فارمولوں پر مبنی کتاب لوح و قلم تحریر کی۔

سائنس نے جتنی تحقیق و تلاش کی ہے اس کا سہرا بلاشبہ سائنسدانوں کے سر پر سجا ہوا ہے۔ سائنس جو کچھ کہتی ہے اس کا تعلق مادیت کے زیر اثر مشاہدے سے ہے۔ جیسے جیسے تلاش آگے بڑھتی ہے اور اس تلاش میں تفکر گہرا ہوتا ہے تو مشاہدات میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ جب ہم نظریاتی مشاہدے کا تذکرہ کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ مادی وسائل کو بروئے کار لا کر کسی چیز کو سمجھا گیا ہے۔ یعنی جو چیز بھی دیکھی گئی ہے اس کے دیکھنے کے عمل میں مادیت کا عمل دخل ہے جبکہ مادیت بجائے خود ایک مفروضہ ہے۔ مفروضے سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ نتیجہ ضرور مرتب ہوتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نتائج میں حقائق کا کتنا عمل دخل ہے اور حقیقت غلط پردے کتنا پردہ اٹھا ہے۔

اب ہم علمائے باطن کی طرز فکر سے مشاہدہ کئے گئے نظام شمسی سورج، چاند اور زمین کے متعلق اور سورج گرہن کی حقیقت کا تذکرہ کریں گے۔

زمانہ قدیم کے ماہرین فلکیات ہوں یا زمانہ جدید کے ماہرین ان کا کہنا ہے کہ سورج میں روشنی ہے تپش ہے۔ جبکہ علمائے باطن یہ کہتے ہیں کہ سورج میں روشنی نہیں ہے۔ اصل میں زمین روشن ہے۔ زمین محوری اور طولانی حرکت میں گردش کر رہی ہے روشن زمین کا انعکاس سورج کے اوپر ہوتا ہے اور سورج کا یہ انعکاس دھوپ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے

"قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی اور قسم ہے چاند کی جو سورج کے پیچھے آئے اور
قسم ہے دن کی جب ظاہر کرے اس کو اور رات کی جب ڈھانک لے اس کو"۔ (الشمس)

زمین ایک گلوب ہے جو اپنے مدار پر ہر وقت متحرک رہتا ہے۔ زمین کے دو وجود ہیں۔ ایک وجود ظاہری ہے اور زمین کا دوسرا وجود باطنی ہے۔ زمین کا باطنی وجود ایسی ماورائی لہروں سے بنا ہوا ہے جو براہ راست نور سے فیڈ ہوتی ہیں۔ یہ روشنیاں ماورائے بنفشی شعاعوں سے بھی زیادہ لطیف ہیں کسی بھی مادی وسیلے سے نظر نہ آنے والی یہ روشنیاں سورج کے اوپر منعکس ہوتی رہتی ہیں۔

سورج ایک ایسا سیاہ طباق ہے یا توے کی طرح ہے، جس میں اتنی تاریکی اور سیاہی ہے کہ دنیا میں لاکھوں سال میں رائج الفاظ میں اس تاریکی کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس سیاہ توے یا سورج پر جب ماورائی لطیف روشنیاں پڑتی ہیں تو سورج سے منعکس ہو کر زمین پر آتی ہیں اور یہی وہ روشنی ہے جس کو دھوپ کہتے ہیں۔ روحانی آنکھ سے نظر آنے والا چاند اس کے برعکس ہے جو ٹیلی اسکوپ دیکھتی ہے۔ روحانی آنکھ سے نظر آتا ہے کہ چاند پر پہاڑ، جھیلیں، تالاب اور ریگستان ہیں تالاب اور جھیلوں کے پانی میں پارے کا عنصر غالب ہے اور یہ پانی پارے کی طرح چمکدار ہے۔ چاند کی فضا میں گیس کی تہ ایسی ہے جیسے ویلڈنگ کرتے وقت

آتی ہے۔ چاند کی زمین پر چہل قدمی کرتے وقت جسم لطیف محسوس ہوتا ہے۔ اتنا لطیف جو ہوا میں آسانی سے اڑ سکتا ہے۔ لیکن لطیف ہونے کے باوجود جسم ٹھوس ہوتا ہے۔ چاند پر کوئی مستقل آبادی نہیں ہے۔ چاند ایک سیر گاہ ہے جہاں جسم مثالی جاسکتا ہے۔ دنیا کا کوئی فرد اس وقت تک چاند میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ جسم مثالی سے واقف نہ ہو۔ نہ صرف یہ کہ جسم مثالی سے واقف ہو بلکہ اپنے ارادے اور اختیار سے جسم مثالی کے ساتھ سفر کر سکتا ہو۔ جس طرح روحانی نظر سے چاند، زمین اور سورج کی اصل ماہیت ظاہری ماہیت سے مختلف نظر آتی ہے اسی طرح روحانی نظر سے سورج گرہن کا **MECHAN-ISM** بھی مختلف نظر آتا ہے۔

سورج اور چاند کی گردش ہر باشعور آدمی کو اس طرف متوجہ کرتی ہے کہ مخلوق کے اندر دو حواس کام کرتے ہیں ایک طرز کے حواس کا تعلق رات اور چاند سے ہے اور دوسرے حواس کا تعلق دن یا سورج سے ہے۔ ہر انسان دو ایجنسیوں سے مرکب ہے ایک کو ظاہر الوجود اور دوسرے کو باطن الوجود کہا جاتا ہے۔ ظاہر الوجود بیداری کے ہالے میں بند ہو کر حرکت کرتا ہے۔ جبکہ باطن الوجود رات کے ہالے میں متحرک رہتا ہے۔ انسان بیک وقت ایک ہی اطلاع کو دو طرح قبول کرتا ہے۔ ایک طرز یہ کہ اس میں **TIME SPACE** کا غلبہ شعوری اختیار سے نامعلوم ہوتا ہے۔ ایک ہی اطلاع دو حواس پر تقسیم ہوتی رہتی ہے۔

1- آدمی پابند ہو کر زندگی گزارتا ہے

2- آدمی آزاد ہو کر زندگی گزارتا ہے

باطن الوجود میں آزادی ہے۔ جبکہ ظاہر الوجود میں آزادی نہیں ہے۔

سورج کا گرہن ہونا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ روشنی پر تاریکی غالب آگئی۔ روشنی پر تاریکی کے غلبہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک مستقل نظام کام کر رہا ہے۔ جتنے بھی آسمانی صحائف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے یا پیغمبروں پر کتابیں نازل ہوئیں ان سب کا منشاء یہ ہے کہ انسان مخلوقات میں ایک مشرف مخلوق ہے اور شرف کا دارومدار اس بات پر ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرے۔ قربت کے حصول کا ذریعہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات میں رات کے حواس سے مربوط ہے۔

1- ہم داخل کرتے ہیں رات کو دن میں اور داخل کرتے ہیں دن کو رات میں

2- اور ہم نکالتے ہیں رات کو دن میں سے اور نکالتے ہیں دن سے رات

3- ہم ادھیڑ لیتے ہیں رات پر سے دن کو

نوع انسانی کا جوہر پیغمبران علیہم السلام ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے۔ وہاں ارشاد ہے:

"ہم نے موسیٰ سے 30 راتوں کا وعدہ کیا اور 40 میں پورا کیا"۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج کے واقعہ میں بھی رات کے حواس کا تذکرہ موجود ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بھی پہلے خواب میں پیش آیا۔ بعد میں اس کا مظاہرہ ہو گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

علمائے ربانی اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے قربت (غیب کی دنیا میں داخل ہونا) اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا ذریعہ رات کے حواس ہیں۔

رات کے حواس دراصل ظاہر الوجود کے برعکس باطن الوجود کے حواس ہیں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی مقام ہے کہ سورج گرہن کے وقت نمازِ کسوف ادا کی جائے اور نمازِ کسوف میں بڑی بڑی سورتیں جیسے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی تلاوت کی جائے۔

سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر تفکر کیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ان سورتوں میں وہ ساری ہدایات ہیں جن پر عمل کر کے نوع انسانی شعوری حد بندیوں سے آزاد ہو کر لاشعوری دنیا یعنی غیب کی دنیا میں داخل ہو سکتی ہے۔

سورج گرہن کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اجرامِ فلکی میں چاند، زمین کے گرد گردش کے دوران مختلف مدارج سے گزرتا ہے۔ گردش کے ابتدائی دنوں میں چاند کا جتنا حصہ سورج کی روشنی سے منور ہوتا ہے اسے ہلال کہتے ہیں ہر رات اس کے روشن حصے میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ 14 دنوں میں چاند پورا ہو جاتا ہے رفتہ رفتہ چاند گھٹنا شروع ہوتا ہے اور بالآخر نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

یہ نظام جہاں اللہ تعالیٰ کی بہترین تخلیق کی نشاندہی ہے وہاں انسان کے دو حواس کی درجہ بندی بھی ہے۔

ایک حواس بیداری کے حواس دوسرے حواس رات کے حواس۔

تاریخ کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ نوع انسانی نے کسی بھی دور میں زمین کی قدر نہیں کی ہمیشہ زمین کی کوکھ اجاڑنے پر مصروف عمل رہی۔ قدرت کا ایک چلن ہے۔ وہ یہ کہ قدرت اپنی مخلوق سے محبت کرتی ہے۔ اپنی مخلوق کے لئے ایثار کرتی ہے۔ اپنی مخلوق کو تحفظ فراہم کرتی ہے۔ تخلیقی عوامل کو مستحکم اور مربوط کرنے کے لئے وسائل فراہم کرتی ہے۔ چاند اور سورج کی گردش میں یعنی کائناتی سسٹم میں جب ایسا موقع آتا ہے کہ چاند براہِ راست سورج کے سامنے آجائے تو روشنی کا انعکاس متاثر ہوتا ہے اور سورج کی روشنی آہستہ آہستہ مدھم ہو کر تاریکی میں ڈوب جاتی ہے۔ اس نظام کی تبدیلی سے زمین کے اوپر فتنہ و فساد اور خوں ریزی سے جو حیات کے برخلاف عناصر میں پیدا ہونے والی شدت اس تبدیلی سے ختم ہو جاتی ہے اور زمین کو ایک نئی زندگی فراہم ہو جاتی ہے۔

یہ بات کہ ہمارے آقا مولا خاتم النبیین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ "سورج گرہن کے وقت عبادت کی جائے توبہ استغفار کیا جائے اللہ سے رجوع کیا جائے" دراصل شعوری واردات و کیفیات سے آزاد ہونے کے لئے توجہ اور مرکزیت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

ہمارا تجربہ ہے کہ انسان دن بھر پریشانیوں اور وسوسوں میں مبتلا ہو کر رات کو سو جاتا ہے۔ یعنی دن کے حواس سے نکل کر رات کے حواس میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو اس کے اوپر پریشانی اور تھکان کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس بات کو اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب انسان نیند میں لاشعوری حالت میں منتقل ہو جاتا ہے تو وہ پرسکون ہو جاتا ہے۔ روحانی نقطہ نظر سے زمین کے بھی دو وجود ہیں زمین کا ایک وجود باطن الوجود ہے اور زمین کا دوسرا وجود ظاہر الوجود ہے۔ زمین کا باطن الوجود رات ہے اور ظاہر الوجود دن ہے۔ جب زمین کا ظاہر الوجود باطن الوجود میں داخل ہوتا ہے تو زمین کے اندر موجود عناصر میں نئی انرجی داخل ہو جاتی ہے۔ جس سے زمین پر موجود مخلوق کو حیات نو عطا ہوتی ہے۔ نماز اور توبہ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ توبہ استغفار کے بعد گناہوں میں لتھڑی ہوئی مخلوق میں پاکیزہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کے اندر انوار و تجلیات کا ذخیرہ ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

میرا پیغام ہے!

آپ اپنے کسی دوست، رشتہ دار، معاشرے کے کسی فرد یا روحانی ڈائجسٹ کے کسی مضمون نگار کے نام کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں تو ہمیں ایک سطر میں تحریر کرکے ارسال کر دیجیے۔

☆...... میرا پیغام خواجہ شمس الدین عظیمی کے نام ہے!

میری اور میرے گھر والوں کی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے آپ کی محبتیں اور شفقتیں ہمیں نصیب فرمائے (آمین) تمام عالمین میں آپ کا مبارک ساتھ نصیب ہو۔ (آمین)

(یاسمین گل۔ پیپلز کالونی فیصل آباد)

☆...... میرا پیغام الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے نام ہے!

جس کو دیکھو وہی ہے بے قرار بابا
آجائیے سانگھڑ آپ کا انتظار ہے بابا
آپ کو شکایت تھی گرمی کی لیکن
اب تو موسم بہار ہے بابا

(غلام مصطفیٰ پرواز۔ سانگھڑ)

☆...... میرا پیغام روحانی ڈائجسٹ کے پڑھنے والے تمام قارئین کرام کے نام ہے!

بڑھا سکو تو بڑھاؤ وقارِ انسانی کو
جو ہو سکے تو شکستہ دلوں سے پیار کرو

(امبر فرید۔ محمود آباد کراچی)

☆...... میرا پیغام مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگوں کے نام ہے!

خدا کے لئے مغربیت کا بھوت اپنے سر سے اتار دیجئے۔ اللہ اور رسول ؐ کی نافرمانی کرکے دنیا و آخرت کی بربادی اپنے سر مت لیجے۔

(عبدالکریم منصوری مٹیاری سندھ)

☆...... میرا پیغام عظیمی صاحب کے نام ہے!

محترم آپ ہمارے شہر قصور میں بھی اپنے سلسلہ کا سینٹر قائم فرمائیے۔ یہاں روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کی تعداد ماشاء اللہ خاصی ہو چکی ہے جو روحانی سینٹر کے قیام کے لئے بے چینی سے منتظر ہیں۔

(جاوید علی شیخ۔ قصور)

☆...... میرا پیغام معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کے نام ہے!

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر کی مالا میں ایک لاکھ موتی اور پرودیں اور جتنی کامیابیاں ملی ہیں خدا کرے کہ وہ دگنی اور ملیں۔

(الماس حمید۔ کراچی)

☆...... میرا پیغام اپنی تمام دوستوں کے نام ہے!

میری تمام سہیلیوں! تمہارے ساتھ جو لمحے گزرے ہیں میرے لئے موتیوں کا ہار بن گئے ہیں میں ایک ایک کرکے انہیں گنتی ہوں جیسے تسبیح کے دانے

(شاہدہ عرشی۔ شادمان ٹاؤن کراچی)

☆...... ہمارا پیغام پورے ملک میں قائم عظیمیہ روحانی لائبریری کے ارکان کے نام ہے!

نیو ملینیئم کے پرمسرت موقع پر سب کو ہماری لائبریری کی جانب سے دلی مبارکباد۔ اللہ سے دعا ہے کہ آنے والا ہر نیا لمحہ آپ سب کے لئے ڈھیروں خوشیاں لائے۔

(کارکنان عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین۔ محمود آباد کراچی)

☆...... میرا پیغام میری محسن پرنسپل ڈاکٹر شگفتہ نرگس کے نام ہے!

میڈم آپ بہت اچھی اور پرشفقت شخصیت کی مالک ہیں۔ آپ نے میری بے مقصد زندگی کو بامقصد بنایا۔ میری ہمت جواب دے جاتی تھی تو یقیناً آپ مجھے چلنا بھی سکھائیں گی مجھے ہر قدم پر آپ کی راہنمائی اور مدد کی سخت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور ذہنی سکون عطا کرے میرے پاس آپ کی تعریف کے لئے موزوں الفاظ نہیں مل رہے کہ جس کے ذریعے میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں۔

(ثمینہ کوثر۔ چکلالہ راولپنڈی)

☆...... میرا پیغام اپنی دوست رخسانہ کنول کے نام ہے!

اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرکے خدائے بزرگ و برتر کی ذات سے اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے دعا کریں۔ ہر لمحہ رب رحیم سے اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے دعا کرو

(روزینہ رفیق۔ رحیم یار خان)

☆...... میرا پیغام میری بہت ہی پیاری بہن وائزہ کے نام ہے!

چھ فروری کو تمہاری سالگرہ ہے تمہیں بہت بہت مبارکباد ہو۔ تمہاری لئے میری دعا ہے:

جب تک جیو تم
ہر سانس میں صندل مہکے
ہر پھول کی خوشبو سنگ تیرے
خوشی کا ہر گلاب تیرے دل کی سرزمین پہ کھلے
تم ہمیشہ یونہی ہنستی مسکراتی رہو۔

(امبر فرید۔ محمود آباد)

☆...... میرا پیغام اپنے جان سے زیادہ عزیز ساتھی کوثر کے نام ہے!

ایک ایسے وقت میں جب میں مایوسیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں کھو چکا تھا۔ کوئی راستہ نہ سوجھ رہا تھا، ایسے میں تمہارے سہارے نے مجھے امید کی کرن عطا کی۔ دوستی کی خوشبوؤں سے معطر تمہارے ساتھ نے میرے ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو طاقت بخش دی۔ تمہاری دعاؤں نے مجھ جیسے بے ہمت اور مایوس انسان کو حوصلہ دے کر شاہراہ حیات پر دوبارہ گامزن کر دیا۔ آج تمہاری ہی وجہ سے میں ترقی کے زینے پر قدم رکھ رہا ہوں۔ خدا تجھے بھی اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ تیرا ساتھ ہی میری زندگی ہے۔

(عبدالرشید۔ سانگھڑ)

حاصلِ مطالعہ

مرتبہ: محمد ذیشان خان

آپ اپنے ذوقِ مطالعہ سے دوسروں کو بھی متاثر اور مستفید کر سکتے ہیں۔
وہ اس طرح کہ اپنا حاصلِ مطالعہ، کتاب کے حوالے کے ہمراہ ہمیں ارسال کر دیں۔

مقربین حق

مقربین حق عبادت تو خیر کرتے ہی ہیں۔ عبادت کے ساتھ محبت بھی کرتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب آقا کے کسی بھی فعل پر کوئی تنقید نہیں کرتے انہیں مخلوق سے بھی کوئی گلہ نہیں ہوتا وہ حاصل کی بجائے ایثار کو اپنا شعار بناتے ہیں۔

وہ محبوب کے ہر ستم کو کرم ہی سمجھتے ہیں۔ وہ جلوؤں کے متلاشی اور پیاسے ہوتے ہیں۔ وہ حیرت کی وادیوں میں سرگرداں رہتے ہیں۔ انہیں ہر طرف حسن و جمال ہی نظر آتا ہے۔ مقربین غصہ، حسد، کینہ، لالچ اور نفرت سے آزاد ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ کے لئے بے ضرر ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ سب کے لئے منفعت بخش ہوتے ہیں۔ وہ کسی کا دل نہیں دکھاتے۔ کسی کا حق نہیں رکھتے۔ کسی کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھتے، وہ گناہ سے نفرت ضرور کرتے ہیں لیکن گناہ گار سے نہیں۔ کسی کی تباہی کی دعا نہیں مانگتے۔ وہ دنیا کی محبت سے آزاد ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ شہرت، مرتبے اور دولت کے حجابات سے نکل چکے ہوتے ہیں۔ وہ نیند پر بیداری کو ترجیح دیتے ہیں ان کا سرمایہ، عسرت پرویز کی بجائے غم فرہاد ہے۔ وہ قطرے میں سمندر کی جلوہ گری دیکھتے ہیں۔ وہ ہر ابتلا میں بھی شکر کرتے ہیں۔ وہ صابر ہیں، شاکر ہیں، وہ احسان و عدل کے مقامات سے آشنا کر دیئے جاتے ہیں۔ وہ ہجوم میں بھی ہوں تو اکیلے ہیں۔ تنہا بھی ہوں تو ان کے پاس ہجوم خیال کے میلے ہیں۔ مقربین بس مقربین ہیں۔

(اقتباس: قطرہ قطرہ قلزم۔ واصف علی واصف

مرسلہ: ڈاکٹر زاہد وارشد)

اصلی دولت

علم، صحت اور اخلاق یہ تین دولتیں ایسی ہیں، جو انسان کے پاس ہوں تو اسے پھر کسی دولت کی ضرورت نہیں رہتی۔ دین و دنیا کی تمام دولتیں اور نعمتیں ان تین چیزوں سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ وہ انسان بڑے اچھے ہیں جن کو یہ تینوں چیزیں حاصل ہیں۔ ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرو، باقی چیزیں تمہیں خود مل جائیں گی۔

(اقتباس: کتاب درستان۔ حکیم محمد سعیدؒ

مرسلہ: جاوید غنی، غازی آباد اور نگی ٹاؤن کراچی)

غفور الرحیم

اللہ تعالیٰ بڑا غفور الرحیم ہے۔ اس میں اور اس کے بندوں میں یہی فرق ہے کہ اس کے بندے ذاتی رنجشوں اور ناراضگیوں سے تنگ آکر انتقام پر اتر آتے ہیں۔ بنی نوع انسان کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیتے ہیں۔ لیکن اللہ غفور الرحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں، اپنے گناہ گار بندوں سے بھی نفرت نہیں کرتا۔ وہ قادر مطلق ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے لیکن وہ کسی گناہ گار سے انتقام نہیں لیتا۔ اس سے اس کی روزی نہیں چھینتا، اس پر عرصہ حیات تنگ نہیں کرتا۔ وہ عفو اور توبہ کے دروازے ہر وقت کھلے رکھتا ہے۔

(اقتباس: پریشر ککر، صدیق سالک

مرسلہ: نائلہ مختیار۔ کوہاٹ)

قبر نہیں دروازہ

"حافظ جی کے لڑکے کا انتقال ہو گیا ہے جنازہ کی نماز تیار ہے میں آپ کو بلانے کے لئے آیا ہوں" یہ سنتے ہی میں

نے کتاب بند کی اور وضو کر کے ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ قبرستان پہنچا تو وہاں تھوڑے سے اور آدمی بھی موجود تھے۔ گنا تو میت کے گھر کے افراد سمیت سترہ آدمی تھے۔ مجھے ایک مہینہ پہلے کی بات یاد آئی جب کہ سیٹھ فضل علی کے ایک رشتہ دار کا جنازہ اسی قبرستان میں آیا تھا اور قبرستان کے خصوصی حصہ میں دفن ہوا تھا اس دن آدمیوں کا اس قدر ہجوم تھا گویا بستی کی تمام مسلم آبادی نکل آئی ہو۔

محلّے کے امام صاحب نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی شامل ہو گیا۔ امام صاحب نے اتنی تیزی سے نماز پڑھائی کہ میں کوئی دعا بھی پوری نہ پڑھ سکا اس جلدی جلدی چار بار اللہ اکبر کی آواز آئی اور سلام پھیر دیا۔ لوگ اپنے جوتے پہن کر اطمینان کے ساتھ اس طرح کھڑے ہو گئے گویا "نماز جنازہ" کے نام سے انہیں جو کام کرنا تھا اس کو انہوں نے پوری طرح انجام دے دیا ہے۔

قبر قریب ہی تھی وہاں گئے تو معلوم ہوا کہ ابھی کھودی جا رہی ہے لوگ دو دو چار چار کر کے اِدھر اُدھر کھڑے ہو گئے۔ کوئی مختلف فرقوں کی داستان سنانے لگا کسی نے موسم کی تختی کا ذکر چھیڑ دیا کوئی بازار بھاؤ کے متعلق اپنی معلومات پیش کرنے لگا غرض اِدھر اُدھر کی باتیں شروع ہو گئیں۔ جبکہ میں قبر کے سامنے خاموش کھڑا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قبر میں ایک کھلا ہوا دروازہ ہے جس کے سامنے کھڑے ہو کر میں دوسری دنیا کے مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں میرا دل بے قرار ہو گیا میری زبان سے نکلا زندگی کا اصل مسئلہ وہ نہیں جس میں سب لوگ الجھے ہوئے ہیں بلکہ اصل مسئلہ وہ ہے جو موت کے بعد پیش آنے والا ہے۔

کاش لوگوں کو معلوم ہوتا کہ وہ اس وقت کس واقعہ کے سامنے کھڑے ہیں۔ یہ ایک شخص کی عارضی دنیا سے حقیقی دنیا کی طرف روانگی کی تقریب ہے یہ قبر جو ہمارے سامنے کھودی جا رہی ہے۔

یہ قبر نہیں بلکہ یہ ایک دروازہ ہے جو ایک شخص کو دوسری دنیا میں داخل کرنے کے لئے کھولا گیا ہے۔ جانے والا ابھی اس دروازے میں داخل ہو کر اس پار چلا جائے گا۔ جب بھی کوئی شخص مرتا ہے تو یہ ایک خاص وقت ہوتا ہے اس وقت گویا تھوڑی دیر کے لئے اس دنیا کا دروازہ کھولا جاتا ہے جو ہماری نگاہوں سے او جھل ہے۔

اگر دیکھنے والی آنکھ ہو تو اس کھلے ہوئے دروازے سے دوسری دنیا کی جھلک صاف دیکھی جا سکتی ہے جہاں ہم میں سے ہر شخص کو جانا ہے مگر آج کی دنیا کے مناظر نے لوگوں کی نگاہوں کو اس قدر الجھا رکھا ہے کہ عین دروازے پر کھڑے ہو کر بھی انہیں اس پار کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ وہ حقیقت کے انتہائی قریب پہنچ کر بھی حقیقت سے بے خبر رہ جاتے ہیں۔

(اقتباس: اللہ اکبر۔ وحید الدین خان

مرسلہ: منیر احمد۔ عباس نگر، بہاولپور)

معرفت کی مشعل

قدرت اپنے پیغام کو پہنچانے کے لئے دیئے سے دیا جلاتی رہتی ہے، معرفت کی مشعل ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ صوفی، ولی، غوث، قطب، مجذوب، اوتار، قلندر، ابدال قدرت کے وہ ہاتھ ہیں جن میں روشنی کی مشعل روشن ہے۔

یہ پاکیزہ لوگ اس روشنی سے اپنی ذات کو بھی روشن رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی روشنی کا انعکاس دیتے ہیں۔ صرف تاریخ کے اوراق ہی نہیں لوگوں کے دلوں پر بھی ان بزرگوں کی داستانیں اور چشم دید واقعات زندہ اور محفوظ ہیں ان کی دعاؤں سے مُردوں کو زندگی، بیماروں کو شفا، بھوکوں کو غذا، غریبوں کو زر، بے حال لوگوں کو بال و پر، بے سہارا اور بے کس لوگوں کو اولاد اور مال و متاع کے انعامات ملتے رہتے ہیں۔

(اقتباس: قلندر شعور۔ خواجہ شمس الدین عظیمی

مرسلہ: تنویر بدر اوران۔ کنگر بالا، ایبٹ آباد ہزارہ)

☆☆☆

قندِ سخن

آپ کے پسندیدہ اشعار پر مشتمل خوبصورت سلسلہ

انہی سے گلشن عالم کی زیب و زینت ہے
انہی کی مسکنِ عالی کا نام جنت ہے
(مرسلہ: احمد جان، ملکی تحفہ)

اک لفظ محبت کا، ادنیٰ یہ فسانہ ہے
سمٹے تو دلِ عاشق پھیلے تو یہ زمانہ ہے
(مرسلہ: رخسانہ آصف۔ بفر زون نارتھ کراچی)

جانتے ہیں کہ یہاں عدل کا امکان نہیں
لوگ سادہ ہیں کہ زنجیر ہلا دیتے ہیں
(مرسلہ: بازغہ حسنین۔ کیماڑی کراچی)

ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو!
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو
(مرسلہ: اسماء راحیلہ۔ کراچی)

آ خوشیوں کی مہکتی کلیوں، اپنی خوشبو کو یوں پھیلا دو
اک لمحے کو تو غمزدوں کے چہرے بھی کھل اٹھیں
(مرسلہ: شاہدہ سلطان بخش)

کہاں ہے ارض و سما کا خالق کہ چاہتوں کی رگیں کریدے
ہوس کی سرخی رخِ بشر کا حسین غازہ بنی ہوئی ہے
کوئی مسیحا ادھر بھی دیکھے کوئی تو چارہ گری کو اترے
افق کا چہرہ لہو میں تر ہے زمین جنازہ بنی ہوئی ہے
(مرسلہ: الماس حمید۔ کراچی)

آنسو بھی ہیں آنکھوں میں دعائیں بھی ہیں لب پر مگر
بگڑے ہوئے حالات سنور کیوں نہیں جاتے
(مرسلہ: جاوید غنی۔ کراچی)

ہر شے کو ایک دن فنا ہونا ہے
ہر جوڑے کو ایک دن جدا ہونا ہے
جو بنائے ہیں تم نے یہ پتھروں کے بت
نہ ان میں سے کسی کو خدا ہونا ہے
(مرسلہ: عرفان حفیظ۔ نارتھ کراچی)

حیرت آغاز و انتہا ہے
آئینے کے گھر میں اور کیا ہے؟
(مرسلہ: محمد فیصل گدی۔ رنچھوڑ لائن کراچی)

کون جانے کہ نئے سال میں تو کس کو پڑھے
تیرا معیار بدلتا ہے نصابوں کی طرح
(مرسلہ: شبنم ناز۔ مسلم ٹاؤن۔ گوجرانوالہ)

وہ جن میں وسعتِ قلب و نظر نہیں ہوتی
وہ اپنے دور کی قسمت بدل نہیں سکتے
(مرسلہ: روز شہوار)

خدا کے نور کی چمک سے آباد ہے کہکشاں کا دل اب
کہ اس کے ٹوٹے ہوئے دل نے خدا سے دوستی کر لی
(مرسلہ: کہکشاں فاطمہ)

میں پنچھی ایک دعا مانگوں تو کر لے منظور اگر
یا پنجرہ و پنجرہ شام نہ دے، یا کاٹ دے پھر میرے پر
(مرسلہ: عظمیٰ فاطمہ۔ سیالکوٹ)

حرف حرف رٹ کر بھی آگہی نہیں ملتی
آگ نام رکھنے سے روشنی نہیں ملتی
آدمی سے انسان تک آ گئے تو سمجھو گے
کیوں چراغ کے نیچے روشنی نہیں ملتی
(مرسلہ: اسماء راحیلہ۔ محمود آباد کراچی)

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی
(مرسلہ: رقیہ سلطانہ۔ جہلم)

کتنے رہے سب فاصلے کچھ دائروں کے درمیاں
درپیش تھا پرکار کو بس ایک نقطے کا سفر!
(مرسلہ: خرم شہزاد۔ راولپنڈی)

کتنے عجیب دور میں جینا پڑا مجھے
شیشے کے ہیں مکان تو پتھر کے آدمی
(مرسلہ: یاسمین گل۔ فیصل آباد)

قرینۂ جمال

سی لب پر کوئی سرگم نہیں ہے !
یہاں آہو ہیں لیکن دم نہیں ہے !
تجل ہو کر چھپا ہے ماہِ کامل !
تمہاری زلف کیوں برہم نہیں ہے !
اٹھو اور اپنی حالت خود ہی بدلو !
یہ وقتِ گریہ پیہم نہیں ہے !
ہر اِک محصور ہے اپنی انا میں !
یہاں کوئی کسی سے کم نہیں ہے !
توکل ذاتِ حق پر ہے ہمیشہ
مرے ہاتھوں میں جامِ جم نہیں ہے !
سفینے کو سہارا ہے خدا کا !
نہیں ہے ناخدا تو غم نہیں ہے !
بہت سیدھا ہے فطرت کا یہ رستہ
یہاں پر کوئی پیچ و خم نہیں ہے !
بصارت ہے تری ظلمت گزیدہ !
حرا کی روشنی مدھم نہیں ہے ! !
چمن کے حال پر ہے پھول گریاں ! !
یہاں ہے اشکِ گل ، شبنم نہیں ہے !

(تنویر پھول)

آج ان کا پیام آیا ہے
جذبہ عشق کام آیا ہے
تیرے عشاق میں سر فہرست
صرف میرا ہی نام آیا ہے
اور بیتابیاں بڑھیں دل کی
جب سے ان کا سلام آیا ہے
لڑکھڑانے لگے قدم میرے
کون سا یہ مقام آیا ہے
بعد مدت کے آج پھر سے جمالؔ
ان کا خط میرے نام آیا ہے

(سمیعہ جمالؔ)

یا رب عظیم ہے تری مدحت کا راستہ
مجھ پست کو دکھا دیا رفعت کا راستہ
اپنا لیا ہے جب سے اطاعت کا راستہ
واضح نظر میں ہوگیا جنت کا راستہ
جیسے کسی کو یاد نہیں بندگی تری
انسان بھول بیٹھا عبادت کا راستہ
مصروف سارے لوگ ریاکاریوں میں ہیں
یا رب انہیں دکھا دے ہدایت کا راستہ
اجڑے دیار میں یہ ، کرم ہے ترا کریم
گھر سے مرے گزرتا ہے نکہت کا راستہ
خالق ہے تو ہی تجھ سے ہے بنیاد خلق کی
تجھ سے ہی جا کے ملتا ہے خلقت کا راستہ
کچھ ایسی خشش دے دل یامینؔ کو لگن
مقصد بنا لے اپنا صداقت کا راستہ

(یامینؔ انصاری)

گوشۂ کتب

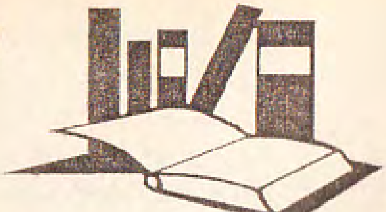

یوسفی

تبصرے کے لئے کتاب کی دو جلدیں ارسال کریں۔

ماہنامہ "عملی سائنس" کراچی

(شہید پاکستان حکیم محمد سعید نمبر)

مدیر اعلیٰ : سید احسن علی رضوی

ناظم اشاعت : سید ریحان علی رضوی

صفحات : 200

قیمت : 40 روپے

"عملی سائنس" اپنی اشاعت کے تیسویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ اس طویل عرصے میں علم و حکمت کی مشرق میں علامت حکیم محمد سعید کی عملی سائنس کو عملی سرپرستی حاصل رہی۔ عملی سائنس کے مدیر اعلیٰ تحریر کرتے ہیں کہ "عملی سائنس جو ان (حکیم محمد سعید شہید) کی یادگاروں میں سے ایک ہمیشہ شہید پاکستان کی مغفرت کے لئے دعاگو رہے گا کہ اللہ ان کو تاابد اپنے جوار رحمت میں برقرار رکھے اور ان کی علم و حکمت کی روشن کردہ شمعیں روشن اور تابندہ رہیں اور وطن عزیز میں علم کے گوہر آبدار بکھیرتی رہیں۔ حکیم صاحب کی 1983ء میں شروع ہونے والی "عملی سائنس" سے دلچسپی دم آخر تک جاری رہی ہم نے عملی سائنس پر "بہ تعاون اشتراک ہمدرد فاؤنڈیشن" جو 1983 میں لکھنا شروع کیا تھا وہ آج بھی لکھا جارہا ہے۔ وہ عملی سائنس کے لئے ایک شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتے تھے۔ گورنر ہاؤس میں جب ہم ان سے مل کر رخصت ہونے لگے تو انہوں نے ناظم اشاعت عملی سائنس ریحان علی کو علیحدہ بلا کر کہا کہ "یہ رسالہ بند نہیں ہونا چاہئے" عملی سائنس سے یہ دلچسپی ان کی سائنس کے لئے تڑپ کا اظہار تھی اب ان کے بعد یہ کہنے والا کوئی نہیں رہا کہ "عملی سائنس بند نہ کرنا"۔

اس یادگار شمارے میں حکیم محمد سعید کی سوانح حیات، مدیر اعلیٰ عملی سائنس کی حکیم محمد سعید کے ساتھ وابستہ یادیں باتیں اور ذاتی تاثرات۔ حکیم محمد سعید کے مدیر "عملی سائنس" کو لکھے گئے یادگار خطوط کے علاوہ دیگر سائنسی موضوعات پر بھی مضامین شائع کئے گئے ہیں۔ عملی سائنس اردو زبان میں اپنی نوعیت کا واحد جریدہ ہے جو گذشتہ تیس سال سے شائع ہورہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ یہ اپنی ہمہ جہت افادیت برقرار رکھے (آمین)

انوار حرا

مصنف : تنویر پھول

ناشر : حرا فاؤنڈیشن، گلشن فاروق، نارتھ کراچی

صفحات : 308

قیمت : دو سو روپے

زیر نظر کتاب، حمد مناجات، نعت، منقبت، درود و سلام، قطعات و رباعیات اور نظم معریٰ پر مشتمل ہے۔ کتاب کا دیباچہ صدر شعبہ اردو بہار یونیورسٹی بھارت، پروفیسر ڈاکٹر نجم الہدیٰ نے تحریر کیا ہے۔

انوار حرا کے مصنف کا مطالعہ بہت وسیع ہے، قرآن و حدیث پر شاعر کی صرف گہری نظر ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ ان سے استفادہ کرنے کے شواہد بھی فراہم کرنا ضروری ہیں

جو مصنف نے فراہم کئے ہیں۔

تنویر پھول کے افکار کا دائرہ حیات انسانی کے متعدد شعبہ جات کا احاطہ کرتا ہے۔ بظاہر شاعری کی نوعیت صرف مذہبی ہے لیکن ہمارا مذہب بھی تو زندگی کے تمام معاملات و مسائل سے مربوط ہے۔ ٹھیک اسی طرح تنویر پھول کے اس مجموعے کی منظومات میں خواہ وہ حمد و نعت و مناجات کے ہی عنوان سے ہوں، معاشرت اور انسانی تاریخ کے متعدد گوشے روشن ہیں۔ تنویر پھول کا مطالعہ نہ صرف دینی اعتبار سے وسیع ہے بلکہ انہوں نے دین کے پس منظر میں ہی، طائر فکر و نظر کو ملکوں ملکوں دیگر زبانوں کے سرچشموں سے علم کی پیاس بجھانے کے لئے پرواز کی اجازت دے رکھی ہے۔ کہیں وہ عبرانی زبان میں پائے جانے والے حضرت سلیمان علیہ السلام سے منسوب اس قصیدے کی منظوم ترجمانی کرتے ہیں "جو ۱۸۰۰ اور اس سے پہلے شائع شدہ انجیل کے نسخوں میں موجود ہے" اور "بعد کی شائع شدہ انجیلوں میں تحریف کر کے یہ آخری فقرہ جس میں حضور اقدس ﷺ کا نام نامی موجود ہے نکال دیا گیا ہے" اور کہیں معروف مورخ عمر ابو النصر کی کتاب الحسنؓ اور الحسینؓ سے عربی اشعار اخذ کر کے ان کا منظوم ترجمہ "کربلائے معلی میں حضرت زینبؓ کے اشعار" کے عنوان سے کرتے ہیں۔ تنویر پھول محققانہ رنگ میں عبرانی سے ترجمے میں پورا حوالہ بھی دیتے ہیں کہ "مذکورہ قصیدہ انجیل کے عبرانی نسخے کے صحیفہ غزل الغزلات کے باب پنجم کا فقرہ نمبر ایک تا فقرہ نمبر دس ہے جسے لندن ہر ٹش بائبل ایسوی ایشن نے ۱۸۰۰ میں شائع کیا تھا"۔ انوار حرا کے اشعار بار بار یہ احساس دلاتے ہیں کہ ہمارا ذہن خدائے لم یزل کی تخلیق کردہ ہے کہ اس کائنات کے مطالعہ و مشاہدہ کی دعوت دیتا ہے اور غور و فکر کرنا سکھاتا ہے اور مزید یہ کہ تنویر پھول نے زندگی کے تجربات اور علم و آگہی کی دولت سے استفادہ کر کے اپنی شاعری کی آب و تاب میں اضافہ کر دیا ہے۔

اس مجموعہ میں بہت سے اشعار ایسے بھی ہیں جو کسی قرآنی آیت یا حدیث نبوی ﷺ کا ترجمہ ہیں، وہیں لفظ میں تنویر پھول نے اس کے حوالے بھی درج کئے ہیں اور بعض مصرعوں کا سیاق سباق بھی بیان کیا ہے۔ کتاب کی کتابت و طباعت بہت عمدہ، چار رنگوں کا دیدہ زیب سرورق کتاب کی دلکشی میں اضافہ کر رہا ہے۔

دُرِ اسرار

ترجمہ: الحاج عبدالرزاق کوثر

ناشر: صاحبزادہ محمد اشرف۔ زرعی تربیت گاہ، جمرود روڈ پشاور یونیورسٹی

صفحات: 528

قیمت: پچاس روپے

یہ سوانح حیات اور ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ ہے حضرت سید امیرؒ المعروف حضرت جی صاحبؒ (کوٹھہ شریف) کا جو اُن کے ایک خلیفہ علامہ ملا صفی اللہ نے "نظم الدرر فی مسلک السیر" کے نام سے فارسی زبان میں تحریر کیا تھا۔ الحاج عبدالرزاق کوثر نے اسے اردو زبان میں منتقل کیا ہے۔ اس ترجمے کا مقدمہ جسٹس مولانا محمد عبدالقدوس قاسمی (جج فیڈرل شریعت کورٹ۔ اسلام آباد) نے تحریر کیا ہے۔

سید امیر المعروف حضرت جی صاحبؒ کوٹھہ شریف میں پیدا ہوئے۔ طریق تعلیم جو اس زمانے میں مروج تھا، کے مطابق 28 سال کی عمر میں دنیاوی تعلیم مکمل کی۔ پھر حضرت فضل حق نقشبندی کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر سلوک باطن میں کمال حاصل کیا۔ زیر نظر کتاب میں حضرت جی صاحبؒ کی سیرت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

حضرت صاحبؒ کا فرمان ہے

طریقت کیا ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق طریقت یہ ہے کہ جو تم سے قطع تعلق کرے، اس کے ساتھ جڑے رہو، اور جو کوئی تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دو اور جو تمہارے ساتھ بدی کرے اس کے ساتھ نیکی کرو۔

احتشام الحق

محبت میری دنیا ہے، محبت میرا دین ہے۔ سید مختار علی اجمیری

کسی حساس ذہن پر جب معاشرتی رویوں، روایتوں اور اقدار یا قدرت کی بے شمار نشانیوں کا عکس پڑتا ہے تو شعر وافسانے میں ڈھل جاتا ہے۔ پاکستانی ادب رومان، شعور، حقیقت نگاری، واقفیت نگاری، باطن بینی، خود کلامی، تجرید، علامت، استعارہ اور تحیّر سے مزیّن ہے۔ ایک ادیب اپنے قلم سے معاشرے میں بدصورتی کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنی تخلیق سے زندگی کے حسن میں اضافہ کردیتا ہے۔ معاشرے، معاشرے کے تضادات اور معاشرے کے مسائل سے صرف نظر کرکے اس میدان میں طبع آزمائی ممکن نہیں۔ اس بھاگتی دوڑتی مشینی دنیا کے اندر جذباتی گھٹن اور اعصابی تناؤ بڑھتا جارہا ہے۔ ایسے حالات میں شعر وادب اس تناؤ اور گھٹن کے دور کرنے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ "اردو ادب" کے بحربیکراں میں غوطہ زن کہنہ مشق اور جواں عزم ادیبوں شاعروں کا تعارف پیش کررہا ہے۔

انجمن ترقی اردو کے ادبی شعبے کے نگران سید مختار علی اجمیری سے جب ہم نے تعلیمی قابلیت کی بات دریافت کیا تو نہایت عاجزی و انکساری سے فرمایا "ابھی تو میں محض طالب علم ہوں"۔

سید مختار علی اجمیری

مختار اجمیری، سید قربان علی مرحوم کے گھر اجمیر شریف میں 18 جنوری 1937ء کو پیدا ہوئے۔ معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول اجمیر آپ کی ابتدائی درس گاہ تھی۔ شعر وشاعری سے شعور کے ابتدائی سالوں میں ہی دلچسپی پیدا ہو چکی تھی جبکہ باقاعدہ آغاز 1950ء میں کیا۔ پہلا شعر یہ ہے۔

مجھ سے خطائیں، وہ تو ہوں گی
مولا نہیں ہوں، بندہ ہوں

مختار اجمیری شہرت کے تمنائی نہیں بلکہ اس سے دور بھاگتے ہیں، روحانی ڈائجسٹ سے دیرینہ قلبی تعلق کی بناء پر اپنے تعارف کی اشاعت پر آمادگی ظاہر کی۔ اپنی اسی طبیعت کی بناء پر اپنے اشعار کو مجموعے کی صورت میں جمع نہیں کیا۔ بہت عرصہ ہوا ایک نعتیہ گلدستہ "چراغ حرم" کے نام سے شائع ہوا تھا، اب یہ دستیاب نہیں ہے۔ اپنے بارے میں فرماتے ہیں

"میری شاعری کا حوالہ یہ ہے کہ میں مولانا ضیاء القادری بدایونی (جو کہ شکیل بدایونی کے تایا اور مولانا ماہر القادری کے استاد تھے) کا شاگرد ہوں اور ادب میں، ڈاکٹر گیان چند کا شاگرد ہوں"۔

اکثر موقر اخبارات و رسائل میں آپ کی غزلیں، نظمیں، حمد، نعتیں، مناقب، قصائد اور سلام وغیرہ شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اپنے اشعار میں سب سے زیادہ یہ شعر آپ کو پسند ہے۔

پتھر نہ برسیں مجھ پہ بس اتنا خیال رکھ
اے آسمان، دیکھ میں شیشے کے گھر میں ہوں

روحانی ڈائجسٹ کے حوالے سے فرماتے ہیں

"روحانی ڈائجسٹ کا مطالعہ ایک عرصے سے جاری ہے۔ اب تو یہ جریدہ عوام و خواص کی علمی و روحانی ضرورت بن چکا ہے میری دعا ہے کہ یہ جریدہ اسی طرح روز افزوں ترقی کی منازل طے کرتا رہے"۔

تصوف سے دلچسپی کے حوالے سے جب سوال کیا گیا تو فرمانے لگے کہ اجمیر شریف کی پیدائش ہے بچپن اسی شہر میں گزرا میرے لئے یہ حوالہ ہی خاصہ معتبر ہے۔ اب تک کسی سے بیعت تو نہیں کی، لیکن حضرت خواجہ معین اجمیریؒ سے روحانی تعلق برقرار ہے۔

خدائے واحد و یکتا کا میں قائل یقینی ہوں
شہ والا کی اُمت، حیدری، حسنی، حسینی ہوں
جناب فاطمہؓ کے لطف سے مختار اک میں بھی
گدائے خواجہ اجمیرؒ ہوں چشتی، معینی ہوں

مختار اجمیری کو ہم نے نہایت سادہ طبیعت کا انسان پایا ان کی گفتگو اور ان کی شاعری سے ہم نے یہ محسوس کیا کہ ان کی طرز فکر کا جزو اعظم اللہ کے بندوں سے محبت ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مختار صاحب کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں اور مسرتوں سے ہمکنار فرمائے (آمین)

اکیسویں صدی

ابھی حیرانیاں کم تو نہیں ہیں
ابھی تک یہ زمیں چکرا رہی ہے

کہیں افلاک بھی ٹھہرا نہیں ہے
ابھی جولانیاں کم تو نہیں ہیں

ابھی رستے معطر ہیں یہاں کے
ابھی ہر گام پر خوشبو بہت ہے

ابھی منزل کی خواہش اولیں ہے
ابھی تو حوصلے پہ بس یقیں ہے

ابھی سورج کی سب تابانیاں ہیں
ابھی ساری ہوائیں اڑ رہی ہیں

اٹھو اب قافلے بڑھنے لگے ہیں
اٹھو سارے پرندے اڑ رہے ہیں

اٹھو سب راستے یاں مڑ رہے ہیں
تمہارے سامنے منزل کڑی ہے

جہاں حد ٹوٹتی ہے پھر وہاں سے
صدی اکیسویں آ کر کھڑی ہے

(شاہدہ لطیف۔ اسلام آباد)

میں فطرت سے بہت انسپائر ہوں

(ٹیکسٹائل ڈیزائنر حمیرا امان پیرزادہ)

آرٹ باہمی رابطہ کی ایک شکل ہے اور تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار کا ایک ایسا خوبصورت ذریعہ ہے جس میں رنگوں کا حسین امتزاج شامل ہے۔ ابتداء میں آرٹ کو صرف خوبصورتی کے اظہار کے لئے مخصوص سمجھا جاتا تھا مگر بعد ازیں اس میں انسانی خیالات، احساسات و جذبات اور حالات و واقعات بھی شامل ہو گئے۔

جو کچھ بھی ہم محسوس کرتے ہیں یا جن خیالات و واقعات سے گذرتے ہیں یہ ہم پر ایک کیفیت کی طرح وارد ہوتے ہیں اور یہیں سے تخلیقی عمل شروع ہو جاتا ہے۔

فائن آرٹسٹ کی طرح ٹیکسٹائل ڈیزائنر کی سوچ میں بھی گہرائی ہونا ضروری ہے۔ وہ اپنی سوچ کا اظہار اپنے ڈیزائن میں مختلف رنگوں اور لکیروں سے کرتا ہے۔

کسی بھی ڈیزائنر یا آرٹسٹ کی نظر عام آدمی کی نظر سے کچھ مختلف ہوتی ہے۔ جب تخلیقی ذہن رکھنے والا ڈیزائنر کسی بھی چیز کو دیکھتا ہے تو وہ بہت گہرائی سے اس کا جائزہ لیتا ہے۔ وہ اس ڈیزائن کی Composition اور کلرز سے ڈیزائنر کی سوچ کا اندازہ کر لیتا ہے۔ اس کی طرز فکر دراصل اس کے کام میں واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ کسی بھی تخلیق کا سب سے بڑا مقصد اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہوتا ہے۔ ایک ڈیزائنر یہ کام بڑی مہارت سے انجام دے سکتا ہے۔

انسان عام طور پر اپنی وضع قطع اور لباس سے پہچانا جاتا ہے اور اس کا لباس ہی اس کی پہچان بنتا ہے۔ کسی بھی علاقے کا لباس اور اس کا ڈیزائن اس کے ماحول سے مطابقت رکھتا ہے۔ ایک Taxtile Designer کسی بھی علاقہ کے ماحول اس کی آب و ہوا اور خطہ کے لحاظ سے ان کے ڈیزائن اور رنگوں کا انتخاب کرتا ہے۔ Taxtile De-signing ایک ایسا پروفیشن ہے جس کی دنیا بھر میں بڑی اہمیت ہے۔

خاص طور پر لڑکیاں ڈیزائننگ کے اس شعبہ میں بہت جلد اور بڑی عمدگی سے اپنا سکہ جما سکتی ہیں۔

حمیرا امان پیرزادہ نے حال ہی میں کراچی اسکول آف آرٹ سے Taxtile De-signing میں ڈپلومہ حاصل کیا ہے۔

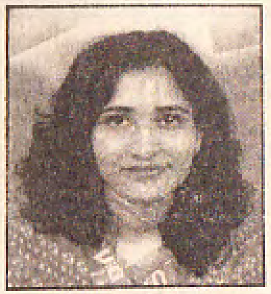

حمیرا امان پیرزادہ

حمیرا امان کہتی ہیں "اپنے فائنل ایئر تھیسز پروجیکٹ کے لئے موضوع کا انتخاب میرے لئے سب سے اہم اور مشکل مرحلہ تھا، ہم جو بھی موضوع منتخب کرتے ہیں اس پر ہمیں چار ڈیزائن بنانے ہوتے ہیں۔ ہر

تیرا اماں کے بنائے ہوئے دو فن پارے

ڈیزائن دوسرے ڈیزائن سے مختلف ہونا چاہئے اور ہر ڈیزائن کی کم از کم دو کلر اسکیم ضروری ہیں۔ اور اس میں ہمیں اپنا ایک بنیادی ڈیزائن بھی رکھنا ہوتا ہے۔

میں چونکہ فطرت سے بہت متاثر ہوں اور بچے فطرت کے بہت قریب ہوتے ہیں لہٰذا ایک ایسے ٹاپک کے بارے میں سوچا جو بچوں کو انسپائر کرتا ہو، اسی لئے میں نے بلی کا انتخاب کیا۔ بلی ایک پالتو اور گھریلو جانور ہے۔ وہ لوگوں سے بہت جلد مانوس ہو جاتی ہے۔ خصوصاً بچوں سے اس کی بڑی اچھی دوستی رہتی ہے۔ خود بچے بھی بلیوں کو پسند کرتے ہیں۔ وہ اپنے کمرے میں بلیوں کی تصویروں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اس کے کارٹون بھی بڑے شوق سے دیکھتے ہیں۔

بلیوں کے اوپر مجھے کچھ ریسرچ بھی کرنی پڑی جس کے بعد میں نے اپنے کام کا آغاز کیا۔ اپنے ڈیزائنز میں، میں نے بلی کی نیچر اور اس کی عادات کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ صبح سویرے ہی بیدار ہو جاتی ہے اور اون کے گولے سے کھیلنا پسند کرتی ہے۔ اڑتی ہوئی چیزوں کو پکڑنے کی کوشش کرتی ہے۔ اپنے اس ڈیزائن میں، میں نے 12 کلرز استعمال کئے ہیں اور اسے بچوں کے بیڈ شیٹ کے لئے تیار کیا ہے۔

میرا دوسرا ڈیزائن پردوں کے لئے ہے اور اس میں، میں نے بلی کو ماں اور بچے کے روپ میں کارٹون کی شکل دی ہے اور اسے ایک کہانی کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس ڈیزائن میں 5 رنگوں کا انتخاب کیا ہے۔

میرا تیسرا ڈیزائن بیڈ شیٹ کے لئے ہے اس میں، میں نے بلیوں کے پاؤں کے نشانات کو پیش کیا ہے اور درمیان میں دو بلیاں دکھائی ہیں جو کہ Mirror امیج پیش کر رہی ہیں اور اس کے بارڈر پر بلیوں کا سایہ پیش کیا ہے۔ اس میں، میں نے 6 رنگوں کا انتخاب ہے"۔

تنویر فاطمہ کو صدمہ

مرکزی مراقبہ ہال کی رکن تنویر فاطمہ کے والد سعید احمد صدیقی گذشتہ دنوں طویل علالت کے بعد نوے سال کی عمر میں وفات پاگئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

ادارہ روحانی ڈائجسٹ تنویر فاطمہ کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مرحوم والد کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

چہرہ

فطرت کی تصویر ہے

آپ بظاہر زیادہ خوبصورت نہ ہوں پھر بھی اس مضمون میں دیئے گئے طریقوں اور مشقوں پر عمل کرکے آپ کے چہرہ میں بلا کی مقناطیسیت اور کشش پیدا ہوجائے گی۔ اپنے چہرہ کو حسن و دلکشی بخشنے اور فطری معصومیت کے حصول کے طریقہ کار سے آگاہی کے لئے اس مضمون کا مطالعہ ضرور کیجئے۔

ترجمہ: عبید خان

زمین اور اس کی سطح جو پھولوں، پھلوں، جانوروں اور انسانوں کی آمد سے ہزاروں، لاکھوں سال پہلے تخلیق کی گئی تھی۔ یہ زمین لاکھوں صدیوں پہلے ہی سے موجود تھی اور اسے انتظار تھا انسان کی موجودگی کا تاکہ اس کی پہچان ہو سکے۔ یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ بڑے بڑے سمندر خاموش ہوگئے ہوں گے، اور ہوا رک گئی ہوگی جب پہلی بار انسانی شکل زمین پر نمودار ہوئی۔

قدرت کی صناعی کی انسان سب سے بہترین تخلیق تھی اور ہے۔

نوعِ انسانی کی موجودگی میں زمین کو اپنی گمنامی کا خوف ختم ہو گیا ہواؤں اور سمندروں کے خواب، پہاڑوں اور ستاروں کی خاموشی مادرانہ شفقت میں تبدیل ہو گئی۔ انسانی شکل میں تخلیق کی حرارت اور راز کو قوت گویائی عطا ہوئی۔ کیونکہ چہرہ تخلیق کی منورت ہے۔

کائنات انسانی دماغ میں سب سے پہلے ایک صدا کی طرح گونجی۔ کہا جاسکتا ہے کہ انسانی صورت "دماغی آئینہ" کی طرح ہے۔ تخلیق کو انسانی صورت میں وہ واقفیت اور راحت ملی جس کے لئے وہ خاموشی سے ترس رہی تھی۔

صرف ذہنی آئینے میں ہی ممکن ہے کہ قدرت کا ہمیشہ رہنے والا عکس اور اس کا پھیلاؤ سما سکے۔ انسانی چہرہ ایک حسین فنی کامیابی ہے۔ اتنی چھوٹی سطح پر حیرت انگیز اقسام اور طریقہ اظہار کے اتار چڑھاؤ پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اظہار کی یہ کشادگی جسمانی بناوٹ کو لبریز کر دیتی ہے۔ دو چہرے کبھی بھی مکمل ایک جیسے نہیں ہو سکتے ہمیشہ ان میں کوئی نہ کوئی انفرادیت ضرور پائی جاتی ہے۔

جب آپ کسی سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس سے لمبے عرصے کے لئے جدا ہو جاتے ہیں تو اس کی فون کال ریسیو کرنا یا خط وصول کرنا یا پھر آپ کے اندر کی خاموشی ہی آپ کو اس کی موجودگی کا احساس دلاتی ہے اور پھر جب آپ دوبارہ اس سے ملتے ہیں تو انتہائی گہرا اور خوشگوار احساس ہوتا ہے جس سے آپ محظوظ ہوتے ہیں۔

شہروں میں تنہائی اور خاموشی سے رہنا ایک چونکا دینے والی بات ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ایک شہر میں آپ کو کتنے ہی لاتعداد چہرے نظر آتے ہیں۔ ہزاروں اجنبی چہرے تیزی سے چلتے پھرتے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے جاتے ہوئے

جب آپ ان کو غور سے دیکھتے ہیں تو آپ ان کے چہرے ہی سے ان کی طرز زندگی کے بارے میں تصور قائم کر لیتے ہیں۔ کچھ معنوں میں چہرہ انسانی جسم کا Symbol ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے اس کی زندگی اور اس کے اندر کی دنیا عیاں ہوتی ہے۔

انسانی چہرہ ایک انتہائی لطیف آپ بیتی کی طرح ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ آپ کے اندر کی کہانی کتنی مخفی ہے آپ اسے کامیابی سے چھپا نہیں سکتے جب تک کہ آپ کا چہرہ آپ کے ساتھ ہے۔ اگر ہم دوسروں کے چہرے پڑھنا جانتے تو ان کی زندگی کے بارے میں ہم کتنے ہی راز جان جاتے۔ چہرہ ہمیشہ روح کا انکشاف کرتا ہے۔ یہ چہرہ ہی ہے جہاں آپ کی الہامی زندگی، آواز اور تصور جگہ پاتی ہے۔ جب آپ کسی چہرہ کا تصور کرتے ہیں تو در حقیقت آپ اس کی زندگی کی طرف گہرائی سے متوجہ ہوتے ہیں۔

گہری نگاہ کی روحانیت

ساؤتھ امریکہ میں ایک جرنلسٹ نے جب ایک مقامی امریکن شیف سے ملنا چاہا۔ جس سے اس کو انٹرویو لینے کا بہت شوق بھی تھا۔ شیف نے اس شرط پر ہامی بھری کہ گفتگو سے پہلے وہ اس سے (جرنلسٹ سے) ملنا چاہے گا اور دیکھنا چاہے گا۔ جرنلسٹ یہ سمجھا کہ شاید آج وہ اس سے بھرپور طریقہ سے گفتگو کر سکے گا۔ لیکن اس کے جائے شیف اس کو ایک طرف لے گیا۔ براہ راست اس کی آنکھوں میں گھورنا شروع کر دیا اور گہری نظر جمادی پہلے پہل تو ایسی خاموشی اور شیف کی اس حرکت پر جرنلسٹ گھبرا گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا کہ اس کی پوری زندگی اس شیف کی نگاہ میں بے نقاب ہو کر رہ گئی ہے۔ پھر اس جرنلسٹ نے بھی اپنی نگاہ میں گہرائی پیدا کی اور نگاہ جما کر شیف کی آنکھوں میں دیکھنا شروع کر دیا۔ دونوں تقریباً دو گھنٹے تک ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ دو گھنٹے بعد دونوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو پوری زندگی سے جانتے آئے ہیں۔ اس کے بعد انٹرویو کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

ہر انسان بنیادی طور پر اپنی گہرائی میں ایک بالکل علیحدہ دنیا کا مالک ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ہمارے ایقان ہمارے خیالات اور ہماری سوچ ہمیں تسلی و تشفی دیتے ہیں کہ ہم اپنی ازلی ایک عظیم الشان دنیا کے ساتھ اکیلے نہیں ہیں اور یہ یقین ہمیں اس سوچ پر مجبور کر دیتا ہے کہ ہم سب ایک ہی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں مگر ہم اپنی سوچ سے بھی زیادہ اکیلے ہیں۔ یہ تنہائی محض اس وجہ سے نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ اس وجہ سے بھی ہے کہ ہم الگ الگ مادی اجسام میں قید ہیں۔ بظاہر جب کوئی آپ سے ملنے آپ کے گھر آتا ہے تو وہ اپنے مادی وجود کے ساتھ آتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے تجربات یادداشت اور اپنی ازلی دنیا کو بھی اپنے جسم کی سواری میں رکھ کر لاتا ہے اور جب وہ آپ سے ملتا ہے تو اس کی زندگی کہیں اور نہیں چلی جاتی بلکہ اس جگہ آپ کے ساتھ ہوتی ہے۔ آپ کے سامنے اور آپ کی دسترس میں۔ جب ملاقات ختم ہو جاتی ہے اور جسم اٹھتا ہے تو اپنے ساتھ ہی اپنی ازلی مخفی دنیا کو ساتھ لے جاتا ہے۔ یہی پہچان محبت کرنے کے راز کو روشن کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں دو جسم ہی قریب نہیں ہوتے بلکہ دو دنیا میں ایک دوسرے سے مل رہی ہوتی ہیں اور ایک دوسرے میں مدغم ہوتی ہیں۔

ہم سب اس خوبصورتی، لطافت اور حیرت میں خود کفیل ہیں اس ان دیکھی اور لامتناہی دنیا کی وجہ سے جو ہمارے اندر موجود ہے۔

ہمارے اندر کی لامتناہیت

انسانی وجود ایک ایسا نقطہ آغاز یا ایک ایسی دہلیز ہے جہاں سے بے شمار لامتناہیاں گزرتی ہیں۔ خلاء کی لامتناہیاں جو یہاں سے گزرتے ہوئے کائنات کی گہرائی اور وسعتوں میں گم ہو رہی ہیں اور وقت کی لامتناہیاں جو ہزاروں لاکھوں سالوں میں ایک وقت سفر کر رہی ہیں اور ایک بہت چھوٹی سی دنیا کی لامتناہیت جو آپ کے انگوٹھے پر ایک ذرے کی

مانند ہے جو ایک پوری کہکشاں اپنے اندر رکھتی ہے۔ لیکن وہ اتنی چھوٹی ہے جو انسانی آنکھ سے نظر نہیں آسکتی۔

لیکن ایک ایسی لامتناہیت جو ہر ایک کو حیران و ششدر کر دیتی ہے اور جس پر ہر کوئی قابو نہیں پاسکتا وہ اس کے اندر کی لامتناہیت ہے۔ ایک ایسی دنیا جو ہر انسان کے ظاہری چہرے کے پیچھے چھپی ہوئی ہے۔

کچھ چہروں پر اندرونی تغیرات اور حقائق اس قدر عیاں ہوتے ہیں کہ ہر ایک اسے نوٹ کر لیتا ہے۔ چاہے آپ کے مدمقابل کوئی شناسا ہو یا کوئی اجنبی جب ہم کچھ چہروں کی طرف دیکھتے ہیں تو اس کی سطح پر اندرونی لامتناہیت کے بڑے دریا اس کی تلاطم خیز موجیں نظر آتی ہیں۔ یہ لمحہ آپ کی نگاہ میں گہرائی پیدا کر سکتا ہے۔ یہ مشاہدہ صرف اتنی ہی دیر قائم رہتا ہے کہ جب تک سامنے والا شعوری طور پر تیار نہیں ہے محض چند سیکنڈ تک اور اس اثناء میں آپ اس کی ظاہری شخصیت کے مقابلے میں کچھ زیادہ جان سکتے ہیں۔ ایک ایسی لامحدودیت جو ابھی تکمیل کے مراحل میں ہے وہیں موجود ہوتی ہے اور آپ ایسا محسوس کرتے ہیں کہ وہ اندرونی دنیا آپ کو ایک اجنبی کی طرح دیکھ رہی ہے۔ ہمارے اندر کی لامحدودیت ازل سے قائم ہے۔ ہم اسے ہمیشہ کے لئے رد یا نظر انداز نہیں کر سکتے۔

انسانی چہرہ ایک معمہ ہے اور ساتھ ہی وہ نقطہ ہے جہاں سے کسی کی انفرادی زندگی کے راز ایکسپوز ہوتے ہیں۔ یہیں سے انسان کی ذاتی ازلی دنیا آگے بڑھتی ہے ایک گمنام دنیا کی طرف۔ جب پورا جسم کپڑوں میں لپٹا ہوا ہو تو چہرہ بے لباس ہوتا ہے۔ اس بے لباسی کے حقائق ہمیں ایک گہری دعوت فکر دیتے ہیں تاکہ ہم نے اسے سمجھیں اور غور کریں۔

انسانی چہرہ دو اجنبیوں بیرونی دنیا کی لامحدودیت اور غیر اختیاری ازلی دنیا کی ملاپ کی جگہ ہے۔ یہ رات کی دنیا ہے جو کہ چہرہ کی روشنی کے پیچھے رہتی ہے۔ چہرے کی مسکراہٹ ایک حیرت کی طرح ہے۔ جیسے ازلی رات اچانک پل بھر کے لئے چمک اٹھی ہو۔

مفکر "ویٹر" نے بہت خوبصورتی سے کہا ہے کہ "ہم ایک گہری اور لامتناہی دنیا کے مالک ہیں"۔

انسانی چہرے پر ہی آپ لافانی ممکنات کی معجزانہ قابلیت بھی دیکھ سکتے ہیں۔ چہرہ جسم کے عکس کی طرح ہے۔ ہمارے جسم اتنے ہی قدیم ہیں جتنی کہ کائنات کی وہ مٹی جس سے وہ بنائی گئی اور ہمارے قدم زمین پر مستقل جڑے ہوئے ہیں۔ اس طرح ہمارے قدم، اس قدیم مٹی سے ہمارا تعلق استوار رکھے ہوئے ہیں جس سے پہلے پہل ہم نے جنم لیا، بالکل اسی طرح جیسے آپ کے وجود کی مٹی، آپ کے چہرے کے ہر تاثرات سے، آپ سے اور قریب اور ذاتی ہو جاتی ہے۔ کھوپڑی کے گنبد کے نیچے ہی چہرہ ہے جہاں آپ کی مادی زندگی حقیقتاً انسانی وجود کا احساس دلاتی ہے۔

چہرہ اور معصومیت

آپ کا چہرہ آپ کی زندگی کی Icon صورت ہے۔ انسانی چہرہ میں ایک زندگی باہر کی دنیا کی طرف دیکھتی ہے اور خود اندر اپنی طرف بھی۔ ایک ایسے چہرے کو دیکھنا جہاں تلخیاں اور آزردگی گھر کر چکی ہوں ایک تلخ تجربہ ہو سکتا ہے جب کسی انسانی کی زندگی مایوس ہو جاتی ہے تو اس سے منفی اثرات بھی قائم ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ مایوسی انسانی چہرے پر ڈیرہ ڈال دیتی ہے اور چہرہ لطافت کے بجائے ایک ماسک کی سی سختی اپنا لیتا ہے۔

ایسے شخص کے لئے ایک پرانا جرمن لفظ پروسپون (Prosopon) استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جس کا مطلب ہے وہ ماسک جو جرمن اداکار ڈرامے میں پہنتے تھے۔ جب تک تلخیوں، آزردگی اور مایوسی کا تدارک نہ کیا جائے تو چہرہ اسی ماسک کی طرح بن جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک بالکل برعکس خوبصورت چہرہ بھی دیکھا جاسکتا ہے جس پر وقت کی گرد اور جھریاں اُبھری ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی معصومیت بھی

برقرار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے شخص کی زندگی بہت تکلیف دہ اور پیچیدہ حالات سے گذری ہو لیکن انہوں نے اب تک اپنی روح کی تازگی کو برقرار رکھا ہوا ہے۔ ایسے چہرے سے ایک نور چھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ایک ایسی روشنی پائی جاتی ہے جو اپنا نورانی پن اور تقدس منعکس کرتی ہے۔ چہرہ یہ انکشاف کر دیتا ہے کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟ لیکن آپ کے لئے بذاتِ خود اپنی زندگی کی وضع قطع کو دیکھنا مشکل ہو سکتا ہے۔ آپ کی زندگی آپ سے بے انتہا قریب ہوتی ہے مگر دوسرے لوگ آپ کی زندگی کے راز آسانی سے آپ کے چہرے سے جان سکتے ہیں۔

انسانی تصویر بنانے والے آرٹسٹ یہ بات قبول کرتے ہیں کہ انسانی چہرے کے ہو بہو خدوخال بنانا ایک واضح طور پر مشکل کام ہے اور انفرادی تصاویر میں چہرے کی ساخت بنانا بھی مشکل فن ہے۔ ایک عجیب و غریب طریقہ جس میں چہرے کی ساخت بنانا بھی مشکل فن ہے۔ ایک عجیب و غریب طریقہ جس میں چہرے کی ساخت زندگی کے حالات کے بارے میں گائیڈ لائن فراہم کرتی ہے۔ ایک سخت چہرہ ذاتی خود غرضی کی نشاندہی کرتا ہے۔ جب روح اپنی کہانی بیان کرتی ہے تو چہرے کے خدوخال اور اعضاء کے حسن تناسب کا ایک عجیب و غریب ذکر سامنے آتا ہے۔

جسم روح کا مسکن ہے

مادی روپ میں انسانی جسم ایک خوبصورت تخلیق ہے اور ہمیں یوں مجسم ہونا کتنا خوش کن لگتا ہے۔ آپ کسی سے بھی کسی بھی جگہ پر اپنے جسم ہی کے ذریعے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے کہ انسان ہمیشہ سے ہی مختلف جگہوں اور چیزوں میں کشش محسوس کرتا ہے جگہ ہی ہمیں ایک گھر فراہم کرتی ہے۔ کسی جگہ کے بغیر ہمارا کہیں بھی ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

زمینی سطح ایک واضح جگہ ہے اور اسی سطح زمین پر ہمارا گھر ہمارے لئے سب سے مانوس جگہ ہے گھر کو سجایا جاتا ہے اور اپنایا جاتا ہے۔ اس میں ہم جسمانی طور پر بستے بھی ہیں اور یہ ہمارے روحانی اور ذہنی ذوق کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے۔ اسی طرح گہرے معنوں میں جسم بھی سب سے زیادہ مانوس جگہ ہے۔ آپ کے جسم میں بس کر ہی روح اس قابل ہوتی ہے کہ وہ نظر آسکے۔ اس لئے اسی زمین پر یہ جسم آپ کی روح کا گھر ہے۔ روح اور جسم کی بناوٹ اور اس کی مادی موجودگی میں ایک ماورائی مناسبت پائی جاتی ہے۔ ہماری جسمانی بناوٹ اور روح میں ایک رازدارانہ تعلق پایا جاتا ہے۔ وجود وہیں وجود ہوتا ہے جہاں روح گھر کرتی ہے۔

جسم روح کا آئینہ ہے

جسم روح کی ایک متبرک نشانی ہے یعنی روح کے موجود ہونے کا مادی اظہار ان معنوں میں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح غیر مرئی دنیا اس مادی دنیا میں اپنا اظہار کرتی ہے۔ اظہار کی یہ تمنا اس غیر مرئی دنیا کے قلب میں پائی جاتی ہے۔ ہمارے ازلی دنیا اور ہماری روح اپنا آپ دکھانے کے لئے ایک آئینہ کی ضرورت محسوس کرتی ہے اور جسم ایسا ہی ایک ذریعہ ہے اور ضرورت اس بات کی ہے ہم اس کی قدر کریں اس کی حفاظت کریں اور اس کو صحیح طور پر روحانی معنوں میں سمجھیں۔ عیسائیوں کے کیتھولک فرقے کے مطابق "جسم روح کا مندر ہے"۔ اس کا مطلب ہے کہ جسم کو وجدان کے رنگوں میں رنگا ہوا مانا جائے۔

جسم بہت حد تک سچ بولتا ہے۔ آپ اپنے جسم سے ہی اپنی زندگی کے بارے میں جان سکتے ہیں کیونکہ وہ بہت کم جھوٹ بولتا ہے جبکہ آپ کا ذہن آپ کے بارے میں قطعی فیصلہ دے سکتا ہے اور آپ اور آپ کی فطرت کے درمیان رکاوٹیں کھڑی کر سکتا ہے۔ لیکن آپ کا جسم آپ سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اگر آپ اپنے جسم پر توجہ دیں تو وہ بتا سکتا ہے کہ آپ کی زندگی کیسی ہے اور کیا آپ اپنی روح کی سچائی سے جی رہے ہیں یا اپنی تمام تر منفی طرز عمل کے ساتھ؟

گہرے سکوت اور خاموشی میں ارتکاز توجہ سے کچھ وقت گزارنا آپ کے اندر الہامی کیفیات اور لاشعوری ذہن

کو بیدار کرتا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم صرف بیماریوں اور مشکلات میں ہی اس بات کا اندازہ کرپاتے ہیں کہ ہم درحقیقت اندر سے کتنی زرخیز، لطیف اور قیمتی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب آپ بیمار لوگوں کے ساتھ وقت گذاریں تو آپ ان کی جسمانی یا ذہنی بیمار جگہ سے رابطہ کرکے، جسم کے اس حصے سے گفتگو کرکے، اس کا شکریہ ادا کرکے اس نے کتنا کام کیا ہے، اور اس سے معافی مانگ کر کہ اس پر بہت پریشر ڈالا گیا..... آپ ان بیماروں کی مدد کرسکتے ہیں کیونکہ ہمارے جسم کا ہر حصہ سنتا اور یادداشت رکھتا ہے۔

ہمارا جسم بہت سارے ارکان کا مجموعہ ہے جو اس دنیا میں ہماری رہائش کو ممکن بنانے میں ہمارے معاون اور مددگار ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنی روح اور جسم کے درمیان اندرونی دوری ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حقیقت میں روح آپ کے جسم پر محیط ہے۔ اسی لئے آپ کے چاروں طرف ایک غیر مرئی اور خوبصورت، روح کی روشنی کا ہالہ (Aura) ہے۔ یہ بات آپ کو نئے انداز سے روح سے تعلق جوڑنا سکھاتی ہے۔

کائناتی توانائی آپ کے اندر ہے

مختلف مذاہب میں مراقبہ کی ایک اہم حیثیت حاصل رہی ہے۔ مراقبہ کا مقصد اپنے آپ کو کچھ دیر کے لئے دنیاوی مصروفیات سے کاٹ کر تنہائی میں یکسوئی سے خالی الذہن ہو کر ایک چیز پر تمام تر توجہ مرتکز کرنا ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ مختلف مذاہب اور مکاتب فکر میں مراقبہ کی کیا حقیقت اور نوعیت بیان کی گئی ہے۔ ایک چیز واضح ہے، اور وہ یہ کہ خود کو دنیا کے جھمیلوں سے الگ تھلگ کرکے ذہن کو کسی ایک نقطے پر مرتکز کرنا بذات خود ذہنی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کا باعث بنتا ہے اور عملی زندگی میں بہت سی کامیابیوں کا وسیلہ ثابت ہوتا ہے۔ توجہ منتشر اور ادھر اُدھر بھٹکی ہو تو اسے چاروں طرف پھیلی ہوئی دھوپ سمجھئے۔ جب آپ آتشی شیشے کی مدد سے سورج کی شعاعوں کو ایک مقام پر مرتکز کرتے ہیں تو یہ جس چیز پر پڑتی ہے، اسے جلا ڈالتی ہے۔ توجہ کا ارتکاز بھی عملی زندگی میں کچھ اسی قسم کی اثر انگیزی کا مظہر ثابت ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں نے مراقبہ کو اپنی ذات کی دریافت کا بھی نام دیا ہے۔

اس پر آشوب، اعصاب زدہ اور مصروف ترین دور میں، یہ آپ کے ذہن کو تروتازہ، خوبصورت، جاذب نظر، پرسکون اور پر مسرت بنائے گا اور عملی زندگی میں کامیابیوں کی نوید ثابت ہوگا۔ ایک کتاب میں تو یہاں تک لکھا تھا کہ مراقبہ کے دوران آپ جس چیز کا لگاتار تصور کریں گے وہی آپ کو مل جائے گی۔ آپ اپنی کامیابی کا تصور کریں تو کامران ہوں گے۔ اچھی صحت کو ذہن میں لائیں تو، تندرستی سے ہمکنار ہوں گے۔ یورپ اور امریکہ میں تو اب Cybernetics کے نام سے ایک نئی سائنس ایک عرصہ سے متعارف ہو چکی ہے۔ جس کا نظریہ ہے کہ آپ تصورات میں اپنے آپ کو جس طرح دیکھیں گے، عملی زندگی میں بھی اس طرح ہو جائیں گے۔ آپ دبلے ہیں تو فربہی کا تصور کریں۔ موٹے ہیں تو متناسب جسم کو ذہن میں لائیں۔ آپ کا لاشعور آپ کو ویسا ہی بنا دے گا۔

مراقبہ کی سفارش کرنے کا مقصد اس بے انتہا مصروف دنیا سے نکل کر زندگی کے چند پُرسکون لمحات سے بہرہ ور کرنا ہے۔ آپ پھر سوچیں گے۔ جی اتنا وقت کہاں۔ آج کل کسے فرصت ہے، دفتر میں کام ہی اتنا زیادہ ہے، کاروبار کے اتنے جھمیلے ہیں کیا کریں وقت ہی نہیں ملتا۔ لیکن آپ سوچیں کہ یہ سب کچھ کس کے لئے کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے اپنی ذات اور اہل خانہ کے لئے۔ لیکن خدانخواستہ یہ مصروفیات آپ کے اعصاب کو جھنجھوڑ کر آپ سے ذہنی سکون چھین لیں تو یہ روپیہ یہ عالی شان مکان اور دنیا کی آسائشیں کس لئے...... دنیا کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے آپ کا ذہنی طور پر پُرسکون ہونا ضروری ہے۔

مراقبہ آپ کو مختصر وقت کی قربانی دے کر آپ کو ایسی ذہنی سکون کی دولت سے مالا مال کر سکتا ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں، اور نہ جسے آپ لاکھوں روپے خرچ

کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔

Electroencephalograph سے سائنس دانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان جب مراقبے میں ہوتا ہے تو اس کا ذہن، الفا لہریں زیادہ مقدار میں خارج کرتا ہے اور ایسا اس صورت میں ہوتا ہے۔ جب انسانی ذہن بہت پرسکون، پریشانیوں سے مبرّا، اور خوشگوار کیفیت میں ہو۔ الفا کو تخلیق کا بنیادی ذریعہ بھی کہا جاتا ہے۔ ریسرچ نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ مراقبہ سے بہت سے ایسے امراض کا علاج کیا جا سکتا ہے، جن کا بظاہر کوئی سبب نظر نہ آتا ہو۔

جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ مراقبہ کب اور کس طرح کیا جائے تو یہ سب کچھ آپ کے اوپر منحصر ہے۔ بہر حال صبح سویرے اور رات کو سونے سے پہلے اس کے لئے بہترین اوقات ہیں۔ یا پھر کوئی ایسا وقت جس میں آپ کو مکمل طور پر تنہائی اور یکسوئی مل جائے۔ آپ عادی ہو جائیں تو پھر دفتر میں، یا دوکان پر ہی بیٹھے بیٹھے چند لمحات کے لئے اپنے ذہن کو دنیاکی مصروفیات سے کاٹ سکتے ہیں۔ آپ خود کو پھر سے ہشاش بشاش محسوس کریں گے۔

مراقبہ کا ایک اہم مقصد اپنے ذہن کو کچھ دیر کے لئے بیرونی مصروفیات سے کاٹ کر اپنے ذہن کو بالکل صاف کر دینا ہے۔ ذہن کو خالی اور صاف کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اور ہر شخص ایسا طریقہ تلاش کر سکتا ہے، جو اس کے لئے مناسب ہو۔ بعض لوگ کسی خیالی یا حقیقی تصویر پر اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ کسی مقولے یا لفظ پر بھی اپنی توجہ مرتکز کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ اللہ GOD کے لفظ کو تصور میں لائیں، جس سے شعاعیں پھوٹ رہی ہیں اور آپ کا وجود ان سے سیراب ہو رہا ہے۔ اپنا صحت مند چہرہ بھی تصور میں لا سکتے ہیں جیسا کہ آپ چاہتے ہیں۔

(مراقبے سے قبل سانس کے لینے اور خارج کرنے کے ساتھ یا حی یا قیوم کا ورد بھی کیا جا سکتا ہے۔ مترجم)

ماہرین نے مراقبہ کے نو آموز افراد کے لئے جو بہترین طریقہ تجویز کیا ہے اسے خود شناسی یا اپنے آپ کو جاننے کا نام دیتے۔ اس میں آپ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ آپ مراقبہ کریں تو اپنے ذہن کو کھلا چھوڑ دیں اور جو سوچتا ہے سوچنے دیں۔ آپ کے ذہن میں ماضی اور حال کے مختلف واقعات ابھریں گے۔ لیکن خیالات کی اس رو کے ساتھ بہتے نہ چلے جائیں، بلکہ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کا ذہن کیا کر رہا ہے۔ ذہن فطری طور پر خیالات کے تسلسل کی رو میں بہتا ہے، اور کسی نہ کسی واقعہ سے اس کی وابستگی ہوتی ہے۔ یہ ماضی کو یاد کرتا ہے۔ مستقبل کی منصوبہ بندی کرتا ہے۔ لیکن مراقبہ کرتے وقت ان خیالات کو ابھرتا اور ڈوبتا ہوا دیکھیں۔ ان کے ساتھ نہ بہہ جائیں اگر آپ ان خیالات کے ساتھ بہہ جائیں تو پھر یہ سوچ کر اپنے ذہن کو حال میں واپس لائیں کہ آپ کے ذہن میں اس وقت کیا واقع ہو رہا ہے یہ بات یاد رکھیں کہ اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے کسی بھی خیال کو نہ دبائیں چاہے یہ آپ کے لاشعور سے اچانک نکل کر آپ کے سامنے کیوں نہ آ گیا ہو۔ صرف ان خیالات و تصورات کو "دیکھتے" رہیں۔ ان کے ساتھ شامل ہو کر نہ بہہ جائیں۔ یہ طریقہ کار، ارتکاز توجہ اور مراقبہ کے لئے بہترین سمجھا گیا ہے۔

مراقبہ کے لئے جگہ کا پُرسکون اور خاموش ہونا ضروری ہے۔ یہاں کسی قسم کی مداخلت نہیں ہونی چاہئے۔ جہاں تک آسن کا تعلق ہے۔ یہ ایسا ہونا چاہئے جو پرسکون اور آرام دہ ہو، کیونکہ بہر حال آپ نے دس پندرہ منٹ اسی پوزیشن میں بیٹھنا ہے اس کے لئے آلتی پالتی مار کر بیٹھنا آسن ہے۔ آپ کی گردن اور ریڑھ کی ہڈی سیدھی پوزیشن میں ہونی چاہئے۔ کسی سہارے کے بغیر بیٹھیں تو بہتر ہے۔ لیکن کرسی کی پشت یا دیوار کا سہارا لے بھی سکتے ہیں۔ آپ مراقبہ کے لئے فرش پر لیٹ بھی سکتے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ اس لئے نہیں کرتے کہ اس دوران نیند آنے لگتی ہے۔ جو لوگ سیدھا نہ بیٹھ نہیں سکتے وہ سیدھی کرسی (آرام دہ نہیں) پر بیٹھ سکتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ آرام کی حالت میں رہیں چاہے گود یا گھٹنوں پر رکھیں۔ آنکھیں بند ہونی چاہئیں اور باطنی طور پر

اس مقام پر نظریں جمائیں جو ناک کے بالکل اوپر، اور ابروؤں کے درمیان میں ہے۔

مراقبہ کے وقت آپ فرش پر جس جگہ بیٹھیں وہ نرم ہونی چاہئے۔ یعنی نیچے گدا، یا کشن بچھا لیں۔ کپڑے ڈھیلے ڈھالے ہوں۔ کسی چیز میں عجلت نہ کریں۔ اپنی سب ذہنی اور عملی مصروفیات کو پیچھے چھوڑ دیں۔ کیونکہ آپ یہاں بیٹھے ہوں اور ذہن کے ساتھ مصروفیات کا جھمیلا ہو تو فائدہ نہیں ہوگا۔ بیٹھتے وقت اس ورزش کو زندگی کی بے پناہ مصروفیات میں سے، تنہائی اور گوشہ عافیت کا ایک سنہری لمحہ تصور کریں۔ جسے آپ نے دانستہ طور پر حاصل کیا ہے۔ آپ رفتہ رفتہ دیکھیں گے کہ آپ جب بھی مراقبہ کے لئے بیٹھیں گے، فضول اور بے معنی خیالات از خود دور ہو جائیں گے۔ ابتداء میں آپ کو بے شک ذرا مشکل کا سامنا ہوگا۔

آرام دہ پوزیشن (آلتی پالتی) میں بیٹھنے کے بعد گہرے سانس لیں۔ پھر کچھ دیر کے لئے دیکھیں کہ آپ کا ذہن کس طرف جا رہا ہے اور کیا سوچ رہا ہے۔ لیکن اپنے حال سے بھی باخبر رہیں۔ یعنی خیالات کے ساتھ ہی نہ آگے نکل جائیں۔ پھر کسی ایسی شے پر اپنی توجہ کریں جس سے خوشگوار یادیں وابستہ ہوں۔ آپ کسی سرسبز، شاداب وادی یا کوئی خوبصورت منظر ذہن میں لائیں۔ اپنے سانس کے زیر و بم پر بھی توجہ مرتکز کر سکتے ہیں۔ بعض لفظوں کو بھی ذہن کے پردے سے ابھار کر سکتے ہیں۔ کسی بھی خوشگوار چیز پر توجہ کا ارتکاز ہی اصل میں سکون اور طمانیت کا باعث ہے۔ بعض لوگ موم بتی کے شعلے پر بھی نظریں جما لیتے ہیں۔ موم بتی کے شعلے پر کچھ دیر تک نظریں جما کر اپنی آنکھیں بند کر لیں تمام توانائیوں کا سرچشمہ تصور کریں۔ جو آپ کے پورے جسم کو اس لطیف قوت سے سیراب کر رہا ہے۔

مراقبہ کا وقت آہستہ آہستہ بڑھاتے جائیں حتیٰ کہ یہ 20 منٹ تک پہنچ جائے۔ یوں تو لوگ ایک ایک گھنٹہ بھی اسی حالت میں بیٹھے رہتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ آج کل کسی طالب علم، استاد، تاجر، دوکاندار، صنعت کار، ڈاکٹر، انجینئر، اور سرکاری ملازم کے پاس اتنا وقت نہیں۔ لیکن آپ جس شعبہ سے بھی وابستہ ہوں، اپنے لئے صبح یا شام کو دس منٹ ضرور نکال سکتے ہیں۔ آپ تنہائی کے ایسے لمحات سے ضرور مستفید ہوں، نہ صرف جب آپ کے تھکے ماندہ اعصاب کو سکون دیں گے بلکہ نئی طاقت اور توانائی سے ہمکنار کریں گے۔ یہ توانائی اس سے ہزار گنا بہتر ہوگی جو آپ وٹامنز کی گولیوں اور یونانی، اور ایلوپیتھک کے طاقتور ٹانکس سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چہرہ اور مقناطیسیت

آپ کا چہرہ آپ کی روح کا آئینہ ہے۔ جب آپ اپنے جسم کا معائنہ کرنا چاہتے ہیں تو قد آدم آئینہ کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آئینہ آپ کے جسم کو بعینہٖ اسی طرح سامنے لے آتا ہے جیسے کہ آپ ہیں۔ آپ کا چہرہ بھی دراصل روح کا آئینہ ہے۔ آپ کے چہرہ سے وہی کیفیات نشر ہوتی ہیں جو کہ آپ کے اندر ہیں۔ اس لئے اپنی فکر کو لطیف و پاکیزہ رکھیں۔ آپ کی طبیعت میں آزردگی، خوف، خود غرضی ہے تو اس کا اظہار چہرے سے ضرور ہوگا اس لئے اپنے اندر Inner کو صیقل رکھنے کے لئے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کریں۔ خوش رہیں۔ خوشی کائنات کی بہت عظیم نعمت ہے یہ آپ کے وجدان میں لطافت کے رنگ بکھیر دیتی ہے۔ زندگی سے بھرپور انداز میں فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے۔ خود بھی خوش رہیں اور سب کو خوش رکھنے کی کوشش کریں ان خواص کو اختیار کر کے آپ حسن و دلکشی کا شاہکار بن سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ذہنی یکسوئی کی مشقوں سے مدد لیں جو آپ کی ذات کی بیٹری کو چارج کر دیں گی۔ اس کے علاوہ سانس کی چند مشقیں بھی کریں۔ پھر دیکھئے آپ کے چہرہ میں بلا کی معصومیت عود کر آئے گی۔ بالکل ویسی ہی معصومیت جیسی کہ آپ میں محض ایک سال کی عمر میں تھی اور ہر ایک آپ کو پیار کرنے کے لئے مچلتا تھا۔ آپ بظاہر زیادہ خوبصورت نہ ہوں آپ کے اندر کی مقناطیسیت لوگوں کو آپ کا دیوانہ بنا سکتی ہے۔ آزمائش شرط ہے۔

مشق نمبر 1

☆ سانس کی اس مشق کا بہترین وقت سورج نکلنے سے پہلے کا ہے۔ جب ماحول میں مقناطیسیت اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ آلودگی برائے نام ہوتی ہے۔ نیم گرم پانی سے غسل کریں تاکہ جسم کے سارے مسامات کھل جائیں جس کے ذریعے جسم میں مقناطیسی لہروں کے بہاؤ کا رستہ کھل جاتا ہے۔ (یا تازہ وضو کریں اس سے بھی جسم کے بہت سے مسامات کھل جاتے ہیں۔ مترجم) قریبی گارڈن یا پارک میں سبز گھاس پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جائیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو گھر کے کھلے صحن میں ایسی جگہ بیٹھ جائیں جہاں ہوا کی آزادانہ آمدورفت ممکن ہو۔ آنکھیں بند کرلیں۔ ناک کے ذریعے اتنی آہستگی سے سانس کھینچنا شروع کریں کہ سانس کی آواز نہ آئے۔ اندازاً پانچ سیکنڈ تک ہوا اندر کھینچیں اور پھیپھڑوں میں روکے بغیر آہستہ آہستہ پانچ سیکنڈ میں منہ کے ذریعے نکال دیں۔ اسی طرح دس دفعہ سانس کھینچیں اور دس دفعہ باہر نکالیں۔

مشق نمبر 2

☆ اس مشق کا بہترین وقت بھی سورج نکلنے سے پہلے ہے مگر اپنی مصروفیات کے تحت اسے رات سونے سے پیشتر بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس مشق میں مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کریں۔

1- آلتی پالتی مار کر یا دو زانو بیٹھ جائیں۔
2- کمر سیدھی رکھیں اس طرح کہ جسم کے کسی حصہ میں کھنچاؤ پیدا نہ ہو۔
3- پہلے دونوں نتھنوں سے سانس باہر نکال دیں تاکہ پھیپھڑے ہوا سے خالی ہو جائیں۔
4- آہستہ آہستہ سانس اندر کھینچیں۔
5- جب سینہ ہوا سے بھر جائے تو روکے بغیر منہ سے نکال دیں۔

اس میں بھی یہ خیال رہے کہ پانچ سیکنڈ تک کھینچنا اور پانچ سیکنڈ تک نکالنا نیز یہ عمل دس دس دفعہ دہرانا۔ اس کے ساتھ آنکھیں بند کرکے ایک تصور بھی باندھنا ہے۔ جب سانس اندر کھینچیں تو یہ محسوس کریں کہ ماحول سے صحت بخش اور توانا مقناطیسی لہریں جسم میں ناک سے داخل ہو کر جسم کے گوشے گوشے میں پھیل رہی ہیں۔ سارے جسم اور چہرے کو سیراب کررہی ہیں۔ سانس نکالتے وقت یہ تصور کریں کہ جسم کے تمام کثیف اجزاء لہروں کی صورت میں تمام جسم سے نکل کر سانس کے ذریعے باہر خارج ہو رہے ہیں۔ یہ مشق حسن و دلکشی اور خوبصورتی کے لئے بہترین ٹانک ہے۔ چہرہ میں بے پناہ مقناطیسیت بھر دیتی ہے اور شخصیت کو جاذب نظر بناتی ہے۔

مشق نمبر 3

☆ اگلی مشق یوگا کا ایک مشہور و معروف آسن ہے جسے کنول آسن کہا جاتا ہے۔ اسے بدھا کا آسن بھی کہا جاتا ہے۔ گوتم بدھ کی اکثر تصاویر اور مجسموں میں وہ آلتی پالتی مار کر

جس انداز میں بیٹھے نظر آتے ہیں وہی کنول آسن کہلاتا ہے۔ اس حالت میں بیٹھ کر آہستگی سے ناک سے سانس لیجئے اور ناک سے ہی خارج کیجئے۔ آنکھیں بند کرکے اپنے چہرے کو صحت مند، توانا اور پرکشش دیکھئے۔ یہ تصور واقعی آپ کو خوبصورت اور صحت مند بنادے گا کیونکہ اس آسن میں تصور کے بعد وہ مقناطیسی لہریں جسم میں دور کرنے لگتی ہیں جو صحت و توانائی کا سرچشمہ ہیں۔ اس آسن کے اوقات اور سانس کی آمدورفت اور دورانیہ کا عمل وخل پچھلی مشقوں کے مطابق رکھئے۔

(آخری حصہ)

مشاہدۂ حق

واحد بخش سیال چشتی صابری

قارئینِ کرام میں مقبول اس سلسلے کا اختتام ہوا، اس طویل تحقیقی مقالے میں پیش کیا گیا کہ انسان کس طرح اپنی فطرت کی تکمیل یعنی توحید حقیقی کو پہنچ سکتا ہے اور اپنی انفرادیت کو وحدت میں کھوکر کیسے دوبارہ پاسکتا ہے۔ یہی راہِ تصوف ہے جو اسلام کا قلب و روح ہے اور جس کا نمونہ رسول مقبول ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہے۔

عیسائی روحانیت میں بھی بدھ مت اور نیو پلیٹونزم کی طرح فنا آخری مقام ہے۔ لیکن اسلامی تصوف کی آخری منزل بقاباللہ ہے لہٰذا یہ کہنا کہ تصوف دوسرے مذاہب کے نظریہ روحانیت سے ماخوذ ہے حد درجہ کی جہالت ہے۔ دونوں کے درمیان مشابہت ضرور ہے لیکن مشابہت کے وجوہات آپ پہلے سن چکے ہیں۔ جب خدا ایک حقیقت ہے، انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں یگانگت کا پایا جانا غیر معمولی بات نہیں ہے۔ مشابہت کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اور جسے اہلِ مغرب کے بعض منصف مزاج مصنفین بھی تسلیم کرچکے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے روحانی اکابر خود بھی بعض جگہ اسلامی تصوف سے متاثر ہوئے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ یورپین مورخ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اہلِ یورپ نے تمام علوم و فنون اسپین کی مسلم یونیورسٹیوں سے سیکھے اور جب یورپ کے لوگ اسلامی تہذیب و تمدن سے اس قدر متاثر ہوئے کہ مسلمانوں کی طرح اُٹھنے بیٹھے، کھانے پینے، پہننے اور زندگی بسر کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے تو کیا صرف تصوف کے میدان میں گنگا نے اُلٹی جانب بہنا شروع کردیا تھا۔ اسی لئے تو آربری لکھتے ہیں کہ پلیسیوس نے اپنی کتاب "اسلام اور ڈوائن کامیڈی" لکھ کر اُلٹی گنگا بہادی ہے۔

غلط فہمی کی وجہ

ان تمام غلط فہمیوں کی وجہ یہ ہے کہ مغربی محققین نے نہ موجودہ صوفیاء کرام کو مل کر ان سے حقیقت حاصل دریافت کی ہے نہ ان کی کتابوں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ آربری لکھتے ہیں کہ مشہور صوفی کلاآبادی کی کتاب تعرف ایسی کتاب ہے کہ جس میں مصنف نے خود اپنے آپ کو مسلمان قرار دیا ہے۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ صوفی لوگ اسلام سے منحرف نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے تھے۔ کیا آربری اور اس کے دوست یہ نہیں جانتے کہ صوفیاء کرام کی کتابوں میں یہی دعویٰ کیا گیا ہے اور صوفی نے اپنے آپ کو اسلام کا ادنیٰ خادم اور رسول اللہ ﷺ کا ادنیٰ غلام کہا ہے۔

منصور حلاج جنہوں نے نعرہ اناالحق لگایا اور جس سے ان کو اہل مغرب نے عیسائی قرار دے دیا ہے وہ بھی قید خانہ میں ہر رات کئی سو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ قتل کے فوراً پیشتر بھی انہوں نے شبلی سے مصلیٰ لے کر دو رکعت نماز ادا کی۔

بایزید بسطامیؒ جنہوں نے دوسرا نعرہ (سبحانی ما اعظم شانی) لگایا ان کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر خربوزہ نہ کھایا اس خیال سے کہ معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ نے خربوزہ کھایا تھا یا نہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ اگر تم دیکھو کہ کوئی شخص ہوا میں اڑتا ہوا آرہا ہے تب بھی دھوکہ نہ کھانا جب تک کہ یہ دیکھ نہ لو کہ امر و نہی اور قرآن مجید کی قائم کردہ حدود میں وہ کس طرح ہے۔

حضرت جنید بغدادی پر بھی اہل مغرب یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام سے منحرف ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت جنید خود فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق پر ساری راہیں مسدود ہیں بجز اس شخص کے جو رسول اللہ ﷺ کے قدم بہ قدم چلے۔ نیز فرمایا کہ ہمارا یہ علم (تصوف) کتاب و سنت (قرآن و حدیث) سے لیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ہوا میں چار زانو بیٹھا ہوا ہے تو تم اس کی طرف التفات نہ کرو جب تک کہ تم اس کو کتاب و سنت (قرآن و حدیث) کا پابند نہ دیکھ لو۔

نیز حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں حاکم ہوتا تو ایسے شخص کی گردن مار دیتا جو یوں کہے لاموجود الا اللہ (اللہ کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں) یا لافاعل الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی فاعل نہیں) نیز آپ فرماتے ہیں "جو شخص یہ کہے اب میں واصل باللہ ہو گیا اس لئے قرآن و سنت کی پابندی لازم نہیں تو وہ شخص سچ کہتا ہے واصل ہو گیا مگر واصل جہنم ہے۔ جو شخص چوری اور زنا کرتا ہے وہ ایسے شخص سے اچھا ہے اگر میں ہزار سال تک زندہ رہوں تو اپنے اوراد میں ذرہ برابر کمی نہ کروں۔ احکام قرآنی تو بڑی چیز ہیں"۔

سب سے زیادہ اعتراض شیخ محی الدین ابن عربی پر ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے جب مسئلہ وحدت الوجود کو ظاہر کیا تو علمائے ظواہر سخت مخالف ہو گئے۔ اہل مغرب بھی ابن عربی کو سمجھنے سے قاصر رہے کیونکہ ان کا مسئلہ وحدت الوجود ایسی چیز ہے جس سے دوسرے مذاہب مثلاً عیسائیت اور فلسفہ یونان اور ویدانت کا گمان ہوتا ہے۔ اب آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ ابن عربی خود اپنے مسلک کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

(۱) "فتوحات مکیہ" میں آپ لکھتے ہیں کہ جو حقیقت خلاف شرع ہو وہ زندقہ باطلہ (باطل کفر) ہے۔

(۲) نیز "فتوحات مکیہ" میں لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں بجز قرآن و سنت کے (۳) نیز فتوحات میں فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ قرآن و سنت کے بغیر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی اور راستہ ہے تو وہ جھوٹا ہے پس ایسے شخص کی اقتدا نہ کرنا چاہیے (۴) نیز آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس میزان کو ایک لمحے کے لئے بھی ہاتھ سے پھینک دے گا ہلاک ہو جائے گا (۵) نیز فتوحات مکیہ کے تین سو باسٹھویں باب میں لکھتے ہیں کہ جو شخص مشکلات علم توحید کو حل کرنے کی طرف آنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ اپنی عقل اور رائے کو چھوڑ کر حکم ربانی کو اپنا پیشوا بنائے (۶) نیز فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ تقدیم کشف کی نص پر ہمارے نزدیک محض باطل ہے۔ (یعنی کشف کو احکام قرآنی پر مقدم سمجھنا باطل ہے) کیونکہ اہل کشف کو اکثر اشتباہ ہوتا ہے ورنہ کشف صحیح ہمیشہ قرآن حکیم کے مطابق ہوتا ہے۔ جو شخص کشف کو قرآن حکیم پر مقدم رکھے تو اہل اللہ کی جماعت سے خارج ہو جائے گا (۷) فتوحات کے باب دو سو چھیالیس میں فرماتے ہیں کہ علم ظاہری میں میزان قرآن کو ہرگز اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑنا (۸) نیز فرمایا کہ جب کسی صاحب کشف کا ایسا کشف وارد ہو جو قرآن و سنت کے خلاف ہے تو اس کو ترک کر دینا لازم ہے۔ کیونکہ یہ بات تمام اہل کشف کے نزدیک ثابت ہے کہ نبوت ختم ہو جانے کے بعد حلال و حرام کا حق کسی کو نہیں ہے۔ لہٰذا خوب ہوشیاری سے کام لو

اور کشف کی خرابیوں سے اپنی حفاظت کرو۔ بس میں تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر چکا (۹) نیز فرمایا کہ علم کتاب و سنت کو لازم پکڑو کیونکہ یہی تمہاری وہ کشتی ہے کہ اس میں رخنہ پڑ جائے تو تم سب ہلاک ہو جاؤ گے اور تم سے اپنی رعیت میں حدود الٰہیہ قائم کرنے کے متعلق باز پرس ہو گی۔

اس سے ظاہر ہے حضرت ابن عربی جیسے وحدت وجود کے قائل بھی احکام قرآن و سنت کی پابندی میں کس قدر سخت تھے۔ حالانکہ کم فہم لوگوں نے آپ پر کفر کے فتوے بھی لگائے اور بے دین کہا۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ ان کا کلام لوگ اچھی طرح نہ سمجھ سکے۔

پروفیسر آربری نے یہ بات بہت اچھی کہی ہے کہ ہندوستان کے صوفیاء کو دیکھنا چاہیے کہ ان پر ہندو فلسفہ روحانیت کا اثر ہوا ہے یا نہیں۔ سب سے پہلے صوفی جو ہندوستان میں آئے حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ ہیں۔ ان کی کتاب "کشف المحجوب" دنیا کے سامنے ہے خود ڈاکٹر نکلسن نے بھی اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ متبع قرآن و سنت تھے اور ہندو فلسفہ ویدانت کی بو تک اس کتاب سے نہیں آتی۔ حلول ہندو دھرم کا سب سے بڑا عقیدہ ہے۔ ہندو لوگ رام چندر اور کرشن جی مہاراج کو خدا کا اوتار مانتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رام چندر اور کرشن میں اتر آئے ہیں لیکن حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں حلول کو حرام قرار دیا ہے اور حلولیوں پر لعنت کرتے ہیں۔ کتاب مذکور کی شان یہ ہے کہ آپ نے تصوف کے تمام مضامین علیحدہ علیحدہ ابواب میں بیان کیا ہے اور ہر مضمون کے ثبوت میں پہلے قرآن مجید کی آیات پیش کرتے ہیں۔ ہر معاملہ میں آپ اس کو مقدم رکھتے ہیں اور تصوف کی ہر چیز اور ہر بات کو قرآن و حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ساری عمر ہندوستان میں گذاری لیکن آپ کی تعلیمات سوانح حیات اور ملفوظات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہمیشہ ہندو جوگیوں کا مقابلہ کیا اور ان کو مسلمان بنا کر چھوڑا۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگؒ نے ہندوستان میں آکر ہندوؤں کی خاطر سماع شروع کیا لیکن یہ ان کی کم عقلی اور کم علمی کی دلیل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ کے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ جو اکثر ایران، عراق اور حجاز مقدس میں رہتے تھے سماع کے شائق تھے۔ یہاں تک جن علماء نے حکومت وقت کے ایماء پر آپ سے سماع کے بارے میں مناظرہ کیا تو آپ کی کرامت کی وجہ سے ان علماء کا علم مسلوب ہو گیا حتیٰ کہ الف ب تک بھول گئے اور جب اس حرکت سے توبہ کی تو ان کا علم واپس لوٹ آیا۔ راجہ پرتھوی راج جو سارے ہندوستان کا بادشاہ تھا اور جس کا پایہ تخت اجمیر تھا ہمیشہ ہندو ارباب روحانیت کو خواجہ بزرگ کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجتا رہا۔ لیکن جو شخص آپ کی خدمت میں آیا مسلمان ہو گیا اسی طرح آپ نے ہزاروں ہندوؤں کو مسلمان کیا جن کی اولاد اور پھر ان کی اولاد کی تعداد اب کروڑوں تک پہنچ گئی۔ آپ کے جانشینوں نے بھی تبلیغ اسلام کا مشن جاری رکھا چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ نے سرزمین پنجاب کی بے شمار ہندو، راجپوت، جاٹ قوموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ ان اقوام میں بڑی بڑی قومیں یہ ہیں: سیال، ٹوانہ، وٹو، بھٹی، اعوان، کھوکھر، لنگاہ، آرائیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر بھول چوک سے صوفیائے اسلام ہندو دھرم کے خوشہ چیں اور مرہون منت ہوتے تو وہ لوگوں کو ہندو بناتے نہ کہ مسلمان۔ معترضین یہ بھول جاتے ہیں کہ اسپین میں مسلمانوں کے زوال کے بعد اسلام کی شان و شوکت ہندوستان میں منتقل ہو گئی اور جس طرح تہذیب و تمدن اور روحانیت نے اہل یورپ پر گہرا اثر کیا اسی طرح اسلامی تہذیب و روحانیت نے ہندوؤں کو اسلام کا گرویدہ بنایا۔

حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ فردوسی سلسلہ سے

تعلق رکھتے ہیں اور مزار مبارک شہر بہار شریف میں واقع ہے۔ آپ کا بھی ہندو جوگیوں سے بہت مقابلہ رہا اور جب کوئی ہندو جوگی آیا مسلمان ہو لیا ذلیل ہو کر بھاگ گیا۔ ایک دفعہ نیپال کے جنگلوں میں آپ سیاحت کر رہے تھے کہ ہندو لوگوں نے آپ کو گھیر لیا اور وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا لیکن جب آپ نے انکار کیا تو وہ اپنا سب سے بڑا جوگی لائے تاکہ ان کی خبر لے۔ اس نے آتے ہی آپ کو للکارا اور چالیس دن تک بھوکا رہنے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا چالیس دن تو کوئی چیز نہیں بارہ سال بھوکا رہنے کا مقابلہ کرنا ہے تو آؤ۔ چنانچہ وہ آمادہ ہو گیا۔ آپ نے کنواں کھدوایا اور اس کنوئیں میں دو بڑے بڑے طاق بنوائے ۔ ایک طاق میں خود مراقب ہو کر بیٹھ گئے اور دوسرے میں ہندو جوگی کو بٹھایا۔ اس کے بعد لوگوں سے کہا کہ کنوئیں کو اوپر سے گھاس پھونس ڈال کر بند کر دیا جائے۔ بارہ سال کے بعد جب دیکھا گیا تو ہندو جوگی کی ہڈیاں پڑی تھیں اور آپ اسی طرح مراقبہ ذات میں مشغول تھے۔

حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ سلسلہ نظامیہ کے بڑے باکمال بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ کچھوچھہ یوپی (ہندوستان) میں ہے۔ آپ کے ساتھ بھی ہندو جوگیوں نے بہت مناظرے اور مقابلے کئے لیکن ہر دفعہ منہ کی کھائی۔ ایک دفعہ ایک جوگی آپ کے کمالات کا اس قدر معترف ہوا کہ اپنے پانچ سو چیلوں سمیت مسلمان ہو گیا۔

حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ کا سلسلہ چشتیہ صابریہ کے اکابر اولیاء میں شمار ہوتا ہے۔ اگرچہ آپ وحدت الوجود کے قائل تھے لیکن ہندوؤں کے ساتھ اکثر آپ کا مقابلہ رہتا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے ایک ہندو جوگی کو اپنی کرامت دکھا کر بڑا متاثر کیا۔ وحدت الوجود کے عقیدہ کے باوجود آپ کتاب و سنت پر سختی سے پابند تھے آپ کے ملفوظات اور مکتوبات اسلامی تعلیمات سے لبریز ہیں۔

شیخ احمد سرہندیؒ سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر اولیاء میں سے تھے۔ آپ کا مزار مبارک سرہند شریف (مشرقی پنجاب) میں ہے۔ آپ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور ہمیشہ ہندوستان میں رہے لیکن آپ احکام قرآنی پر سختی سے پابند تھے۔ یہاں تک کہ جب اکبر بادشاہ نے اپنی ہندو رعیت کو خوش کرنے کے لئے ان سے رشتے ناتے کئے اور "دین الٰہی" کے نام سے نیا مذہب نکالا جس میں بادشاہ کو سجدہ کیا جاتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت شیخؒ نے ڈٹ کر تن تنہا بادشاہ کا مقابلہ کیا اور ساری عمر اسی جدوجہد میں گذار دی۔ اکبر اعظم اپنی پوری طاقت سے ایک مرد مومن کا مقابلہ کرتا رہا لیکن بری طرح ناکام رہا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر اولیاء میں سے تھے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم حدیث کی تدوین پر پورا زور دیا اور سارے ہندوستان میں بے شمار دینی مراکز جاری کئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ مغلیہ خاندان کمزور ہو چکا اور مرہٹوں کا دہلی پر قبضہ ہوا تو آپ نے احمد شاہ ابدالی حکمران افغانستان کو ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔ اس مرد مجاہد نے دعوت کو قبول کیا اور حملہ کر کے مرہٹوں کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

آپ کی وفات کے بعد یہ کام آپ کے فرزند جلیل حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ کے سپرد ہوا۔ آپ نے بھی ساری عمر اس کار عظیم میں گذار دی۔ اس سے ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کا پورا خاندان جو سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتا تھا نہایت سختی سے برصغیر میں احیائے اسلام کا علمبردار رہا اور اس مہم میں انہوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ معلوم نہیں معترضین کس منہ سے ایسے مردان مجاہد کو ہندو دھرم کا خوشہ چیں کہتے ہیں۔ ان کا نصب العین تو سارے ہندوستان کو مسلمان کرنا تھا۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ بیعت کرنے کے لئے یہ شرط لگاتے تھے کہ صوفی کے لئے راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کی پابندی ضروری ہے۔

اس طرح پورے برصغیر میں ہزاروں لاکھوں صوفیائے کرام ہو گذرے ہیں جن کی زندگی اور تصانیف کا مطالعہ کرنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے بڑی بڑی مالی اور جانی قربانیاں دے کر تبلیغ اسلام اور ترویج شریعت عمریں گذار دیں اور جہاں کہیں کفر و شرک کا ذرا سا شبہ نظر آیا پہاڑ کی طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن عقیدہ توحید پر حرف نہ آنے دیا۔

سلوک الی اللہ بنیاد ہے

اب ہم وہ چیزیں بتاتے ہیں جس پر یورپ کے مصنفین نے کبھی غور نہیں کیا۔ اگر اس بات کا جائزہ لیتے تو تصوف پر ہرگز اعتراض نہ کرتے۔ تصوف کے عقائد اور احوال تو آپ نے دیکھ لئے ہیں کہ قرآن سنت کے عین مطابق ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی روحانی کورس SPIRITUAL COURSE جو مشائخ عظام نے اسلام کے عام عبادات کے پروگرام کے علاوہ مقرر کیا ہے وہ کیا ہے ؟ آیا ان کے اندر یونان، ایران، عیسائیت اور ہندو اور بدھ مذاہب کی کوئی چیز شامل ہو گئی ہے یا خالصتاً اسلامی ہے۔ اس سلسلہ میں پوری دنیا کے صوفیائے کرام کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ملک اور ہر خطہ میں مشائخ عظام کی تعلیمات عام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے علاوہ ذکر نفی اثبات یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ کی کثرت پر مبنی ہیں اور یہ ذکر انہوں نے قرآن و حدیث سے لیا ہے۔ قرآن عظیم میں جگہ جگہ کثرت ذکر کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن کہتا ہے "اٹھتے بیٹھے اور سوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو" نیز فرمایا "ایسے مردان خدا بھی ہیں جن کو اپنا کاروبار اللہ کے ذکر سے نہیں روک سکتا" غرضیکہ قرآن مجید نے کثرت سے ذکر اللہ کی تلقین کی ہے۔

احادیث نبویؐ میں ذکر اللہ کی تاکید

اسی طرح احادیث نبویؐ میں بھی کثرت ذکر کی تاکید آئی ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کی زندگیاں ذکر الٰہی سے بھرپور نظر آتی ہیں۔ نیز ذکر کا خاص طریق جو صوفیاء کرام کا ایجاد کردہ بتایا جاتا ہے۔ وہ بھی احادیث سے ثابت ہے حضرت شداد ابن اوس روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کوئی غریب (اجنبی جس سے مراد اہل کتاب تھی) ہے۔ عرض کیا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا دروازہ بند کر لو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاؤ اور لا الٰہ الا اللہ کہو۔ ہم سب نے اسی طرح کیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ اپنی جگہ پر رکھ دیا اور فرمایا الحمد للہ اے اللہ تو نے مجھے کلمہ کے لئے مبعوث فرمایا تھا اس کلمہ کا حکم فرمایا تھا اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ آپ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ نے تمہیں بخش دیا۔ اسی طرح یہ ذکر صحابہ کرام سے تابعین اور تابعین سے تبع تابعین اور ان سے آج تک صوفیاء کرام کے تمام سلاسل میں جاری ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرت ﷺ سے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سہل ترین راستہ دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ خلوت میں ذکر اللہ کی مداومت کرو۔ میں نے عرض کیا کہ کس طرح آپؐ نے فرمایا آنکھیں بند کرو اور مجھ سے سنو۔ پس آپ نے تین بار لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کیا اور میں سنتا رہا۔ اس کے بعد تین بار میں نے ذکر کیا اور آپؐ سنتے رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے امام حسن بصریؒ کو اور انہوں نے عبد الواحد زید اور حبیب عجمیؒ وغیرہ صوفیاء کرام کو تلقین کیا اور یہی عرب و ایران، اور ترکستان سے اولیاء کرام لے کر ہندوستان آئے اور اپنے مریدین کو تلقین کیا جو آج تک جاری ہے اور اسی ذکر کی بدولت طالبان راہ حق اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں ہندو دھرم کی کون سی چیز شامل ہو گئی ہے۔ جہاں تک عقائد کا تعلق آج تک چلے آ رہے ہیں لیکن صوفیائے کرام نے ان سے نہ صرف اجتناب کیا بلکہ سختی سے ان کی

تردید کی ، اسلام کی تبلیغ میں سرگرم رہے اور ہزاروں لاکھوں ہندوؤں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

لندن اور پیرس میں بیٹھے ہوئے مختلف یونیورسٹیوں کے عربی اور فارسی کے پروفیسر جن کو اسلام کی نکتہ چینی پر کتابیں لکھنے کے لئے لاکھوں پونڈ کی رقومات حکومت کی طرف سے ملتی ہیں۔ کاش وہ لوگ اسلامی ممالک میں جا کر صوفیاء کرام سے ملتے اور ان کی کتابوں میں سلوک الی اللہ یعنی روحانی کورس کے متعلق اذکار و مشاغل کا مطالعہ کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ ان میں قرآن و سنت کے سوا کوئی چیز نہیں بلکہ اگر قرآن و سنت کا حقیقی معنوں میں وجود ہے تو صرف صوفیاء کرام کی تعلیمات اور ان کی عملی زندگی میں ہے کیونکہ صوفیاء کرام کے ہاں آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ اور اسوۂ حسنہ کی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی اتباع کا بندوبست کیا گیا ہے۔ لیکن علمائے ظاہر اسوۂ حسنہ اور نسبت نبوی کا صرف ظاہری اتباع کرتے ہیں لیکن باطنی اتباع کو نظر انداز کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ظاہری علماء آں حضرت ﷺ کی طرح نمازیں تو پڑھتے ہیں روزے بھی رکھتے ہیں۔ آپ کی طرح زندگی بسر بھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آنحضرتؐ کی عبادت کی غرض و غایت اور زندگی کا مدعا اور مقصد یعنی اقرب الی اللہ اور وصالِ حق جو تھا اس کے حصول کی یہ لوگ کوشش نہیں کرتے۔ دونوں پہلوؤں یعنی ظاہری اور باطنی دولت سے صرف صوفیاء کرام مالا مال ہیں۔ یہی وجہ ہے ان حضرات کو رسول اللہ ﷺ کے ورثہ میں دولتِ کشف و کرامات بھی حاصل ہے لیکن علماء ظاہر اس سے محروم ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب صوفیائے کرام کے ظاہری اور باطنی کمالات اور تعلیمات اسلامی کی پابندی کو دیکھ کر تمام خاص و عام ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں تو علمائے ظاہر کو ان سے حسد پیدا ہوتا ہے اور اُن پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں اور ان کی ہر بات کو خلاف اسلام ثابت کرنے کی سعی ناکام میں مصروف رہتے ہیں۔

دوسری طرف بعض اہل مغرب دیدہ دلیری اور جسارت سے یہ الزام لگاتے ہیں کہ صوفی لوگ اسلام کو ترک کر کے دوسرے مذاہب کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ ہمارے خیال سے یہ بہت بڑی بین الاقوامی اسکیم ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کی سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی طاقت روحانیت کو بدنام کر کے مسلمانوں کو کمزور کیا جائے کیونکہ دشمنانِ اسلام کو معلوم ہے کہ اسلام کی ترقی اور فتوحات کی اصل وجہ یہی روحانیت اسلام ہے۔

معترضین یہ بات نہیں سمجھ سکتے کہ تصوف یا اسلامی علم روحانیت میں رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات نقطہ مرکزی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جملہ صوفیاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ مصدرِ فیض ذاتِ حق ہے لیکن اس کا دروازہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آنحضرتؐ کی روحانی توجہ کے بغیر کوئی صوفی یا ولی اللہ روحانی مدارج طے نہیں کر سکتا۔ مقام فنا فی اللہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ مقام فنا فی الرسول حاصل نہ ہو اور مقام فنا فی الرسول اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مقام فنا فی الشیخ حاصل نہ ہو اور مقام فنا فی الشیخ اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ کتاب و سنت پر سختی سے عمل نہ کیا جائے۔ معترضین تو یہ الزام لگاتے ہیں کہ صوفیاء نے اسلام سے باغی ہو کر دوسرے مذاہب سے روحانیت حاصل کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتاب و سنت سے ذرہ بھر تجاوز کرنے سے نہ صرف ترقی رُک جاتی ہے بلکہ اوپر کے مقام سے گر کر وہ نیچے جا پڑتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صوفیا کے قلوب پر ہر لحظہ اور ہر آن فیضان کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کا فیضان رُک جائے تو اسلام ختم ہو جائے۔ چودہ سو سال تک اسلام کے اسی آن بان سے زندہ رہنے کا سبب یہی اور صرف یہی ہے کہ مسلمانوں کے قلوب پر سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضان کی بارش ہو رہی ہیں اور تا قیامت بلکہ قیامت کے بعد ابد الآباد تک ہوتی رہے گی۔

(ختم شد)

خوابوں کے مخفی راز

خواب آدمی کو ایک ایسی حیرت انگیز اور ماورائی دنیا میں پہنچا دیتے ہیں جہاں نہ وقت کی قیود ہیں نہ فاصلوں کی مجبوریاں اور جہاں حسن، دلکشی اور روحانی سکون کی فضا موجود ہے۔ خواب اکثر اوقات فرحت بخش اور سحر انگیز ہوتے ہیں جو ہمیں عرفانِ ذات کے راستوں پر گامزن کر دیتے ہیں۔

ماورائی علوم کی روایات میں یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ دوران خواب ہر شخص کا اس کے شعور سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے۔ (دوسرے الفاظ میں ہم OBE سے گزرتے ہیں) اور یہ خواب انہی تجربات کی ہلکی سی جھلک ہوتی ہے۔ ایسا شخص جب دوبارہ شعور کی طرف لوٹتا ہے تو بیدار ہونے کے بعد اصل شعور کے بجائے ایک بے ترتیب یادداشت ذہن میں ہوتی ہے۔ میرے (مصنف کے) ایک ذاتی تجربہ سے شاید اس بات کی وضاحت ہو سکتی ہے۔ کافی عرصہ پہلے ایک رات مجھے وقفہ وقفہ سے بیداری سے واسطہ پڑتا رہا اور ہر مرتبہ اس کی توجیہ کے لئے میں نے یہ فرض کر لیا کہ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ اس تجربہ کے دوران میں اپنے آپ کو یاد کرتا رہا کہ میں جاگ نہیں رہا ہوں بلکہ سو رہا ہوں، مجھ پر نیند غالب ہے اور میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ جب ذہنی ارتکاز بڑھا تو یقین جانئے میں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ خواب گاہ کے کونے میں کھڑا ہوا ہوں۔ یعنی دو جسم محسوس ہوئے ایک شاہد دوسرا مشہود۔

اس تصور میں پختگی آتی گئی یہاں تک کہ ایک رات میں جاگا تو پھر میں نے اس تجربہ کو دہرایا اور چند مرتبہ اپنے شعور کو احساس دلایا کہ میں سو رہا ہوں۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ میرا دوسرا جسم خوابگاہ کے کونے میں کھڑا تھا۔ یہ میرے لئے سرپرائز تھا۔ نہایت اچنبھے کی بات تھی کہ میں ایک بار پھر بیرون جسم تجربے OBE سے گزرا تھا۔ بہر حال خوابوں سے ایسے تجربات کی قطعی دو ٹوک نسبت نہیں ہے مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کے بعد ایک خاص قسم کے احساس کے ساتھ بیدار ہونے کی عادت ختم ہو گئی۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے شعوری ذہن کو کسی وضاحت کے ساتھ سکون مل گیا ہو اور پھر اس بے چینی اور پریشانی کا احساس ختم ہو گیا جو مجھے بیدار کر دیتا تھا۔ یہ تجربہ اس بات کی دلیل بن سکتا ہے کہ ہم نیند کے علاوہ شعوری حالت میں بھی بیرون جسم تجربہ OBE سے گزر سکتے ہیں لیکن شرط مستقل مزاجی سے مشق کرنے کی ہے۔ آگے چل کر اس کی مشق پر بھی بحث کی جائے گی۔

روشن خواب اور بیرون جسم تجربات

روشن خواب اور OBE کے درمیان تعلق واضح کرنے کے لئے میں (مصنف) اپنا ایک تجربہ بیان کرنا چاہوں گا۔ روشن خواب کے دوران میں نے خود سے کہا کہ میں اُڑنا چاہتا ہوں۔ میں نے پچھلے حصہ پر زور دیا۔ سب سے پہلے میرا سر گھوما اور اس کے بعد میں نے تیز رفتاری سے اُڑنا شروع کر دیا۔ ایک بالکل سیاہ خلا میں ——— وہ حلقی ہوئی سیاہ رات کی مانند۔ اسی وقت میں نے ایک تیز تھرتھراتی جو سرسراتی ہوئی پورے جسم میں جاگی اور پھر اچانک میرا پورا جسم تیز فریکوئنسی کے ساتھ ہلنے لگا۔ خواب میں اس عمل سے گزرنے کا یہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں اپنے جسم کا ساتھ چھوڑ رہا تھا اگرچہ میں خوفزدہ نہیں تھا لیکن میرا خیال تھا کہ اپنے تحفظ کے لئے دعا کرنی ضروری ہے۔ سو وہ میں کر رہا تھا۔ جس وقت

یہ تجربہ اپنے عروج پر پہنچا اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی سوئچ بند ہو گیا ہو اور یوں اس تجربہ کا اختتام ہو گیا۔ اس تجربے سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خواب میں ہم ذاتی اختیار کے ساتھ بھی دخل در انداز ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم خواب میں اپنے ذاتی ارادے کو بیدار کرلیں تو خواب میں ہم بااختیار ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً یہ چیز روشن خوابوں میں ہمارے لئے زیادہ اہمیت کی حامل ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ روشن خواب واضح ہوتے ہیں اور اکثر سچے خواب بھی ثابت ہوتے ہیں۔

اس تجربہ کے بعد تحقیقات سے معلوم ہوا کہ آواز کے متعلق میرے احساسات بالکل درست تھے۔ بیشتر ماہرین متحرک ہونے کے احساس کو OBE (بیرون جسم تجربات) کا ابتدائیہ قرار دیتے ہیں۔ OBE پر تحقیق کرنے والے چار مشہور ماہرین میں سے ایک ملڈون اس حوالے سے بتاتے ہیں کہ اس تجربہ کے دوران پورا مادی جسم تیز رفتاری سے مرتعش ہو جاتا ہے یہ واضح ارتعاش بآسانی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی اسی بات کی دلیل ہے کہ لاشعوری جسم OBE سے گزرا ہے یا مادی جسم سے الگ ہو گیا ہے۔ دوسرے ماہر موزے کا کہنا ہے کہ جسم میں بجلی کے جھٹکے سے محسوس ہوتے ہیں اس کے ساتھ ہی رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔ یہ احساس مادی جسم میں لاشعور کے برقی عمل دخل کا واضح ثبوت ہے۔ جبکہ کروکل نامی ماہر کے مطابق پورے جسم میں ہلکی فریکوئنسی کے ساتھ ارتعاش محسوس ہوتا ہے۔ ان تمام ماہرین کے مطابق ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس ارتعاش کا تعلق طبعی جسم سے نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس پورے تجربہ کے دوران غیر متحرک رہتا ہے۔

(اکثر مراقبہ کرنے والے خواتین و حضرات بعض مرتبہ اس کیفیت سے بھی گزرتے ہیں۔ عموماً پندرہ بیس منٹ کے مراقبہ کے بعد (چاہے مشاہداتی آنکھ نہ کھلی ہو) جب مراقب "غنودگی" کی کیفیت سے نکلتا ہے تو مادی جسم بھرپور جھرجھری لیتا ہے۔ بعض لوگ اسے کپکپی سے تعبیر کرتے ہیں۔ دراصل یہی وہ ارتعاش ہے جس کی طرف مصنف نے یہاں اشارہ کیا ہے۔ مصنف کی یہ دلیل بالکل صحیح ہے کہ جب مادی جسم ساکن رہتا ہے تو اچانک اس میں ارتعاش کیوں پیدا ہو جاتا ہے؟ دراصل یہ اس طرف واضح اشارہ ہے کہ ہمارا لاشعوری جسم مادی جسم کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ اگر ذہنی ارتکاز زیادہ ہے۔ خالی الذہنی کی کیفیت ہے تو مراقبہ میں ارتعاش کی یہ کیفیت سب کے ساتھ پیش آتی ہے چاہے باطنی آنکھ کھلی ہے یا نہیں۔ یہ کیفیت حقیقتاً OBE کا ابتدائیہ ہے۔ اس میں مرکزیت بڑھنے سے جب مشاہدات ہوتے ہیں تو لاشعوری جسم کو ایک جیتی جاگتی چلتا پھرتا اور وہ تمام افعال کرتے ہوئے محسوس کرتا ہے جو بیداری میں سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ خواب میں لاشعور الیکٹرک امپلس کی صورت میں عمل کرتا ہے جبکہ شعور میں کیمیکل امپلس کی صورت میں۔ اس ضمن میں جناب خواجہ شمس الدین عظیمی اپنی کتاب "خواب اور تعبیر" میں تحریر کرتے ہیں "جب انسانی ارادہ اور شعور کسی چیز میں مرتکز ہو جاتا ہے (خواہ بیداری ہو یا خواب) تو وہ تصور سے عمل میں بدل جاتی ہے۔ یعنی وہ چیز مظہر بن کر سامنے آجاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہئے کہ کیمیکل امپلس Chemical Impulse ان تصورات کو خدوخال دے کر مظہر بناتے ہیں۔ الیکٹرک امپلس Electric Impulse جب کیمیکل امپلس میں تبدیل ہو جاتے ہیں تو تصور مادی نقش و نگار کا روپ دھار کر شکل و صورت میں رونما ہو جاتا ہے۔ جو چیز الیکٹرک امپلس سے کیمیکل امپلس میں بدل جاتی ہے اس کا اثر خواب کی طرح بیداری کے حواس پر بھی معین وقفہ تک موجود رہتا ہے۔ خواب یا بیداری دونوں حالتوں میں یہ دونوں ایجنسیاں برسر عمل رہتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ خواب میں الیکٹرک امپلس کی کارکردگی زیادہ ہوتی ہے اور بیداری میں کیمیکل امپلس کی کارکردگی نمایاں ہوتی ہے۔ اگر بیداری کی طرح خواب میں بھی کیمیکل امپلس نمایاں ہو جائے تو ایسی صورت میں خواب

میں دیکھی ہوئی، محسوس کی ہوئی یا چکھی ہوئی کوئی چیز بیداری میں بھی خواب کی طرح نظر آتی ہے۔ مثلاً خواب میں ہم سنگترہ کھاتے ہیں اور اس کا مزہ بھول جاتے ہیں۔ کیوں بھول جاتے ہیں؟ اس لئے کہ سنگترہ اور سنگترے کا مزہ ہمیں الیکٹرک امپلس کے ذریعہ موصول ہوا ہے..... لیکن یہی مزہ اگر خواب میں الیکٹرک امپلس سے کیمیکل امپلس میں بدل جائے تو ہم سنگترہ اور سنگترے کے ذائقے کو بیداری میں بھی محسوس کریں گے"۔ مترجم)

میں (مصنف) ان تمام ماہرین کی رائے سے اس تجربہ سے گزرنے سے قبل ہی واقف تھا لیکن جب یہ واقعات میرے ساتھ پیش آئے پچھلی یادداشت ذہن میں نہیں تھی بلکہ میں انہیں بھول چکا تھا۔ اب روشن خوابوں کا جہاں تک تعلق ہے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ خواب کے مناظر میرے سامنے نہایت لطیف انداز میں آجاتے ہیں۔ جس طرح کسی تجربہ کا اختتام تحفظ کی دعا پر ہوتا ہے۔ میرے خیال میں یہ روشن خواب بھی ایک اشارہ ہیں کہ جن سے ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ خوابوں میں بھی دعائیں ایک طاقتور ذریعہ ثابت ہوتی ہیں۔

روشن خوابوں سے نتائج اخذ کرنا

روشن خواب اپنی خصوصیات کے حوالے سے بڑے اہم ہوتے ہیں۔ فطری طور پر لوگ وہ طریقہ کار پوچھتے ہیں جن سے روشن خوابوں سے نتائج اخذ کئے جاسکیں۔ اس کی کئی ترکیبیں ہیں۔ مگر دوسرے طریقوں کی طرح اس کے لئے بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کو چند ہفتوں یا مہینوں میں گوہر مقصود حاصل ہوتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اچانک کسی رات آپ اس تجربہ سے گزر سکتے ہیں اس لئے دماغ کو پرسکون رکھیں۔ مکمل زندہ دلی اختیار کریں اور زبردستی روشن خواب کی ٹوہ میں نہ لگیں۔ اپنے اندر صرف تجسس اور مسلسل کوشش پیدا کریں۔ اس طرح آپ زیادہ اور جلد کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس کا پہلا طریقہ مراقبہ ہے۔ مراقبہ کے یوں تو کئی طریقے ہیں مگر اس کا بنیادی اصول جو فائدہ مند ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ مراقبہ ذہن کو ایک مرکزی نقطہ دیتا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم دیوانوں کی طرح آنے والے خیالات کے پیچھے بھاگتے رہیں مراقبہ کے ذریعے ذہن پرسکون ہو کر ایک نقطہ پر مرکوز ہو جاتا ہے۔ چاہے یہ سانس کا عمل ہو یا موسیقی کی کسی دھن سے خالی الذہنی پیدا کی جائے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس طریقہ سے ذہن پرسکون ہو جاتا ہے۔ تمام پیش آنے والے واقعات سے باخبر رہتا ہے اور حالت بیداری اور خواب کے درمیان بآسانی فرق معلوم کر لیتا ہے۔

مراقبہ

مراقبہ ایک وسیع موضوع ہے لیکن ہم یہاں ان دو طریقوں کا ذکر کریں گے جو خواب کے حوالے سے ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ نفسیاتی اور روحانی طور پر مراقبہ کے کئی اور دوررس فوائد ہیں۔ مراقبہ کے ذریعے خوابوں کو سمجھنے کے لئے مراقبہ کے عمل کو مسلسل دہرایا جائے۔

1- اپنی توجہ کو ایک جگہ مرتکز رکھیں تاکہ بیداری اور خواب میں جو تحریکات آپ کے ذہن میں ہوں ان سے باخبر رہیں۔

2- اپنے لاشعور کی جانچ پڑتال میں بہتری پیدا کریں۔

مراقبہ کا طریقہ

رات کے کسی پہر مراقبہ کے لئے کچھ وقت نکالیں اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں پر توجہ دیں خصوصاً خوابوں کی تخلیقی دنیا پر ذہن مرکوز کر دیں۔ اس عمل کے لئے بہترین نشست کا انتخاب کریں۔ کرسی پر ٹیک لگائے بغیر بالکل سیدھے بیٹھ جائیں یا فرش پر دونوں ٹانگوں کو موڑ کر بیٹھ جائیں۔ اس طریقہ سے شروع میں پانچ منٹ مراقبہ کے لئے کافی ہیں۔ جیسے جیسے وقت گزرے آپ مراقبہ کے دورانیہ کو بڑھا سکتے ہیں۔ تیس منٹ یا اس سے زیادہ بھی کر سکتے ہیں۔ اپنے پپوٹوں کو نیچے کرلیں تاکہ براہ راست روشنی سے بچ سکیں۔ اگر چاہیں تو اپنی آنکھوں کو مکمل طور پر بند کرلیں لیکن اپنے آپ کو بیدار رکھیں۔

دوران مراقبہ ذہن کو چست اور پرسکون رکھیں اور دماغ میں موجود بیش بہا خیالات کو جھٹک کر کسی ایک تصور یا تحریک پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں۔ سب سے بہترین تحریک جس کا آپ انتخاب کریں اور اپنی توجہ مرکوز کریں وہ آپ کا عمل تنفس پر ارتکاز ذہن ہے۔ سانس پر غور کریں۔ ہم ٹھنڈی ہوا کو اندر داخل کرتے ہیں اور گرم ہوا کو باہر نکالتے ہیں۔ سانس لینے کے اس عمل کو ایک سے دس تک گنیں۔ دس کے بعد دوبارہ گنتی کا آغاز کریں۔ اگر گنتی میں غلطی ہو جائے تو از سر نو شروع کریں۔ اس عمل کے دوران جو بھی خیالات آپ کے ذہن میں آئیں ان کو زبردستی مت جھٹکیں۔ نہ ہی ان پر غور و خوض کریں۔ ان خیالات سے قطع نظر عمل تنفس پر توجہ مرکوز رکھیں۔

دوسرا طریقہ جس پر آپ اپنی توجہ کو ایک جگہ مرکوز کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ دونوں آنکھوں کے درمیان اوپر والے حصہ پر ذہن مرکوز کر دیں۔ اسے تیسری آنکھ کہا جاتا ہے اور یوگا کی فلاسفی میں اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ تصور کریں کہ یہاں سے سفید روشنی نکل رہی ہے۔

جیسے جیسے آپ مراقبہ کے عمل میں ماہر ہوتے جائیں گے آپ بآسانی اپنی صلاحیت کو تقویت دے سکتے ہیں اس کے بعد آپ کا شعوری بیداری سے خواب میں منتقل ہو سکتا ہے۔ اس فارمولے کو بار بار دہرائیں۔ اگر ممکن ہو تو اسے ایک تحریری تصور کی صورت میں اپنائے رکھیں۔ یا پھر اس کو ایک ایسے تصور کی طرح ذہن میں رکھیں جو بیداری سے خواب اور پھر اگلے دن بیداری میں بغیر کسی رکاوٹ کے آپ کے ذہن میں موجود رہے۔ مراقبہ کے اختتام پر ذہن کو سکون دیں۔ بہتر یہ ہے کہ فوراً بستر پر لیٹ جائیں اور کسی بھی جسمانی تحریک کو پس پشت ڈال دیں اور اس طرح رہیں جیسے یہ تمام تحریکات آپ کے شعور کے ساتھ ساتھ ایک ردھم میں ہیں۔ جب آپ سونے کے لئے لیٹیں تو اپنے شعور کو سکون میں رکھیں اور مراقبہ کی حالت میں سو جائیں۔

(جاری ہے)

روغنِ سبعہ

سر کے بالوں کی حفاظت، بالوں کو گرنے سے بچانے، بالوں کو لمبا، گھنا اور ملائم کرنے کے لئے اور خشکی ختم کرنے کے لئے، مفید و موثر جڑی بوٹیوں اور قیمتی روغنیات پر مشتمل ایک خصوصی نسخہ۔

حضرت **خواجہ شمس الدین عظیمی** کی زیر نگرانی تیار کیا گیا ہے

طویل عرصہ سے زیر استعمال یہ نسخہ بالوں کی مختلف شکایات کے ازالے اور بالوں کی بہتر نشوونما کے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ اسے ہر عمر کے خواتین و حضرات استعمال کر سکتے ہیں۔ فی الحال **روغنِ سبعہ** محدود مقدار میں تیار کیا جا رہا ہے۔ اس لئے مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہے۔ خواہشمند خواتین و حضرات درج ذیل ایڈریسز پر رابطہ کریں۔

☆ 1/7 D-1 ناظم آباد کراچی 74600

☆ بلاک H-مکان نمبر 645-A نارتھ ناظم آباد نزد لنڈی کوتل چورنگی۔ کراچی

☆ شاپ نمبر 13-B، کے ڈی اے فلیٹس شادمان نمبر 2 ارم شاپنگ سینٹر کے سامنے۔ کراچی

☆ ۔۔۔۔ A/158 مین بازار حزنگ۔ لاہور

☆ ۔۔۔۔ قاضی اسٹریٹ۔ مریڑ حسن، راولپنڈی

روغنِ سبعہ براہ راست منگوانے کے لئے

150 روپے کا منی آرڈر اس پتہ پر بھیجئے۔

قیمت **150** روپے فی بوتل مع ڈاک خرچ

معرفت حکیم وقار عظیمی

1-K-13 ناظم آباد کراچی **74600**

ہچ ہچ ...... ہچکیاں

کیا مسلسل ہچکیاں کسی خطرناک مرض کی علامت ہیں؟

رضیہ سلطانہ

کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد کبھی کبھار آپ کو دو ایک ہچکیاں آجائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر ہچکیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے تو سمجھ لیں آپ ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں جو مرض پریشان کن تو ہے مگر ناقابل علاج نہیں۔

سینے اور پیٹ کے درمیان ایک بڑی سی جھلی ہے جو سانس لیتے وقت پھیپھڑوں کی حرکت برقرار رکھتی ہے۔ اسے پردۂ شکم بھی کہتے ہیں۔ اس جھلی میں پہنچنے والی رگوں میں جب بھی کوئی خلل واقع ہوتا ہے، یہ اچانک سکڑ جاتی ہے اور سانس کی وہ نالی بند ہو جاتی ہے جو ہوا کی آمد و رفت کے ساتھ کھلتی اور بند ہوتی ہے۔ چنانچہ سانس پھولنے سے ایک عجیب آواز کے ساتھ ہچکیاں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ہوا کے اندر داخل نہ ہونے کے سبب سینے کا پھیلاؤ رک جاتا ہے۔ پیٹ کی جھلی زیادہ سکڑ جانے سے سینے کی دیوار پر خاصا دباؤ پڑتا ہے مسلسل ہچکیوں سے یہ دیوار کسی قدر چھل جاتی ہے سارے جسم میں درد ہونے لگتا ہے، دماغ اور پیٹ کی جھلی میں ایک قسم کی ہیجانی کیفیت پیدا ہونے کے سبب سانس لینے میں مشکل پیش آتی ہے۔

بعض لوگ فطری طور پر ضرورت سے زیادہ نازک مزاج اور حساس ہوتے ہیں وہ موسم کا اثر بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ مثلاً اچانک سردی سے ٹھٹھر جانے یا بارش میں بھیگنے سے انہیں ہچکیاں آنے لگتی ہیں۔ تیزی سے کوئی چیز کھانے یا مشروب پینے سے بھی ہچکیاں آسکتی ہیں۔ گیس کے مریضوں کو بھی ہچکیوں کا مرض لاحق ہو سکتا ہے۔ ہچکیوں کا مرض بظاہر بے ضرر نظر آتا ہے، لیکن دوسرے بڑے بڑے امراض سے کہیں زیادہ پریشان کن اس مرض میں مریض بری طرح تھکن محسوس کرتا ہے اور آرام نہیں کر سکتا۔

اس مرض کے علاج کے مختلف طریقے رائج ہیں قدیم زمانے میں مریض کو ناک میں کسی پرندے کا پَر داخل کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ مریض کے کان میں اچانک زور سے چلّانے یا قریب سے ہوائی فائر کر کے بھی ہچکیاں روکنے کی کوشش کی جاتی۔ بعض معالج مریضوں کو بدذائقہ تلخ مشروب پلاتے تھے جس قدر تلخ اور بدذائقہ مشروب پلایا جاتا اسی قدر مریض کو فائدہ ہوتا۔ بعض طبیب پانی سے اس مرض کا علاج کرتے اور مریض کو حکم دیتے کہ پانی پیتے چلے جاؤ، ہچکیاں از خود دور ہو جائیں گی۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں اس مرض کا عام طریق علاج یہ ہے کہ مریض کو کاغذ یا پلاسٹک کے تھیلے میں منہ ڈال کر سانس لینے کا کہا جائے۔ یہ عمل تین منٹ تک جاری رکھیں۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو سانس کے ذریعے اندر کھینچا جائے تو مریض کے دماغ کے مرکز میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور اس عمل سے ہچکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایک اور علاج یہ بھی ہے کہ مریض جتنی دیر تک اپنا سانس روک سکتا ہے روکے، پھر اسے خوب ٹھنڈا پانی پلایا جائے۔ بعد ازیں چند منٹ تک سادہ پانی کے غرارے کرائے جائیں۔ کوئی خوفناک یا فکر مندی کی بات سنانے سے بھی ہچکی بند ہو سکتی ہے۔ ہچکی کی شکایت بالعموم کھانے سے پہلے یا بعد میں پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اس بات کا خیال رکھیں کہ کھانا لذیذ

ہی نہیں زود ہضم بھی ہو۔ ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ کھانا تیزی سے کھایا جائے تو بھی اکثر ہچکی کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا احتیاط ضروری ہے۔

ہچکیاں روکنے کے لئے چند گھریلو ٹوٹکے پیش خدمت ہیں۔

☆ مسلسل ہچکیاں آئیں تو تھوڑی سی چینی کھالی جائے۔

☆ بچے کو بار بار ہچکی آئے تو اصلی شہد چٹادیں۔

☆ بادر نجبویا (بادرنگ بویہ) کے پتوں کا پانی ایک اونس کے قریب پئیں۔

☆ دار چینی 7 ماشہ کو مصطگی 3 ماشہ کے ساتھ جوش دے کر اس کا پانی پئیں۔

☆ جو کو چھیل کر پانی میں پکا کر چھان لیں اس کے گاڑھے پانی کو انار کے رس 7 تولہ کے ساتھ ملا کر پئیں۔

☆ لعابِ اسبغول 1 تولہ میں روغن بادام ملا کر لیں۔

☆ روغن بنفشہ 9 ماشہ لیں۔

☆ کلونجی 3 ماشہ پیس کر مکھن کے ساتھ کھانا نافع ہے۔

☆ دو تین ماشے ہلدی چلم میں کوئلوں کی آگ پر رکھیں اور حقہ کے ذریعہ اس کا دھواں کھینچیں۔

☆ رائی ایک تولہ کو پانی میں جوش دے کر پلائیں۔

☆ لونگ منہ میں ڈال کر اس کا رس چوسیں۔

☆ پانی میں شکر حل کر کے اسے پلائیں۔

☆ چھوٹی الائچی کے چھلکے چلم میں بھر کر حقے کی طرح پئیں۔

☆ الائچی کے چھلکے 6 گرام 250 ملی لیٹر پانی میں جوش دے کر چھان کر دن میں تین بار پئیں۔

☆ مغز بادام شیریں 5 عدد، کالی مرچ کنگروں والی پانچ عدد، شکر 2 گرام پانی میں پیس کر چٹنی بنالیں دن میں تین بار کھائیں۔

☆ ہلدی ایک گرام شہد 6 گرام، ہلدی کا سفوف بنا کر شہد میں ملا کر پئیں۔

☆ سرکہ جامن دو ماشہ، نمک سیاہ 4 رتی دونوں کو پانی میں حل کر کے پئیں۔

بیماری کا علاج کمپیوٹر چپ سے

سائنس دانوں نے ایم آئی ٹی سینٹر میں ایک انتہائی چھوٹی فارمیسی تیار کی ہے جسے جسم کے اندر لگایا جائے گا یا یہ منہ کے ذریعے نگلی جائے گی۔ اس چپ میں 1000 چھوٹے چھوٹے ذخائر موجود ہیں جن میں 25 نینو لیٹرز دواؤں کی مقدار بھری جا سکتی ہے۔ یہ دوا سر درد سے لے کر انٹی بائیوٹک تک ہو سکتی ہے۔ ایم آئی ٹی کے ایک سائنس دان رابرٹ لینگر نے بتایا کہ فی الحال اس کا سائز ایک عام گولی (سر درد کی گولی) جتنا ہے مگر مستقبل میں یہ مزید سکڑ سکتا ہے۔ اس نے مزید بتایا کہ چپ کی کارکردگی مزید بڑھانے کے لئے اس میں اسمارٹ سینسر نصب کیا جائے گا جو مرض کی تشخیص کرتے ہوئے خود بخود دوا جسم میں شامل کر دے گا۔ یہ سینسر اس بات کا اندازہ بھی لگائے گا کہ کتنی مقدار میں کتنی بار خوراک استعمال کرانی ہے۔ سائنس دانوں کے مطابق نینو ٹیکنالوجی اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم کردار ادا کرے گی۔ مستقبل میں ڈاکٹر آپ کے لئے کینسر کی ایسی چپ تجویز کرے گا جو آپ کو نظر بھی نہیں آئے گی جی ہاں اس کا سائز انسانی بال کے مقابلے میں 10 ہزار گنا کم ہوگا۔ اس ٹیکنالوجی کے ذریعے مالیکیولوں کو مالیکیولوں کے ساتھ ملا کر انتہائی مختصر ترین اشیاء تیار کی جائیں گی جیسے ہمارے جسم کا ایک عضو نظر نہ آنے والے خلیات سے مل کر بنا ہے۔ ان چھوٹی ہرتی اشیاء کو جسم کے اندر چھپا کر لگانا انتہائی آسان ہوگا اور ان کی کارکردگی بھی بہترین ہوگی۔ کینسر کی مائکرو چپ جسم میں لگانے کے بعد ہر لمحہ آپ پر نظر رکھے گی اور جیسے ہی کوئی خلیہ پیدا ہوگا یہ فوراً اسے ختم کر دے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کینسر بڑھ کر رسولی کی شکل اختیار نہیں کر سکے گا جیسا آج کل ہوتا ہے۔ یعنی اس وقت کینسر کی شناخت ہوتی ہے جب اس کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہ مائکرو چپ یونیورسٹی آف میشگن کے ڈاکٹر جیفر تیار کر رہے ہیں جس کا سائز تقریباً 20 نینو میٹر ہے جسے جلد کے اندر چھپایا جائے گا۔ یاد رہے کہ ابھی اس پر کام جاری ہے اور آئندہ پانچ سالوں کے دوران انسانی جسم پر اس کے اثرات کا تجربہ کیا جائے گا۔

(مرسلہ: تسنیم کوثر)

سیب کے کرشمے

جاوید علی جوکھیو

سیب ایک نہایت صحت افزاء غذا اور طاقت بخش دوا ہے۔ اس بناء پر اسے بے شمار خوبیوں کا پھل کہا جاتا ہے ایک عام سیب میں تقریباً ایک سو کیلوریز ہوتی ہیں۔

سیب جسم میں کیلشیئم کی مقدار کو کنٹرول رکھتا ہے۔

سیب کے مستقل استعمال سے بڑھاپا دیر سے آتا ہے۔

سیب ایک ایسا پھل ہے جو منڈی میں سارا سال ملتا ہے۔ تاجر سیب کی پیداوار کے وقت اسے سرد خانوں میں رکھ دیتے ہیں اور پھر سارا سال اسے فروخت کرتے رہتے ہیں۔ اس کے متواتر استعمال سے صحت و شباب میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ روزانہ نہار منہ تین چار سیب کھا کر اوپر سے دودھ پیا جائے تو دو ایک مہینوں ہی میں صحت قابل رشک بن جاتی ہے۔ جلد کا رنگ نکھر آتا ہے۔ چہرے پر سرخی کی لہر آجاتی ہے۔ اعضائے رئیسہ کی تمام کمزوریاں دور ہو کر ان میں ایک نئی زندگی کی روح سرایت کرنے لگتی ہے۔ مختصر الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ اس غذا سے وہ تمام فوائد حاصل ہو جاتے ہیں جن کا ذکر بڑی بڑی قیمتی دواؤں کے اشتہاروں میں تو پایا جاتا ہے مگر جو در اصل کسی دوا سے حاصل نہیں ہوتے۔

سیب بدنِ انسانی کی متعدد بیماریوں کے لئے انتہائی مفید غذا اور دوا ہے۔ ذیل میں ان امراض کا مختصر تذکرہ کیا جارہا ہے جن کا علاج سیب کے ذریعہ ممکن ہے۔

☆ ایک سیب لے کر اسے چاقو سے چھیل لیں اور قاشیں کر کے نمک چھڑکنے کے بعد نہار منہ نوش فرمائیں۔ تین چار روز کے استعمال سے انشاء اللہ سخت سر درد دور ہو جائے گا۔ یہ ناشتہ کا ناشتہ ہے اور دوا کی دوا۔

☆ ضعفِ دماغ کے مریض کھانا کھانے سے دس منٹ پیشتر ایک یا دو نہایت اعلیٰ درجہ کے سیب لے کر بغیر چھلکا اتارے نوش کریں۔ مسلسل استعمال سے دماغ نہایت طاقتور ہو جاتا ہے اور بھولی بسری باتیں یاد آنے لگتی ہیں۔

☆ گل سیب اور مصری ہم وزن لے کر اچھی طرح کوٹ لیں۔ جب اچھی طرح مل جائیں تو برتن میں بند کر کے چالیس روز تک دھوپ میں رکھیں اور بعد میں ایک تولہ صبح نوش جان کیا کریں۔ مقوی دماغ ہی نہیں معدہ، جگر اور دل کو بھی تقویت دیتا ہے۔

☆ سیب کے بیج بقدر حاجت خوب پیس کر گاڑھا لیپ کر کے سوتے وقت ہونٹوں پر لیپ کر کے سو رہیں۔ انشاء اللہ صبح پھٹے ہونٹ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔

☆ گلے آجانے کی صورت میں روزانہ ایک تازہ سیب کھائیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دو تین یوم میں بالکل شفا ہو جائے گی۔

☆ خام سیب کوٹ کر قدرے گرم کر کے باندھنے سے گلے کا ورم معدوم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جسم میں ہر قسم کا ورم بھی معدوم ہو جاتا ہے۔

☆ ایک پختہ سیب جو شیریں ہو بلاناغہ ہفتہ عشرہ تک استعمال میں رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ دوران استعمال میں ہی کھانسی دور ہو جائے گی۔

☆ ایک پختہ سیب لے کر کوٹیں۔ صاف رومال سے پانی نچوڑ لیں۔ مصری ملا کر صبح مریض کو پلایا کریں۔ انشاء اللہ چند یوم تک استعمال کرنے سے کھانسی کے مرض سے نجات حاصل ہوگی۔

☆ کچے سیب کا پانی نچوڑ کر قدرے نمک ملا کر پلائیں۔ اسی وقت قے بند ہو جائے گی۔

☆ ایک عدد سیب کو بھوبل میں دبا کر بھرتا کر کے ایک ہفتہ بلاناغہ استعمال کریں۔ معدے کو تقویت دینے کی لاجواب دوا ہے۔

☆ جن حضرات کو معدہ کی کمزوری کے باعث بھوک بہت کم لگتی ہو انہیں چاہئے کہ تازہ سیب کے رس میں قدرے سیاہ مرچ، زیرہ اور نمک ملا کر پئیں۔ اس سے بھوک لگے گی اور کھایا پیا جزو بدن بن جائے گا۔

☆ رات سوتے وقت اور صبح نہار منہ تین چار سیب کھانا قبض کشائی کے لئے فائدہ مند ہے۔

☆ حالت بخار میں مریض کو سیب کھلانا ازحد نافع ہے۔ حرارت کو تسکین دے کر بخار کو دفع کرتا ہے۔

☆ چند سیبوں کی قاشیں کر کے پانی میں بھگو دیں۔ صبح ان کا رس نکال کر نوش فرمائیں۔ پیاس بجھانے کے لئے مفید ہے۔

☆ پیٹ کے کیڑوں کے لئے سیب کا استعمال نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہے۔ سوتے وقت مریض کو ایک سیب کھلا دیا کریں اور بعد میں پانی نہ پینے دیں۔ انشاء اللہ ایک ہفتے کے اندر اندر تمام کیڑے ہلاک ہو کر اجابت میں نکل جائیں گے۔

☆ ایک عدد پختہ سیب لے کر چاقو سے چھیل کر اس میں جس قدر بھی لونگ آسکیں چبھو دیں۔ ایک ہفتہ تک کسی محفوظ جگہ ہوا میں رکھا رہنے دیں۔ ہفتے کے بعد لونگ نکال کر شیشی میں رکھ دیں۔ روزانہ صبح کے وقت چار سے چھ لونگ تک نوش فرمایا کریں۔ پھر دیکھیں کہ کس قدر قوت پیدا ہوتی ہے۔

☆ برگد کے درخت کی ۷ عدد نرم کونپلیں نچوڑ کر ان کا دودھ حاصل کریں اور انہیں خفیف سا جوش دیں پھر ہم وزن سیب کا رس شامل کر کے نوش فرمائیں۔ کم از کم تین ہفتہ استعمال کرنے سے جریان سے مکمل طور پر فائدہ ہو جائے گا۔

☆ ایک عدد شیریں سیب لے کر رات کے وقت چاقو سے قاشیں کر لیں اور چینی یا شیشے کی پلیٹ میں رکھ کر ایسی جگہ رکھ دیں جہاں اس پر چاند کی روشنی اور شبنم اچھی طرح پڑتی رہے۔ صبح برش کر کے یہ قاشیں نوش جان فرمائیں اور کم از کم ایک ماہ بلاناغہ استعمال کریں۔ پھر دیکھیں کہ کیسے شاندار نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ بدن میں قوت و صحت کے لئے یہ نسخہ نہایت مفید ہے۔

☆ رگوں میں اگر چونے (کیلشیئم) کی مقدار زیادہ ہو جائے تو بڑھاپا جلد طاری ہو جاتا ہے۔ اگر یہ مقدار بہت بڑھ جائے تو موت کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے سیب کا کثرت سے استعمال کریں۔ اس سے چونا اجابت کے ذریعے جسم سے خارج ہو جائے گا۔

☆ شراب چھوڑنے کے لئے روزانہ بلاناغہ سیب کا استعمال رکھیں اور ساتھ ساتھ شراب کا پینا کم کرتے جائیں۔ کچھ عرصہ بعد بالکل ترک کر دیں۔ اس سے بڑھ کر آپ کو شراب ترک کرنے کا طریقہ نہیں ملے گا۔ اس کے چند روزہ استعمال سے عادی شرابی کو ہر نشہ آور چیز سے نفرت ہو جائے گی۔

مربّۂ سیب

موٹے اور بے داغ سیب لے کر اس کے اندر سے بیج نکال کر اور پھر چاقو سے چھیل کر خفیف سا جوش دیں۔ جب نیم پختہ ہو جائیں تو شکر کی چاشنی میں ڈال کر سرد ہونے پر مرتبان میں ڈال دیں۔ بس مربہ تیار ہے۔ حسب منشا ایک دو دانہ نوش جان فرمایا کریں۔

سیب کا عصارہ

عرق سیب شیریں حسب ضرورت لے کر یہاں تک جوش دیں کہ چوتھائی حصہ باقی رہ جائے۔ پھر اس کے نصف وزن شہد ملا کر اور پکائیں۔ جب قوام کافی گاڑھا ہو جائے تو سرد کر کے کھلے منہ کی شیشی میں بھر رکھیں۔ خوراک ۶ ماشہ سے ایک تولہ تک۔ جگر اور معدہ کو طاقت بخشتا ہے۔ غشی کو دور کرتا ہے۔

نصر عباسی

بادام

دماغ اور قلب کو توانا رکھے

بادام پاکستان و ہندوستان کا مشہور میوہ اور عام استعمال کی چیز ہے۔ لیکن اگر ہم قدیم یونانی اور مصری صحیفوں کی ورق گردانی کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس زمانے میں اس کا استعمال صرف بادشاہوں اور ان کے امراء تک محدود تھا۔ عوام اس کے ذائقہ تک سے محروم تھے اور اسے ایک مقدس میوہ سمجھا جاتا تھا جس کے استعمال کا حق صرف اعلیٰ طبقہ کو حاصل تھا۔ بادام اور اس کے تیل سے قدیم اطالوی اور یونانی باشندے ظہور مسیح سے بھی بہت پہلے واقف تھے۔ یونان کے مشہور حکیم تاقرطس کی تالیفات میں بادام کا اکثر مقامات پر ذکر آیا ہے۔ مصر کے فرعونوں کے اہراموں سے ہزار ہا برس پرانی لاشیں نکالی گئی ہیں جو ایک خاص مسالے کے باعث تاحال صحیح سلامت ہیں جب سائنسدانوں نے بہت سے تجربات کے بعد اس مسالہ کے بعض اجزاء کا پتہ چلایا تو اس میں بادام کی گری کا سفوف بھی شامل تھا۔ حال ہی میں ماہرین آثار قدیمہ نے ایک حیرت انگیز انکشاف کیا ہے۔ آثار قدیمہ کے یہ ماہر عراق میں ہزار ہا سال سے دبے ہوئے ایک شہر کی کھدائی کر رہے تھے۔ اس دوران انہیں ایک چھوٹی سی صندوقچی ملی جو زمانے کی دستبرد سے بالکل محفوظ تھی۔ اسے کھولا گیا تو اس میں کچھ بادام رکھے تھے۔ جنہیں نہ تو کیڑا لگا تھا اور نہ ان کا چھلکا خراب ہوا تھا۔ ایک بادام کو توڑا گیا تو اس کی گری بھی ثابت اور محفوظ تھی۔ چکھنے پر بھی اس کے ذائقے میں کوئی خاص فرق محسوس نہیں کیا گیا البتہ اس کا روغن بالکل خشک ہو چکا تھا۔ ماہرین کا خیال ہے کہ یہ بادام سات ہزار برس پرانے ہیں۔ چنانچہ انہیں عراق کے عجائب گھر میں نمائش کے لئے رکھ دیا گیا ہے۔

بادام کا تذکرہ انجیل میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ "کتاب الاصول" میں لفظ "لوز" موجود ہے جو بادام کا نام ہے۔ بادام کے غنچے یہودی لوگ اپنے تہوار کے موقع پر اپنے عبادت خانوں میں لے جایا کرتے تھے۔

شاہی درباروں میں بھی بادام کی عظمت کا سکہ چلتا رہا ہے۔ خلیفہ معتصم باللہ نے اسپین کے عیسائی حکمران فرڈی نینڈ کو تحفے کے طور پر ایک شطرنج بھیجی جو بادام کی گریوں سے بنائی گئی تھی۔ شہنشاہ اکبر پڑھا لکھا تو نہ تھا لیکن کاروبار حکومت میں اس کا دماغ خوب چلتا تھا۔ اس کی وجہ اکبر نے خود بتائی کہ وہ مسلسل بادام استعمال کرتا رہا ہے۔

بادام کو ہم مٹھائیوں اور حلووں کے علاوہ گوشت کی بعض ڈشز میں بھی استعمال کرتے ہیں ہندوؤں کے ہاں بادام کو ایک خاص متبرک حیثیت حاصل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے جتنے بھی اوتار ہوئے ہیں ان سب کی غذا کا اہم جزو بادام تھے اسی لئے ہندوؤں کے چڑھاوے میں بادام التزام کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔

بادام کو دماغ کی تقویت کے لئے بیش بہا سمجھا جاتا ہے۔ گرمیوں میں اس کو پیس کر ٹھنڈائی کے طور پر اور سردیوں میں حریرے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

بادام غذا کا نہایت اہم جزو ہے اور خشک پھلوں میں بادام کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ بادام میں ایسے حیات بخش اجزاء شامل ہیں جو جسمانی ساخت کی تعمیر اور درازی

عمر کے کفیل ہوتے ہیں۔ غذا کے اعتبار سے بادام میں بیس فیصد زائد لحمیات، پروٹین ہوتا ہے جو خون کی پیدائش اور جسم کی تعمیر میں اہم حصہ لیتا ہے۔ بادام میں 53 فیصد زود ہضم قسم کا روغن ہوتا ہے اور چار فیصد نشاستہ اور تھوڑی سی مقدار شکر ہوتی ہے۔ جسم کے افعال درست رکھنے والے اور صحت کے محافظ اجزاء بھی بادام میں نہایت وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اس میں وٹامن اے بی سی اور ای بھی پایا جاتا ہے۔ معدنی اعتبار سے اس میں کیلشیم بھی بہت مقدار میں ہوتا ہے جو بچوں اور نو عمر کی ہڈیوں اور دانتوں کے استحکام اور نشوونما کے لئے لازمی ہے۔

بادام کی اقسام

اگرچہ بادام کی بہت سی قسمیں ہیں مگر عام طور پر دو ہی زیادہ مشہور ہیں۔ بادام شیریں اور بادام تلخ یعنی میٹھا بادام اور کڑوا بادام۔

☆...... مغز بادام دس تولہ، ایک پاؤ گائے کے دودھ میں خوب اچھی طرح پھینٹ کر آدھ سیر مصری ملائیں اور قلعی دار دیگچی میں ڈال کر دھیمی دھیمی آگ پر پکائیں۔ جب خمیرہ کے مطابق قوام ہو جائے تو پندرہ عدد ورقِ چاندی اور ایک تولہ تخم الائچی باریک ملا کر سرد ہونے دیں پھر کسی چینی کے برتن یا ڈبہ میں بھر رکھیں۔ خمیرہ تیار ہے۔ روزانہ صبح دو تولہ سے چار تولہ تک استعمال کریں۔ مقوی دل و دماغ ہے۔ حافظہ کو بڑھاتا ہے۔

☆...... مغز بادام 20 عدد، خشخاش ایک تولہ، نشاستہ گندم 2 تولے، تمام ادویات کو پانی میں گھوٹ کر کپڑے میں چھان لیں اور قدرے گھی ڈال کر آگ پر پکائیں۔ جب فیرنی کی طرح گاڑھا ہو جائے تو آگ سے اتار کر شکر ملا کر بطور ناشتہ استعمال کریں۔ دماغ کو تقویت دینے کے علاوہ کھانسی نزلہ اور زکام کے لئے ازحد مفید ہے۔

☆...... مغز بادام شیریں مقشر (چھلے ہوئے) 5 عدد، مغز تخم کدو شیریں 3 ماشہ، مغز تخم تربوز 3 ماشہ، تخم خشخاش 3 ماشہ، گوند ببول 3 ماشہ، نشاستہ 3 ماشہ، مصری دو تولہ۔

ترکیب: ان تمام اشیاء کو پانی میں پیس کر ہلکی آنچ پر رکھیں۔ جب رقیق ہو جائے تو آگ سے اتار لیں۔ دو تولہ گھی سے بگھار کر گھونٹ گھونٹ پئیں۔ یہ حریرہ دماغ کو تقویت دیتا ہے۔ دماغ کی کمزوری اور خشکی سے پیدا ہونے والے امراض مثلاً دردِ سر، بے خوابی، دائمی نزلہ زکام میں مفید ہے خشک کھانسی کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔ اگر پانی کی جائے گائے کے دودھ میں پیس کر حریرہ بنائیں تو دماغ کے لئے مزید طراوٹ کا باعث ہوگا۔ ہاضمہ کی خرابی کی صورت میں گوند ببول اور نشاستہ شامل نہ کریں۔ قبض کی صورت میں مویز منقیٰ ایک تولہ اور کشمش نو دانہ کا اضافہ کر دیں۔

☆...... مغز بادام شیریں مقشر 5 عدد، مغز تخم کدو شیریں 3 ماشہ، مغز تخم خیارین 3 ماشہ، مغز تخم خربوزہ 3 ماشہ، تخم خشخاش سفید 3 ماشہ، دانہ الائچی کلاں 3 ماشہ۔ سب ادویہ کو پانی میں باریک پیس لیں اور گائے کے گھی میں بگھار کر پکائیں۔ جب حریرے کی مانند ہو جائے آگ سے اتار لیں۔ اس حریرہ میں 2 تولہ مصری شامل کر کے مریض کو پلا دیں۔ دماغ کو طاقت دینے اور طراوت پہنچانے کے لئے بے حد مفید ہے۔

☆...... آب سبوس گندم 10 تولہ، مغز بادام شیریں مقشر 5 عدد، مغز تخم کدو شیریں، مغز تخم تربوز، تخم خشخاش سفید ہر ایک 3 ماشہ، الائچی خورد 2 ماشہ۔ ان تمام اشیاء کو پیس چھان کر دو تولہ گھی دیگچی میں ڈال کر آگ پر رکھیں اور الائچی خورد کے دانے اس میں چھوڑ دیں۔ جب سرخ ہو جائے تو ایک پاؤ گائے کا دودھ ڈالیں۔ جب دودھ ابلنے لگے تو مغزیات کا شیرہ شامل کریں۔ جب جوش آجائے تو آگ سے نیچے اتار لیں۔ بقدر ضرورت مصری ملا کر رات کو سوتے وقت گرم گرم پلائیں۔ مقوی دماغ، مقوی حافظہ، دافع نسیان ہے۔

☆...... مغز بادام 11 عدد، مغز پستہ 6 ماشہ، مغز چلغوزہ ایک تولہ، مغز ناریل ایک تولہ، الائچی دانہ ایک ماشہ، دار چینی ایک ماشہ۔ سب کو گھوٹ کر شیرہ نکال لیں اور چھان لیں۔

بعد ازاں تین انڈوں کی زردی اور پاؤ بھر خالص دودھ ملا کر ہلکا سا قوام بنا لیں آگ بالکل نرم ہونی چاہئے۔ اس حریرہ کو آگ سے اتار کر تین تولہ پسی ہوئی مصری شامل کر کے نیم گرم استعمال کریں۔ مقوی دماغ اور مقوی باہ ہے۔

☆...... مغز بادام مقشر 6 عدد، سونف 6 ماشہ، مصری ایک تولہ۔ سونف اور مصری کو پیس کر سفوف بنالیں اور مغز بادام کو نیم کوب سا کر کے شامل کر لیں۔ رات کو سوتے وقت گرم دودھ سے استعمال کریں مگر اس کے بعد پانی ہرگز نہ پئیں۔ اتنی مقدار میں روزانہ استعمال کرتے رہیں۔ دماغ کو ازحد طاقت دیتا ہے۔ نظر اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ عینک کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

☆...... گیارہ عدد مغز بادام پانی سے بھیگے ہوئے کپڑے کے ٹکڑے میں بند کر کے اس پر قدرے آٹا لگائیں اور تیز بھوبھل میں دبا دیں۔ چند منٹ بعد نکال کر گرم گرم نوش جان کریں اور ہوا سے بچ کر چارپائی پر لیٹ جائیں۔ چند روز میں بند نزلے سے آرام ہوگا۔

☆...... مغز بادام مقشر ایک تولہ، بہدانہ کیترا ایک تولہ، ملٹھی کا ست 3 ماشہ۔ تمام چیزوں کو خوب گھوٹ کر سفوف بنائیں اور پاؤ بھر مصری عرق گاؤ زبان 10 تولہ میں قوام کر کے ملا لیں۔ بوقت ضرورت مریض کو بار بار چٹایا کریں۔ خشک کھانسی کے لئے نہایت ہی مفید دوا ہے۔

☆...... گوند کیکر، گوند کیترا، نشاستہ، ملٹھی کا ست، ہر ایک پانچ تولہ، قند سفید 20 تولہ، مغز بادام، مغز کدو، ہر ایک تین تولہ۔ ان تمام ادویہ کو کوٹ چھان کر روغن بادام سے چرب کریں اور بیس تولے چینی کے قوام میں ملا کر لعوق تیار کریں۔ دن میں تین مرتبہ تھوڑا تھوڑا چٹائیں۔ کھانسی اور حلق کی خشونت کے لئے مفید ہے۔

☆...... بادام شیریں مقشر 15 ماشہ، مغز کدو، گوند کیکر دس دس ماشہ، کیترا، نشاستہ، ملٹھی کا ست ایک ایک تولہ۔ سب ادویہ کو کوٹ چھان کر 6 تولہ قند سفید کا قوام بنا کر دوائیں شامل ترکیب کریں۔ ایک تولہ صبح، ایک تولہ شام چاٹ لیں۔ نزلہ، زکام، بخار اور خشک کھانسی کے لئے مفید ہے۔

☆...... مغز بادام مقشر 8 عدد، مصری عمدہ 2 تولہ، گائے کا مکھن 2 تولہ، بوقت صبح گھوٹ کر چٹائیں اور بوقت شام بالائی میں کھلائیں۔ بڑا ہی موثر نسخہ ہے۔ خشک کھانسی کے لئے مفید ہے۔

☆...... روغن بادام شیریں خالص 3 ماشہ سے شروع کر کے بڑھاتے بڑھاتے چھ ماشہ تک لے جائیں اور روزانہ رات کے وقت گرم دودھ میں ملا کر پیا کریں۔ چند دن کے استعمال سے قبض کا عارضہ بالکل ہی رفع ہو جائے گا۔

☆...... گل بنفشہ عمدہ 10 تولہ رات کے وقت سیر بھر پانی میں بھگو کر رکھ دیں اور صبح آگ پر جوش دیں۔ جب پانی نصف رہ جائے تو اتار کر مل چھان لیں۔ اس پانی سے دس تولہ روغن بادام خالص ملا کر پھر آگ پر رکھیں۔ جب تمام پانی جل جائے اور صرف روغن باقی رہ جائے تو اتار کر محفوظ کر لیں۔ 6 ماشہ ہمراہ نصف سیر دودھ گرم قبض میں مفید ہے۔

☆...... صبح و شام چائے بناتے وقت چائے دودھ کے اکیس عدد مغز بادام کا دودھ نکال کر ڈالیں اور شہد سے میٹھا کر کے پئیں۔ تبخیر معدہ کے لئے مفید ہے۔

☆...... ہمیشہ رات کے وقت کمر پر روغن بادام کی مالش کی جائے۔ چند روزہ مسلسل مالش سے نہ صرف درد رفع ہوگا۔ بلکہ بوڑھے لوگوں کی کمر بھی سیدھی ہو جائے گی۔

مغز بادام 10 تولہ، دانہ الائچی خورد ایک تولہ، برادہ صندل سفید ڈیڑھ تولہ۔ تمام ادویہ کو ایک سیر عرق گلاب میں گھوٹ کر کپڑے سے چھان لیں اور ڈیڑھ سیر مصری میں قوام کریں اور سرد ہو جانے پر شیشیوں میں بند کر لیں۔ 5 تولہ شربت حسب ضرورت پانی میں ملا کر دن میں دو مرتبہ پیا کریں۔ ہاتھ اور پاؤں کی جلن، معدہ کی سوزش، پیاس، ضعف دماغ، کھانسی خشک دل کی کمزوری اور اختلاج قلب کو بے حد مفید ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 152 پر ملاحظہ کیجئے

انڈہ

مفید یا نقصان دہ

ڈاکٹر جمیل احمد صدیقی

اکثر ڈاکٹر اور حکماء حضرات کا کہنا ہے کہ "انڈا نہایت ہی زود ہضم اور مقوی غذا ہے، خون بناتا ہے، غذائیت دیتا ہے، بدن میں حرارت پیدا کرتا ہے، جسمانی کمزوری دور کرتا ہے، پھیپھڑے گردہ مثانے کے زخموں اور حلق کی جلن کے لئے فائدہ مند ہے انڈے کی سفیدی کا پانی بچوں کے دست اور پیچش کے لئے مفید ہے۔ الگل پیڑ اور چہرے کی جھائیوں کے لئے بھی انڈے کی زردی کا لیپ مفید ہے۔ وغیرہ وغیرہ"۔

مفید یا مضر کی بحث سے بے خبر عام لوگوں کی اکثریت انڈے کو بے تحاشا استعمال کئے جا رہی ہے۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ لاہور میں ایک انڈے کی قیمت 6 روپے تک جا پہنچی ہے۔

جہاں تک انڈے کے طبی فوائد کا تعلق ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر اور اطباء حضرات کے مطابق اس میں مندرجہ ذیل غذائی اجزاء شامل ہیں۔

پروٹین	6.70 گرام
کیلوریز	70.00 گرام
کیلشیم	00.03 گرام
فاسفورس	00.11 گرام
فولاد	1.55 ملی گرام
وٹامن اے	500 آئی یو
وٹامن ڈی	30 آئی یو
وٹامن بی	140 مائکروگرام

انڈا ابال کر بھی کھایا جاتا ہے، اس کا سالن بھی بنتا ہے بہت سے افراد انڈا کچا بھی کھا لیتے ہیں عموماً انڈے کو فرائی کر کے کھایا جاتا ہے۔ کئی لوگ کچے انڈے کو مختلف میوے مصالحہ جات اور پھل وغیرہ میں ملا کر کھاتے ہیں۔

حکماء کے مطابق انڈا قوت باہ پیدا کرتا ہے، خون پیدا کرتا ہے، بدن کو قوی بناتا ہے، دق و سل، قلتِ خون اور کمزوری اعضائے رئیسہ و اعصاب کے لئے زود اثر ہے۔ حکماء حضرات کمزوری کے موقع پر انڈے خوب کھانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ ڈاکٹر حضرات بھی روزانہ کم از کم ایک انڈا کھانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ لیکن انڈے کے بارے میں مضر اثرات ظاہر کرنے والے چند اطباء حضرات کے مطابق انڈا کھانے کے بعد جب یہ معدے میں جاتا ہے تو معدہ اسے ہضم کرنے کے لئے بے تحاشہ اسٹک ایسڈ (اسٹک جوس) یا بائل (صفراء) کی تیزابیت چھوڑتا ہے انڈا تو غیر ہضم صورت میں آنتوں میں پہنچ جاتا ہے لیکن اسی کشمکش میں جمع شدہ تیزابی مادہ خون میں حل ہو کر جسم کا دورہ کرتا ہے۔ یوں تو سردیوں میں لوگ جسم کو گرمی پہنچانے کے لئے انڈے کا استعمال کرتے ہیں لیکن انڈا جسم میں گرمی تو پہنچا دیتا ہے لیکن معدے میں تیزابیت، گیس وغیرہ کے امراض پیدا کرتا ہے۔

انڈے کا استعمال دراصل سترھویں صدی عیسوی میں یورپ کے لوگوں سے ہندوپاکستان منتقل ہوا اور لوگوں کو اس کے استعمال کی طرف راغب کیا گیا ورنہ اس سے قبل انڈا صرف مرغبانی اور چوزے کی پیدائش کے لئے ہی استعمال کیا جاتا تھا۔ حکماء اور اطباء کی قدیم اور نادر طبی کتب جو قریباً کئی صدیوں قدیم ہیں اور کئی حکماء کے پاس محفوظ حالت میں ہیں (ان کتب سے میری مراد، پچیس، پچاس سال قبل کی کتاب نہیں) بھی بتاتے ہے۔ انڈے کے متعلق یہ کہنا کہ انڈا سو فیصد ہی نقصان دہ ہے یا اس کا استعمال قطعی ترک کر دیا جائے درست معلوم نہیں ہوتا لیکن اعتدال بہت ضروری ہے۔ انڈے کے استعمال میں اعتدال نہ رکھا گیا تو یرقان، جریان اور لیکوریا جیسے امراض میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

ذہانت

عطیہ الٰہی

اگر آپ کا بچہ روزمرہ کاموں اور تعلیمی سرگرمیوں میں خاطر خواہ دلچسپی نہیں لے رہا تو اسے کند ذہن اور کم عقل کہنے سے پہلے زیر نظر مضمون کا مطالعہ بھی کر لیں......

احسن عظیم حامد

ذہانت، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قابل قدر نعمت ہے۔ انسانی زندگی کا وہ کون سا ایسا شعبہ ہے جہاں ذہانت کی اہمیت اور ضرورت تسلیم نہ کی گئی ہو۔ اعلیٰ ذہانت کے حامل افراد شہرت، دولت اور طاقت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ ذہانت میں وسعت پذیری کی خصوصیت بھی ہے۔ اکتساب علم اور قوت فکر کے ذریعے ذہانت کی جلا ہوتی ہے اور ایسے فرد کی آئی کیو IQ میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے۔

بالعموم ہم انسانی ذہن کو دو طریقوں سے واضح کرتے ہیں: تیز اور کند۔ آیئے یہ دیکھیں کہ جسمانی طور پر تقریباً یکساں نظر آنے والے افراد ذہنی طور پر کس قدر ایک دوسرے سے مختلف نظر آتے ہیں۔ ایسے تمام افراد کا ذہن "تیز" کہا جاتا ہے جن کی ذہنی عمر اور طبعی عمر دونوں ایک مقررہ تناسب رکھتی ہیں۔ جبکہ کند ذہن افراد کی ذہنی اور طبعی عمروں میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ یعنی ایک مقررہ تناسب کے حساب سے ذہنی عمر طبعی عمر سے چھوٹی یا کم ہوتی ہے۔ ایسے افراد کو نفسیاتی اصطلاح میں خفیف العقل کہتے ہیں۔ پہلے ہم یہ معلوم کریں گے کہ کند ذہن افراد کون ہیں؟ کند ذہنی کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے لہٰذا کند ذہن افراد کی درجہ بندی بھی اسی طرح کی گئی ہے۔ اول مخبوط العقل، دوم فاتر العقل اور سوم ضعیف العقل۔

مخبوط العقل: اس قسم کے افراد صورت و شکل میں یعنی جسمانی طور سے اپنے ہم جنسوں سے مشابہ، مگر ذہنی طریقے یا لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کا ذہن پس ماندہ (Undeveloped) ہوتا ہے۔ اس کا تعلق وراثت سے ہے۔ اگر یہ چیز کسی شدید دماغی حادثے کے باعث وقوع پذیر نہیں ہوئی ہے تو ایسے افراد کی حرکات و سکنات دیکھتے ہی ہم سمجھ لیتے ہیں کہ ان کا دماغی توازن خراب ہے۔

فاتر العقل: ذہنی اعتبار سے فاتر العقل افراد مخبوط العقل افراد سے بہتر درجے پر ہوتے ہیں۔ چنانچہ خطرات سے اپنے آپ کو کسی حد تک محفوظ کر لیتے ہیں، لیکن معمولی نوعیت کے کام درست طریقے سے نہیں کر سکتے ہیں۔ بہتر تعلیم و تربیت کے ذریعے سے کسی حد تک بات چیت کر سکتے ہیں اور ان پر اپنے ماحول کا خفیف اثر پڑتا ہے۔ البتہ ان کو اگر

ایک مخصوص ماحول میں مروجہ طریقے پر تعلیم وتربیت دی جائے تو کافی حد تک ان کی ذہنی پستی کا مداوا ہو سکتا ہے اور چھوٹے موٹے کام مثلاً صفائی ستھرائی وغیرہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقاعدہ علاج سے بھی ان کے ذہنی نقائص دور کئے جا سکتے ہیں۔

ضعیف العقل : ان کو عام طور پر کند ذہن افراد بھی کہا جاتا ہے ان کے ذہن کی بناوٹ میں نقص نہیں ہوتا ہے بلکہ اس قسم کے افراد ذہنی طور پر سخت ست ہوتے ہیں جسے عام الفاظ میں ہم سوتا ہوا دماغ کہتے ہیں۔ ہمارے ماحول میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو اس کا شکار ہیں۔ عرصہ دراز سے کند ذہنی کا رونا ہم سنتے آرہے ہیں۔ استاد اور والدین کند بچوں سے نالاں، منتظم اپنے ماتحتوں سے بیزار اور خود "بالغ کند ذہن" اپنے حالات یا زندگی سے پریشان و اداس۔ غرض کہ ضعیف العقل افراد کو معاشرے پر بوجھ سمجھا جاتا ہے جب کہ نفسیاتی نقطہ نظر سے یہ کوئی مرض بھی نہیں۔ حقیقتاً اس معاملے میں وہ افراد قصوروار ہیں جو خود کو ذہنی طور سے "ناقص" سمجھنے لگتے ہیں اور ان کا یہی غلط تصور ان کو لے ڈوبتا ہے۔

بدقسمتی سے بچوں کے معاملے میں بالخصوص والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا رویہ "جارحانہ" قسم کا ہوتا ہے۔ وہ بات بات پر ایسے بچوں کو ٹوکتے ہیں۔ ان کو احمق، کند ذہن، نالائق وغیرہ کہتے رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ سخت برتاؤ کرتے رہتے ہیں۔ ہمدردی اور محبت سے محروم ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ فی الحقیقت وہ وہی سب کچھ ہیں جو ان کے متعلق کہا جاتا ہے۔ یہ ایک بڑا نفسیاتی المیہ ہے۔ اگر توجہ، محبت اور ہمدردی کے ساتھ ایسے بچوں کی پرورش، تعلیم وتربیت اور ہمت افزائی کی جائے اور ان میں علمی ذوق و شوق پیدا کر لیا جائے تو اس کے بہت اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اس طرح ان کی شخصیت مسخ ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔

ہمارے ہاں اکثر بچے کند ذہنی کا شکار ہوتے ہیں جس کی متعدد وجوہات میں سے چند والدین کی غلط تربیت یا نا اہلی، بے جا ڈانٹ ڈپٹ اور توجہ نہ ملنا شامل ہیں۔ ایسے بچے ہمارے معاشرے سے بہتر رویوں کے طلبگار ہیں یہ حق ان کو ضرور ملنا چاہئے۔ آیئے اب یہاں ضعف حافظہ کے چند امراض کا مطالعہ کرتے ہیں:

نسیان

فراموشی اور بھول کو نسیان کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ قوت حافظہ، قوت فکر اور قوت تخیل میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ ان قوتوں کے کمزور ہونے کے درجات ہیں۔

مزاجی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ نسیان کے مریض کو کچھ یاد نہیں رہتا یا بار بار بھولتا ہے۔ کبھی یہ مرض اس قدر شدید ہو جاتا ہے کہ مریض کو اپنا نام بھی یاد نہیں رہتا۔ لیکن ایسا مرض کے بہت بڑھ جانے کے بعد ہوتا ہے۔

کبھی ماضی یاد رہتا ہے، حال یاد نہیں رہتا۔ اس مرض میں نیند بہت زیادہ آتی ہے۔ مریض دیکھی ہوئی چیزیں کو بھی بھول جاتا ہے اور وہ کام کے قابل نہیں رہتا۔ قوت فکر اور قوت تخیل میں ایسا فرق پیدا ہوتا ہے کہ الفاظ کے معانی بھول جاتا ہے۔ جو کچھ سوچتا ہے وہ غلط ہوتا ہے، خواب نہیں دیکھ سکتا، اگر دیکھ لیتا ہے تو یاد نہیں رہتے۔ بعض اطبا کہتے ہیں کہ نسیان کے مریض کو نیند بہت آتی ہے۔ مریض کی صحیح تشخیص طبی معائنے کے بعد ہی ممکن ہے۔ یہ مرض عموماً بڑی عمر کے افراد یا بالغوں میں دیکھا گیا ہے لیکن بعض حالات میں بچوں کو بھی ہو جاتا ہے۔

خفقان

اصل میں تو یہ دل کا مرض ہے، کیوں کہ اس مرض میں اختلاج قلب ہوتا ہے، وحشت ہوتی ہے اس لئے اطبا نے اسے مالیخولیا کی ایک قسم شمار کیا ہے۔ یہ بیماری بھی عموماً بڑی عمر میں ہوتی ہے۔

Dyslaxia

یہ بیماری عموماً بچوں میں ہوتی ہے اور اسے "پڑھائی

اپنے بچے کی ذہنی صلاحیت میں اضافہ کیجئے

ایسی تمام مائیں اور والدین جو اپنے نوعمر لڑکے اور لڑکیوں میں یادداشت کی کمی، بھول جانے کی عادت، ذہنی صلاحیتوں کی کمی، دماغی کمزوری یا خشکی سے پریشان ہیں درج ذیل مجرب نسخوں اور روحانی علاج سے ان دماغی کمزوری کا ازالہ کر سکتی ہیں۔

حلوا مقوی دماغ دافع نزلہ و زکام : مغز بادام، مغز کدو، مغز تربوز، مغز پستہ، مکہ ۲ تولہ، خشخاش سفید ۴ تولہ، الائچی خورد ۶ ماشہ، الائچی کلاں ۶ ماشہ، نشاستہ گندم ۵ تولہ، روغن گاؤ ۱۰ تولہ، بورہ کھانڈ ۱۵ تولہ، نشاستہ کو روغن میں بھون کر حلوا تیار کریں۔ دو تولہ صبح دو تولہ شام کھلائیں۔

خوش ذائقہ چٹنی : مغز بادام مقشر ۱۵ عدد، چھوہارہ گٹھلی دور کردہ ۲ عدد، الائچی خورد ۳ عدد، مرچ سیاہ ۷ عدد، مصری ۲ تولہ، مکھن تازہ ایک چھٹانک، جملہ ادویات کو باریک پیس کر مکھن میں ملائیں۔ روزانہ نہار منہ دو تولہ کھلائیں۔ انشاء اللہ تھوڑے عرصہ میں دماغ کی تکالیف کا قلع قمع ہو کر دماغ طاقتور ہو جائے گا۔

معجون مقوی دماغ : مغز کشنیز، خشخاش ملا کر ۱۰ تولہ، دال ماش ۶ چھٹانک، اول خشخاش اور دال کو تمام رات پانی میں تر رکھیں۔ صبح دونوں کو گھوٹ کر ڈیڑھ پاؤ سرسوں کے تیل میں بھون لیں۔ اور مصری ۹ چھٹانک کا قوام تیار کر کے اس میں ملا کر خوب گھوٹیں کر کے پوست ہلیلہ زرد، پوست ہلیلہ سیاہ، پوست ہلیلہ کابلی، بادیان مقشر، کھوپرہ، مغز بادام مقشر، مغز پستہ و چہار مغز سب ۵،۵ تولہ تمام ادویات کو باریک پیس چھان کر قوام میں ملا دیں۔ یہاں تک کہ خوب یکجان ہو جائیں۔ دماغ کو طاقت بخشنے والے معجون تیار ہے۔ کسی روغنی برتن میں بھر کر رکھیں اور ہر روز نہار منہ ایک تولہ سے تین تولہ تک نیم گرم دودھ کے ہمراہ نوش کرائیں اور بادی و ترش اشیاء سے پرہیز کرائیں۔

مقوی دماغ : مغز کشنیز، مغز پستہ، مغز ہولہ، خشخاش سفید سب ۱۰، ۱۰ تولہ، مغز بادام ۵ تولہ، مغز خیارین، مغز تخم خربوزہ ہر ایک اڑھائی تولہ، کھاجہ (جاپانی مونگ پھلی) ۱۰ تولہ انڈے کی زردی ۱۵ عدد، مغز سربز نوجوان ۲ عدد، میدہ گندم، گھی بقدر ضرورت، مصری تمام ادویات سے دگنی مقدار میں مغز بز کو گھی میں اچھی طرح بھون کر لیں۔ پھر میدہ گندم کو بھون لیں۔ پھر اسی طرح باقی ادویہ ملا کر گھی میں بھون کر لیں پھر شکر کی چاشنی اور کسی تھالی میں پھیلا کر جمائیں ایک تولہ روزانہ ہمراہ دودھ یا ایسے ہی کھلا دیا کریں۔ ایک ہفتہ میں حیرت انگیز اثر ہوگا۔ موسم سرما کا تحفہ ہے۔ زبردست مقوی ہے۔ بلکہ نیا دماغ پیدا کرتا ہے حافظہ بڑھاتا ہے۔

روحانی علاج

صبح نہار منہ وضو یا کلی کر کے

رب یسرو لا تعسر

تین مرتبہ پڑھیں پانی پر دم کر کے صاحبزادے یا صاحبزادی کو پلا دیں۔ اس عمل کو چالیس روز تک برقرار رکھنا چاہئے۔ اگر کسی سے ناغہ ہو جائے تو دن شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔

اگر کسی کا حافظہ کمزور ہو اور وہ کند ذہن بھی ہو تو رات کو سوتے وقت تین عدد بادام گری پر تین مرتبہ

یا ذوالجلال والاکرام

پڑھ کر دم کرے۔ ایک گری سوتے وقت، ایک گری صبح نہار منہ اور ایک گری دوپہر کے کھانے سے پہلے کھائے بچوں کیلئے یہ عمل والدین کر سکتے ہیں۔ علاج کی مدت اکیس روز ہے۔

میں دقت" کے مسئلہ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے یعنی اس بیماری میں مبتلا بچے تعلیم کے دوران بہت دقت محسوس کرتے ہیں۔ برطانیہ میں مختلف جائزوں سے اندازہ ہوا کہ تمام بچوں میں دو سے چار فی صد تک بچے شدید طور پر اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ یعنی ہر تعلیمی سال میں چھ لاکھ میں سے چوبیس ہزار اس مسئلے سے دوچار ہوتے ہیں۔ مغربی ماہر

مارٹن رز کا خیال ہے کہ خاصی بڑی تعداد ایسے بچوں کی بھی ہوگی جن کی بیماری کی تشخیص ہی نہیں ہو سکی۔

یہ نقص خاندانی ہوتا ہے لہٰذا یہ بات ممکن ہوتی ہے کہ پیدائش کے کچھ دن بعد ہی ان بچوں کی پہچان کرلی جائے جنہیں اس خطرے کا سامنا ہے۔ ایک اور ماہر نفسیات خاتون نے بتایا کہ اس بیماری کی پہلی علامت یہ ہوتی ہے کہ نظموں میں اسے قافیہ کا قطعی اندازہ نہیں ہوتا، اسی لئے ایسے بچوں کو اسکول میں نظمیں دہرانے میں دقت پیش آتی ہے۔

چار سال کے ایک عام بچے کو تقریباً آٹھ حروف تہجی کی پہچان ہونا چاہئے۔ جب کہ ڈسلیکسیا سے متاثرہ بچہ بہ مشکل دو تین حروف پہچان پاتا ہے۔ جب بچے اسکول میں پہنچتے ہیں تو عام بچوں اور اس نقص سے متاثرہ بچوں میں فاصلہ تیزی سے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔

اس خاتون ماہر نفسیات نے کہا "ان بچوں کی ذہانت تو بالکل معمول کے مطابق ہوتی ہے، لیکن انہیں حافظے کی ایسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جن کا تعلق کچھ دن پہلے سے ہے۔ یعنی انہیں تھوڑے دن پہلے جو ہدایات دی جاتی ہیں انہیں وہ بھلا بیٹھتے ہیں اور جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے ہم جماعت جو کام آسانی سے کر رہے ہیں اسے وہ نہیں کرپا رہے تو پھر انہیں شدید مایوسی کا سامنا ہوتا ہے"۔

پچیس سال قبل یونیورسٹی آف ویلز میں ایک ٹیسٹ وضع کیا گیا۔ اس ٹیسٹ کی بنیاد وہ مشاہدات ہیں جن کا تعلق ایسے بعض کاموں سے ہے جن میں ایسے مریضوں کو مشکل پیش آتی ہے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ گنتی یاد کرکے اسے پہلے سیدھی اور پھر الٹی سنائیں۔ اسی طرح سال کے مہینوں کے نام ترتیب وار شروع سے آخر اور پھر ان سے یعنی آخر سے شروع تک سنائیں اور پھر الٹے پہاڑے سنے جاتے ہیں۔ اس کے بعد یہ دیکھا جاتا ہے کہ انہیں دائیں اور بائیں کی پہچان ہے یا نہیں۔ آخر میں ان سے مشکل الفاظ ادا کرنے کو کہا جاتا ہے۔

رلفن کک اس یونٹ کی نگراں ہیں جہاں یہ ٹیسٹ لیا جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ڈسلیکسیا سے متاثرہ بچے لکھائی میں صحیح حروف کا استعمال نہیں کرپاتے اور اکثر گنتی لکھنے میں اعداد اِدھر اُدھر کر دیتے ہیں، مثلاً 15 کے بجائے 51 لکھ دیتے ہیں۔ متاثرہ بچوں کو خصوصی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ حروف اور ان کی آوازوں میں مطابقت پیدا کرسکیں۔ اس مقصد کے لئے الفاظ کے ساتھ ساتھ ملتی جلتی صورت شکلوں کو بار بار دہرایا جاتا ہے کہ وہ لفظ اور اس کی صورت شکل بچے کے ذہن نشین ہو جائے۔

متاثرہ بچے بالکل ٹھیک تو نہیں ہو سکتے تاہم انہیں تربیت دے کر اس قابل بنایا جاسکتا ہے کہ چاہے ان کے تلفظ میں نقص کیوں نہ ہو، لیکن وہ روانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ اگر یہ تربیت سات سال کی عمر میں شروع ہو جائے تو اس بات کا 90 فیصد امکان ہو جاتا ہے کہ آگے چل کر بچہ ٹھیک ہو جائے، لیکن اگر پندرہ سولہ سال کی عمر تک بھی اس نقص یا بیماری کی تشخیص نہ ہوسکے تو پھر اس کے دور ہونے کے امکانات گھٹ کر پچاس فی صد سے بھی کم رہ جاتے ہیں۔

بقیہ : بادام

گرمی کے موسم میں باداموں کو گھوٹ کر پینے کا عام رواج ہے۔ زیادہ تر لوگ مغز بادام اور اس میں بے شمار کالی مرچیں ملا کر پیتے ہیں۔ لیکن اس سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر صحیح معنوں میں بادام کا شیرہ بنا کر پینا ہو تو ذیل کے طریقے پر عمل کریں۔ مغز بادام 10 عدد، الائچی خورد 10 عدد، سونف دو ماشہ، منقیٰ 5 دانہ۔ تمام ادویہ کو پانی میں خوب اچھی طرح گھوٹ کر شیرہ نکالیں اور مصری اور کیوڑہ وغیرہ ملا کر پیا کریں۔ دن میں دو مرتبہ کافی ہے۔ دل و دماغ کو طاقتور بناتا ہے۔ پیاس کو ختم کرتا ہے اور سوزش و جلن کو دور کرتا ہے۔

دسترخوان

فرحت صدیقی

خواتین خانہ کا پسندیدہ کالم

آپ بھی آزمودہ اور لذیذ ڈشز کی تراکیب اور کچن کے لئے کارآمد ٹوٹکے ارسال کرسکتی ہیں۔

مُٹھیاں

اشیاء : پیاز ایک درمیانی۔ ادرک ایک انچ کا ٹکڑا۔ قیمہ آدھا کلو۔ میتھی آدھا پاؤ۔ چنے خشخاش پسے ہوئے مکس 1 ٹیبل اسپون۔ ہری مرچیں، گھی اور نمک حسب ضرورت۔ سرخ مرچ حسب ذائقہ۔

ترکیب : پیاز اور ادرک کو چوپ کرلیں میتھی کے پتے توڑ کر اسے بھی کاٹ لیں خشخاش چنے باریک پیس لیں قیمہ اگر موٹا ہو تو سل پر پیس لیں تمام چیزوں سمیت مکس کو موٹا موٹا بٹے سے کچل لیں پیسنا نہیں ہے۔ پھر اس کی مٹھیاں بنالیں۔ پھر دو درمیانی عدد پیاز لے کر اس کو گھی میں براؤن کرکے اس میں یہ مٹھیاں ڈال دیں ترتیب و احتیاط سے کہ ایک دوسرے پر مٹھیاں نہ ہوں۔ یہ تھوڑی سی تیز آنچ پر دیگچی میں ڈال دیں مگر چمچہ نہیں چلانا صرف کپڑے سے پکڑ کر گھمائیں اس طرح الٹا پلٹا کرکے بھونتی جائیں پھر اس میں ایک سے ڈیڑھ ٹیبل اسپون پانی ڈال کر گلنے کے لئے چھوڑ دیں نہایت دھیمی آنچ پر پکنے کے بعد پیش کریں۔ اس کے ساتھ املی اور پودینے کی چٹنی بھی رکھیں اور پیاز کی سلاد بھی۔ تمام گھر والوں کو پسند آئے گی۔

(مرسلہ : صبا انصاری۔ کراچی)

آلو اور چانپ

اشیاء : آلو آدھا کلو۔ بکرے کی چانپ آدھا کلو۔ دہی کھانے کے چار چمچے۔ لال مرچ دو چمچے، گرم مصالحہ چائے کا ایک چمچہ، تیزپات ایک پتہ، آئل، ڈبل روٹی کا چورا، انڈا ایک عدد، نمک مٹر، آدھی پیالی۔

ترکیب : چانپوں پر دہی، نمک، ایک چائے کا چمچہ سرخ مرچ ملا کر دو گھنٹہ رکھ دیں۔ ایک پتیلی میں گرم مصالحہ، تیزپتہ اور پانی ڈال کر ان چانپوں کو بھی ڈال کر گلالیں۔ پانی خشک ہو جائے تو اتار لیں۔ آلو ابال کر علیحدہ سا بنالیں اور نمک مرچ ملا دیں۔ ان آلوؤں کو ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھیں اور بیچ میں چانپ کو رکھ کر ارد گرد سے لپیٹ دیں۔ آئل خوب گرم کرلیں۔ ڈبل روٹی کا چورا اور انڈا لگائیں اور اچھی طرح سے تل لیں۔ مزیدار چانپ آلو تیار ہے۔

مصالحہ بھرے مرغ کا پلاؤ

اشیاء : مرغ ایک عدد، بکرے کا قیمہ ایک پاؤ، چاول ایک سیر، گھی ایک پاؤ، لونگ تین تولہ، بڑی الائچی تین تولہ، کالی مرچ تین تولہ، لال مرچ دو تولہ، زعفران دو ماشہ، پیاز ایک پاؤ، ادرک تین تولہ لاہوری نمک ایک چھٹانک۔

ترکیب : قیمہ گھی میں بھونیں اور لونگ، الائچی، کالی مرچ لال مرچ پیاز اور ادرک کا مصالحہ پیس کر قیمے کے آدھے حصے میں ملا کر اس کو گلائیے۔ یہ مرکب مرغ میں بھر کر اسے دھاگے سے سی لیں اور زعفران اور باقی آدھا قیمہ ڈال کر گھی میں تل لیں پھر مرغ کو تھوڑا سا پانی دے کر گلالیں اور جب وہ گھی چھوڑنے لگے تو چولہے سے اتار لیں۔ چاولوں کو لونگیں ڈال کر ابال لیں اور دم دے کر اوپر سے گھی ڈالنے کے بعد کسی بڑی ڈش میں نکالیں اب ان کے اوپر سالم مرغ رکھ کر اسے گرم گھی سے تر کرلیں۔

ڈھوکلا

اشیاء : 250 گرام چاول کا آٹا، 50 گرام بیسن، تین کپ لسی یا چھاچھ، چٹکی بھر میٹھا سوڈا (کھانے والا) نمک اور مرچ حسب ذائقہ، ایک چائے کا چمچہ ہلدی پاؤڈر، نصف کپ

کدوکش ناریل، ایک چائے کا چمچہ رائی کے بیج، چٹکی بھر ہینگ، گھی 5 کھانے کے چمچے، ایک گٹھی سبز دھنیا، ایک انچ ادرک کا ٹکڑا دو سبز مرچیں (دونوں اشیاء باریک پیس لیں)

ترکیب: چاول کے آٹے میں بیسن ملا کر لسی کی مدد سے نرم سا مرکب بنالیں۔ اس مرکب کو 8 گھنٹے کے لئے یونہی پڑا رہنے دیں۔ 8 گھنٹے بعد اس مرکب میں حسبِ ذائقہ نمک، سوڈا، ہلدی پسی ہوئی سرخ مرچیں اور پسی ہوئی ادرک سبز مرچ شامل کر کے یکجان کرلیں۔ ایک بڑی تھالی یا ڈش میں ذرا سا تیل لگا کر اسے چکنا کرلیں اور اس پر مرکب پھیلا دیں۔ خیال رہے کہ مرکب کی موٹائی ایک انچ سے زیادہ نہ ہو۔ ایک بڑے برتن میں پانی بھر لیں اور ابال لیں جب پانی اچھی طرح ابلنے لگے تو مرکب والی تھالی کو اس پر رکھ کر ڈھک کر بھاپ دیں۔ جب مرکب کنارے چھوڑنے لگے تو پانی پر سے رکھ کر ڈھک کر بھاپ دیں۔ جب مرکب کنارے چھوڑنے لگے تو پانی پر سے تھالی ہٹالیں اور مرکب کے دو ضرب دو انچ پیمائش کے ٹکڑے کاٹ لیں۔ گھی گرم کرکے اس میں ہینگ اور رائی کے بیج ڈال دیں اور پھر اس گھی کو ان ٹکڑوں کے اوپر ڈال دیں۔ اس کے بعد کدوکش کیا ہوا ناریل اور سبز دھنئے کے پتے بھی سجادیں۔ ڈھوکلا چٹنی کے ساتھ گرم گرم کھانے کے لئے پیش کریں۔

چٹنی: نصف کپ توے پر بھنے چنے، نصف کپ مونگ پھلی، ایک چھوٹی گٹھی سبز دھنیا چار سبز مرچیں، ایک چوتھائی چائے کا چمچہ چینی، نمک حسبِ ذائقہ، لیموں کا رس حسبِ ضرورت۔ لیموں کا رس اور نمک کے علاوہ تمام اشیاء باریک پیس لیں۔ آخر میں نمک اور لیموں کا رس شامل کردیں۔ مزیدار چٹنی تیار ہے۔

کچن ٹپس

مچھلی کئی گھنٹے محفوظ رکھنا: مچھلی کے ٹکڑوں کو برتن میں پانی کے اندر ڈال کر فریزر میں رکھیں۔ جمے ہوئے پانی میں مچھلی جمی ہوئی ہوگی اور صحیح حالت میں رہے گی۔ (سلور کے برتن یا پلاسٹک کے برتن میں پانی ڈالیں)

(مرسلہ: مسز یاسمین۔ ضلع ساہیوال)

چاولوں کو کیڑا نہ لگے: چالیس کلو چاولوں میں سوا کلو نمک ملا کر رکھ دیں۔ پرانے ہو کر چاول اچھے پکیں گے چپکیں گے بھی نہیں۔ سال بھر تک بھی پڑے رہیں تو کیڑا نہیں لگے گا۔

(مرسلہ: طاہرہ۔ حیدر آباد)

سبزیاں تازہ بہ تازہ خوشنما نظر آئیں: ابالے ہوئے نیم گرم پانی میں سبزیوں کو چند منٹ لابالیں (ٹھنڈے پانی میں چولہے پر نہ رکھ دیں) سبزیاں تازہ رہیں گی اور عرصہ تک خراب نہ ہوں گی اور ان کی تازگی اور خوبصورتی بھی برقرار رہے گی۔

(مرسلہ: یاسر احمد۔ کراچی)

جلے ہوئے سالن والی دیگچی کو دھونا: جلی ہوئی دیگچی میں پانی ڈال کو چولہے پر رکھیں اور ساتھ ہی دو چائے کے چمچے نمک ڈال دیں۔ ذرا ابال آنے پر دیگچی اتار لیں پانی کو پھینک دیں۔ جلا ہوا سالن پوری طرح اتر چکا ہوگا اور دیگچی صاف ہو جائے گی۔

(مرسلہ: مائزہ زیب۔ گلشن معمار کراچی)

سالن جل جائے تو: جلا ہوا سالن بودار ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ایک دیگچی سے جلا ہوا سالن نکال کر دوسری دیگچی میں ڈال دیں اور اندازے سے مناسب دودھ اس میں ڈال دیں۔ سالن میں جلی ہوئی بو دور ہو جائے گی۔ دودھ ذرا ذرا سا ڈالتے جائیں اور چکھ لیں۔

(مرسلہ: زینت بی بی)

گھی سے بدبو دور کرنا: گھی کے ڈبے سے بدبو آنے لگے تو پانچ کلو گھی میں ایک پاؤ دہی ڈال کر دھیمی آنچ پر پکائیں۔ دہی جل جانے کے بعد گھی کو ٹھنڈا کر کے چھان لیں۔ بُو دور ہو جائے گی اور خوشبو بھی آنے لگے گی۔

(مرسلہ: تمکین فاطمہ)

صحت نسواں

حکیم عادل اسماعیل

اس مضمون میں عورت کے کچھ مسائل بیان کئے جارہے ہیں جن کی بناء پر وہ اپنی صحت کا خیال رکھنے سے قاصر نظر آتی ہے۔ ہم ان مسائل کے حل کے لئے کچھ آسان اور آزمودہ نسخے پیش کررہے ہیں جن کے ذریعے عام نسوانی بیماریوں کا علاج کیا جاسکتا ہے۔

کسی نوجوان لڑکی کے چہرے پر اگر چند مہاسے نکل آئیں تو وہ سخت اذیت اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اسی ذہنی اذیت کے دوران ان کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بھی پڑ جاتے ہیں۔ جلد بے رنگ ہو جاتی ہے۔ ہونٹ پھیکے ہو جاتے ہیں۔ قد بڑھنا بند ہو جاتا ہے اور جسم کی نشوونما بھی مناسب طور پر نہیں ہو پاتی۔ اس بات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر اسی قسم کی کوئی بھی شکایت اگر کسی نوجوان لڑکی کو ہو جائے تو وہ کس ذہنی اذیت میں مبتلا ہو سکتی ہے۔

نوجوان لڑکیوں میں پیدا ہونے والی یہ شکایات زیادہ تکلیف دہ اس صورت میں ہو جاتی ہیں جب وہ ان امراض سے سخت پریشان اور خوفزدہ رہتی ہیں اور وہ اپنی فطری شرم وحیا کی وجہ سے کسی سے اس بارے میں نہ پوچھ سکتی ہیں اور نہ مشورہ لے سکتی ہیں اسی لئے ان امراض کی لاعلمی یا کم علمی ان کے خوف کو بڑھا دیتی ہے۔ خوف کے باوجود بھی وہ اپنی فطری شرم وحیا کی وجہ سے کسی معالج یا ڈاکٹر تو دور اپنی والدہ یا سہیلیوں سے بھی اپنے ان مسائل کے بارے میں بات کرتے ہوئے جھجک محسوس کرتی ہیں۔

شرم وحیا ایک اچھی خوبی ہے۔ مگر اس کو علاج کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کے نتیجے میں بعض چھوٹے چھوٹے مسائل بھی ان کے لئے سخت مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ خوف ذہنی تناؤ اور احساسِ کمتری کا شکار ہونے لگتی ہیں اور یہی خوف، احساسِ کمتری اور ذہنی تناؤ کے امراض میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں اور یہی نہیں ان خوف اور احساس کمتری سے وہ کئی دوسرے ذہنی اور جسمانی امراض سے بھی دوچار ہو جاتی ہیں۔

مرض خواتین کو ہو یا مرد کو سر میں ہو یا پیر میں کسی بھی قسم کا ہو معالج کی نظر میں مرض بہر حال مرض ہوتا ہے اور اسے اس کا علاج کرنا ہے لیکن معالج بھی اسی وقت صحیح تشخیص اور علاج کر سکتا ہے جب وہ اس کی تفصیلات میں جاکر مرض کی تشخیص پر توجہ دے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب نوجوان لڑکیاں شرم وحیا کو علاج کی راہ میں حائل نہ ہونے دیں گی اور انہیں اپنے امراض پر بات کرتے ہوئے جھجک محسوس نہیں کرنی چاہئے اس مسئلے پر اپنی والدہ، سہیلیوں، رشتہ داروں یا خاتون معالج سے گفتگو یا مشورہ نہ کرلیں گی۔

کم عمر لڑکیاں جن شکایات کی زیادہ تر شکار رہتی ہیں اور ان سے پریشان رہتی ہیں ان میں جسم کی بالیدگی کا متاثر ہو جانا اور ہونٹوں کی رنگت کا پھیکا پڑ جانا، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کی موجودگی جلد پر داغ دھبے یا مہاسے ہو جانا۔ نسوانی حسن کی پوری طرح نشوونما نہ ہونا، ایام میں خرابی اور سب سے بڑھ کر سیلان الرحم (لیکوریا)۔

مندرجہ بالا شکایات میں بیشتر شکایات کا تعلق عام صحت سے ہے پروٹین، وٹامن اور منرلز کی کمی اس قسم کے عارضوں میں مبتلا کر دیتی ہے کیونکہ وہ جوانی کی عمر میں پہنچنے

بے غذائی قلت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یہی عمر محنت مشقت، دوڑ دھوپ اور کھیل کود کی ہوتی ہے اسی عمر میں ایام شروع ہوتے ہیں جس سے خون کا اضافی خرچ ہوتا ہے۔ اگر اس عمر میں غذا اور عام صحت پر توجہ نہ دی گئی تو بہت سے مسائل پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے جسم کی نشوونما رک جاتی ہے۔ پھر جسم بھرپور رعنائی اور توانائی حاصل نہیں کرپاتا ساتھ ساتھ جلد کی رنگت پھیکی اور بے رنگ پڑ جاتی ہے، ہونٹوں کی رنگت پھیکی پڑ جانا، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ جانا، آنکھوں کے سفید حصے کی رنگت سیاہی مائل ہو جانا، ایام میں بے قاعدگی، ہاتھ پیروں کا سرد رہنا، جلد تھک جانا، سانس پھول جانا، مزاج چڑچڑا ہو جانا یہ تمام باتیں غذا اور خون کی کمی کو ظاہر کرتی ہیں۔

جلد کی رنگت تو سب میں ایک سی نہیں ہوتی کسی کا رنگ گورا ہوتا ہے تو کسی کا سانولا اور کسی کا گندمی لیکن جلد کی قدرتی رنگت میں جاذبیت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب جسم میں خون مناسب مقدار میں موجود ہو اور غذا کا صحیح استعمال ہو رہا ہو۔ کمی نہ ہو تو سانولا چہرہ بھی حسن و دلکشی کا باعث بن جاتا ہے ورنہ گورا اور صاف رنگ بھی پھیکا محسوس ہوتا ہے اور بھدا نظر آتا ہے۔ لیکوریا عام طور پر غذائی اجزاء کی کمی سے ہوتا ہے اس میں خون کی کمی کا دخل بھی ہے، منرلز اور وٹامن کی کمی بھی ایک سبب ہے، اندرونی زخم، سوزش اور ورم سے بھی یہ شکایت ہو جاتی ہے۔ اعصابی حساسیت، ہیجان اور دیگر ذہنی کیفیات اثر انداز ہوتی ہیں۔ بعض بار موزوں کی کمی بیشی سے بھی یہ شکایت ہو سکتی ہے۔ اس کے عام اسباب میں قبض اور خون کی کمی شامل ہیں۔ اسی وجہ سے آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ جاتے ہیں، کمر، پنڈلیوں اور جوڑوں میں درد رہنے لگتا ہے۔ چکر آنے اور سانس پھولنے کے ساتھ ساتھ جسم میں سستی اور علالت رہتی ہے اور حسن ماند پڑ جاتا ہے۔ اس شکایت کا ذہن پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے۔ ناپاکی کا احساس بھی پریشان کئے دیتا ہے۔ شادی شدہ خواتین کو اس شکایت کی وجہ سے حمل قرار پانے میں دشواری بھی پیش آسکتی ہے۔ لیکوریا اگر کبھی کبھار یا بہت کم مقدار میں ہو تو یہ کوئی مرض نہیں ہے یہ تکلیف خواتین کے ساتھ پیش آسکتی ہے۔ یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ اس شکایت کا بنیادی سبب خون کی کمی ہے اس لئے نوجوان لڑکیوں کو غذا پر بڑی توجہ دینی چاہئے۔ غذا میں کمی کر دینا یعنی ڈائٹنگ بھی اپنے معالج کے مشورے کے بغیر نہ کریں ورنہ اس سے آپ کی جسمانی نشوونما کو کوئی نقصان ہو سکتا ہے۔

نوجوان لڑکیاں وہ غذائیں کثرت سے استعمال کریں جن میں پروٹین ہو مثلاً گوشت، مچھلی، انڈا، دودھ، بالائی، مٹر، سویابین، سیم، دالیں وغیرہ اس کے علاوہ پتوں والی سبزیاں، انڈے کی زردی، دودھ، لسی، انار، امرود، سیب، کھجور، اخروٹ، بادام، کلیجی، ہڈیوں کا گودا، اور یخنی بھی بہت مفید ہے۔

پاکستان میں پس ماندہ طبقے کی اکثریت ناکافی غذائیت کا شکار ہے۔ خصوصاً خواتین کے لئے یہ معاملہ زیادہ نازک ہوتا ہے کیوں کہ ناکافی غذائیت کے برے اثرات کئی نسلوں تک پھیل جاتے ہیں۔ پاکستانی بچوں میں خون کی کمی عام بات ہے۔ **1985-87** کے ایک سروے کے مطابق پاکستانی خواتین کو مردوں کے مقابلے میں غذا میں فولاد کی کم مقدار میسر رہی، حالانکہ انہیں مردوں کے مقابلے میں غذا میں تین گنا زیادہ فولاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوران حمل بھی انہیں مقررہ تعداد کے مقابلے میں فولاد کی نصف مقدار ملتی ہے۔ خون کی کمی کا بڑا سبب کم عمری کی شادیاں، بچوں کی زیادہ تعداد، پیدائش میں کم وقفہ، ناکافی غذائیت، گھریلو غیر متوازن غذائی عادات، پیٹ میں کیڑے اور دوران حمل فولاد کی اضافی مقدار کا نہ ملنا ہے۔

وفاقی ادارہ شماریات کے **1995**ء کے ایک سروے کے مطابق حاملہ خواتین میں سے صرف **87** فی صد جب کہ دودھ پلانے والی صرف **74** فی صد ماؤں کو مناسب حرارے (کیلوریز) ملتے ہیں۔ **1985-86** کے ایک سروے میں بتایا

گیا ہے کہ **34** فی صد حاملہ خواتین وزن کی کمی کا شکار تھیں۔ ایسی مائیں، لڑکیوں کو جنم دے رہی ہیں تو یہ لڑکیاں بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد، دوران حمل مشکلات یا کمزور بچوں کے مصائب سے گزرتی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں اکثر اپنے گھر میں عورت سب سے محروم فرد ہوتی ہے۔ اس کی پیدائش پر خوشیاں نہیں منائی جاتیں کیونکہ وہ معاشی بوجھ تصور کی جاتی ہے۔ پہلی بیٹی بد قسمتی، دوسری بیٹی تباہی اور تیسری قیامت سمجھی جاتی ہے۔ ایک بچے کے طور پر اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ وہ ناکافی غذائیت اور کام کاج کی زیادتی کی شکار ہوتی ہے۔ دیہاتی علاقوں میں تو اسے محض بچے پیدا کرنے اور پالنے کیلئے برداشت کیا جاتا ہے۔ وہ ہر وقت کام میں مصروف رہتی ہے۔ اسے کھانا پکانا ہوتا ہے۔ وہ چارا جمع کرتی ہے ایندھن ڈھوتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ کھیتوں میں کام کرنے کی اضافی ذمے داری بھی اٹھاتی ہے۔

عورت کا جسم، مرد شاعروں، مصوروں اور سنگ تراشوں کا محبوب ترین موضوع رہا ہے۔

لیکن عورت کی صحت...... "اس کے بارے میں سوچ کر کون اپنا وقت ضائع کرے"۔

عورت کی جسمانی بیماری...... "لاحول ولا قوۃ! کیا شرمناک موضوع لے بیٹھے۔ (دبی دبی ہنسی......)"

صدیوں سے دنیا بھر میں عورت کے جسم اور صحت کی جانب یہی رویہ چلا آرہا ہے۔ اس کی تہہ میں معاشرہ کا یہ ان کہا یقین ہے کہ عورت کا جسم دراصل شرمناک ہے۔ اس کے بارے میں عورتوں کو خود بھی کچھ علم نہیں ہونا چاہئے۔ دنیا بھر میں عورتیں زندگی بھر اپنے جسم کو جرم سمجھتی رہتی ہیں کیوں کہ ان کے ذہن میں یہ بات بچپن سے بٹھا دی جاتی ہے۔ جوان ہونے کے ساتھ یہ احساس بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ جب عورتیں ماں بنتی ہیں اور اپنے خون سے ایک نئے انسان کی تخلیق کرتی ہیں تب بھی معاشرے اور خاندان کی توجہ جنم دینے والی کے جسم و صحت کی جانب نہیں صرف نوزائیدہ کی جانب رہتی ہے جو خاندان کا نام چلائے گا۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق ہر منٹ پر ایک حاملہ عورت مر جاتی ہے اور اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ ابتداء ہی سے عورت کی صحت پر توجہ نہیں دی گئی ہوتی ہے۔ گہوارے سے لے کر قبر تک عورتیں اپنے جسم اور صحت کے بارے میں مکمل تاریکی میں رہتی ہیں۔

لڑکیوں کے چہرے زرد، صرف کم خوراکی کے باعث نہیں ہوتے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ لڑکیوں کو روشنی، کھلی ہوا اور کھیل کے مواقع بھی بہت کم میسر آتے ہیں۔ ہماری لڑکیوں کو صحت کے لئے سب سے زیادہ کھلی ہوا، روشنی اور کھیل کی ضرورت ہے تاکہ ان کے پیلے پیلے چہروں پر رونق آسکے۔

نوجوانی اور جوانی کے زمانے میں لڑکیوں کو اچھی خوراک کھانا چاہئے۔ یاد رکھئے کہ ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کے زمانے میں جوانی کا کھایا پیا ہی کام آتا ہے۔ بعد میں نہ تو اتنی بھوک رہتی ہے اور نہ ہاضمہ ہی پہلے کی طرح کام کرتا ہے۔

بعض گھرانوں میں کھیل تو در کنار، لڑکیوں کے لئے بھاگنا، دوڑنا یا سڑک پر پیدل چلنا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس رواج کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ جسم اگر استعمال نہیں ہوگا تو اس میں طاقت اور پھرتی کیوں کر آسکے گی۔ صرف نوجوان ہی نہیں بلکہ ہر عمر کی عورتوں کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ خوب پیدل چلیں۔ اچھی صحت اور توانا جسم کے لئے آپ کے اندر جسم و صحت کا شعور پیدا ہونا لازمی ہے۔ دنیا بدل رہی ہے اور اب تو نہایت پس ماندہ ممالک میں بھی عورتوں کو احساس ہو گیا ہے کہ عورت کو:

☆اچھی خوراک کا حق ہے۔ ☆اچھی صحت کا حق ہے۔ ☆ماں بننے کا حق ہے۔ ☆ہر عمر میں اپنی صحت اور جسم کی دیکھ بھال کا حق ہے۔ ☆سب سے بڑا حق اپنے جسم و صحت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ہے۔

یہ تو تھے عورت کے مسائل جن کی بناء پر وہ اپنی صحت کا خیال رکھنے سے قاصر ہے۔ ہم یہاں کچھ آسان اور

آزمودہ نسخے پیش کر رہے ہیں جن کے ذریعے عام نسوانی بیماریوں کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

☆ مغز تخم تمر ہندی 12 گرام، سمندر سوکھ 12 گرام، مازو 12 گرام۔ تینوں ادویہ کا باریک سفوف بنا کر چنے کے برابر گولیاں بنالیں۔ ایک ایک گولی دودھ کے ساتھ صبح و شام دیں۔ لیکوریا کے لئے نہایت مفید دوا ہے۔

☆ گوند کیکر 120 گرام، چینی 120 گرام کو خالص گھی میں اتنا بھون لیں کہ پھول کر سرخی مائل سیاہ ہو جائے لیکن جلے نہ۔ اسے باریک کر لیں۔ ایک تولہ (12 گرام) صبح و شام دودھ کے ساتھ لیں۔ یہ لیکوریا کے لئے نہایت مفید دوا ہے۔

☆ پھول دھاوا 6 گرام، پھول سپاری 6 گرام، کر کس 6 گرام، موچرس 6 گرام، گوند کیکر 6 گرام، گوند مولسری 6 گرام، چینی 30 گرام۔ تمام ادویہ کا باریک سفوف بنالیں۔ دو گرام صبح و شام نیم گرم دودھ کے ہمراہ لیں۔ لیکوریا کے لئے مجرب دوا ہے۔ (کمر درد اور کمزوری دور کرتی ہے)۔

☆ کیکر کی پھلیاں سبز بغیر بیج کے 12 گرام، کیکر کے پھول 12 گرام، مصری 24 گرام کا سفوف بنالیں۔ لیکوریا کے مرض میں تین تین گرام صبح و شام تازہ پانی سے لیں۔ 6,6 گرام صبح و شام نیم گرم دودھ سے لیں۔ لیکوریا کے لئے مفید دوا ہے۔ دو ہفتہ میں آرام آجاتا ہے۔

☆ برگد کا تازہ سبز چھلکا اتار کر سایہ میں خشک کر کے باریک سفوف بنالیں۔ 4,4 گرام سفوف صبح و شام تازہ پانی سے لیں۔

☆ پیپل کی گوند باریک پیس کر 6,6 گرام کی پڑیا بنالیں۔ روزانہ صبح نہار منہ ایک پڑیا دودھ کے ساتھ لیں۔ انشاء اللہ ایک ہفتہ میں آرام ہوگا۔

☆ نیلی شعاعوں کا پانی صبح و شام دو دو اونس پئیں۔

☆ عظیمی لیبارٹریز کی تیار کردہ ادویات سویل کیور + انسیلان دو دو گولی صبح و شام لیں۔ شربت آب شفا دو وقت کھانے سے پہلے ایک ایک چمچ لیں۔

☆ انڈہ، تلی ہوئی چیزوں، بڑا گوشت، تیز مرچ مصالحے بریانی، ماش کی دال، گھی اور ترش اشیاء سے پرہیز کریں۔

☆ املی کے بیج کو بھون کر اس کا چھلکا الگ کر دیں۔ پھر ان کا باریک سفوف بنا کر اس کے وزن کے برابر شکر ملا کر رکھیں۔ کھانے کا ایک چمچہ صبح نہار منہ اور پھر رات کو سونے سے قبل لیا جائے۔

☆ کیکری گوند اور املی کے بیج برابر مقدار میں لے کر ان کا باریک سفوف تیار کر لیا جائے اس سفوف میں ہم وزن شکر ملا کر رکھیں۔ صبح اور سوتے وقت ایک ایک چائے کا چمچ پانی کے ساتھ نوش کریں۔

☆ آم کی گٹھلی کا مغز 20 گرام لے کر ہلکی آنچ پر بھونیں پھر اس کا باریک سفوف ملا کر ہم وزن شکر ملائیں صبح اور رات کو سوتے وقت کھانے کا ایک چمچہ نوش کیا جائے۔

☆ نیم کے درخت کا چھلکا 3 گرام، تخم سفید 3 گرام، مازو سبز 36 گرام۔ تمام ادویہ کا باریک سفوف بنالیں۔ 3,3 گرام صبح و شام پانی سے لیں۔

لیکوریا کا رنگ و روشنی سے علاج

☆ نیلی شعاعوں کا پانی، سبز شعاعوں کا پانی صبح شام دو دو اونس دس منٹ کے وقفہ سے پئیں۔ جامنی شعاعوں کا پانی دو وقت کھانے سے پہلے دو دو اونس پئیں۔ جامنی شعاعوں کا تیل پیڑو پر صبح رات مالش کریں۔

لیکوریا اور رحم کے جملہ امراض کا روحانی علاج

هوالامر هی عما نویل

بحق یا حی یاقیوم

یا باری المصور الارحام

☆ رحم کے امراض (جن میں رسولی بھی شامل ہے) کے لئے مندرجہ بالا تعویذ گلے میں پہنائیں۔ شدت کی صورت میں ایک تعویذ روزانہ صبح نہار منہ چالیس روز تک پانی میں دھو کر پئیں یا پلائیں۔

☆☆☆

نرم نازک دلکش

ہونٹ

صدف قمر

ہونٹوں کی خوبصورتی کا تعلق آپ کی صحت سے ہے۔

ہونٹوں کا قدرتی رنگ گلابی یا گلابی براؤن کے درمیان رہتا ہے جگر یا معدے کی خرابی سے اچھے بھلے چمکیلے ہونٹ سیاہ بھی پڑ جاتے ہیں یا پھٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہونٹوں کی خوبصورتی برقرار رکھنے کے لئے اندرونی بیماریوں کا علاج ضروری ہے ورنہ اوپر کی لیپاپوتی سے تھوڑی ہی دیر کے لئے نقص چھپ سکتا ہے۔

ہونٹ پھٹنا

عام طور پر سردیوں میں ہونٹ پھٹنے کی شکایات بہت عام رہتی ہیں۔ اس کے لئے درج ذیل ٹوٹکے استعمال کریں۔

☆ مغز بادام شیریں کو پانی میں پیس کر ہونٹوں پر ملیں۔

☆ کدو کے بیج کے مغز کو ہونٹوں پر ملیں۔

☆ تربوز کے بیج کو پانی میں پیس کر ہونٹوں پر ملیں۔

☆ گائے کا کچا دودھ ہونٹوں پر لگائیں۔

☆ تھوڑا سا شہد لے کر چند قطرے لیموں کے ڈالیں اور پندرہ منٹ تک ہونٹوں پر لگائیں پھر دھو کر بالائی لگائیں۔ خوبصورتی کے لئے سنگترے کا اوپری چھلکا لگائیں۔

☆ بڑ کا دودھ ہونٹوں پر لگائیں۔

☆ پانچ گرام مکھن میں ایک گرام نمک ملا کر روزانہ لیپ کریں۔

☆ دس گرام گلیسرین میں ایک گرام سہاگہ ملا کر روزانہ لیپ کریں۔

☆ بہی دانہ دس گرام پچاس گرام پانی میں بھگو کر ایک گھنٹہ بعد مل کر اس کا رس اور مغز نکال لیں اور مکھن میں ملا کر ہونٹوں پر لگائیں۔

☆ اسپغول یا بہی دانہ کا رس لگائیں۔ بہی دانہ کی پوٹلی بنا کر عرق گلاب میں بھگو کر بھی لگائیں۔

☆ دو تولہ گائے کے گھی میں چھ ماشہ نمک ملا کر بقدر حاجت ہونٹوں پر لگائیں۔

ہونٹوں کی قدرتی سرخی

ہونٹوں کی قدرتی سرخی کے لئے مندرجہ ذیل نسخے استعمال کریں۔

☆ ناریل کے تیل میں لیموں کا عرق ملا کر اس کو ہونٹوں پر لگائیں۔

☆ رات کو زیتون کا تیل لیموں کا عرق چند قطروں میں ملا کر اس کا مساج کریں۔ صبح اٹھ کر منہ دھونے کے بعد پھر مساج کریں۔ دن میں تین بار سنگترے کے چھلکے ہونٹوں پر رگڑیں۔ ایک گھنٹے بعد نیم گرم پانی میں لیموں کا عرق نچوڑ کر ہونٹوں پر ملیں۔

☆ روزانہ زعفران لگائیں پانچ منٹ بعد دھو ڈالیں۔ چند دنوں تک استعمال کریں۔

☆ تھوڑی سی بالائی لیجئے پھر اس میں لیموں کا عرق ملا کر ہونٹوں پر ملیں۔ کالے ہونٹ والے خشک میوے کا زیادہ استعمال کریں۔

☆ سنگترے اور لیموں کا چھلکا سکھا کر پیس کر بوتل میں

رکھ لیں اور اس کو ہونٹوں پر ملیں۔

ہونٹ پتلے اور خوبصورت

اگر آپ کے ہونٹ موٹے ہوں اور آپ اسے پتلے اور خوبصورت بنانا چاہتی ہوں تو پسی ہوئی پھٹکری، عرق گلاب اور چار قطرے لیموں کے عرق کو ملا کر دن میں دو تین بار اور رات کو سوتے وقت لگائیں۔ پھٹکری اور گلیسرین ملا کر لگائیں اس سے بھی یہی مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ہونٹ کی خشکی

ہونٹوں کی خشکی دور کرنے کے لئے لیموں کے رس میں ہلدی اور دودھ ملا کر ہونٹوں پر اچھی طرح لگائیں۔ اس کے علاوہ دن میں دو تین مرتبہ نیم گرم دودھ کی ٹکور کریں استعمال کریں۔

ہونٹ سفید ہونا

ہونٹ سفید ہونا ایک مرض ہے۔ عام طور پر یہ جگر کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کا علاج کے لئے آسان نسخے حاضر ہیں۔

☆ لونگ، مصطگی یا جائفل کو کوٹ چھان کر مکھن میں ملا کر ہونٹوں پر لگائیں۔

☆ انجیر کو سرکہ میں پیس کر ہونٹوں پر کھردرے کپڑے سے رگڑنے کے بعد لگائیں۔

ہونٹوں کا ورم

بھڑ، مکھی وغیرہ کا کاٹنا، ترش اشیاء کا زیادہ کھانا اور نزلہ وغیرہ اس کے اسباب ہیں۔

☆ صندل سرخ یا سفید، آب کاسنی سبز یا عرق گلاب میں گھول کر لگانے سے بھی بہت فائدہ ہوتا ہے۔

☆ انار کا رس ۷ تولہ پینا یا شربتِ غورہ (انگور خام) ۴ تولہ پینا بھی مفید ہے۔

☆ سویا کے بیج یا بابونہ میں سے کسی ایک کو پانی میں پیس کر ہونٹوں پر ملیں۔

ہونٹوں کا زخم

☆ انگور نچوڑ کر ملنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

☆ دھنیے کے پتوں کو نچوڑ کر دیر تک منہ میں رکھیں اور پتوں کو پیس کر لگائیں۔

☆ مہندی کے پتے کا باریک سفوف بنا کر سرکہ میں گوندھ کر ہونٹوں پر لگائیں۔

☆ ہلیلہ (ہڑ)، آملہ یا گلاب کے دانے کسی ایک کو کوٹ کر شہد میں ملا کر لگائیں۔

جوڑوں کے درد کا قدرتی علاج

سورنجان تلخ 1 تولہ، سورنجان شیریں 1 تولہ، سونٹھ 1 تولہ، لونگ 1 تولہ، مرچ سیاہ 1 تولہ، دار چینی 1 تولہ، ایک عدد زردی انڈہ، شہد ایک چمچ، گودہ گھیکوار 5 تولے خشک ادویہ کو پیس کر بقیہ ادویہ ڈال کر چھوٹی چھوٹی گولیاں بنالیں اور صبح و شام دو دو گولی دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔ اس نسخے کے علاوہ لہسن چھیل کر اور کوٹ کر دودھ میں کھویا بنالیں اور حلوہ بنا کر صبح و شام بقدر تین ماشہ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ منقی، خشک ناریل، اخروٹ، باجرے کی روٹی، کریلے کی ترکاری یہ تمام اشیاء اس مرض میں فائدہ مند ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ لیموں اور چھوارے بھی بے حد مفید ثابت ہوتے ہیں۔

آپ کے لئے بہتر ہے کہ مچھلی، گوشت اور انڈوں کا استعمال بالکل ترک کردیں۔ صحت ہونے کے بعد جب گوشت کھائیں تو پہلے کسی پرند کا گوشت کھائیں پھر مچھلی اور پھر بتدریج بکری اور گائے کا گوشت کھائیں لیکن اس وقت بھی ایک عرصہ تک گردے، تلی اور جگر نہ کھائیں۔

(مرسلہ: حکیم محمد خالد گوہر)

﴿ مرتبہ: حسن احمد شیخ ﴾

جنت کا نظارہ

امریکی ریاست ورجینیا میں مقیم 71 سالہ خاتون میری ایلیس رابرٹس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ تین بار جنت دیکھ چکی ہے۔ میری نے بتایا ہے کہ 1985ء میں دل کے آپریشن کے دوران اس کی حرکت قلب بند ہوگئی تھی اور اس کی روح پرواز کر کے جنت پہنچ گئی۔ جہاں اس نے اپنے والدین سے ملاقات بھی کی۔ میری نے مزید بتایا ہے کہ اس کی روح نے جنت کے دل کشا باغات میں بینگنی رنگ کے پھول اور بڑے بڑے درخت بھی دیکھے۔ میری نے بتایا ہے کہ اس کی روح نے وہاں ایسی روشنی بھی دیکھی جو زمین پر کہیں موجود نہیں ہے۔ وہ کہتی ہیں "مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے خدا کو دیکھ لیا ہے"۔

(مرسلہ: حنا الیاس۔ کراچی)

نابینا کو بینا

بجوٹا میں ماہرین طب اس وقت شدید کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو گئے جب 300 پونڈ وزنی خاتون نے 2 نابینا افراد کی بینائی ان کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر لوٹا دی۔ بھاری بھر کم خاتون مسز ایپاڈاکا نے مارکیٹ میں ایک نابینا شخص کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا تو وہ فوری طور پر دیکھنے کے قابل ہو گیا۔ ساڑھے تین ہفتوں بعد بس میں چڑھتے ہوئے مسز ایپاڈاکا نے ایک اور نابینا شخص کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا تو وہ بھی ٹھیک ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے ان واقعات کو مافوق الفطرت قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ بظاہر اس بات کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ پاؤں پر پاؤں پڑنے سے دو اندھوں کی بینائی کیسے لوٹ آئی۔ بینائی پانے والے افراد سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ انہیں اس بارے میں نہیں پتہ کہ ان کی بینائی کیسے لوٹی۔

(مرسلہ: ایم یعقوب چشتی۔ ملیر کراچی)

انسانی کھال کے لباس

جانوروں کے حقوق کے لئے جدوجہد کرنے والی تنظیموں نے جانوروں کے شکار کے خلاف احتجاج کے طور پر پالتو جانوروں کو انسانی کھال سے بنے کپڑے پہنا دیئے۔ ان تنظیموں کی طرف سے انسانی کھال سے کوٹ سوئٹر اور ٹوپیاں بنائی گئی ہیں جو صرف پالتو جانوروں کے پہننے کے لئے ہیں ان کی قیمت 19.95 ڈالر سے 59.95 ڈالر تک مقرر کی گئی ہے۔ تنظیموں کی طرف سے انسانی کھال سے بنے ان کپڑوں کے لئے اشتہاری مہم بھی شروع کر دی گئی ہے۔ پالتو جانوروں کے حقوق کے لئے جدوجہد میں مصروف ایک تنظیم کی نمائندہ مانجاکیسکی کا کہنا ہے کہ جب انسان جانوروں کی کھال سے بنے ہوئے کپڑے پہن سکتے ہیں تو جانوروں کو بھی حق ہے کہ وہ انسانی کھال سے بنے ہوئے کپڑے پہنیں۔ مانجا کا یہ بھی کہنا ہے دنیا بھر میں تحریک چلائی جائے گی۔

(مرسلہ: شاہ محمد نبی۔ بدین)

اٹلی میں ناخن لوٹ لئے جاتے ہیں

اٹلی کے دارالحکومت روم میں ناخن چھیننے کی وارداتوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ روم پولیس کے ایک عہدیدار انتھومن فلورنزا نے بتایا کہ انہیں تقریباً 40 مرد و خواتین کی طرف سے شکایات موصول ہوئی ہیں کہ جب

وہ صبح باغ میں جاگنگ کے لئے جاتے ہیں تو ایک نامعلوم شخص اسلحہ کے زور پر انہیں اپنے ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کے لئے کہتا ہے اور اس کے بعد کٹے ہوئے ناخن لے کر فرار ہو جاتا ہے پولیس کا کہنا ہے کہ ان وارداتوں میں ابھی تک کسی کے زخمی ہونے کی اطلاع نہیں ملی۔ تاہم ملزم تاحال گرفتار نہیں ہو پایا۔

(مرسلہ: عمران عزیز۔ کراچی)

بارش کے پانی سے گٹھیا کا علاج

ہسپانوی ماہرین نے بتایا ہے کہ ان کی حالیہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ بارش کے پانی سے گٹھیا کا مرض ختم ہو جاتا ہے 7 برس تک تحقیق کرنے والی ٹیم کے سربراہ ڈاکٹر فلو مونٹا نے بتایا کہ بارش کے صاف پانی کو جمع کر کے 30 منٹ تک رکھنے کے بعد پانی پی لیا جائے۔ یہ مشق روزانہ روا رکھی جائے۔ انہوں نے گٹھیا کے مریضوں کے تین گروپ تشکیل دیئے جن میں سے ایک کو بارش کا صاف پانی، دوسرے گروپ کو پہاڑی پتھروں سے رسنے والا پانی اور تیسرے گروپ کو عام طور پر استعمال ہونے والا پانی پلایا گیا بارش کا صاف پانی پینے والے مریض اچھے ہو گئے۔

(مرسلہ: غزالہ۔ لانڈھی ایریا، کراچی)

خود کار زینے کا عذاب

جاپان کے دارالحکومت ٹوکیو کی ایک تجارتی عمارت میں متحرک زینے نے 23 افراد کو کاٹ کر ہلاک کر دیا جبکہ 17 شدید زخمی ہو گئے حکام نے بتایا ہے کہ عمارت میں ایک بچے نے منہ سے چیونگ گم نکال کر بالائی منزل سے نیچے پھینکی جو اتفاقاً متحرک سیڑھی کے اندر چلی گئی چیونگ گم کے اندر جانے کی وجہ سے ایک مشینی حصہ بلاک ہو گیا جس سے زینے پر موجود 40 افراد زینے کی سطح سمیت مشینی حصوں میں جا گرے نتیجے میں 23 افراد کے اعضاء کٹ گئے اور وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گئے امدادی اہلکاروں نے مشینی حصے کاٹ کر لاشوں کو باہر نکالا۔

(مرسلہ: امداد حسین۔ حیدر آباد)

احمق امریکی ......

برطانوی ماہر کا کہنا ہے کہ اس کی 12 ماہ کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ امریکی احمقوں کی طرح بولتے ہیں۔ تحقیقی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکی دو الفاظ "یو نو" اور "لائیک" بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اکثر امریکی یہی دو الفاظ غیر ضروری طور پر روزانہ کئی مرتبہ دہراتے ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کی گفتگو کا بڑا حصہ فضول اور احمقانہ ہوتا ہے۔ برطانوی ماہر کا یہ بھی کہنا ہے کہ انگریزی کے الفاظ کی تحقیق کرنے سے بھی احمقانہ انداز کی عکاسی ہوتی ہے مذکورہ برطانوی محقق جس کا نام نہیں بتایا گیا امریکہ کی یونیورسٹی آف فینکس ایریزونا سے تعلق رکھتا ہے۔

(مرسلہ: مراد وحید الدین۔ کراچی)

جیلی فش کے ڈی این اے سے بندر تیار

پورٹ لینڈ سے تعلق رکھنے والے سائنس دانوں نے جیلی فش کے ڈی این اے سے مصنوعی طور پر بندر تیار کر لیا۔ ریجنل ریسرچ سینٹر کے ڈاکٹر کبیر اللہ نے بتایا کہ اب وہ دن دور نہیں جب جیتے جاگتے انسان لیبارٹری میں تیار کئے جائیں گے انہوں نے بتایا سبز جیلی فش کا ڈی این اے ہندوستان میں پائے جانے والی چھوٹی دم والے مادہ بندر کے رحم میں داخل کیا گیا تھا جس نے وقت مقررہ پر ایک عام اور صحت مند بندر کو جنم دیا۔ ڈاکٹر کبیر اللہ کے مطابق پہلے جیلی فش کے ڈی این اے کا تجربہ چوہوں پر کیا گیا تھا اس میں کامیابی کے بعد ہی اسے بندر پر آزمایا گیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اس سے قبل کسی بھی جانور کا ڈی این اے ایک انجکشن کے ذریعے دوسرے جانور کے رحم میں داخل کیا جاتا تھا لیکن اس مرتبہ ہم نے انجکشن کے ذریعہ بندر کے بیضہ میں داخل کیا۔

(مرسلہ: سکندر خان۔ لاہور)

☆☆☆

انعامی — کوئز

معلومات عالم

درج ذیل سوالات کے تین جوابات میں سے درست جواب پر سرخ بال پوائنٹ سے نشان ✓TICK MARK لگا کر کوپن مکمل کریں اور پورا صفحہ ڈائجسٹ سے نکال کر اس ماہ کی 30 تاریخ تک ارسال کر دیں۔ جوابات علیحدہ کاغذ پر تحریر نہ کریں اگر آپ کے جوابات درست ثابت ہوئے تو آپ کو معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک کتاب ان کے آٹوگراف کے ساتھ بطور انعام دی جائے گی۔ ایک سے زائد درست حل موصول ہونے پر فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔ "معلومات عالم" اور "اس ماہ کے بہترین مضامین" کے حل ایک ہی لفافے میں ارسال فرمائیں۔

معلومات عالم روحانی ڈائجسٹ ۱۔ڈی، ۱/۷، ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

۱۔ حضرت ابراہیمؑ کے بڑے صاحبزادے کا نام بتائیں جو اللہ کے برگزیدہ نبی تھے؟

حضرت اسماعیلؑ ...... حضرت اسحٰقؑ ...... حضرت ایوبؑ

۲۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد حضور ﷺ کا دوسرا نکاح کس سے ہوا؟

حضرت عائشہؓ ...... حضرت سودہؓ ...... حضرت ام سلمیٰؓ

۳۔ پاکستان کے کس شہر کو "کالجوں کا شہر" کہا جاتا ہے؟

فیصل آباد ...... حیدر آباد ...... لاہور

۴۔ شیخ الرئیس کن مشہور مسلم سائنسدان کا لقب تھا؟

بو علی سینا ...... محمد بن موسیٰ خوارزمی ...... جابر بن حیان

۵۔ کیمیا کس زبان کا لفظ ہے؟

لاطینی ...... فارسی ...... عربی

۶۔ شیر کے ایک پاؤں کی انگلیوں کی تعداد بتائیں؟

3 ...... 4 5

۷۔ کرکٹ بیٹ کس درخت کی لکڑی سے بنتا ہے؟

بید کی لکڑی ...... صنوبر کی لکڑی ...... چندن کی لکڑی

۸۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا تعلق روحانیت کے کس سلسلہ سے تھا؟

سلسلہ قادریہ ...... سلسلہ نقشبندیہ ...... سلسلہ چشتیہ

اس ماہ کے بہترین مضامین

فروری ۲۰۰۰ء کے روحانی ڈائجسٹ میں اپنے پسندیدہ مضامین کی نشاندہی کیجئے اور معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک کتاب ان کے آٹوگراف کے ساتھ بطور انعام حاصل کیجئے۔ ذیل میں دیئے گئے ٹوکن کی نشاندہی ترتیب وار پوائنٹ سے کریں اور اس ماہ کی 30 تاریخ تک ہمیں ارسال کریں۔ ٹوکن کی فوٹو اسٹیٹ قابل قبول نہیں ہوگی۔ فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔ خواجہ شمس الدین عظیمی اور وقار یوسف عظیمی کے تحریر کردہ مضامین نتائج میں شامل نہیں ہوں گے۔ اپنی نگارشات اس پتے پر ارسال کریں۔

"اس ماہ کے بہترین مضامین" روحانی ڈائجسٹ۔ ڈی ۱، ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

1 - ____________

2 - ____________

3 - ____________

4 - ____________

5 - ____________

ٹوکن برائے معلوماتِ عالم (انعامی کوئز) اس ماہ کے بہترین مضامین

(لفافے پر اپنا مکمل پتہ ضرور تحریر فرمائیں)

نام ____________

ولدیت ____________ عمر ____________ تعلیم ____________

مکمل پتہ ____________

____

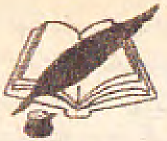

روحانی ینگ رائٹرز کلب

"روحانی ینگ رائٹرز کلب" کے زیر اہتمام ہم نئے لکھنے والوں کو طبع زاد، دلچسپ، بامقصد، معلوماتی، سائنسی اور روحانی مضامین یا کہانیاں لکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ قلم اُٹھائیے اور اپنے ذہن میں وارد ہونے والے خیالات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیجئے۔ اپنی نگارشات کے ہمراہ اپنا مکمل تعارف جس میں تعلیم، مشاغل، رہائشی پتہ شامل ہو نیز قومی شناختی کارڈ یا تعلیمی ادارے کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لازماً ارسال کریں۔ آپ کی نگارشات ہمارے معیار پر پوری اُتریں تو ہم روحانی ڈائجسٹ کے اوراق کی زینت بنائیں گے۔ مضامین قابلِ اشاعت ہوں یا ناقابلِ اشاعت دونوں صورتوں میں مسودہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

خودی کا راستہ

ارم کنول۔ پیپلز کالونی۔ گوجرانوالہ

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

تقدیر کیا ہے؟ ایک لکھی ہوئی بات۔ یہ شعر ہم کافی عرصے پڑھتے، سنتے اور سناتے آرہے ہیں۔ اگر کسی کو شعر و شاعری سے واجبی سی دلچسپی ہو پھر بھی اس کو اقبال کا یہ شعر ضرور یاد ہوگا۔ مگر اقبال نے جس کیفیت کے زیرِ اثر شعر کہا اس کی حقیقت ہر کسی پر منکشف نہیں ہوپاتی۔

تقدیر کا مطلب ہے آپ کی خواہش، آپ کی دعا کی فریکوئنسی اور آپ کی لکھی ہوئی تقدیر کی فریکوئنسی کا ایک ہونا۔

خدا کے دینے کی ترتیب میں تو کوئی فرق نہیں آتا۔ بس بندہ اچانک وہی مانگ لیتا ہے جو اس کو ملنے والا ہوتا ہے۔ ہم سب کے ساتھ بھی زندگی میں کافی مرتبہ یا چند بار یہ ضرور ہوا ہے کہ ہم سب نے منہ سے لفظ نکالے اور ادھر سے وہ قبول ہوگئے۔ خدا نے تو لوح محفوظ میں ہر مخلوق کی تقدیر کے بارے میں لکھ دیا ہے اور وہ تبدیل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کو لکھا سب سے بڑے منصف سب سے بڑے حکیم اور سب سے زیادہ پیار کرنے والے نے ہے اور ظاہر ہے کہ اس نے جو لکھا ہے اس میں ہماری بہتری ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قیامت کے روز وہ ہمارے اعمال نامے اور ہماری لئے لکھی ہوئی تقدیر کو آمنے سامنے رکھ کر ہمیں موازنہ کرنے کو کہے کہ دیکھو میں نے تمہارے لئے کیا لکھا تھا اور تم نے اپنے عمل سے کیا کیا۔ میں نے تو تمہارے لئے سیدھا راستہ لکھا تھا مگر تم نے اپنی عقل، اپنے علم اور اپنی Choice سے ٹیڑھا میڑھا راستہ منتخب کر لیا۔ میں نے تمہارے ساتھ انصاف کیا مگر تم نے اپنے ساتھ خود ہی ناانصافی کی۔

اپنی خودی کو بلند کرنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ آپ کے الفاظ عمل کا روپ دھار لیں اور آپ صرف وہی مانگنے لگیں جو آپ کے لئے لکھا ہوا ہے۔ خودی ہمارے اندر سیدھا راستہ پیدا کرتی ہے۔ یعنی آپ اپنی چابی سے صرف اپنا ہی دروازہ کھولتے ہیں۔ دوسروں کا دروازہ کھولنے کی غلطی نہیں کرتے، پھر نہ تو کوفت ہوتی ہے، نہ خفت اور نہ ہی توانائی ضائع ہوتی ہے۔ خودی آپ کو تیر ٹھیک نشانے پر لگانے کے لئے تیار کرتی ہے اور وہ چابی اور تیر دعا ہے آپ اس چابی سے صرف اپنی ہی تقدیر کا اور درست دروازہ

کھو لیتے ہیں۔ آپ اس تیر سے اپنے ہی ہدف کو نشانہ بناتے ہیں۔ مگر یہ استعداد صرف شکر اور صبر سے پیدا ہوتی ہے۔

ہماری زندگی کیا ہے؟ بس ایک آزمائش ہے۔ پھر ڈھیر ساری خواہشیں کیوں ہمارا رستہ کھوٹا کرتی ہیں؟ چھوٹی سی زندگی میں آخر اتنی خواہشوں کی کیا قیمت ہے؟ ہر کوئی زندگی کو اپنی عینک سے دیکھتا ہے۔ کچھ لوگ مکھی کی طرح سے زخم پر بیٹھ جاتے ہیں اور کچھ لوگ بادلوں کی طرح سے کانٹوں پر بھی برس جاتے ہیں۔ ہمارے اندر کتنے ہی موسم ہوتے ہیں۔ حبس زدہ، گھٹن والے، تیز دھوپ والے، بارش کی طرح برستے ہوئے، ہواؤں کی طرح سے چلتے ہوئے اور ہر موسم کا اثر الگ ہوتا ہے۔

ہماری زندگی صرف ایک دائرہ ہے۔ ہمیں بار بار اس مقام سے گزرنا پڑتا ہے۔ جس سے ہم پہلے بھی گزرے ہوئے ہیں۔ ہماری بڑھتی ہوئی عمر ہمارے لئے کچھ نیا نہیں لاتی۔ سب کچھ وہی ہوتا ہے صرف دیکھنے والی آنکھ اور سوچنے والا دماغ بدل جاتا ہے۔

ایک بچے کے لئے سیب صرف پھل ہے۔ کھانے کی مزیدار چیز، مگر ایک سائنسدان کے لئے وہی سیب Sub-ject ہے۔ وہ اس پر تجربات کرکے اس کی نئی نئی اقسام دریافت کرتا ہے۔ کیا سیب بدل گیا؟ نہیں بلکہ سیب کو دیکھنے اور پرکھنے والی آنکھ بدل گئی۔

سب کچھ وہی رہتا ہے اور وہی رہے گا۔ ایک مدت تک مگر سوچنے کا انداز بدلے گا۔ چاند، ستارے، سورج، پھل، پودے، زمین، ہوا، آگ سب ویسے ہی ہیں۔ مگر تجسس، جستجو ہمیں آگے لے جاتی ہے۔ ستاروں سے آگے جہاں ہمارا اصل مقام ہے۔ اس کائنات کو تو ہمارے لئے مسخر کردیا گیا ہے۔ ہمیں خود کس مقام پہ جاکے مسخر ہونا ہے۔ بس یہ دریافت کرنے کی بات ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

عشق ہر کسی کو عطا نہیں ہوتا۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے اور بڑے حوصلے والا جذبہ ہے۔ اس میں موجود Potential energy کو ہر دل برداشت نہیں کرسکتا۔ محبت حاصل نہیں کی جاسکتی۔ یہ ایک الہامی جذبہ ہے اور صرف اس داتا کی دین ہے خدا ہم سب کو محبت سے منور کرے۔

(آمین)

اُف یہ جہیز

فوزیہ سہیل۔ ملتان روڈ لاہور

بچپن میں جب ہم کسی شادی میں جایا کرتے تھے تو بہت خوشی ہوا کرتی تھی کہ نئے جوتے نئے کپڑے پہنیں گے اور بننے سنورنے کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں سے ملاقات ہوگی اور خوب ہلا گلا ہوگا۔ مزے مزے کے کھانے ہوں گے۔ دلہن کا گھر ہوگا تو رخصتی کے وقت رو لیں گے اور دولہا کا گھر ہوگا تو خوب خوشیاں منائیں گے۔

شادی کا ہنگامہ ختم ہونے پر گھر واپس لوٹتے تو گھر کے بڑے مل کر شادی میں موجود ہر کردار پر روشنی کرتے کہ فلاں ایسی لگ رہی تھی دلہن اتنا جہیز لائی۔ اور بڑی ایسی بنی وغیرہ وغیرہ تب تو ہمیں ایسی باتوں سے نہ تو کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی سمجھ میں آتی تھیں۔

خیر ہم جب سمجھ دار ہونے لگے اور شعور کی سیڑھی پر پہلا قدم رکھا تو ہر قدم پر ایک نیا تماشہ دیکھنے کو ملا جو بات میں آپ لوگوں کو بتانے جارہی ہوں اس سے پہلے میں آپ پر یہ واضح کردوں کہ یہ سب کچھ اپنے ماحول اور ارد گرد کے لوگوں سے متاثر ہو کر لکھ رہی ہوں ممکن ہے کہ دنیا میں اس سے بھی زیادہ متاثر کن واقعات رونما پذیر ہو رہے ہوں۔ بہر حال ہر شخص کی اپنی سوچ ہے اور اپنا ماحول ہے کوئی کس حد تک متاثر ہوتا ہے اپنے ماحول سے یہ اس کے کردار پر منحصر ہے کہ وہ کس قدر حساس ہے۔

بات ہو رہی تھی شادی کی تو ایک بار میرا جانا ایک بیوٹی پارلر میں ہوا وہاں دلہن تیار ہونے آئی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی سہیلیاں اور کزن وغیرہ بھی تھیں۔ جہاں چار خواتین ہوں اور باتیں نہ ہوں ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا جب کہ میری عادت چپ رہنے کی ہے اور میں اس قدر خاموش اور چپ رہتی ہوں کہ پاس بیٹھی خواتین ہمدردی کرنے لگتی ہیں کہ بیچاری گونگی ہے۔ خیر وہ لڑکیاں باتیں کررہی تھی اور میں سن رہی تھی۔

لب لباب یہ ہے کہ دلہن نے اتنا جہیز تیار کروایا ہے کہ کسی غریب کی چار لڑکیاں آسانی سے بیاہی جاسکتی تھیں اور دولہا کی طرف سے بھی اتنی بری بنی ـــــ کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ جہیز یا بری کیوں بنائی ظاہر ہے انسان اپنی خوشیوں کے لئے ہی اتنا کچھ کرتا ہے۔ ایک حد میں رہتے ہوئے تو ٹھیک ہے لیکن اتنے جہیز کے سامان کے علاوہ دلہن صاحبہ کے گھر والوں نے دولہا کو پجارو بھی دی۔ جس کی چین سونے کا بنوایا گلے کی چین انگوٹھیاں اور گھڑیاں اس کے علاوہ ہیں ـــــ اب آپ فیصلہ کریں کہ یہ سب جائز ہے یا ناجائز۔ ٹھیک ہے اپنی محنت سے کمائی کرکے بنوایا لیکن اس کی نمائش کرکے لوگوں کو کیوں احساس کمتری میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور دلہن سے ملاقات ہوئی جو سونے کے زیورات سے لدی پھندی تھیں۔ بالوں میں لگانے والی پنوں سے لے کر پازیب تک سونے کی تھی۔ میں اتنے عجیب و غریب اور بڑے بڑے ڈیزائنوں میں بنے ہوئے زیورات دیکھ کر حیران رہ گئی پتہ چلا کہ کسی انڈین فلم کی ہیروئن نے جو ڈریس اور زیورات پہنے تھے انہوں نے دولہا کو مجبور کرکے یہ سب بنوایا ہے تاکہ یہ ایک دن پہن کر فوٹو سیشن کروایا جائے، جبکہ اسی پارلر میں ایسی دلہن بھی آئی جو گلے میں نقلی سیٹ سونے کا پانی چڑھا کر آئی تھی اور میک اپ اس لئے کروا رہی تھی کہ سسرال میں عزت بن جائے اور ڈر ہے کہ نقلی سیٹ کا پول نہ کھل جائے۔ میں آپ لوگوں سے پوچھتی ہوں کہ کیا محبتوں کے رشتے یوں جھوٹ اور دکھاوے سے جڑتے ہیں؟۔

ایک خاتون نے اپنی بیٹی کا رشتہ ایک ایسے لڑکے کے ساتھ طے کردیا جو پانچ سال کے بعد پاکستان آیا تھا اور وہ جو کچھ کما کر لایا اس کا خیال تھا کہ وہ آرام سے کچھ دن گزار کر اپنا بزنس شروع کردے گا ماں باپ نہیں تھے، بہنیں شادی شدہ تھیں اور گھر میں صرف بھابھی تھی اب جب وہ بھابھی صاحبہ دیور کو بیاہنے آئیں تو ان خاتون سے تمام رسوم ادا کروائیں خاندان کی بڑی بوڑھیوں تک کے جوڑے لئے بچوں کے کپڑے وغیرہ بھی حتیٰ کہ ولیمے کے دن دلہن کو تیار بھی کروایا تو پیسے دلہن کے گھر والوں نے دیئے حیرت ہے کہ وہ ساس تو نہ تھیں پھر بھی ساس سے دو ہاتھ بڑھ کر تھیں۔ بقول ان خاتون کے کہ بیٹی کے سسرال والوں نے خود تو تمام رسمیں پوری کیں یہاں تک کہ دلہن کے گھر آتے ہی اس کے تمام پیسے دولہا کی تمام سلامی کے پیسے دولہا کے ہار وغیرہ بھی جیٹھانی صاحبہ نے اپنے قبضے میں کرلئے اور بعد میں محلے میں ہی ہار فروخت کردیئے۔

اس پر ہی بس نہیں بے حسی اور زیادتی یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ دلہن کی طرف سے جو جوڑے نندوں اور جیٹھانیوں کو دیئے گئے تھے وہ بھی بھابی صاحبہ نے دلہن کے سامنے کام کرنے والیوں اور ناچ گانا کرنے والیوں کو دے دیئے کیونکہ انہیں پسند نہیں آئے تھے۔ دلہن خاموشی سے سب کچھ دیکھتی سہتی رہی کہ چلو کچھ وقت گزرے گا تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا لیکن اس پر بھی جیٹھانی صاحبہ کو شکایت کہ میں اتنا کچھ کہتی ہوں دیورانی کیوں نہیں بولتی یہ بھی کہا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو اب یہاں یہ بات سمجھ نہیں آرہی کہ جیٹھانی دیورانی کو بولنے پر کیوں مجبور کررہی ہے حالانکہ جب وہ بولے گی تو تب بھی اُسے برداشت نہ ہوگا۔

میری تمام خواتین سے یہ التماس ہے کہ گھر میں نئی آنے والی دلہن کو اپنے مقابلے میں لانے کے بجائے اُسے سمجھنے کی کوشش کریں آخر وہ ماں باپ بہن بھائی کو چھوڑ کر ایک نئی زندگی کی شروعات کرنے جارہی ہوتی ہے اور

اس کے لئے کچھ عرصہ تو لگے گا کہ وہ سسرال میں سب کے مزاج کو سمجھ سکے۔ مجھے ایسے حالات سے بہت خوف محسوس ہوتا تھا کیونکہ میں اپنے اردگرد کے ماحول سے اپنی سہیلیوں سے ہمیشہ یہی باتیں سنتی رہی کہ جیٹھانی نے جینا حرام کردیا ہے یا ساس نندوں کے معیار پر پورا نہیں اتری جہیز میں کچھ کمی رہ گئی۔ کیا لڑکی کو اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کی اتنی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے کہ جہیز وہ جیٹھانیوں نندوں یا ساس کا منہ بند کرنے کے لئے لائے اور جوڑے، زیورات وغیرہ بنوا کر دے۔

یہ بات میں خود سے نہیں کہہ رہی بلکہ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھا ہے۔ مجھے ایک شادی میں جانے کا اتفاق ہوا دلہن کا باپ ایک دکاندار ہے۔ دکان کوئی بہت بڑی نہیں تھی مارکیٹ میں ایک عام سی دکان تھی۔ لیکن اپنی بیٹی کی شادی کے لئے اس نے تمام وہ جہیز دیا جو ایک بڑا گھر کو بھرنے کے لئے کافی تھا۔ برتن، فرنیچر، فریج، ٹی وی، وی سی آر بجے موجود تھی اور سب سے بڑھ کر یہ جیٹھانیوں اور نندوں کو جیٹھ اور نندوئیوں کو ساس سسر سب کو 24 جوڑے 2 گرم سوٹ فی فرد اس کے علاوہ سونے کی انگوٹھیاں دونوں جیٹھوں اور نندوئیوں کو گھڑیاں کو ٹیاں سویٹر اس کے علاوہ سب لوگوں کو یہ چیزیں دی گئیں۔

مجھے حیرت کے ساتھ پریشانی بھی ہوئی کہ آخر یہ سب کیسے کیا ہوگا اور سسرال والوں نے کیسے یہ سب کیا ہوگا ان کی غیرت نے یہ سب کیسے گوارہ کیا ہوگا۔ باقاعدہ ان سب چیزوں کی نمائش کی گئی سب لوگوں کو دکھایا اور بتایا گیا یہ سب کچھ دیکھ کر وہاں موجود خواتین کے دل میں تو یہ خیال ضرور آیا ہوگا کہ ہم بھی ایسی ہی دلہن لائیں گے جو گھر کو بھر دے۔

انہی دنوں گھر میں میری شادی کی بات ہوئی میں پریشان تھی کہ اتنا سب کچھ کیسے ہوگا۔ حالانکہ میں اور میرے گھر والے جہیز کے سخت خلاف ہیں۔ میں سوچا کرتی تھی کہ جس شخص سے میری شادی ہو میں اس سے پہلے مل کر یہ بات واضح کردوں کہ جہیز میں میں صرف تعلیم، شرافت عزت اور ماں کا سکھایا ہوا گھرداری کا سلیقہ ہی لاسکتی ہوں نندوں ساس اور جیٹھانیوں کو بھی میں عزت اور احترام کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتی۔ میرے گھر والوں کو بھی میرے ساتھ اتفاق تھا۔ لیکن ایک مشرقی لڑکی ہونے کی وجہ سے روایتی شرم وحیا آڑے آئی اور میں نے شادی سے پہلے لڑکے کو دیکھا بھی نہیں گھر والوں نے صرف تصویر دکھائی اور پھر مجھے ماں باپ پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ میرے لئے بہتر ہی کریں گے۔

لیکن جب مجھے یہ پتہ چلا کہ لڑکے نے جہیز کے لئے منع کردیا ہے۔ تو میں نے اس شادی کے لئے حامی بھرلی میرے بڑے بھائی کی شادی بھی ساتھ ہی ہونا طے پائی۔ پہلے دن بھائی کو گھر لائی اور اگلے دن خود رخصت ہوکر پیا دیس چلی گئی۔ ہمارا نکاح مراقبہ ہال لاہور کے نگران محترم جناب میاں مشتاق صاحب نے پڑھایا مرشد کریم الشیخ عظیمی کے حکم کے مطابق حق مہر طے ہوا۔

میری والدہ نے جو کپڑے زیور میرے لئے بنوائے وہی کچھ اپنی بہو یعنی میری بھابی کے لئے بنوایا اور انہیں بھی کوئی جہیز لانے کی اجازت نہیں دی۔

کھانے پر پابندی تو تھی ہی میرے میکے اور میری سسرال نے جہیز کی مخالفت کرکے ایک اچھی رسم کی شروعات کی ہیں۔

مجھے اس بات کی بھی بہت خوشی ہے کہ میری سسرال میں کسی نے مجھے یہ احساس بھی نہیں ہونے دیا کہ میں جہیز نہیں لائی۔ مجھے اپنے شوہر سے نہ صرف محبت ہے بلکہ ان پر فخر بھی ہے اور میں پاکستان کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں سے امید کرتی ہوں کہ وہ میرے شوہر سہیل کی طرح جہیز کی لعنت کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور سادگی اپناتے ہوئے اسلام کا نام روشن کریں۔

بچوں کا روحانی ڈائجسٹ

پیشین گوئی

یاسمین جمال

برے لوگوں سے کسی بھی اچھائی کی امید رکھنا فضول ہے۔ یہی وجہ تھی جو لومڑی بُری بات کے علاوہ کچھ سوچتی ہی نہیں تھی۔ ایک دن اس کے ذہن میں ایک شیطانی خیال آیا کہ کسی طرح جنگل کے جانوروں کو کسی خیالی خوف میں مبتلا کردیا جائے۔ دراصل یہ کوئی ان جانا خوف ہی ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے آدمی کبھی ستاروں کی چال دیکھتا ہے، ہاتھ کی لکیریں پڑھواتا ہے، "یہ ہفتہ کیسا رہے گا" کا کالم پڑھتا ہے اور بہت سے وہموں کا شکار رہتا ہے اور نجومیوں اور پیشین گوئیاں کرنے والوں کی چاندی ہو جاتی ہے۔

ممکن ہے کہ لومڑی نے غالباً کسی انسانی بستی ہی میں جاکر یہ نئی شرارت سیکھی ہو۔ بس جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر ہر طرف پھیل گئی کہ لومڑی جانوروں کے پنجے دیکھ کر مستقبل کا حال بتاتی ہے۔ تو تو (خرگوش) نے سب کو بہت یقین کرانے کی کوشش کی کہ لومڑی مکار ہے خواہ مخواہ مفت میں بہکا رہی ہے سب کو مگر کسی نے اس کی نہ سنی۔ لومڑی ایک درخت کے نیچے بیٹھی تھی۔ اس کے چاروں طرف جانور عقیدت سے دم سمیٹے بیٹھے ہوئے تھے اور اس سے سب درخواست کر رہے تھے کہ وہ ان کے پنجے دیکھ کر قسمت کا حال بتائے اور آنے والے خطروں سے آگاہ کرے۔ لومڑی نے دے تکبر سے کہا "ایک فقط سا کر آگاہ یاد رکھو..... میں تم لوگوں سے کوئی فیس نہیں لے رہی ہوں، میرے لئے صرف گوشت کے ٹکڑے لایا کرو ذائقے دار ٹکڑے!"

سب سے پہلے چیتا آگے بڑھا اور اپنا پنجہ اس کی طرف بڑھایا۔

"ہوں" لومڑی نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "مصیبت سر پر کھڑی ہے۔ آٹھ دن تک گھاس میں چھپے رہو کہیں مت جاؤ۔"

اگلا جانور لنگور تھا۔ لومڑی نے اس کا پنجہ دیکھ کر اگلا کیا "جس درخت پر بیٹھو گے بجلی گر جائے گی۔ دس دن تک درخت سے دور رہو۔"

اب ہاتھی کی باری تھی لومڑی نے اس کا ملیا چوڑا پیر دیکھ کر کہا "چودہ دن گنے مت کھانا ورنہ پیٹ کی مصارف لاحق ہو جائے گی۔"

اب شیر نے بھی ڈرتے ڈرتے اپنا پنجہ دکھلایا۔ لومڑی نے اسے بتایا "جہاں پناہ! آپ کے سر پر خطرے کے خوفناک سائے منڈلا رہے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ ایک مہینے تک گوشت سے سخت پرہیز کریں اور صرف پھل کھائیں۔ ہاں اگر دل چاہے تو کسی جانور کو شکار کرسکتے ہیں مگر اسے کھا نہیں سکتے۔ اسے کوئی لومڑی کھالیا کرے گی" یہ کہتے ہوئے لومڑی نے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

دیکھتے ہی دیکھتے جنگل کی حالت بدل گئی۔ چیتا دن بھر گھاس میں چھپا رہتا۔ لنگور زمین میں ماراماراپھر تا نظر آتا تھی گنے کو ترستا ہے چیتا اشیر فاقے ہی کرتا تھا پھل کھا نہیں سکتا تھا۔ لومڑی نے سب کے دلوں میں خوف بھر کر انہیں چوہوں سے بھی بدتر کردیا تھا۔ غیر جانور تو سہمے سہمے زندگی سے بیزار رہنے لگے۔ شیر کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔ وہ ہڈیوں کا پنجر بن گیا تھا۔ وہ شکار کرتا تھا مگر کھا نہ سکتا تھا

اجازت نہ تھی۔

آخر کار سب جانور مل کر خرگوش کے پاس گئے اور اس سے کہا "ہم کیا کریں خولو؟ اس طرح کیسے زندہ رہیں گے؟"

خولو بولا "لومڑی کی بات مانتے ہی کیوں ہو؟ وہ بکواس کرتی ہے"۔

"وہ پامسٹ ہے اور پامسٹ سچے ہوتے ہیں" جانوروں نے اسے یقین دلانا چاہا۔ خولو نے انہیں سمجھایا کہ یہ عقیدے کی کمزوری ہے مگر جانوروں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ آخر خولو نے کہا "میں خود لومڑی کو دیکھتا ہوں"۔

ادھر لومڑی جانوروں کے پنجے دیکھ کر انہیں خوب ڈرا رہی تھی۔ خولو نے اچانک پہنچ کر اس سے سوال کیا "اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

لومڑی نے اطمینان سے جواب دیا "میرا پنجہ بتاتا ہے اگلے ایک برس تک میں موج کروں گی۔ میرے جسم پر خراش تک نہیں آئے گی"۔

خولو بولا "مگر میرا پنجہ کہتا ہے کہ میں اسی وقت کسی مکار لومڑی کی خبر لوں گا" یہ کہہ کر خولو نے لومڑی کے سر پر ڈنڈا جڑ دیا۔ لومڑی فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

اب خولو بولا "دیکھو اسے! ایک برس کی بات کر رہی تھی مگر اگلے چند پل کی اسے خبر نہیں تھی۔ اس کی باتوں پر یقین مت کرو"۔ اب جانوروں کی سمجھ میں ساری بات آگئی اور وہ لومڑی کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگے تاکہ اس کی اچھی طرح مرمت کر سکیں۔

اندلس کا سوداگر

مقبول انور داؤدی

پہلی قسط

یہ اس زمانے کا ذکر ہے۔ جب جزیرہ ہسپانیہ پر مسلمان حکمران تھے۔ دارالحکومت قرطبہ میں ایک مشہور اور دانشمند سوداگر رہتا تھا۔ اُس کا نام شیخ ادریس تھا۔ لیکن عام طور پر اُسے شیخ ہسپانیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

ادریس کوئی خاندانی امیر نہ تھا۔ جو کچھ اس نے حاصل کیا۔ وہ کلیتاً اُس کی اپنی محنت کا ثمر تھا۔ وہ عرب کے ایک گمنام خاندان میں پیدا ہوا۔ اپنے آبائی ملک میں انتہائی عسرت اور تنگ دستی میں زندگی بسر کرتا تھا۔ وہ صرف روزانہ روٹی حاصل کرنے کے لئے کام کی تلاش میں جگہ بہ جگہ پھرا۔ لیکن اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے باوجود بچپن میں اُس کی اسلامی طریق پر جو تربیت ہوئی تھی۔ اس میں فرق نہ آیا۔ ہر مایوسی کے بعد اُسے امید کی کرن نظر آتی۔ جس کے متعلق قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے۔

"کام کے نہ ملنے سے تمہیں فکر مند نہیں ہونا چاہئے۔ تمہارے لئے تمہارا رزق مقرر کر دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ تمہارا خدا پر کامل اعتقاد ہو"۔ ہر تازہ ناکامی اُس میں ایک نیا جذبہ اور ولولہ پیدا کر دیتی اور وہ پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ اپنی بدنصیبی کے خلاف جنگ شروع کر دیتا۔ جب اُس کو اپنے ملک میں ہر جگہ ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا تو ادریس قسمت آزمائی کے لئے شام کو روانہ ہو گیا۔ اُس کی قسمت کی تبدیلی کا وقت آن پہنچا تھا۔ ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اُسے ایک سوداگر سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جس نے اُس کے معاملہ میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔

سوداگر: تم کیا کام کرنا چاہتے ہو۔ کچھ لکھنا، پڑھنا جانتے ہو۔

ادریس: مجھے افسوس ہے کہ میں لکھنا پڑھنا نہیں جانتا لیکن شہسواری کے متعلق اچھی واقفیت رکھتا ہوں اور نیزہ بازی بھی جانتا ہوں۔

سوداگر: خوب! تمہاری ایسی قابلیت کا آدمی ملازمت کا متلاشی ہو!

ادریس: جو کچھ قسمت میں لکھا گیا ہے ہو کر رہے گا جب خدا کی مہربانی ہوگی تمام کام درست ہو جائیں گے۔ ایک

مسلمان ہمیشہ خدا کی رضا پر راضی رہتا ہے۔

سوداگر: سنو! میں اُندلس میں رہتا ہوں۔ ایک دو دن میں گھر کی طرف عازم سفر ہونے والا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ چلو تو مجھے خوشی ہوگی۔

ادریس: میں آپ کا خادم ہوں۔ میرا کام کیا ہوگا؟

سوداگر: کیا تم نے ابھی مجھے نہیں بتایا کہ میں ایک اچھا شہسوار اور نیزہ باز ہوں۔ یہی تمہاری ملازمت ہوگی۔ تم میرے رات کے محافظ ہو گے۔

ادریس: آپ مجھے ہمیشہ فرائض کا انجام دینے والا اور وفا شعار پائیں گے۔

چند دن کے بعد ادریس اپنے مالک کی معیت میں اُندلس کے سفر پر جا رہا تھا۔ یہ مختصر سا قافلہ دن کو سفر کرتا اور رات کسی آبادی میں آرام کرتا۔ جس وقت رات ہوتی ادریس گھوڑے پر سوار ہو کر اور نیزہ ہاتھ میں لے کر سوداگر کے خیمہ کی حفاظت کرتا۔ ایک طویل سفر کے بعد یہ قافلہ ساحل سمندر پر پہنچا۔ اس تمام عرصہ میں ادریس نے اپنے مالک کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دیا۔ وہ ایک سچے مسلم گھرانے میں پیدا ہوا تھا اور اسے بچپن میں ہی فرضِ منصبی کے انجام دینے کی تعلیم دی گئی تھی۔ ادریس نے اپنے مالک کے سامنے اپنی وفا شعاری اور فرض کی ادائیگی کا بہترین ثبوت دیا۔ لیکن ابھی اُس کا ایک زبردست امتحان ہونے والا تھا۔ سوداگر اپنے قافلہ کے ساتھ سمندر کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اُس کے پاس قیمتی سامان تجارت کے علاوہ بکثرت سونا اور بے شمار ہیرے اور جواہرات بھی تھے۔ جس جہاز پر انہوں نے سفر کرنا تھا۔ وہ ابھی چند ایک دن میں روانہ ہونے والا تھا۔ ایک دن سہ پہر کے وقت دور اُفق پر ایک نشان ظاہر ہوا جوں جوں وہ ساحل کے قریب آتا جاتا نمایاں ہوتا جاتا تھا۔ یہ سمندری ڈاکوؤں کی کشتی تھی۔

ساحل کے افسر نے ایک جماعت کو ساحل کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا۔ جو سورج غروب ہونے تک گردونواح میں گشت کرتی رہی۔ لیکن ڈاکوؤں کا جہاز ابھی کافی دور تھا اندیشہ تھا کہ یہ ڈاکو کہیں رات کے وقت زمین پر اُتر کر حملہ آور نہ ہوں۔ افسر نے ان آدمیوں کو دس گروہوں میں تقسیم کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ باری باری تمام رات پہرہ دیں۔ سوداگر نے اپنے تمام آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ ادریس کے ساتھ باری باری نگرانی کریں۔

یہ ایک خوفناک سیاہ اندھیری رات تھی۔ تمام خیمے رات کی تاریکی میں چھپے ہوئے تھے۔ آسمان پر تارے چمک رہے تھے۔ دفعتاً ساحل پر شور و غوغا بلند ہوا۔ جس نے شب کے سکوت کو تہ و بالا کر دیا۔ سمندری ڈاکو زمین پر اتر آئے تھے اور انہوں نے حملہ کر دیا تھا۔ سوداگر کا خیمہ ساحل سے تقریباً ایک میل دور تھا۔ ادریس حسبِ معمول سوداگر کے چند دیگر ملازمین کے ساتھ خیمہ کی حفاظت کر رہا تھا۔ اُس نے اپنے باقی دوستوں کو جگا دیا اور سب نیزوں سے مسلح ہو کر علاقہ کا گشت کرنے لگے۔ اس اثناء میں ڈاکوؤں کا گروہ مسافروں کے خیموں میں گھس آیا۔ سوداگر دوڑ کر اپنے خیمہ کے دروازہ پر گیا۔ تلوار ہاتھ میں لی اور اپنے آدمیوں کو تیار ہو جانے کا حکم دیا۔

سمندری ڈاکو ایک غیر متوقع جگہ پر لنگر انداز ہوئے۔ ساحلی محافظ دستہ کو چھوڑ کر اُن مسافروں پر حملہ آور ہوئے جو ہسپانیہ جانے والی کشتی کا انتظار کر رہے تھے۔ اس قافلہ میں سفر کرنے والے اکثر آدمیوں کے پاس اپنے ملازم تھے۔ ادریس کے مالک کی طرح اکثر کے پاس نصف نصف درجن کے قریب ملازم تھے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے اُن لوگوں سے چلا کر کہا کہ "اگر وہ ان کے ساتھ مل جائیں تو انہیں مالِ غنیمت سے کافی حصہ دیا جائے گا"۔ اس کے جواب میں متعدد کیمپوں سے "درست ہے، درست ہے" کی آوازیں بلند ہوئیں ہم آپ کے خادم ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ملازم ڈاکوؤں کے ساتھ مل گئے اور اپنے آقاؤں پر حملہ

کر کے اُن کے مال و دولت کو لوٹنا شروع کر دیا۔

ادریس کا مالک بھی اس فریب کاری کا شکار ہوا۔ اُس کے دو حبشی ملازم اُس کے ساتھ لپٹ گئے اور اُسے زمین پر گرا کر باندھ دیا۔ ایک نوکر تلوار ہاتھ میں لے کر اس کی نگرانی کرنے لگا۔ دوسرے نے اُس کا مال و اسباب سمیٹنا شروع کر دیا۔

اُس وقت ادریس اُس خیمہ کی حفاظت کر رہا تھا۔ جہاں سوداگری کا مال رکھا ہوا تھا۔ اس لئے اُس کو معلوم نہ ہو سکا کہ اُس کے آقا پر کیا گزری ہے۔ سات ڈاکو نیزے سنبھال کر اُس پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن ادریس نے اُن سب کا مقابلہ کیا چونکہ وہ ایک نہایت اچھا نیزہ باز تھا۔ اس لئے اس نے تین حملہ آوروں کو اپنے نیزے کی نوک پر دھر لیا۔ دوسرے ڈاکوؤں نے اپنے ساتھیوں کا یہ حال دیکھ کر راہِ فرار اختیار کی۔

اس تمام عرصہ میں ادریس حیران تھا کہ اُس کے آقا کی آواز کیوں سنائی نہیں دی۔ وہ اسی خیال میں کھویا ہوا تھا۔ کہ اُس کا ایک ساتھی ملازم جو اُس کے قریب پہرہ پر کھڑا تھا۔ اُس کے پاس آیا اور کہا ادریس تم یہاں کھڑے کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔ ایسا موقع زندگی میں صرف ایک بار آتا ہے۔

ادریس: کیا بیہودہ بکواس کر رہے ہو؟ اس سے تمہارا کیا مقصد ہے؟

ملازم: آؤ ہم مل کر مال و اسباب لوٹیں۔ اس کو ہم نصف نصف کر لیں گے۔ نصف تم لینا اور نصف ہم۔ سوداگر حرکت کرنے سے معذور ہے۔ ہم نے اُسے قابو کر رکھا ہے۔

اِدھر آؤ۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟

ادریس جانتا تھا کہ اس خوفناک تجویز کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔

اُس باغی ملازم نے اُدھر اپنے الفاظ ختم کئے۔ اِدھر ادریس کا نیزہ اُس کے سینہ کے پار تھا۔ ایک چیخ کے ساتھ ملازم زمین پر مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔

اس عرصہ میں ڈاکوؤں نے لوٹا ہوا مال و اسباب باندھ لیا اور ساحلِ سمندر کو روانہ ہو گئے۔ ادریس دوڑ کر اپنے آقا کے خیمہ میں پہنچا۔ اُس نے دیکھا کہ غدار ملازم مال و دولت لوٹ کر باندھ رہے ہیں اور بھاگ جانے کے لئے تیار ہیں۔ جب انہوں نے ادریس کو دیکھا تو انہوں نے خیال کیا کہ اس نے ہمارے ساتھی کی درخواست کو منظور کر لیا ہے۔

"ادریس! کیا تم تیار ہو۔ سوداگر بندھا ہوا اوندھے منہ زمین پر پڑا ہوا ہے"۔ اُن باغیوں میں سے ایک نے کہا۔

اپنے آقا کی یہ قابلِ رحم حالت دیکھ کر ادریس کے دل پر چرکا سا لگا۔ ایک ملازم ننگی تلوار لئے اُس کے سر پر کھڑا تھا اور دوسرے سامان باندھنے میں مشغول۔ سوداگر کو چھڑانے کے لئے کوشش کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ادریس خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اس کی ایک معمولی سی حرکت سے اُس کے نصف درجن ساتھی جو سامان باندھ رہے تھے اُس پر ٹوٹ پڑیں گے۔ دوسری طرف اگر وہ اُن کا ساتھ دے تو ایک دن میں کروڑ پتی ہو جائے گا۔ وہ نصف دولت کا مالک ہو گا اور اسی طرح سامان سے لدے ہوئے کئی اونٹ اُس کے حصہ میں آئیں گے۔

ایک غریب چوکیدار سے کروڑ پتی ہو جانا کوئی معمولی تبدیلی نہ تھی۔ لیکن ادریس اس سے بہت بلند تھا۔ وہ ایک مسلمان تھا اور اپنے آپ کو اتنا کمینہ ثابت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنے آقا سے وفاداری کا عہد کر چکا تھا اور ایک مسلمان کے الفاظ اُس کی ضمانت ہوتے ہیں۔ فرائض کی انجام دہی کا راستہ صاف تھا۔ اس نے مال و دولت کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور عہد کو نبھانے کے لئے تیار ہو گیا۔

ادریس ایک بلند اور مضبوط ارادہ کا آدمی تھا۔ وہ بزدل نہ تھا اور اپنے عقائد پر سختی سے عمل کرنا جانتا تھا۔ یہ ظلم و ستم دیکھ کر اس کا خون کھولنے لگا۔ اس نے شیر کی طرح کود کر اپنے آقا کی نگہبانی کرنے والے آدمی کی تلوار چھین لی اور اُس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے مالک کی

رسیوں کو جن میں جکڑا ہوا تھا۔ کاٹ کر آزاد کر دیا۔ اُس نے نیزہ سنبھالتے ہوئے باقی بد معاشوں کو مقابلہ کی دعوت دی۔ وہ اس کی آواز سن کر اُس کی طرف بڑھے۔ اب ادریس کے ساتھ اُس کا آقا بھی تھا جو ایک بہادر آدمی تھا۔ دونوں نے مل کر اس گروہ کے تین آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ باقی خوف زدہ ہو کر ساحل کی طرف بھاگ گئے۔

اگلے دن صبح کے وقت کچھ فاصلے پر ایک کشتی جاتی ہوئی نظر آئی۔ یہ ڈاکوؤں کی کشتی تھی۔ جو شب گذشتہ کی لوٹ مار کے سامان کو لئے جا رہی تھی۔ وہ اپنے کئی ساتھی مُردہ اور زخمی چھوڑ گئے تھے۔ اُن کے حملے اور لوٹ مار سے کوئی مسافر بھی نہ بچ سکا۔ صرف اندلس کا سوداگر ہی ایک ایسا آدمی تھا۔ جو اُن کے خونخوار ہاتھوں سے بچ رہا۔ جس کی وجہ ادریس کی بہادری اور وفاشعاری تھی۔ ہر ایک آدمی ادریس کی جرأت اور اخلاق کی تعریف کر رہا تھا مگر ادریس اپنی تعریف سن کر صرف یہی جواب دیتا کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اُس نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے۔ قرآن مجید نے اُسے سکھایا تھا کہ چاہے کیسی ہی حالت کیوں نہ ہو۔ ہر ایک مسلمان کو اپنے عہد پر پابند رہنا چاہئے۔ وہ اس پیغمبر کا پیرو تھا۔ جن کا لقب "الامین" ہے۔ ادریس کبھی یہ برداشت نہ کر سکتا تھا کہ اپنے آقا و مولا کے نام پر اُس کی بے وفائی یا بزدلی سے کوئی حرف آئے۔

اب سوداگر نے ادریس کو چوکیداری کی نوکری سے ہٹا کر اپنا ذاتی مشیر اور صلاح کار بنا لیا۔ الغرض وہ اندلس میں امن و امان سے پہنچ گئے۔ اس جگہ سوداگر کی عالی شان عمارتیں اور خوشنما باغات تھے۔ وہ شہر کا رئیس اعظم تھا۔ اپنے آقا کی وجہ سے ادریس کو بھی وہیں بود و باش اختیار کرنا پڑی۔ اب سوداگر کا یہ معمول ہو گیا کہ وہ ہر سال اسی دن ایک جشن مناتا۔ جس میں شہر کے بڑے بڑے آدمی شرکت کرتے۔ جب سب لوگ جمع ہو جاتے تو ادریس کا مالک اپنے نوکر کی وفاداری کی کہانی بڑے شوق سے بیان کرتا۔ اسی طرح دن ہفتوں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے چلے گئے۔ اب ادریس ایک باوقار آدمی تھا۔ جس کا اسلامی اخلاق زبان زد خلائق تھا۔ (جاری ہے)

☆☆☆

بوجھو تو جانیں

باغ میں گئے موتی پائے لیکن ساتھ نہ لائے	ایک پری کے دو ہیں پر ایک شہد ہے ایک زہر
کیا پوچھو گے حال ہر دم ٹپکے رال	کھال پہ کھال چڑھی ہے سر پہ جال پڑی ہے
اندر پانی باہر کھال کھال کے اوپر لمبے بال	آتا ہے کہیں اور سے جاتا ہے کہیں اور ہوتا ہے یہاں پر رہتا ہے کہیں اور
ہمارے پیغام صبح و شام لاتا ہے اس کا کام	

☆☆☆

چوہے کا بچہ

چوہے کا بچہ خوشی میں پھولا
بل سے جو نکلا کمرے میں ٹہلا
گڑیا نے دیکھا وہ پہلے بھاگا
کچھ دیر ٹھہرا گھبرا کے دوڑا
کس سمت جائے سمجھ نہ پائے
جھاڑو اٹھائی میں نے گھمائی
پھر جو لگائی چوٹ جو کھائی
زور سے اچھلا کونے میں بھاگا
کھیل یہ اپنا بلی نے دیکھا
خوشبو جو پائی دوڑی وہ آئی
پہلے تو جھجکی پھر اس پہ جھپٹی
ایسا وہ چبا چوہے کا بچہ
ہو گیا سارا
بلی کو پیارا

(مرسلہ: فوزیہ فریدی)

کھلتی کلیاں مہکتے پھول

حبیب اعجاز اور مدیحہ پرویز — حیدر آباد
حلیمہ بی بی — چارسدہ

مصطفیٰ علی — کوئٹہ
صائمہ شمشیر — منظور کالونی۔ کراچی
دیپا کرن — نوشہرو فیروز

ارج اعلیٰ۔ ناظم آباد۔ کراچی

﴿ماں﴾

میں ایک سرسبز گلستان میں گئی جہاں باد صبا کے سرور نغموں پر پھول جھوم رہے تھے۔ کلیاں گنگنا رہی تھیں اور برگ پر شبنم کے قطرے عجب انداز سے تحرک رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا "ماں کیا ہے؟"

مالی نے کہا "ماں میری طرح محبت و خلوص کا سرچشمہ ہے"۔

کلیوں نے کہا "ماں میری طرح ایک معصومیت کا نام ہے"۔

پھولوں نے کہا "ماں میری طرح ہنستی مسکراتی شگفتگی کا نام ہے"۔

ہوا نے کہا "ماں میری طرح فراخ دل ہے جو سب پر بلا امتیاز مہرباں ہوتی ہے"۔

(در شہوار۔ کراچی)

مسکرائیے

ایک کنجوس کے پاس دیسی گھی کا ڈبہ تھا۔ وہ اپنے بچوں سے کہتا کہ کھانا کھاتے وقت ڈبے کے بیرونی حصہ پر روٹی لگا کر کھایا کریں۔ بچے ایسا ہی کرتے۔ ایک دن وہ دیسی گھی کا ڈبہ صندوق میں رکھ کر دو دن کے لئے شہر چلا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو بچوں سے پوچھا کہ تم سب نے ان دو دنوں میں روٹی کیسے کھائی؟ سب بچوں نے مل کر کہا کہ صندوق کے باہر والے حصے سے لگا کر کھائی۔ کنجوس باپ نے غصے سے کہا کہ کم بختو! کبھی تو دیسی گھی کے بغیر روٹی کھا لیا کرو۔

(مرسلہ: مرحیم احمد۔ بہاولپور)

استاد (بچوں سے مخاطب ہو کر): جو کام کل کرنا ہے آج کرو، جو آج کرنا ہے ابھی کرو۔

ایک لڑکا: سر مجھے کل چھٹی کرنی ہے ابھی کرلوں۔

(مرسلہ: امیر فرید۔ محمود آباد)

ایک انگریز خاتون نے دوسری خاتون سے کہا: بہن کل بازار میں تمہارے شوہر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے ٹوپی اتار کر سلام نہیں کیا۔ کیا ان میں اخلاق کی کمی ہے؟ اخلاق کی نہیں بالوں کی کمی ہے۔ خانم نے مسکرا کر جواب دیا۔

(مرسلہ: الماس حمید۔ کراچی)

ایک بچہ پہلے دن اسکول گیا۔ واپس آیا تو ماں نے پوچھا "آج تم نے کیا پڑھا؟"

بیٹا: "کچھ نہیں!"

ماں (حیرت سے بولی): "تو سارا دن کیا کیا؟"

بیٹا: "وہاں ایک عورت بیٹھی تھی جس کو ABC نہیں آتی تھی وہ ہم سے پوچھتی رہی اور ہم اسے بتاتے رہے"۔

(مرسلہ: شاہدہ سلطان۔ حیدر آباد)

☆☆☆

معلوماتِ عالم دسمبر ۱۹۹۹ء

دسمبر ۱۹۹۹ء کے شمارے میں شائع ہونے والے سوالات کے بے شمار خواتین و حضرات نے جوابات ارسال کئے۔ قرعہ اندازی کے ذریعے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے آٹوگراف کے ساتھ ان کی ایک تصنیف حاصل کرنے والے خوش قسمت **محمد ہارون اکرم۔ بہاولپور** قرار پائے ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ محمد ہارون اکرم کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ کتاب جلدی ارسال کردی جائے گی۔ موصول ہونے پر خط کے ذریعے ادارے کو مطلع فرمائیں۔

دسمبر ۱۹۹۹ء کے صحیح جوابات

۱۔ قرآن پاک کی سب سے بڑی سورہ "سورہ بقرہ" ہے۔
۲۔ اسلام کے سب سے کم سن سپہ سالار "اسامہ بن زید" تھے۔
۳۔ پاکستان کا سب سے چھوٹا شہر "جہلم" ہے۔
۴۔ روم نامی شہر "اٹلی" کا دارالحکومت ہے۔
۵۔ آکسیجن "لاطینی" زبان کا لفظ ہے۔
۶۔ دنیا کی آبادی چھ ارب "12 اکتوبر 1999ء" میں تسلیم کی گئی تھی۔
۷۔ زم زم کے لغوی معنی "رک رک" کے ہیں۔
۸۔ حضرت لعل شہباز قلندر کا اصل نام "محمد عثمان" تھا۔

آٹھ درست جوابات بھیجنے والوں کے نام:-

کراچی:- منظور بیگم۔ سعدیہ۔ محمد طارق۔ تسنیم کوثر۔ محمد صدیق۔ نثار خان۔ حیدر آباد:- حمیرا انور۔ امیر علی۔ چمن آراء بیگم۔ لاہور:- مشتاق احمد۔ عبدالحمید مٹ۔ اسلام آباد:- فرخ مسعود۔ محمد عابد۔ طارق حنیف۔ راولپنڈی:- عصمت آراء۔ محمد جان۔ ممتاز خان۔ فیصل آباد:- فیروز خان۔ عمران حسین۔ دادو:- سہیل ارشد۔ ہری پور:- شازیہ جاوید۔ چنیوٹ:- حنیف لطیف۔ ملتان:- سردار علی قریشی۔ عامر شہزاد۔ پشاور:- نورین گل۔ سکندر حیات۔ کوئٹہ:- الیاس بیگ۔ گوجرانوالہ:- خالد حسین چشتی۔

سات درست جوابات بھیجنے والوں کے نام:-

کراچی:- روحی علی انصاری۔ حنا انصاری۔ نعمان احمد عثمانی۔ محمد وسیم۔ یاسمین فاطمہ۔ عاصم حبیب۔ حیدر آباد:- شاہدہ سلطان بخش۔ اسلام آباد:- ماجد واجد۔ محمد بلال سلیم۔ ام کلثوم۔ راولپنڈی:- خرم شہزاد۔ نوشہرو فیروز:- مظفر علی طور۔ سجاد احمد۔ نواب شاہ:- سلیم احمد۔ ٹھٹھہ:- کامران حسین خواجہ۔ شکار پور:- ثریا۔ خیر پور میرس:- ارم بانو یمن۔ سیالکوٹ:- مدثر ضیاء صدیقی:- عبدالرب بھٹو۔ محراب پور:- محمد عارف۔ ہری پور:- محمد جاوید۔ شوکت نواز خٹک۔ جہلم:- رفیعہ سلطانہ۔ چوہدری محمد ریاض۔

شجاعت علی ولد شوکت علی (نوابشاہ) متوجہ ہوں

"اس ماہ کے بہترین مضامین" کے ضمن میں شجاعت علی نومبر میں شائع ہونے والے نتائج میں بذریعہ قرعہ اندازی ونر قرار پائے تھے۔ شجاعت علی کو ارسال کردہ انعامی کتاب ایڈریس مکمل نہ ہونے کی بناء پر واپس آگئی ہے۔ شجاعت علی (نواب شاہ) سے گذارش ہے کہ سادہ کاغذ پر صاف اور خوش خط تحریر میں اپنا درست اور مکمل ایڈریس روانہ کریں تاکہ آپ کا انعام دوبارہ ارسال کردیا جائے۔

انعامی مقابلوں کے نتائج

اس ماہ کے بہترین مضامین دسمبر ۱۹۹۹ء کے بہترین مضامین منتخب کرنے والوں میں سے قرعہ اندازی کے ذریعے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے

1- عظمتِ قرآن .... (محمد عظیم خان)
2- مغرب کا بہتان .... (محمد اقبال جیلانی)
3- جہانِ تازہ کی نمود .... (احسن عظیم محامد)
4- یقین کی قوت .... (ایثار خان)
5- ہپناسس تھراپی .... (ایم ایچ خان)

آٹوگراف کے ساتھ ان کی ایک تصنیف حاصل کرنے والی خوش قسمت **مسرت شاہین ۔ ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور** قرار پائی ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ مسرت شاہین کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے کتاب جلد ہی ارسال کردی جائے گی۔ موصول ہونے پر خط کے ذریعے ادارے کو مطلع فرمائیں۔

"بچوں کا روحانی ڈائجسٹ" کے تحت 12 سال سے کم عمر بچوں کی تصاویر کے لئے ایک صفحہ مخصوص ہے۔ آپ بھی اپنے بچوں کی ارسال کرسکتے ہیں۔ تصاویر صاف اور واضح ہوں اور چہرے کے نقوش نمایاں ہوں۔ تصاویر کے ہمراہ نیچے دیئے گئے ٹوکن کو پُر کرکے لازماً ارسال فرمائیں۔ تصاویر کی پشت پر نام اور شہر کا نام بھی تحریر کردیں۔

- ✂

کھلتی کلیاں مہکتے پھول

نام ________ ولدیت ________

عمر ________ کلاس ________

مکمل پتہ ________

____

____

اسکول کا نام ________

دارالمطالعہ

کسی قوم کی ابتری یا برتری کا دارومدار علم پر ہوتا ہے۔ علم سے محروم افراد اور قومیں معاشی، معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے پستی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ علم کے فروغ کے لئے سلسلہ عظیمیہ کے کارکنان نے "عظیمیہ روحانی لائبریری" کے نام سے کراچی اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں دارالمطالعہ قائم کئے ہیں۔ جہاں پر ہر خاص وعام کے لئے مفت مطالعہ اور ممبر شپ فری کی سہولت موجود ہے۔

1- 106-1 نزد شہنائی پیلس۔ شاہ فیصل کالونی نمبر 3
2- پلاٹ نمبر 542 سیکٹر 8، ایل۔ مین چالیس کا روڈ، نزد فاطمہ کلینک، اورنگی ٹاؤن۔ کراچی
3- سیکٹر نمبر B-5/3 پہلوی روڈ، منظور کالونی۔ کراچی
4- F-2/854 نزد طیبہ مسجد، سعود آباد، ملیر کالونی
5- R127/9 دستگیر سوسائٹی، فیڈرل بی ایریا نزد نل والا بس اسٹاپ۔ کراچی
6- ایریا 73 - B کہکشاں سوسائٹی۔ ملیر ہالٹ۔ کراچی
7- مکان نمبر 32 سیکٹر A/3 شاہراہ وقاص، سعید آباد بلدیہ ٹاؤن۔ کراچی
8- D 36 مکان نمبر 86 نزد بلدیہ گرلز اسکول، خیابان گراؤنڈ (زمان آباد) لانڈھی۔ کراچی
9- A/8 ، C-1 ایریا ، لیاقت آباد۔ کراچی
10- مکان نمبر L-319 سیکٹر 5C-4 نارتھ کراچی
11- گلی نمبر 26 بلاک B، محمدی روڈ، شیر شاہ کراچی
12- مکان نمبر 286 سیکٹر 4-E نزد جامع مسجد محمدی اورنگی ٹاؤن۔ کراچی
13- مکان نمبر R 748 سیکٹر 15A-1 عقب ہارون شاپنگ ایمپوریم، بفر زون، نارتھ کراچی۔
14- نوالین گلی نمبر 3، محراب خان، عیسیٰ خان روڈ۔ لیاری
15- ایریا 14-B نزد مرحوم رحمت اللہ قریشی آئی ہسپتال۔ کورنگی نمبر ڈھائی، ڈبل روڈ۔ کراچی
16- مکان نمبر 8 مسجد حنفیہ نزد بلاک نمبر 116 سیکٹر 11-F نیو کراچی۔
17- (برائے خواتین) مکان نمبر 261 سیکٹر 13-F اورنگی ٹاؤن۔ کراچی
18- (برائے خواتین) مکان نمبر 10-9 گلی نمبر 1 سیکٹر C ، پنجاب روڈ منظور کالونی۔ کراچی
19- 104/4 بالمقابل عیدگاہ پارک "D" روڈ، بہار کالونی، لیاری۔ کراچی
20- SC-8 باغ ابراہیم بالمقابل دانش کاہائی اسکول، ملیر سٹی۔ کراچی
21- 31/4 شیٹ نمبر 23 نزد 9C بس اسٹاپ، ماڈل کالونی۔ کراچی
22- نزد ہارون ہسپتال، ڈرگ روڈ، کینٹ بازار۔ کراچی
23- (برائے خواتین) D-37 گلی نمبر 19۔ محمود آباد 5
24- گلشن بہار سیکٹر 16 نزد عظیم ڈیکوریشن۔ اورنگی ٹاؤن
25- L-384 سیکٹر D-5 معمار آباد، سرجانی ٹاؤن۔ کراچی
26- (برائے خواتین) مکان نمبر R-1-3/13 قصبہ کالونی، منگھوپیر روڈ ۔ کراچی
27- (برائے خواتین) D4/99 ملیر کالونی، نزد نشترا اسکوائر
28- گلی نمبر 26 محمود آباد نمبر ساڑھے پانچ۔ کراچی
29- A-349 فیز 1، گلشن حدید۔ کراچی
30- (برائے خواتین) BN-48 بلاک "M" بے نظیر کالونی، سیکٹر 1/2 11 اورنگی ٹاؤن ۔ کراچی
31- نزد درگاہ شاہ مبین، شاہ کمال روڈ۔ ٹھٹھہ
32- بالمقابل پیرا اوائز، نرسری کینٹ روڈ۔ بدین
33- (برائے خواتین) معرفت لیاقت علی، صدیق کمہار گوٹھ، مکان نمبر 542 وارڈ نمبر 6۔ بدین
34- خانزادہ محلہ یونٹ نمبر 5 شاہی بازار نوشہرو فیروز
35- نزد سندھ الیکٹرک اسٹور بھریا سٹی۔ ضلع نوشہرو فیروز

36- یونٹ 9 راول ٹاؤن، محراب پور۔ ضلع نوشہرو فیروز
37- حق باہو آٹو ورکس، اسٹیشن روڈ، بھریا روڈ۔
ضلع نوشہرو فیروز
38- بنگلہ قاضی الطاف علی زمیندار، ہالانی شہر۔
ضلع نوشہرو فیروز
39- B,11,12 قلعہ ایریا عقب پولیس اسٹیشن،
ٹنڈو الہ یار، ضلع حیدر آباد
40- مکان نمبر 68 بلاک D یونٹ 9 لطیف آباد حیدر آباد
41- (برائے خواتین) کلیم پیلس C/48 بلاک E
یونٹ نمبر 8 لطیف آباد حیدر آباد
42- (برائے خواتین) حمایتِ اسلام اسکول، گاڑی کھاتہ
قاضی عبدالقیوم روڈ۔ حیدر آباد
43- (برائے خواتین) ہاؤس ڈاکٹر ذوالفقار علی سیف
نور اسلام محلہ ۔ سانگھڑ
44- (برائے خواتین) مکان نمبر 250 بلاک 2،
نزد مجید سائیکل ورکس ، ایم اے جناح روڈ۔ سانگھڑ
45- (برائے خواتین) معرفت منور احمد خان فوڈ انسپکٹر
شاہی بازار شاہ پور چاکر، ضلع سانگھڑ
46- (برائے خواتین) مکان نمبر 1649 وارڈ نمبر 4
پاک کالونی نزد پرانا واپڈا ہاؤس۔ نواب شاہ
47- (برائے خواتین) مکان نمبر 46/1 لین پارک
شالیمار سائیکل ورکس، سنتھا سنگھ گوٹھ۔ نواب شاہ
48- دکان نمبر 485 بلاک C
بلدیہ شاپنگ کمپلیکس، میر پور خاص
49- (برائے خواتین) مکان نمبر F-137/657
اسکیم نمبر 2۔ میر پور خاص
50- (برائے خواتین) کریم ٹاؤن نزد سیٹلائٹ ٹاؤن۔
میر پور خاص
51- نزد حبیب بینک ڈگری، ٹنڈو غلام علی روڈ ڈگری
ضلع میر پور خاص
52- (برائے خواتین) نزد مہاجر مسجد
ٹنڈو غلام علی روڈ۔ ڈگری
53- (برائے خواتین) علی کلینک، میر محلہ۔ ٹنڈو محمد خان
54- نزد تاج امروٹی مسجد، محلہ رحمت پور۔ لاڑکانہ
55- محلہ کرمی عطا محمد۔ شکار پور
56- (برائے خواتین) 88/A-2 پنجاب گورنمنٹ
ہاؤسنگ سوسائٹی ، نزد جوہر ٹاؤن۔ لاہور
57- (برائے خواتین) 9 - ہیڈن روڈ۔ لاہور
58- بہار کالونی نمبر 2 نزد اشفاق ہسپتال
کوٹ لکھپت روڈ۔ لاہور
59- اقبال پورہ گلی نمبر 4 سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ
60- سپر مارکیٹ نزد امجد ہسپتال، منڈی بہاؤ الدین
61- مقام ڈاکخانہ پھلوکی براہ قلعہ دیدار سنگھ
ضلع گوجرانوالہ
62- گلی نمبر 6/17 نزد آفس گچھا کو نسلر محمد پورہ۔ فیصل آباد
63- گلی نمبر 2 محلہ رحمت آباد سر کودھا روڈ۔ گجرات
64- کمرہ نمبر 109 فرسٹ فلور، قادر منزل،
محلہ عثمان پورہ۔ راولپنڈی
65- نزد فیلکن پبلک اسکول فیصل کالونی نمبر 2
فیصل آباد روڈ ۔ اوکاڑہ
66- سٹی پلازہ گھنٹہ گھر ۔ پشاور
67- (برائے خواتین) 10-9/2856 قلات اسٹریٹ
عبداللہ جان کالونی، جیل روڈ ہدہ۔ کوئٹہ
68- (برائے خواتین) مکان نمبر 4 شیخان اسٹریٹ
محلہ شیراز آباد، ارباب خان روڈ۔ کوئٹہ
69- 17- کلیال بلڈنگ چوک شہیداں، میر پور آزاد کشمیر
70- بالمقابل فرنیچر 2000، دوسری منزل
ریڈیو اسٹیشن چوک، مظفر آباد۔ آزاد کشمیر

ایسے خواتین و حضرات جو عظیمیہ روحانی لائبریری کے قیام، اغراض و مقاصد سے آگاہی یا دیگر معلومات کے خواہشمند ہوں، ان سے گذارش ہے کہ وہ اس پتہ پر رابطہ کریں:
نگران شعبہ عظیمیہ روحانی لائبریریز۔ پوسٹ بکس 18180۔ کراچی

دوسرا حصہ

چشمِ ما روشن دلِ ما شاد

عظیمی صاحب کا دورۂ لندن

راوی : ڈاکٹر محمد طارق

اگلے روز صبح 5 بجے، بعد نماز فجر اجتماعی مراقبہ ہوا، آپ نے مراقبہ سے قبل اپنے خوبصورت لحن سے نفی اثبات کا ذکر جہر کرایا تو یوں محسوس ہوا کہ ساری توجہ اللہ کی جانب ہو گئی ہے۔ ناشتے کے بعد ایک مرحلے پر گفتگو کے درمیان ان مشکل اصطلاحات کی جانب مرشد کریم کی توجہ دلائی گئی جو ہمارے سلسلے میں تحریری طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ راوی نے پوچھا کیا ہم اپنی آسانی کے لئے ان کا ترجمہ کر سکتے ہیں، تو مرشد کریم نے دریافت کیا آپ نے ترجمہ کیا ہے؟

..... راوی نے عرض کی کہ جیسے سلسلہ کی کتب و مضامین میں یہ استعمال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ماورا و الماورا ہستی ہے یہ لفظ عام فہم معلوم نہیں ہوتا اس کی جگہ ہم نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ اللہ کی ہستی کسی بھی وہم، خیال، گمان اور ادراک سے بالاتر ہے تو عظیمی صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آپ نے بہت عمدہ ترجمہ کیا ہے۔ ساتھ ہی ارشاد کیا کہ اصطلاحات کے ترجمے نہیں ہوتے مثلاً کشف الجو، کشف الاحقہ، عالم جو، کتاب المبین، لوح محفوظ، عالم برزخ..... کا کیا ترجمہ کیا جائے گا۔

دیکھئے! نماز کے لئے قرآن پاک میں صلوٰۃ کا لفظ ہے۔ صلوٰۃ قائم کرو۔ اس کا ترجمہ "نماز پڑھو" کیا گیا اس طرح نماز کی حکمت پس پردہ چلی گئی۔ نماز پڑھنے اور قائم کرنے میں بہت فرق ہے۔ قرآن کریم میں پڑھنے کے الفاظ بھی ہیں۔ ترجمہ: اے (محمدؐ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو، رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ، اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو (سورہ مزمل)

فارسی زبان کا ایک لفظ ہے "نماز خواندن" یعنی نماز پڑھنا۔ یہ لفظ آتش پرستوں کے یہاں رائج ہے۔ جب وہ اپنی کتاب "ژند و اوستا" پڑھ کر آگ کے سامنے جھکتے ہیں تو اس کو نماز خواندن یعنی نماز پڑھنا کہتے ہیں۔ عربی سے جب اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا تو یہ سہو ہوا کہ "صلوٰۃ قائم کرو" کا ترجمہ "نماز پڑھنا" کر دیا گیا۔ حالانکہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق صلوٰۃ کا ترجمہ صلوٰۃ ہی ہونا چاہئے تھا جس طرح کلمہ طیبہ کا ترجمہ کلمہ طیبہ ہے، اللہ کا ترجمہ اللہ ہے، رحمان کا ترجمہ رحمان ہے، پیغمبر کا ترجمہ پیغمبر ہے، رسول کا ترجمہ رسول ہے وغیرہ وغیرہ۔ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق قائم کرو صلوٰۃ اور اردو ترجمہ کے مطابق نماز پڑھو کے معنی و مفہوم میں بڑا فرق واقع ہو جاتا ہے۔

دورہ کے تیسرے روز صبح کوئٹہ مراقبہ ہال میں شعبہ تعلقات عامہ اور شعبہ خدمت پر تربیتی نشست کے دو سیشن ہوئے مرکزی مراقبہ ہال کراچی کے شعبہ تعلقات عامہ کے سیکریٹری احتشام الحق نے اپنے شعبہ کی جامع انداز میں تشریح کی اور پبلک ڈیلنگ کے اہم اور حساس پہلو کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ روحانی ڈائجسٹ کے کالم "ایک ادیب ایک تعارف" میں ہمیں مختلف ادیبوں اور شاعروں سے متعارف کرانے والے احتشام الحق پشاور سے تعلق رکھتے ہیں ان کے جملوں میں بے ساختگی اور معصومیت ہے، آپ نے شخصیت اور کردار کی اصل بنیاد اخلاق اور طرز فکر پر بات کی اور اعتدال و نظم و نسق قائم کرنے پر توجہ دینے پر زور دیا۔

تربیتی نشست کے اختتام پر شرکاء سے خطاب

کرتے ہوئے عظیمی صاحب نے ارشاد فرمایا "اسلام کی اشاعت وترویج کے لئے دو رائے قائم کی جاتی ہیں، ایک یہ کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے اور دوسرا یہ کہ عمدہ اخلاق سے پھیلا ہے۔ دورِ نبوی ﷺ میں ہمیں مکہ میں دو گروہ نظر آتے ہیں ایک گروہ میں امراء اور سردار نظر آتے ہیں، جن کے ہاتھ میں زیادتوں کے چڑھاوے، انتظام اور زمام وکاروبار تھا یہ وہ لوگ تھے جو آسودہ و بہ آسائش زندگی بسر کرتے تھے۔ دوسرا گروہ محروم و مظلوم لوگوں کا تھا جن میں غلام اور کنیزیں بھی شامل تھیں رسول اللہ ﷺ نے مساوات کا درس دیا آپ ﷺ نے اخلاق حسنہ کی بنیاد پر معاشرت کے قیام میں دلچسپی لی اخلاق حسنہ یہ ہے کہ جو کچھ اپنے لئے چاہو وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرو غرباء اور مفلوک الحال طبقہ کو وسائل سے محروم رکھنا بد اخلاقی کے ضمن میں آتا ہے۔ حضرت بلال حبشیؓ جو مکہ میں غلام تھے آج دربار رسالت ﷺ میں ان کا یہ مقام ہے کہ وہ دربار رسول ﷺ کے دربان ہیں، ان کی اجازت کے بغیر کوئی بھی دربار رسالت میں حاضر نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ بڑے پیر صاحب حضرت عبد القادر جیلانیؒ بھی ان کو سلام کر کے دربار عالی ﷺ میں جاتے ہیں۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں پڑوسی، والدین، بیوی بچوں، رشتہ داروں، ملک اور قوم کے حقوق کا خیال رکھنا ہے۔ گھر کا ماحول درست کرنا اولین ترجیح ہے جو بندہ گھر میں بھیڑیا ہے وہ باہر بکری کیسے بن سکتا ہے جن کے دل میں اپنے اہلِ خانہ کا احترام نہیں تو اس کی باہر خدمت خلق کا کوئی فائدہ نہیں اس کے اثرات عارضی ہوں گے، منافقت نہیں ہونی چاہئے ظاہر و باطن میں مطابقت ہونی چاہئے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ اپنائیں گے تو رسول اللہ ﷺ کی طرز فکر منتقل ہوگی اور اس کے لئے ہمیں آپ ﷺ کی طرح بااخلاق باعلم اور باعمل ہونا پڑے گا" الشیخ عظیمی نے رسول کریم ﷺ کا اخلاق حاصل کرنے کے لئے کتاب محمد رسول اللہ ﷺ کم از کم پانچ مرتبہ پڑھنے کی تاکید فرمائی اور حضور ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ کو روحانی مشن کی ترویج کے لئے ضروری قرار دیا۔

خطاب کے اختتام پر مرشد کریم نے ساتھیوں کے ہمراہ ملٹری ڈیری فارم کی خوبصورت 2 منزلہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ اس مسجد میں خوبصورت پھول لگائے گئے ہیں، اس چیز کی کمی اکثر مساجد میں محسوس ہوتی ہے، پھولوں اور لطافت کا چولی دامن کا ساتھ ہے نہ جانے کیوں مساجد کو پھولوں اور درختوں سے بے نیاز کر دیا گیا ہے۔ نماز جمعہ کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ تھا اس کے بعد مرد حضرات کے مسائل و روحانی علاج کے لئے وقت مخصوص تھا تقریباً 2 سو افراد نے عظیمی صاحب سے ملاقات کی۔

ملاقات سے فارغ ہو کر مرشد کریم کے ہمراہ سیر کے لئے روانہ ہوئے نواب خان نے شہباز پارک چلنے کی تجویز دی۔ ہم شہباز پارک پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ صرف فیملیز کے لئے مخصوص ہے نواب بھائی نے مرشد کریم کے لئے داخلے کی خصوصی اجازت حاصل کی تھی لیکن مرشد کریم نے قواعد کی خلاف ورزی پسند نہ فرمائی اور کسی دوسری جگہ چلنے کو کہا۔ قوانین کا احترام ہی ترتیب زندگی ہے جس کی پابندی سے زندگی اجتماعی طور پر سہل ہو جاتی ہے
ہم وہاں سے عسکری پارک روانہ ہوئے راستے میں جب نواب بھائی کو لانڈر کس لے رہے تھے تو مرشد کریم نے اپنے 39 سالوں پر محیط مشاہدات بتائے۔ قارئین یہ پڑھ کر یقیناً پُر مسرت...... حیرانگی میں مبتلا ہوں گے کہ اس عرصہ میں مرشد کریم نے 18 لاکھ افراد کو مسائل کا حل بتایا ہے اور ان کی بیماریوں کا علاج کیا ہے۔

چند لمحوں بعد جب ہم عسکری پارک پہنچ گئے۔ راوی نے دیکھا ہے کہ آپ کراچی میں بھی سیر کے لئے جاتے ہیں۔ آپ کھلی و سرسبز جگہ کو بہت پسند کرتے ہیں مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن میں مراقبہ ہال کے اطراف میں پھول اور درخت نظر آتے ہیں اور مراقبہ ہال و مسجد کے اندر تو بے شمار خوشنما پھول و درخت لگے ہوئے ہیں جن

میں گلاب قابل ذکر ہے۔ اس کے علاوہ امرود، انار، ناشپاتی، آم چیکو اور جامن کے پھل دار درخت بھی لگے ہوئے ہیں۔

مرکزی مراقبہ ہال شہر کی آلودگی و شور غل سے بہت دور ہے نئی آبادی ہونے کی بناء پر یہ کھلے علاقہ میں واقع ہے۔ یہاں شام کو تیز ہوا چلتی ہے۔ شہروں کی ہنگامہ خیز زندگی میں روز مرہ کی مصروفیات صبح سے رات گئے تک جاری رہتی ہیں، جس سے ہمیں ذہنی مالی سماجی اور معاشرتی دباؤ کا سامنا رہتا ہے، صرف دنیا اور پیسہ ہی مقصد حیات بن کر دل و دماغ پر اس طرح چھا گئے ہیں کہ دولت کا ایک بت ہماری زندگی کا محور بن گیا ہے۔ اس صورتحال میں اگر چند روز مرکزی مراقبہ ہال میں گزار لئے جائیں تو زندگی کا روشن اور پرسکون پہلو مشاہدے میں آتا ہے یہاں محبت و خلوص تقسیم ہوتا ہے۔ اللہ کی نسبت کا ادراک ہوتا ہے۔

راوی ان خیالات کو مرشد کریم کے ان ارشادات کے ضمن میں دیکھ رہا تھا جو آپ نے ایک بار مرکزی مراقبہ ہال میں بیان فرمائے تھے کہ اہل دل حضرات کو مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن میں ضرور اطمینان قلب اور سکون محسوس ہوتا ہے، اس تناظر میں جب راوی شعوری طور پر واپس عسکری پارک میں حاضر ہوا تو مرشد کریم فرما رہے تھے کہ "میں کراچی میں مراقبہ ہال کے اطراف میں سیر کرتا ہوں" اور فرمایا "مجھے لاہور کا ریس کورس پارک بہت پسند ہے کیا آپ وہاں گئے ہیں؟" یہ سن کر ڈیم صاحب کے یہ الفاظ کانوں میں گونجنے لگے کہ آپ کا بس چلے تو روزانہ ہی ریس کورس جائیں۔ سردیوں میں جب لاہور جانا ہوتا ہے تو ریس کورس پارک کی سیر ایک لازمی امر ہوتا ہے اور بچوں کو بھی یہاں آنا بہت اچھا لگتا ہے۔ اس سفر میں ایک مرتبہ مرشد کریم نے فرمایا کہ سلسلہ عظیمیہ کو چند اولیائے کرام کی خصوصی نظر اور سرپرستی حاصل ہے جن میں حضرت لعل شہباز قلندرؒ، حضرت بو علی شاہ قلندرؒ، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت بری امامؒ، حضرت داتا گنج بخشؒ، سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ، حضرت شاہ دولہؒ صاحب، حضرت امام موسیٰ رضاؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

رات کے ساڑھے نو بج رہے تھے جب ہم عسکری پارک سے مقامی ہوٹل پہنچے جہاں مرشد کریم اور دیگر مہمانانِ گرامی جمعۃ المبارک کے روایتی کھانے میں مدعو تھے مقامی باغات کی طرز پر بنائے گئے لان کے کنارے ٹیرس پر کھانے کا انتظام تھا درختوں کے درمیان پتھ گزرگاہ میں اوپر سے گرتے ہوئے پانی کا شور قدرتی منظر پیش کر رہا تھا۔ تقریباً 30 افراد کے اس نمائندہ اجتماع میں آپ نے اپنے قریب بیٹھے بلوچستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے ڈائریکٹر میجر ہارون رشید سے گفتگو فرماتے ہوئے مسلم قوم کے انتشار، گروہ بندی اور تقسیم پر افسوس کا اظہار فرمایا۔

الشیخ عظیمی نے اس موقع پر اجتماعی کوشش اور اجتماعی طرز فکر کی اہمیت کو اجاگر کیا، آپ نے فرمایا کہ اللہ بھی کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت نہ بدلنا چاہے۔ انفرادی کوشش سے اجتماعی اعمال نہیں بنتے اور انفرادی اعمال پر اجتماعی فیصلے نہیں کئے جاتے۔ اس طرح خوبصورت ماحول، عمدہ لذیذ کھانے اور باوقار شخص کی یہ نشست اختتام کو پہنچی اور ہم مہمانانِ گرامی اور ساتھیوں سے رخصت لے کر گھر واپس پہنچے اور بھرپور اور منفرد دن کا اختتام ہوا۔

اگلے روز ناشتہ اور ملاقات سے فارغ ہو کر ہم تقریباً دس بجے صبح مراقبہ ہال پہنچے جہاں سلسلہ کے افراد نے آپ سے خصوصی ملاقات کی۔ اس انفرادی ملاقات میں آپ نے مختلف مسائل کے حل تجویز فرمائے۔ تمام ساتھی انفرادی توجہ پر اتنے پُرسکون اور پُریقین نظر آ رہے تھے جیسے ان کے مسائل حل ہو چکے ہوں۔ یہاں سے ہم ساڑھے گیارہ بجے ہاؤس آف ناچ اکیڈمی پہنچے جہاں تسخیر کائنات پر ایک خصوصی روحانی نشست ترتیب دی گئی تھی۔

مختلف حلقہ فکر اور پیشہ ورانہ طبقات کے چیدہ چیدہ

افراد اس باوقار نشست میں موجود تھے۔ مرشد کریم کی آمد پر گلاب کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ آپ کے اقوال پر مشتمل خوبصورت رنگ برنگے بینرز دیواروں پر آویزاں تھے اور موقع کی مناسبت سے فرشی نشست کا انتظام محفل کو ایک باوقار رنگ دیئے ہوئے تھا تقریباً 150 خواتین و حضرات کے لئے علٰحدہ علٰحدہ نشستیں مخصوص کی گئی تھیں، آپ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا "مجھے جس موضوع پر بات کرنے کی دعوت دی گئی ہے اس کے لئے گھنٹوں، دنوں، ہفتوں نہیں بلکہ مہینوں کی مدت درکار ہے۔ ہمارے جتنے بھی دانشور ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تسخیر کائنات کیا چیز ہے تو وہ کہتے ہیں کہ سورج نکلتا ہے روشنی دیتا ہے اور اس کے لئے اللہ نے اس کو پابند کر دیا ہے۔

ان کے نزدیک یہ تسخیر ہے اگر ہم اس بات کو تسلیم بھی کرلیں کہ سورج کا نکلنا اور ڈوبنا نوع انسانی کے لئے سورج کی تسخیر ہے، تو اس کے بارے میں کیا کہا جائے کہ یہ تسخیر مکھی، مچھر، چرند، پرند سب ہی کے لئے ہے، سورج کی دھوپ سے درخت، جانور، پھول، کانٹے، سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ساری کائنات انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہے تو اس طرح سورج نکلنے میں انسان کو کیا خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔

تسخیر کائنات اور حکمرانی کی عملی مثالیں ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں پوری طرح نظر آتی ہیں، مثلاً شق القمر کا معجزہ، وہ بندے ابو جہل کے کہنے پر آپ ﷺ کے پاس اس نیت سے آئے کہ آپؐ سے ایسا معجزہ طلب کیا جائے جو ممکن ہی نہ ہو۔ انہوں نے حضور ﷺ سے کہا اگر آپ چاند کے دو ٹکڑے کر دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ تو اللہ جانتا ہے کہ کون ایمان لائے گا اور کون نہیں لائے گا، اللہ جس کو توفیق دیتا ہے وہی سیدھے راستے پر چلتا ہے یہ کہہ کر آپ نے انگشت شہادت سے چاند کی طرف اشارہ کیا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے یہ شق القمر کا واقعہ نہ کوئی خواب تھا نہ مسمریزم اور نہ ہپناٹزم، عالمگیر سطح پر قافلے اس بات کی تصدیق کرتے رہے کہ انہوں نے فلاں مقام پر چاند کو دو حصوں میں منقسم ہوتے دیکھا ہے۔ اعلان نبوت کو آٹھ سال گزر چکے تھے۔ یہاں تسخیر کائنات کا مطلب ہے کہ آپ اپنے ارادے سے کسی چیز کے اندر ایسی تبدیلی پیدا کریں جو کائنات میں عموماً و خصوصاً ممکن نہ ہو۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں میں کنکریوں نے کلمہ پڑھا اور جتنے لوگ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے سنا، مسجد نبوی ﷺ میں اس درخت کے تنے کو جس کے سہارے لگ کر آپ خطبہ دیتے تھے تمام صحابہ کرامؓ نے روتے ہوئے اس طرح سنا جیسے ماں کے بغیر کوئی بچہ بلک بلک کر روتا ہے۔ حضور ﷺ اس درخت کے پاس تشریف لے گئے اس پر ہاتھ پھیرا۔ تو درخت نے رونا بند کر دیا۔

حضور ﷺ کی خدمت میں ایک نجومی حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر آپ کے پاؤں تلے یہ پہاڑ موم ہو جائے اور آپ کے پائے مبارک کا نقش اس پہاڑ پر آجائے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضور ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پاؤں مبارک پہاڑ پر رکھا تو پہاڑ موم بن گیا اور اس جگہ پر نقش بن گیا جیسے ہی یہ عمل ہوا نجومی نے آسمان کی طرف دیکھا اور ایمان لے آیا۔ لوگوں نے نجومی سے پوچھا کہ اس نے حضور ﷺ سے یہ معجزہ کیوں طلب کیا تو اس نے بتایا کہ آسمان پر ایک ستارہ ہے جب اس کا سایہ کسی شخص پر پڑتا ہے تو اس کے پاؤں تلے پہاڑ موم ہو جاتا ہے، میرے حساب سے وہ ستارہ یہاں سے ایک لاکھ کچھ سال کے فاصلے پر تھا لیکن جب حضور ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پاؤں مبارک پہاڑ پر رکھا تو آناً فاناً وہ ستارہ وہاں سے چل کر حضور پر سایہ فگن ہوا اور پھر واپس اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علیؓ کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے کہ سورج ڈوب گیا، اور حضرت علیؓ کی نماز قضا ہو گئی کیونکہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آرام میں مخل ہونا مناسب نہ سمجھا لیکن

آپؓ ملول سے ہو گئے جب آپ ﷺ بیدار ہوئے اور حضرت علیؓ کو افسردہ دیکھا اور واقعہ سنا تو سورج کو حکم دیا کہ وہ واپس پلٹ آئے سورج واپس بلند ہوا حضرت علیؓ نے نماز ادا کی تب سورج غروب ہوا۔ یہ وہ تسخیر کائنات ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے سورج، چاند، ستارے، شجر، زمین، آسمان سب کو مسخر کر دیا ہے۔

اللہ نے چاند کی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ مخلوق کو چاندنی مہیا کرے تاکہ پھلوں اور اجناس وغیرہ میں مٹھاس پیدا ہو لیکن یہ تسخیر نہیں کیونکہ یہ تسخیر تو تمام مخلوقات کے لئے موجود ہے۔ حضرت عمرؓ کو بتایا گیا کہ دریائے نیل طغیانی کے بدلے ہر سال ایک انسانی جان کی بھینٹ لیتا ہے ورنہ سیلاب آجاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک خط لکھا اور کہا کہ یہ خط دریا میں ڈال دینا خط میں لکھا کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ کی طرف سے دریائے نیل کو حکم دیا جاتا ہے کہ اے نیل امیر المومنین تیری اس سرکشی کو تسلیم نہیں کرتا تجھے اس کی سزا دی جائے گی اگر تو اپنے حکم سے چلتا ہے تو عمر کا کوڑا تیرے لئے کافی ہے اور اگر تو اللہ کے حکم سے چلتا ہے تو آئندہ ایسی حرکت مت کرنا چودہ سو سال گزر گئے ہیں دریائے نیل میں دوبارہ طوفان نہیں آیا۔ پانی سے کھیتوں کو سیراب کرنا اس کو تسخیر نہیں کہتے۔ تسخیر اس چیز کو کہتے ہیں کہ اس میں ایسی تبدیلی کر دیں جو کسی دوسری طرح ممکن نہ ہو۔ یہ تسخیر اس وقت ممکن ہے کہ جب آپ کے اندر اللہ کا امر سرائیت کر جائے اور امر جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ چیز واقع ہو جاتی ہے"۔

ایک معزز مہمان کے سوال پر مرشد کریم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے انسان کو بجتی مٹی سے بنایا ہے۔ بجتی مٹی کا مطلب خلاء ہے ہم اپنے مادی جسم کو دیکھیں تو ہر چیز اندر سے خالی ہے ہڈیاں، کھوپڑی، ناک، حلق، آنکھیں، مسامات اور پوری انسانی باڈی خلاء پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اور اس میں اپنی روح ڈال دی۔ جب تک انسان خلاء تھا اس کے اندر آواز نہیں تھی اور جب اس خلاء میں روح داخل ہو گئی تو اس میں آواز بھی پیدا ہو گئی اور حرکت بھی پھر جب انسان مر جاتا ہے تو سارے اعضاء موجود ہونے کے باوجود حرکت نہیں کر سکتے کیوں کہ اس میں سے روح نکل جاتی ہے۔ اس کا ایک ہی مطلب ہوا کہ مادی وجود اصل انسان نہیں اصل انسان ہمارے اندر موجود ہماری روح ہے اور جب ہم اپنی اصل سے واقف ہو جائیں گے تو ہم حقیقت سے آشنا ہو جائیں گے اور جب تک مادی وجود کے چکر میں رہیں گے ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے رہیں گے۔

تسخیر کائنات میں حضرت سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جتنے معجزے صادر ہوئے ہیں ان میں ان علوم کی نشاندہی ہے جو انہیں اللہ نے عطا فرمائے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کے نام خط لکھ کر وہی علم استعمال کیا تھا جو نیابت کے علوم سے متعلق ہے اور انہیں یہ علم سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منتقل ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ آدم زمین پر میرا نائب اور خلیفہ ہے۔ تسخیر کائنات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو علم الاسماء سکھا کر ایسی صلاحیتیں ودیعت کر دی ہیں کہ اگر انسان ان علوم کو سیکھ لے اور ان کے استعمال پر قادر ہو جائے تو اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے"۔

سوال و جواب میں ایک صاحب کی یہ درخواست دل کی آواز لگی کہ آپ اپنے دوروں کا سلسلہ جاری رکھیں تاکہ بلوچستان کے عوام مستفیض ہوتے رہیں، اس کے بعد ریفریشمنٹ میں بھی معزز سامعین کی مرشد کریم سے انفرادی نشستیں جاری رہیں۔ اس تقریب کے انتظام و اہتمام کے لئے اکیڈمی کے ڈائریکٹر اسد مرزا، محمد مسعود اسلم اور علی محمد بارکزئی کی کاوش اور انتہائی عقیدت کا ذکر نہ کرنا ناشکری ہے۔

شام کے وقت خواتین کی محفل مراقبہ اور ملاقات

برائے علاج و معالجہ کا پروگرام تھا مرشد کریم کے اس دورہ میں آج خواتین کی ملاقات کا دوسرا روز تھا اور بے پناہ رش کی بناء پر آپ آرام کی غرض سے گھر تشریف لے آئے۔ رات کو کنٹونمنٹ کے ایک صاحب کے گھر ایک علمی نشست اور عشائیہ ترتیب دیا گیا تھا، اس نشست میں ان صاحب نے اپنے رفقاء اور ان کی فیملیز کو بھی مدعو کیا تھا جبکہ مراقبہ ہال کے افراد بھی مدعو تھے مرشد کریم نے روحانی علوم کے متعلق تعارف کرایا جس کے بعد سوال و جواب کی تفصیلی نشست ہوئی۔

اگلے روز کوئٹہ کا اہم اور مرکزی پروگرام "دور جدید میں علم روحانیت کی ضرورت" پر روحانی سیمینار تھا۔ جو پاکستان چلڈرنز اکیڈمی کے وسیع ہال میں الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی، خانوادہ سلسلہ عظیمیہ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ مہمان خصوصی رئیس جامعہ بلوچستان، پروفیسر بہادر خان رودینی تھے۔ جبکہ میزبان نگران کوئٹہ مراقبہ ہال، محمد نواب خان تھے۔ اس خوبصورت اور باوقار گیلری میں خواتین و حضرات کے لئے تقریباً 500 نشستیں پُر ہو چکی تھیں۔ حاضرین میں شہر کے معززین، اعلیٰ سرکاری افسران اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کی اکثریت شامل تھی۔ اسٹیج پر خوبصورت اور باوقار انداز میں صاحب صدر، مہمان خصوصی اور میزبان کے لئے نشستیں مخصوص کی گئی تھیں۔

سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے راوی نے اپنے معزز مہمان کو علم و عرفان کی اس باوقار نشست اور وادی کوئٹہ میں خوش آمدید کہا۔

"وہ لوگ جو ابھی حقیقت کی تلاش میں سرگرداں اور اس فکر میں پریشاں ہیں کہ میں اس کو کہاں تلاش کروں۔ جس نے یہ بزم سجائی ہے۔ جس کا نغمہ بلبل بھی الاپ رہا ہے جس کی روشنی کے رنگ پھولوں میں جھلک رہے ہیں اور جس ذات کی خوشبو مختلف صفات میں الگ الگ شان سے جلوہ نما ہے...... عرفان حق کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنے نفس کو پہچانا جائے اور پھر اپنی نفی کر کے حق کو جانا جائے کہ حق کو حق سے ہی پہچانا جا سکتا ہے"۔

احتشام الحق نے نظامت کے فرائض نہایت وقار، عمدگی، اور منجھے ہوئے انداز میں ادا کئے۔

خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے محمد نواب خان، نگران کوئٹہ مراقبہ ہال نے روحانی تعلیمات پر روشنی ڈالی آپ نے کہا "اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ واحد ہے جو حقیقی وجود رکھتی ہے۔ ایک وقت تھا کہ اللہ ہی تھا پھر اس نے چاہا کہ وہ پہچانا جائے تو اس نے محبت کے ساتھ مخلوق کو تخلیق کیا اور اپنی تمام مخلوقات میں سے انسان کو یہ شرف بخشا کہ وہ خالق کا عرفان حاصل کر سکے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ . سلسلہ عظیمیہ کی تعلیمات کا مقصد پوری طرح اجاگر کرتا ہے"۔

ہال پر اب ایک علمی ماحول اور روحانی کیفیت چھا چکی تھی اور شرکاء محفل کی مرکزیت مرشد کریم کی ذات تھی اللہ کی نسبت کا حاصل ہونا اور انسان کا اپنے شرف کو حال کرنا یہ دعوت سب پر عیاں تھی اب مہمان خصوصی شیخ الجامعہ کو اپنے زریں خیالات پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔

"دور جدید میں علم روحانیت کی ضرورت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے رئیس جامعہ بلوچستان پروفیسر بہادر خان رودینی نے فرمایا "مجھے بہت خوشی ہے کہ اب ہم مادیت سے روحانیت کی طرف آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو علوم عطا فرمائے ہیں۔ ان کو سیکھنے کے لئے ایک کامل استاد کی ضرورت ہے۔ اگر اس کے بغیر علم حاصل کیا جائے یا استاد ہی کو چیلنج کر دیا جائے تو ہم علم کی تکمیل کی حد تک نہیں پہنچ سکتے اور منزل کو پانا ہمارے بس کی بات نہیں رہے گی۔ جب تک ہم اپنے نفس کو، از سیلف کو نہیں پہچان لیں گے اس وقت تک ہمیں سچی خوشی نہیں مل سکے گی اور یہ سب چیزیں انسانی کوشش سے زیادہ اللہ کی عطا ہیں۔ اللہ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا اور اولیاء کرام ان کے علوم عام کرنے کی سعی کرتے ہیں"۔

(جاری ہے)

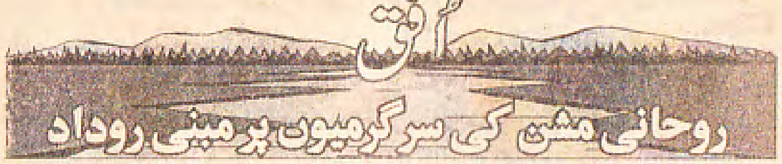

روحانی مشن کی سرگرمیوں پر مبنی روداد

ملک کے مختلف شہروں میں قائم مراقبہ ہالز کے نگران اور عظیمیہ روحانی لائبریریز کے لائبریرین خواتین و حضرات سے درخواست ہے کہ اگر آپ لمحاتِ مسرت اور سانحہ ارتحال یا افق کے کالم کے لئے کسی پروگرام کی رپورٹ ارسال فرما رہے ہیں تو ازراہِ مہربانی مراقبہ ہال یا عظیمیہ روحانی لائبریری کے مصدقہ لیٹر ہیڈ پر ارسال کریں۔ بصورت دیگر رپورٹ یا خبر کی اشاعت ممکن نہ ہو سکے گی۔ اہم تقاریب کی رپورٹ کے ہمراہ تصاویر بھی ارسال فرمائیں۔ تصاویر صاف اور واضح ہوں۔ مقررین کی تصاویر ایک ہی رخ اور یکساں فاصلے سے لی گئی ہوں نیز مخاطب کے چہرے کے نقوش نمایاں ہوں۔

قاضی مقصود احمد کا دورہ ملتان

(رپورٹ : محمد امین زاہد)

گذشتہ دنوں نگران مراقبہ ہال راولپنڈی قاضی مقصود احمد ملتان مراقبہ ہال کی کارکردگی اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے تشریف لائے۔ پہلے دن اراکین مراقبہ ہال ملتان کے ساتھ ان کی میٹنگ ہوئی۔ خواتین مراقبہ ہال کی نگران ثمر جہاں بھی شریک تھیں۔ میٹنگ کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ تلاوت قرآن سلمان اصغر نے کی۔ سب سے پہلے آفس سیکریٹری نے مراقبہ ہال ملتان کی پچھلے تین ماہ کی کارکردگی رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد وقاص ریاض نے آئندہ کے پروگراموں کی تفصیل پیش کی۔ آخر میں قاضی مقصود احمد نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:

"مجھے یہاں آکر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ یہاں آپ سب بے لوث جذبے کے تحت کام کر رہے ہیں اور ماشاء اللہ اس کے اثرات بھی نظر آ رہے ہیں۔ آپ اپنے گھر والوں کو روحانی ڈائجسٹ میں سے نورالٰہی نورِ نبوت اور صدائے جرس پڑھ کر سنائیں اس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ اپنے نظریات دوسروں پر مسلط نہ کریں بلکہ اپنے کردار سے ثابت کریں"۔

اس کے بعد ثمر جہاں نے کہا کہ "ہمیں خلوصِ دل سے کام کرنا چاہئے انشاء اللہ کامیابی ملے گی اور تیزی سے یہ سلسلہ آگے بڑھے گا"۔ بہت سی عورتیں اور مرد اپنے مسائل و مشکلات کے حل کے لئے بھی آئے ہوئے تھے میٹنگ کے بعد قاضی مقصود احمد نے ان کے مسائل کا روحانی حل پیش کیا۔ بعد از نماز ظہر ظہرانہ پیش کیا گیا۔

سہ پہر کو ایک روحانی سیمینار کا اہتمام کیا گیا تھا جس کا آغاز محمد صدیق نے قرآن مجید کی تلاوت سے کیا۔ بعد ازاں قاری محمد حسین نے حضور سرور کونین ﷺ ہدیہ نعت پیش کیا۔ قاضی مقصود احمد نے اپنے خطاب میں اللہ کے پیارے محبوب نبی آخرالزماں ﷺ کے "خطبہ حجۃ الوداع" کے روحانی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اس پروگرام میں عورتوں اور مردوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

آزاد کشمیر میں روحانی محفل

(رپورٹ : خالدہ پروین)

گذشتہ دنوں کالڑہ ٹاؤن آزاد کشمیر میں "رمضان المبارک کی روحانی فضیلت" کے حوالے سے ایک خصوصی محفل کا انعقاد نگران مراقبہ ہال برائے خواتین سعیدہ ادریس کی طرف سے کیا گیا۔ خواتین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز صغریٰ ناز نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ حمد باری تعالیٰ سعیدہ ادریس نے پیش کی۔ نیلم فیاض،

ثمیر اوصی، سمیرا وصی اور خالدہ نے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مس بشارت زمان اور خالدہ پروین نے شب قدر میں اللہ تعالیٰ کی تجلّی کے دیدار کا پروگرام اور اعتکاف کے روحانی فوائد کے حوالے سے خصوصی مقالات پیش کئے۔ سعیدہ ادریس نے خواتین پر زور دیا کہ وہ رمضان المبارک کے اس خصوصی پروگرام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اندر زیادہ سے زیادہ نور کا ذخیرہ کریں جو اُن کی روحانی پرواز میں کام آسکے۔ اس موقع پر انہوں نے خصوصی دلچسپی لینے کی بناء پر خواتین کا شکریہ ادا کیا۔ سلام ودعا کے بعد خواتین میں پیک افطاری تقسیم کی گئی۔

رمضان المبارک کے حوالے سے اسی سلسلے کے پروگرام کا انعقاد میرپور میں خالدہ پروین کے گھر کیا گیا۔ اس موقع پر خصوصی مقالات میں حدیث قدسی "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا" کے حوالے سے مقررین نے اس بات کو واضح کیا کہ روزہ کی جزا دراصل انسان کے اندر انوارِ الٰہی کا ذخیرہ ہوتا ہے اس ذخیرہ نور یا روشنی کو انسان اپنی روحانی پرواز کے لئے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اجتماعی ذکر اور مراقبہ کے بعد دعا کروائی گئی۔ سعیدہ ادریس نے خصوصی طور پر شرکت کی۔

اس سلسلے کے تیسرے پروگرام کا انعقاد مراقبہ ہال کی ایک اور رکن مسز روبینہ کے گھر واقع پوٹھ بیسنی میں سعیدہ ادریس کے خصوصی تعاون سے کیا گیا۔

مراقبہ ہال سیالکوٹ میں چھٹی روحانی ورکشاپ

(رپورٹ : یاسر ذیشان مغل)

گذشتہ دنوں مراقبہ ہال سیالکوٹ کی جانب سے ایک ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ اس ورکشاپ کے آرگنائزر نگران مراقبہ ہال سیالکوٹ ایاز احمد تھے۔ یہ ورکشاپ "اسلام میں خانقاہی نظام کی اہمیت اور سلسلہ عظیمیہ کا کردار" کے موضوع پر تھی۔ ورکشاپ آرگنائزنگ کمیٹی کی انتظامیہ میں محمد شہزاد، یاسر ذیشان، ڈاکٹر زاہد رحمٰن اور فاروق وحید شامل تھے۔

ورکشاپ کا دورانیہ صبح ۹ بجے سے شام ۴ بجے تک تھا۔ ورکشاپ کے اختتام پر ورکشاپ کے آرگنائزر ایاز احمد نے فرمایا "اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو تمام نوعِ انسانی کے لئے ایک وسیع اور عالمگیر قواعد وضوابط پر مشتمل جامع نظام پیش کرتا ہے اور اس کے قواعد وضوابط پر چل کر ہم ذات باری تعالیٰ کا عرفان حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر ان قواعد وضوابط سے واقفیت اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہمیں کسی ایسے ادارے کی ضرورت ہے جو ہمیں ان سے صحیح طور پر آشنا کرواسکے۔ اور یہ ادارے خانقاہی نظام کی صورت میں ہمارے لئے اس تعلیم کو فروغ دیتے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ خانقاہی نظام یا روحانی سلسلے ایسے تعلیمی ادارے ہیں جہاں وہ تعلیم دی جاتی ہے جسے حاصل کرنے کے بعد بالآخر ہم اپنی ذات کا عرفان حاصل کر کے ذات باری تعالیٰ سے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور موجودہ دور میں ایسا ہی ایک اسکول آف تھاٹ یا ایک روحانی سلسلہ "سلسلہ عظیمیہ" ہے جو کہ آج کے دور کے انسان کو جدید بشری تقاضوں سے ہم آہنگ کرواتے ہوئے اسے معرفت الٰہی سے آشنا کروا رہا ہے اس سلسلہ کے بانی حضور قلندر بابا اولیاءؒ ہیں جن کی تعلیمات ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ان تعلیمات پر عمل کر کے ہم نبی اکرم ﷺ کے علوم کو حاصل کر سکتے ہیں اور حق تعالیٰ کا عرفان حاصل کر سکتے ہیں"۔

گلشن حدید کراچی میں روحانی ورکشاپ

(رپورٹ : علی رضا)

عظیمیہ روحانی لائبریری گلشن حدید کے زیر اہتمام ایک روحانی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ اس ورکشاپ میں موضوعِ گفتگو کتاب "محمد رسول اللہ ﷺ" تھی۔ ورکشاپ کے مہمان خصوصی عارف خان تھے۔

کوآرڈینیٹرز میں علی رضا اور لائبریرین امجد علی شامل تھے۔ مہمانِ خصوصی محمد عارف خان نے ورکشاپ کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "دنیا میں دو طرح کی طرز فکر کے حامل لوگ ہیں۔ ایک وہ جو اسلاف سے منتقل ہونے والی روایات پر بے سوچے سمجھے پوری زندگی گزار دیتے ہیں۔ انہیں اس بات سے غرض نہیں ہوتی کہ ان روایات کی کس بنیاد پر تشکیل ہوئی اور یہ روایات فطرت سے کس حد تک متصادم ہیں۔ ان کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ یہ کام چونکہ ان کے باپ دادا نے کیا تھا لہٰذا ہم پر بھی فرض ہے کہ ہم ان کی پیروی میں ایسا کریں۔ دوسری قسم میں وہ افراد ہوتے ہیں جو ہر چیز کی گہرائی میں تفکر کرتے ہیں۔ وہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا صحیح اور کیا غلط ہے ایسا کیوں ہو رہا ہے۔

عہد نبوی ﷺ میں مشرکین مکہ اس بات سے واقف ہونے کے باوجود کہ بت انہیں کچھ نہیں دے سکتے وہ ان بے جان پتھروں کو خدا کا درجہ دیتے تھے۔ جب سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توحید کی حقیقت سے پردہ اٹھایا تو وہ بجائے اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے توحیدی مشن کے سربراہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اراکین صحابہ کرامؓ کے درپے آزار ہو گئے۔

آج کے مادہ پرستانہ ماحول میں فرسودہ روایات سے کنارہ کشی اور علم و آگہی کے راستے پر قدم رکھنا ہم سب کے لئے اللہ کا ایک ایسا انعام ہے جس کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے"۔ لوگوں کی بڑی تعداد اس ورکشاپ میں شریک ہوئی۔ آخر میں شرکاء کے تاثرات لئے گئے تو انہوں نے پروگرام کو بے حد پسند کیا اور خواہش ظاہر کی کہ کراچی شہر سے الگ تھلگ اس علاقے میں روحانی تقاریب کا انعقاد وقتاً فوقتاً ہوتا رہے تو ہم لوگوں کی روحانی تشنگی دور ہو سکے گی۔

کورنگی کراچی میں علمی نشست

(رپورٹ : امجد علی)

گذشتہ دنوں عظیمیہ روحانی لائبریری کورنگی کی جانب سے خواتین ممبران کے درمیان ایک علمی نشست کا انعقاد کیا گیا۔ نظامت کے فرائض رضوانہ طارق نے انجام دیئے جبکہ تلاوت کی سعادت تنویر فاطمہ نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبول ﷺ سارہ وٹ نے پیش کی۔ نعت کے بعد تبسم نے الشیخ عظیمی کی کتاب "محمد رسول اللہ ﷺ" جلد اول کے حوالے سے تقریر کی۔ جس کے بعد تمام شرکاء نے فرداً فرداً اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ رضوانہ طارق نے اس پروگرام کے انعقاد میں بھرپور حصہ لیا۔

نوشہرو فیروز میں فکری نشست

(رپورٹ : سائرہ ذوالفقار)

نوشہرو فیروز میں قائم عظیمیہ روحانی لائبریری میں "اسلام، تصوف اور عورت" کے موضوع پر فکری نشست منعقد کی گئی۔ لائبریرین ذوالفقار نے کہا کہ "اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو نفس واحدہ سے تخلیق کیا ہے اور دونوں میں ایک ہی روح کام کر رہی ہے۔ جس طرح مرد محنت مجاہدہ ریاضت کر کے روحانی علوم حاصل کر سکتا ہے اسی طرح دنیا کی ہر عورت بھی روحانی علوم حاصل کر سکتی ہے"۔ قبل ازیں تلاوت قرآن پاک واجد ذوالفقار نے کی۔ حمد باری تعالیٰ سائرہ اور ناہید نے جبکہ نعت رسول مقبول ﷺ نادیہ واجد نے پیش کی۔

سانگھڑ میں تقریب

(رپورٹ : غلام مصطفیٰ)

29 اکتوبر بروز جمعۃ المبارک سانگھڑ مراقبہ ہال میں ایک پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز محمد جنید نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ نعت رسول مقبولؐ محمد علی نے پیش کی۔ سلیم اختر نے حاضرین محفل سے خطاب کیا۔ پروگرام میں نظامت کے فرائض غلام مصطفیٰ نے ادا کئے۔ پروگرام کے اختتام پر لنگر تقسیم کیا گیا۔

جہلم میں محفل نعت ﷺ

(رپورٹ : محمد امین کھوکھر)

مراقبہ ہال جہلم واقع احسان روڈ کالا گوجراں میں محفل نعت منعقد کی گئی۔ محفل کی قیادت نگران مراقبہ ہال جہلم

ڈاکٹر تنویر حسین نے کی اور قاری اور حافظ قرآن ارشاق حسین نے نعت پیش کیں۔ اس محفل میں سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔

حیدر آباد میں تربیتی نشست

(رپورٹ : افضالہ شیخ)

عظیمیہ روحانی لائبریری (برائے خواتین) لطیف آباد نمبر 8 حیدر آباد میں تربیتی نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے تحریر کردہ کتابچہ "الصلوٰۃ معراج المومنین" پر اجتماعی طور پر غور و فکر کیا گیا۔ نگراں مراقبہ ہال حیدر آباد برائے خواتین فیروزہ ندیم کی زیر سرپرستی منعقد ہونے والی اس نشست کو دو گروپ میں تقسیم کیا گیا۔ جس کی کوآرڈینیٹر شہناز خالد اور دلشاد انصاری تھیں۔ نظامت کے فرائض افضالہ شیخ نے ادا کئے۔ آبزرور کے فرائض حکیم محمد یوسف نے ادا کئے۔ انتظامات میں ساجدہ، شائستہ، انجم عظیم، عظمٰی نمایاں تھیں۔ ورکشاپ کے اختتام پر حکیم محمد یوسف نے دعا کی۔ دعا کے بعد حاضرین محفل کے سوالات کے جوابات دیئے۔ لائبریرین شازیہ شیخ نے اختتامی کلمات ادا کئے۔

مولانا ابوالحسن ندوی انتقال کر گئے

ممتاز اسلامی دانشور، عالم دین اور مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی 31 دسمبر 1999ء بروز جمعہ حرکت قلب بند ہو جانے کی بنا پر انتقال کر گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون O

انتقال کے وقت ان کی عمر 85 برس تھی اور وہ بھارت میں واقع اپنے آبائی گاؤں تکیہ رائے بریلی میں مقیم تھے۔ وہ اپنی مساعی کی وجہ سے عالم اسلام میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے تمام عمر علم دین کی ترویج و اشاعت میں بسر کی اور اتنی سے زائد کتابیں تحریر کیں۔ ان تصانیف پر انہیں کلید کعبہ عطا کی گئی نیز شاہ فیصل ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ مولانا ابوالحسن ندوی تنظیم عالم اسلامی کے تاسیسی رکن ہونے کے علاوہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ناظم، صدر مجلس دارالمصنفین اعظم گڑھ، عربی اکیڈمی دمشق کے رکن، مدینہ یونیورسٹی کی مجلس شوریٰ، موتمر عالم اسلامی، رابطہ الادب الاسلامی، اسلامک سینٹر جنیوا اور مرکز مطالعات اسلامی آکسفورڈ جیسے ممتاز اداروں کے رکن یا صدر نشین تھے۔ ان کی تصانیف کے تراجم کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ مولانا ابوالحسن ندوی کے پسماندگان، متعلقین اور ارادتمندوں کے غم میں برابر کا شریک ہے اور بارگاہ ایزدی میں دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے ان کی علمی کوششوں کا اجر عظیم عطا فرمائیں اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں۔ (آمین)۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

O روحانی فون سروس کراچی کے رکن محمد یسین کے والد خادم حسین رضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

O سعودی عرب جدہ میں مقیم حاجی بشیر کی والدہ ماجدہ گذشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔

O بہاولپور مراقبہ ہال کے انتظامی رکن محمد اویس الحسن کے والد محمود الحسن خان حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

O راولپنڈی میں سلسلہ عظیمیہ کی رکن بتول ساجدہ کی والدہ حمیدہ بیگم رضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔

O راولپنڈی مراقبہ ہال کے رکن اور کاسٹ اکاؤنٹنٹ سینٹرل بورڈ آف ریونیو چوہدری فخر الاسلام کے والد رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔

O گوجر خان میں عظیمیہ روحانی لائبریری کے رکن محمد فیاض کے والد رحلت فرما گئے۔

O عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین دستگیر کی رکن صفیہ کے والد رفیق احمد انتقال کر گئے۔

محفل مراقبہ

خدمت خلق کے تحت مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں جمعہ کے روز خواتین و حضرات کو بلا معاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین کو صبح ۷ بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح ۸ سے ۱۲ بجے تک ہوتی ہے۔ مرد حضرات کو بعد نماز جمعہ نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات ساڑھے تین بجے سے ہوتی ہے۔ ہر ہفتے بعد نماز جمعہ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی زیر سرپرستی اجتماعی محفل مراقبہ منعقد کی جاتی ہے۔ جس کے بعد درود شریف اور آیت کریمہ کا ختم ہوتا ہے۔ انگریزی مہینے کے آخری جمعے کو بعد نماز عصر روحانی اور سائنسی علوم پر مبنی لیکچر دیا جاتا ہے۔ محفل مراقبہ کے بعد مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ انگریزی مہینے کے آخری جمعے کو مرد حضرات کے لئے روحانی علاج کی سہولت نہیں ہوتی۔ جمعہ کے علاوہ خواتین و حضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔

کراچی: حرا۔ زینت۔ بشریٰ۔ منیرہ جاوید۔ شمیم اختر۔ کامران اقبال۔ عزیزہ فاطمہ۔ ریحانہ ناز۔ محمد شاہد۔ ثریا بیگم۔ حمزہ۔ عادل اسمٰعیل۔ سعدیہ ماہین۔ تسیم اختر۔ زلیخا تبسم۔ فاطمہ۔ عشرت۔ رحمت عادل۔ تاجور شاہین۔ عظمٰی نوشین۔ تمین۔ نعمان عظیم۔ فرحان عظیم۔ ذیشان عظیم۔ دانش عظیم۔ فرحانہ ناز۔ جواد مسعود۔ رضوان احمد۔ عظیم احمد۔ عظمٰی۔ چنازیدی۔ مختیار بیگم۔ ثروت طاہرہ۔ رخسانہ۔ عفت بشریٰ۔ ساجد علی۔ عمران علی۔ عامر علی۔ فرح دیبا۔ ایلیا حیدر۔ شہناز علی۔ سجاد علی۔ نسرین۔ شائستہ۔ شاہین۔ شازیہ۔ حامد علی کیانی۔ نور الصباح۔ شاہد جمال۔ فضہ راشد۔ بسم اللہ جان۔ عبدالستار عزیزی۔ زاہدہ۔ نسیم احمد خان۔ روبینہ۔ محمد حلیم صدیقی۔ احسن۔ اصغر۔ شبانہ۔ ریما۔ محمد مقیم۔ محمد وسیم۔ محمد الیاس۔ محمد فاروق۔ محمد جمیل۔ مسز شہناز۔ بلقیس۔ نصرت۔ آصف رضوی۔ فریحہ عنبر۔ ثناء صدیقی۔ مسز صدیقی۔ عادل جنید شیخ۔ طارق شفقت۔ فیصل صدیقی۔ محمد احمد۔ آمنہ شعیب۔ محمد شعیب۔ ثنا رائے شیخ۔ حسن آراء۔ آفتاب کامران۔ عظمٰی آفاق۔ نازلی عابد۔ بلقیس فاطمہ۔ طاہرہ۔ محمد ارشد۔ شہلا سعید۔ ثوبیہ۔ صائمہ راشد۔ نعیم خان۔ صائمہ نعیم۔ شہباز۔ فاطمہ بیگم۔ راشد علی۔ نیلوفر۔ سلیم اللہ۔ حسینہ تسنیم۔ حامد علی۔ واصف۔ طاہرہ بشیر۔ ثناء صدیق۔ ثروت شکیل۔ عظمٰی خانم۔ شاہدہ خانم۔ محمد سلیم۔ مسز رانا انوار۔ محمد اسد عزیز۔ عارف حسین۔ حنا۔ بلقیس۔ رضوانہ فاطمہ۔ زلیخا۔ خادم حسین۔ شمیم اقبال۔ نظام الدین۔ سید قمر جمال۔ ابصار خان۔ ایثار خان۔ انصار خان۔ سید فرحت حسین رضوی۔ قرۃ العین علی۔ طاہرہ۔ نیلم۔ کنول۔ کرن۔ عمران احمد۔ رضیہ۔ افتخار صدیقی۔ تبسم۔ صباحت۔ نعمان۔ حمید۔ مدیحہ۔ عالیہ۔ مسز ماجد علی۔ اعجاز احمد۔ عثمان احمد۔ سید ماجد علی۔ امان اللہ۔ نگہت محمود۔ قادری بیگم۔ نجمی اکبر۔ روبینہ رانی۔ راؤ نور شاہ۔ رفعت حلیم۔ شاہدہ حلیم۔ صالح۔ محمودہ بیگم۔ افشاں خان۔ جنت خاتون۔ بشریٰ زریں۔ روبینہ ملک۔ آصف۔ صفیہ احمد۔ مظفر۔ خرم سراج۔ ارم۔ شبنم رانی۔ احمد جمال۔ معین الدین۔ بشریٰ آفرین۔ حوابائی۔ سید علی کامران رضوی۔ ثمینہ زہرہ۔ صدف زہرہ۔ عروج زہرہ۔ صباح زہرہ۔ زلیخا۔ زیب النساء۔ محمد عظیم الدین۔ امبر مشرف۔ ارشاد زبیر۔ سبیحہ مشرف۔ عمران۔ جمیل احمد۔ راحیلہ۔ خورشید احمد۔ محمد اسلم۔ پرویز خان۔ شہناز امیر صدیقی۔ مسز صدیقی۔ عادل چنہ۔ پروین اختر۔ نور بی بی۔ غلام مصطفیٰ۔ محمد شاہد۔ محمد یونس۔ مائرہ۔ مغیث۔ شازیہ تبسم۔ احتشام۔ لیاز محمد۔ بسم اللہ۔ ظہور الٰہی۔ مریم۔ سید صوفی رضا۔ رفعت ہما۔ مہر النساء۔ صائمہ بیگم۔ احمد رضا۔ محمد آصف قریشی۔ محمد عاطف قریشی۔ خالد حسین۔ جمیلہ۔ فرحانہ۔ فوزیہ۔ زبیر۔ فرح۔ مدثر عالم۔ مسعود احمد۔ نادر محمود۔ عمر جاوید۔ عذرا عمر جاوید۔ فرحان عمر جاوید۔ عبدالعزیز۔ خادم حسین۔ ممتاز بیگم۔ عبدالرحمٰن۔ عزیزہ بیگم۔ محمد صادق۔ فدا حسین۔ رضیہ بیگم۔ نسیم اختر۔ محمد یسین۔ ریحانہ یسین۔ اسماء سحر۔ محمد یاسر۔ کوثر یسین۔ محمد حسین۔ زرینہ حسین۔ نوشابہ حسین۔ دانش حسین۔ عادل حسین۔ ناظم حسین۔ محمد ریاض۔ محمد علی۔ زینب۔ رضیہ۔ بدر النساء۔ عبید خان۔ حامد علی۔ گلشن۔ گل حسن۔ آفتاب احمد۔ رفعت۔ عطیہ۔ تبسم۔ ثاقب۔ فرحت فاطمہ۔ حنا زیدی۔ فرح

غنی۔ عاصمہ جبیں۔ نواب مختار احمد۔ کرم علی۔ سالک دین۔ سلطانہ۔ ثمینہ۔ فاطمہ بیگم۔ شکیلہ اسد۔ جویریہ اسد۔ اسد علی اعوان۔ سعدیہ۔ زوہیب۔ اظہر۔ کاشف اقبال۔ زہرہ۔ شریز۔ بشریٰ آفرین۔ ڈاکٹر قاضی جاوید۔ شہلا خان۔ محمد مسعود خان۔ صغریٰ۔ فرح۔ نورین۔ صبا۔ مزمل۔ سلمان۔ حسن بانو۔ غزالہ۔ تبسم۔ محمد اکبر ملک۔ بشریٰ آفرین۔ فرخ سرمد۔ زبیر الدین۔ عبدالخالق۔ عبدالوہاب۔ عبدالباسط۔ عبدالرحمٰن۔ طاہرہ۔ ناہید۔ خورشید۔ فردوس۔ فخر النساء۔ اشتیاق احمد۔ صلاح الدین عامر۔ سویدہ عزیز۔ ثوبیہ۔ اسامہ۔ وردانہ۔ سید اطہر عالم۔ سیما احمد۔ محمد رؤف علی۔ محمد معروف علی۔ جمیلہ بیگم۔ نسیم ذاکر۔ مسرور علی۔ منیر علی۔ شاہ عطیہ۔ غزالہ بانو۔ صائمہ منظور۔ صبا منظور۔ اسماء خان۔ رفعت یاسمین۔ فیروز خان۔ صنم علی۔ فاخر محمود۔ دانیال عامر۔ مہتاب علی شاہ۔ فیصل شیخ۔ فہمیدہ۔ نسیمہ کریم۔ محمد شاکر۔ مونا تیمور۔ بشیر محمد خان لغاری۔ زین ارشاد۔ سید کاظم عباس کاظمی۔ کشور سلطانہ۔ زاہد صدیق۔ علی آصف شاہ۔ عبدالمنان۔ زرین لطیف۔ محمد اکبر ملک۔ مشہود الحسن۔ رخسانہ۔ خالد جاوید صدیقی۔ منورہ نور۔ رعنا یاسمین۔ محمد طاہر۔ محمد یاسر۔ ارشاد اختر۔ نصرت حسین۔ عبدالمتین۔ شمیم اقبال۔ سید سعد علی شاہ۔ طلعت پروین۔ الطاف بی بی۔ مہینہ کوثر۔ ارم شاہین۔ عارف ناہید۔ منیر حسین۔ وقار حسین۔ شاہد حسین۔ صبیحہ سلطانہ۔ وقار احمد۔ روبینہ۔ شگفتہ۔ ناہید خلیل۔ عذرا تاج۔ طارق سعید۔ نوید سعید۔ آصف ملک۔ فرحانہ اسلم۔ نوشابہ۔ ماہ نور خالق۔ فرح الیاس۔ علی حسن زیدی۔ قمر جہاں بیگم۔ فرح احسان۔ عثمان علی۔ منظور قریشی۔ منور سلطانہ۔ عبداللطیف۔ عائشہ۔ عنبرین صدیقی۔ ریحانہ پروین۔ شمس الدین۔ ثمرین۔ محمد ندیم اختر۔ فرحت حسن۔ سمیرا۔ نازش۔ ثمینہ اعجاز۔ عائشہ صدیقی۔ محمد کامران خان۔ آمنہ بائی۔ مزمل صدیقی۔ سید راشد علی۔ فرزانہ۔ نزہت۔ بدر عالم خان۔ محمد طارق خان۔ عرشیہ بانو۔ محمد فیصل۔ زرینہ۔ ظفر سلطانہ۔ عظمیٰ حسین۔ سلمیٰ یاسین۔ محمد یاسین۔ شہناز لطیف۔ محمد سلمان باسط۔ راحت سعید خان۔ سلیم ہاشمی۔ اختریار خان۔ حمیرا مقبول۔ شبیر احمد۔ شبانہ شاہین۔ آفتاب عالم۔ عبدالرشید۔ شاہد علی۔ اشتیاق احمد۔ حمیرا۔ نعیمہ۔ اسماء کرن۔ صائمہ کرن۔ حمیر اصلاح الدین۔ اقبال حسن۔ پروین اختر۔ شہلا حمیرا۔ حدیقہ عبداللہ۔ صادق حسین۔ جمشید ضیاء۔ نور الاسلام۔ قمر جہاں۔ صدیقہ قریشی۔ جمال ناصر۔ محمد کلیم۔ ظہور الاسلام۔ جمیل احمد خان۔ ظاہر شاہ۔ محمد جاوید حمید۔ مبین الحق۔ عبدالحفیظ۔ یعقوب شاہ۔

حیدر آباد :. حبیب عالم۔ شریفاں بی بی۔ ارشد علی۔ ثمینہ ناز۔ آمنہ ناز۔ راشدہ محمود۔ ضمیرہ بیگم۔ محمد لطیف۔ نور جہاں بی بی۔ آصف عدنان۔ خطیب عالم۔ نسرین۔ عدیل محمد۔ جاوید اختر۔ مغیرہ خاتون۔ اختری۔ محمد عاقل ندیم۔ شاہدہ سلیم۔ جہانگیر خان۔ محمد فاضل خواجہ۔ محمد یوسف خان۔ سائرہ یوسف۔ محمد نذیر۔ فرزانہ ندیم۔ محمد فرحان ندیم۔ بہاؤ الدین۔ وقار الدین۔ محمد بدر الدین۔ زینب۔ شمس الدین۔ ناہید۔ ڈاکٹر شاہد۔ سونیا۔ عبدالرؤف۔ عابد حسین۔ ظہیر الدین۔ شمع پروین۔ محمد حنیف۔ کرن ارسلان۔ ایم عاطف۔ ذیشان۔ اسماء۔ شکیل الدین۔ شعیب۔ مبشر بیگ۔ زاہدہ۔ خورشید بیگم۔ جلیل الدین۔ شمس الدین۔ رابعہ۔ اعجاز فاطمہ۔ نعیم الدین۔ فہیم الدین۔ رشیدہ۔ سید ابوالحسن ہاشمی۔ شمسہ اشفاق۔ شبانہ ناز۔ عالیہ ناز۔ انیس احمد۔ محمد رفیق۔ پروین صفدر۔ زبیر احمد قریشی۔ عارف احمد قریشی۔ ضیاء الدین قریشی۔ سلیم الدین قریشی۔ عمران احمد۔ محمد فرخ عظیم۔ محمود خان۔ طاہر خان۔ حاجی عبدالستار۔ عشرت جہاں۔ جاوید۔ دلاور حسین۔ شبینہ۔ تجمل۔ ناصر۔ دلشاد۔ صبا احمد۔ مہینہ۔ سلیم۔ نرگس۔ راشدہ۔ عبدالقادر۔ امتیاز حسین۔ محمد منور۔ ارجمند محمود۔ نورالعین۔ فرخندہ۔ نجمہ۔ محمد اکبر۔ محمود حسین۔ سید عنبرین بانو۔ زبیدہ۔ حاجی نور محمد۔ احمد کبیر۔ محمد علیم۔ ثناء نور۔ محمد فیصل۔ محمد دانش۔ رضوان احمد۔ زیب النساء۔ ریاض الدین شیخ۔ شمیم۔ حکیم محمد یوسف۔ انور عادل۔ راحیل احمد۔ مادیہ۔ شمشاد۔ محمد مشتاق۔ حاجی سید پیر علی۔ حاجی محمد اختر۔ حاجی محمد افضل۔ نوید اختر۔ انیس اختر۔ طارق رحیم۔ محمد اقبال۔ سجاد اختر۔ اللہ ورایو۔ افروز بیگم۔ شکیلہ بیگم۔ حمزہ۔ اقراء۔ پرویز حسین۔ پرویز اقبال۔ نیاز احمد عباسی

شاہ کوٹ :. محمد اسحاق۔ محمد اشفاق۔ منیر احمد۔ امتیاز ربانی۔ مجاہد اشرف۔ شبانہ۔ محمد شاہد۔ شفیق۔ محمد ندیم۔ محمد احتشام احمد۔ محمد وقار احمد۔ محمد امین۔ محمد یامین۔ محمد اشرف۔ محمد خاور۔ ظہیر احمد۔ کوثر النساء۔ جنت بی بی۔ عابدہ اکرم۔ گل نسرین۔ زبیدہ خاتون۔ کاشفہ مزمل۔ ناصرہ تبسم۔ عالیہ یزدانی۔ انور بی بی۔ اسماء ریاض۔ صفیہ ناز۔ زلیخا بی بی۔ دلشاد بی بی۔ نعیمہ غفور۔ ندیم۔ حسن بی بی۔ طاہرہ امجد۔ فضیلت بی بی۔ سحر انجم۔ جمیلہ اختر۔

ہزارہ . گوجرانوالہ :. جویریہ۔ غزالہ۔ شائستہ خان۔ حنیفہ خان۔ ناظمہ رشید۔ روبینہ محمود۔ میمونہ۔ نسرین الیاس۔ فرح۔ نجمہ۔ ثمینہ زاہد۔ سحرش صبا۔ بادیہ۔ مدیحہ۔ پنکی۔ شازیہ۔ نازیہ۔ فوزیہ۔ صفیہ۔ عظیمہ۔ عائشہ۔ مریم۔ نسیم فردوس۔ عنایت گل۔ اسماء فضل۔ نگہت۔ نصرت۔ زیتون۔

حیدر علی۔ محمد سعید۔ حاجی خوشی محمد۔ زینب نجیب۔ محمد صدیق ڈار۔ نوید انجم۔ شہناز بیگم۔ ارم۔ صوفی محمد اکبر۔ محمد طارق۔ خالدہ۔ عمران۔ اعجاز احمد۔ عمران حمید۔ رانا تسنیم احمد۔ نوشابہ تسنیم۔ صدف سلیم۔ ماہ نور۔ ثمرین ارشاد۔ جاوید اقبال۔ رانا عبدالوحید۔ منصور علی۔ محمد بشیر۔ شہباز احمد۔ رانا محمد کفیل۔ شمیم اختر۔ رانا رئیس احمد۔ عدیل احمد۔ محمد سرور انصاری۔ عبدالرؤف۔ اسرار احمد۔ نواب علی۔ محمد منشاء۔ رابعہ نور۔ رشید کوثر۔ بشیراں بی بی۔ رضیہ سرور۔ شازیہ انصاری۔ عمران انصاری۔ نوید سرور۔ شبنم نائلہ۔ شاہد عثمان۔ مریم انصاری۔ سید قمر الاسلام نقوی۔ عبدالصمد۔ عمانوئیل۔ ڈاکٹر عبدالرشید۔ فرخندہ چیمہ۔ زبیدہ بیگم۔ شبانہ۔ مسرت۔ نور آسیہ۔ عائشہ صدیقہ۔ مسرت اعوان۔ ساجدہ۔ عائشہ بی بی۔ نور بیگم۔ ثریا بیگم۔ فاطمہ بی بی۔ ولایت بیگم۔ ریاض بیگم۔ میمونہ۔ نوید احمد۔ ملکہ ثریا۔ مائرہ۔ رشیدہ چوہدری۔ الیاس چوہدری۔ بشیر احمد انصاری۔ صفیہ بشیر۔ عمر ارشاد۔ رحیم غنی۔ خورشید احمد۔ ذکیہ صدیقی۔ محمد جمیل۔ عدیل زاہد۔ فاروق علی۔ صبیحہ اعجاز۔ زاہد اصغر۔ حمزہ عباس۔ نایاب حیدر۔ عبدالسلام آکاش۔ عبداللطیف۔ دیبا میر۔ حمیرا نصرت۔ سید مہتاب علی۔ سید نثار علی۔ ابرار حسین۔ سہیل۔ نوید یزدانی۔ مولوی محمد یوسف۔

گجرات :. محمد شفیع۔ شاہد۔ اعجاز احمد۔ پروین اختر۔ روبینہ شاہین۔ فرحانہ شاہین۔ آصف عمران۔ کاشف عمران۔ عابدہ عروج۔ طفیل محمد۔ خالدہ سلیم۔ غلام سرور۔ یاسمین انجم۔ حاجی محمد اکرم۔ محمد خالد۔ وقاص اکرم۔ وقار اکرم۔ امان اکرم۔ فرحان اکرم۔ کلیم اکرم۔ ماہ نور اکرم۔ عطیہ بانو۔ حاجی محمد صدیق۔ حشمت بی بی۔ ثریا بی بی۔ سلطان راہی۔ ملک محمد انور۔ طالب حسین۔ فوزیہ بی بی۔ نذیر احمد۔ خالدہ نذیر۔ کلثوم۔ نزہت نذیر۔ زبیر احمد۔ فائزہ نذیر۔ سلطان احمد۔ اقبال بی بی۔ محمد نوازش۔ سعید اختر۔ محمد عنصر۔ الفت بی بی۔ ڈاکٹر محمد سلیم۔ اعجاز احمد۔ ڈاکٹر تنویر۔ ملک محمد انور۔ حسن احمد۔ نزہت نذیر۔ کلثوم نذیر۔ محمد اصغر۔

بھریا سٹی :. محمد امجد۔ عاشق حسین۔ سردار احمد۔ محمد الیاس قریشی۔ عاشق علی چوہان۔ ڈاکٹر اظہر حسین۔ شاہد جاوید۔ ظفر علی۔ محمد اقبال عباسی۔ محمد صدیق۔ بہادر علی۔ محمد رفیق بروہی۔ محمد رضوان۔ رفعت بی بی۔ مریم سردار۔ مندس سردار۔ نورین بی بی۔ عبدالرافع۔ محمد عدنان خان۔ محمد جمیل مغل۔

رحیم یار خان :. عبدالستار۔ عبدالقیوم۔ محمد اکرم۔ ندیم احمد۔ مطلوب۔ لیاقت طارق۔ امجد علی۔ اجمل جلبانی۔ ریاض جلبانی۔ امداد علی جلبانی۔ محمود جمالی۔ نذیر احمد لوو۔ ملک محمد علی۔ شہباز۔ محمد یوسف۔ استاد محبوب۔ محمد صوفی۔ شکیل احمد۔ راجہ کامران۔ ولدار احمد۔ ارشاد بی بی۔ شگفتہ یاسمین۔ صفیہ یاسمین۔ محمد شفیق۔ غلام صغیر۔ روبینہ یاسمین۔ غلام رسول۔ جمیلہ۔ صفیہ رسول۔ رابعہ رسول۔ راشد رسول۔ محمد حنیف۔ خالدہ۔ نفیسہ۔ محمد علی۔ برکت علی۔ عبدالستار۔ بشیر احمد۔ رانا شوکت۔ ریاض حسین۔ محمد صالح۔ امان اللہ۔ قربان علی۔ غوث بخش سومرو۔ عبدالفتاح۔ عبدالرشید۔ محمد رفیق۔ شفیق احمد۔ عبدالعزیز۔ نظام الدین۔ محمد ابراہیم۔ الٰہی بخش۔ غلام رضا۔ محمد اعظم۔ غلام سرور۔ غلام مرتضیٰ۔ ذاکر حسین۔ گل منیر۔ پیرل۔ محمد قاسم۔

نوشہرو فیروز :. ملک محمد علی۔ شہباز۔ محمد یوسف۔ استاد محبوب۔ محمد صوفی۔ عبدالفتاح۔ عبدالرشید۔ محمد رفیق۔ شفیق احمد۔ عبدالعزیز۔ نظام الدین۔ محمد ابراہیم۔ مختار احمد کھوسو۔ محمد اعظم۔ غلام سرور۔ محمد قاسم۔ امجد علی۔ اجمل جلبانی۔ ریاض جلبانی۔ امداد علی جلبانی۔ محمود جمالی۔ نذیر احمد لوو۔ غلام مرتضیٰ۔ ذاکر حسین۔ گل منیر۔ پیرل۔ شکیل احمد۔ راجہ کامران۔ ولدار احمد۔ ارشاد بی بی۔ عبدالستار۔ عبدالقیوم۔ محمد اکرم۔ ندیم احمد۔ مطلوب۔ لیاقت طارق۔ قربان علی۔ غوث بخش سومرو۔ گلزار احمد جوکھیو۔ رب نواز۔ ایوب خان۔ شگفتہ یاسمین۔ صفیہ یاسمین۔ محمد شفیق۔ غلام صغیر۔ روبینہ یاسمین۔ غلام رسول۔ جمیلہ۔ صفیہ رسول۔ رابعہ رسول۔ راشد رسول۔ محمد حنیف۔ خالدہ۔ نفیسہ۔ محمد علی۔ برکت علی۔ عبدالستار۔ بشیر احمد۔ رانا شوکت۔ ریاض حسین۔ محمد صالح۔ امان اللہ۔ الیاس احمد۔ محمد ایاز خان۔

سانگھڑ :. محمد وقار احمد۔ محمد اعظم۔ محمد خاور۔ منیر احمد۔ خالدہ شاہد۔ شازیہ۔ جنت بی بی۔ رشیدہ بی بی۔ صفوراں بی بی۔ زبیدہ اسحٰق۔ صفیہ بی بی۔ رضیہ اختر۔ عابدہ اکرم۔ سحر انجم۔ کاشفہ مزمل۔ حسن بی بی۔ پروین۔ بشریٰ سلطانہ۔ شہناز اختر۔ اللہ دتہ۔ ولی محمد۔ سکینہ غفور۔ مصباح۔ صفیہ بی بی۔ محمد اسحٰق۔ محمد منیر احمد۔ محمد امین۔ محمد یاسین۔ احمد۔ امتیاز۔ شفیق۔ سحر انجم۔ حسن بی بی۔ وزیر بی بی۔ محمد صدیق۔ محمد شاہد۔ محمد زاہد۔ محمد اسحٰق۔ امتیاز ربانی۔ فرزانہ بشیر۔ محمد امین۔ جنت بی بی۔ شازیہ انجم۔ شازیہ۔ مصباح۔ صفیہ بی بی۔ محمد اسحٰق۔ محمد منیر احمد۔ محمد امین۔ محمد یاسین۔ احمد۔ امتیاز۔ شفیق۔ سحر انجم۔ وارث بیگ۔ احمد نواز۔ محمد یٰسین۔ شفیق۔ احتشام احمد۔ منظوراں بی بی۔ سلیمہ بی بی۔ زبیدہ اسحٰق۔ صفدر ارشد۔ وقار احمد۔ محمد شفیق سلیم۔ عابدہ اکرم۔ جنت بی بی۔ صفدر ارشد۔ وقار احمد۔ محمد شفیق سلیم۔ عابدہ اکرم۔

جہلم :. ڈاکٹر حفیظ انور۔ صفیہ بیگم۔ محمودہ بیگم۔ صائقہ۔

صائقہ مہر۔ منیر حسین۔ ضمیر حسین۔ ڈاکٹر گلزار حسین۔ ڈاکٹر زاہد یوسف۔ ڈاکٹر روبینہ فیاض۔ سرور جان۔ انوار الحق۔ خالد محمود۔ عبدالرشید بٹ۔ عبدالرحیم۔ سید عظمت علی شاہ۔ ڈاکٹر تنویر حسین۔ فرخندہ تنویر۔ مقبول بیگم۔ محمد یعقوب۔ حبیب احمد۔ حاجی ظفر اقبال۔ مسعود احمد۔ کشور سلطانہ۔ محمد امین۔ ثمینہ امین۔ مس فریدہ۔ مس مقبولہ۔ مسز زہرہ۔ فرحت افزا۔ راشد محمود۔ ضیاالدین۔ سکندر۔ نعیم۔ ساجد۔ نوید۔ نسیم۔ محمد علی تابش۔ صائمہ تابش۔ نادرہ تابش۔ صادق علی تابش۔ فاطمہ سحرن تابش۔ خضر علی۔ بشریٰ۔ محمد ساجد۔ شہناز۔ نجیب احمد۔ ثریا جبیں۔

ملتان :۔ فیاض الدین۔ کریم الدین۔ نجمہ۔ کلثوم۔ غفور۔ کنیز۔ شمیم۔ پرویز۔ نصر من اللہ۔ حاجی بشیر احمد۔ صادق بشیر۔ اکرم۔ فریدہ۔ شبانہ بشیر۔ عمرانہ بشیر۔ اشفاق اکرام۔ اسلم۔ غزالہ۔ ساجد۔ ارشاد محی الدین۔ خالد۔ مجاہد۔ طفیل۔ اورنگزیب۔ جہانگیر۔ رفعت نعیم۔ سلیم۔ ناصرہ۔ گوہر۔ عبداللہ۔ طاہرہ۔ امتیاز۔ صدیقہ۔ نجمہ۔ ناہید۔ کوثر پروین۔ شاہین صدیقی۔ طیب۔ سلیمان۔ شاہ رخ۔ فرزانہ حبیب۔ ماریہ حبیب۔ مریم حبیب۔ مائدہ حبیب۔ نسرین آصف۔ فاطمہ آصف۔ انجم آصف۔ آصف بشیر۔ نصرت صدف۔ فائزہ۔ صلاح الدین۔ نائلہ احمد کمال۔ نرگس شاہین۔ سجاد۔ قمر جہاں۔ فرحان۔ عمر فیاض۔ ربیعہ۔ عمران۔ سعد مرزا۔ قمر جہاں۔ سلیم مرزا۔ ثانیہ مرزا۔ عروج مرزا۔ شاہ مرزا۔ جنید راجہ۔ خالدہ اصغر۔ میاں اصغر علی۔ سلمان اصغر۔ عثمان اصغر۔ رابعہ اصغر۔ فیصل ندیم۔ سمعیہ ندیم۔ عمار فیصل۔ زینب فیصل۔ محمد طارق۔ محمد طاہر۔ صغراں بیگم۔ حسن عظیم۔ رخسانہ حسن۔ حنا حسن۔ عبدالرحمٰن۔ توحید فاطمہ۔ عابدہ رحمٰن۔ سعد رحمٰن۔ قدر رحمٰن۔ حماد رحمٰن۔ عرفانہ جہانگیر۔ میاں جہانگیر محمود۔ حبیب اللہ۔ میاں اصغر۔ مصباح مشتاق۔ عبداللہ خان۔ افتخار احمد۔ عائشہ۔ شجاع نور۔ مشکورہ۔ ذیشان۔ آسیہ۔ باسط۔ عبدالرشید۔ غلام مصطفیٰ۔ عبدالستار۔ مظفر مہدی۔ عبدالحمید پاشا۔ شبانہ فردوس۔ کوثر فردوس۔ زبیدہ۔ احمد وقاص۔ عباس۔ ارشاد۔ ارشد۔ برہان۔ آصف مختار۔ سہیل۔ خالد اکبر۔ محمود۔ زاہد امین۔ محمد اسحٰق۔ اسد عبداللہ۔ نعمت اللہ۔ کمال پنجتن۔ مریم گیلانی۔ ریحانہ اسلم۔ محفوظہ۔ محمد حسین۔ سعید۔ خلیل الحسن۔ اعتزاز۔ غلام رسول۔ خانزادہ ارشد مغل۔ سبطین رضا۔ محمد سلیم۔ شاہد سلیم۔ سہیل سلیم۔ محمد عرفان حسین انصاری۔ لبنیٰ۔ ماسٹر آصف۔ کاشف ندیم۔ سرفراز۔ بشیر۔ وقاص۔ جمیلہ۔ طاہرہ۔ عابدہ۔ یاسمین۔ شازیہ۔ فہمیدہ۔ سلطان احمد۔

لاہور :۔ اسماء۔ امبر۔ عروج۔ مسز مسرت خواجہ۔ شیخ عظمت۔ مسز منظور۔ پنکی۔ قدسیہ۔ زاہدہ۔ ملیحہ احمد۔ سعیدہ سلطانہ۔ مسز افتخار۔ مسز کاظمی۔ مسز سرفراز۔ عائشہ سرفراز۔ مسز مظفر علی خان۔ ثمینہ۔ زاہدہ لطیف۔ آمنہ۔ مسز بشیر۔ مسز عبیدہ تجمل۔ کلثوم اشفاق۔ شبیلہ۔ افشاں۔ زاہدہ۔ روبینہ اکرام۔ معراج بیگم۔ رقیہ۔ مسز نیازی۔ مصباح۔ فیروزہ۔ صفیہ۔ جویریہ۔ نسیم اختر۔ کرن۔ مسز قمر۔ سائرہ بی بی۔ مسز خالق۔ نصرت۔ رمناق۔ مسز مسرت۔ زین۔ مریم۔ نور۔ طاہرہ۔ مسز نواز۔ ثمینہ۔ ریاض بی بی۔ سردار بیگم۔ نبیلہ۔ مسز ثروت رانا۔ آسیہ۔ گلناز۔ حمیرا۔ عالیہ گلزار۔ مسز آفتاب۔ عبدالرحمٰن۔ مسز خواجہ اختر۔ فرزانہ جمشید۔ جمشید اقبال۔ طلعت۔ مسز محمد اختر۔ نورین عابد ستار۔ ماہ نور۔ نسیم مسعود۔ عظمیٰ۔ مسز فیاض۔ ذکیہ رخسانہ۔ محمد جاوید اقبال۔ اصغر۔ ماہ رخ۔ رحمت بی بی۔ حراحق۔ مہرین ظفر۔ شازیہ۔ حمیرا۔ مسز صفیہ زیدی۔ فیروزہ صدیق۔ آمنہ بی بی۔ محمد عارف۔ کلثوم اختر۔ محمد علی۔ محمد عثمان۔ محمد عمر۔ فوزیہ اقبال۔ رابعہ عارف۔ بشریٰ خان۔ عائشہ۔ راشدہ۔ محمد حنیف۔ یسریٰ۔ نگہت کمال۔ زاہدہ اسحٰق۔ انیلہ۔ سرفراز احمد۔ بلال قریشی۔ نیلوفر۔ ماہ رخ۔ نوشین۔ محمد نذیر۔ محمد اکرم۔ روبی اعجاز۔ رقیہ۔ رانا کرم یزدان۔ احمد علی۔ مسز میر۔ شمیم میر۔ سجاد احمد۔ نوید احمد۔ عدیل۔ قیوم فاطمہ۔ بیگم فاطمہ۔ مسز قریشی۔ مسز ریاض۔ مسز شاہ۔ فرحانہ۔ وسیم۔ مسز حامد۔ مسز جمیل رانا۔ مسز نوید چوہدری۔ فرخ نبیلہ۔ مسز ضیا سرور۔ آسیہ ثاقب۔ منیٰ۔ سدرہ۔ شکیل۔ ڈاکٹر نجم ایاز۔ اسامہ۔ طلحہٰ۔ سرور بی بی۔ گل نفیس۔ مجیداں بیگم۔ پروین اختر۔ روبینہ کوثر۔ شگفتہ انور۔ نسرین بی بی۔ رابعہ بشیر۔ نذیراں بی بی۔ مقصوداں بیگم۔ نوراں بی بی۔ سعیدہ۔ ناصرہ۔ خورشید بی بی۔ محمد عمر۔ نسیم۔ بشیراں بی بی۔ بلقیس۔ حنیفاں بی بی۔ شجاعت حسین۔ کوثر علی۔ غزالہ۔ خالدہ پروین۔ ثروت ندیم۔ مختاراں بی بی۔ مسز صفیہ زیدی۔ فیروزہ صدیق۔ آمنہ بی بی۔ شریفاں بی بی۔ عبدالحمید۔ ممتاز خان۔ شکیلہ جبیں۔ جمیلہ بی بی۔ ریاض بیگم۔ محمد خان۔ توحید بیگم۔ عرشین۔ صدیق النساء۔ صغراں۔ سلمیٰ۔ تاج بی بی۔ بشیر احمد۔ سعیدہ درانی۔ آسیہ۔ رحمت بی بی۔ کوثر۔ طاہر علی صدیقی۔ مقبول بی بی۔ غلام فاطمہ۔ زریا۔ محمد صدیق۔ ثناء۔ حفیظاں بی بی۔ جنید۔ نسرین خالد۔ بشیر بٹ۔ پروین ظہور۔ طیب ظفر۔ فرحت بیگم۔ تسلیم کوثر۔ انجم۔ مہتاب بی بی۔ نور محمد۔ صفیہ بیگم۔ زین العابدین۔ مختار بی بی۔ نذیر بی بی۔ تاج محل۔ گلشن ریاض۔ محمد وقاص۔ شہباز۔ حسن گل۔ سعید گل۔ رشید نذیر۔

عنایت بی بی۔ عزیز بی بی۔ ممتاز بیگم۔ رقیہ۔ آمنہ حسن۔ محمود خان۔ ثریا نذیر۔ ارشاد بیگم۔ ریاض فاطمہ۔ قمر النساء۔ کنیز بی بی۔ عفت جاوید۔ سعیدہ سلامت۔ مسرت حنیف۔ شبنم سلیم۔ انوری بی بی۔ رضا شاہ۔ سمیرہ۔ حمزہ۔ ناہید ظفر۔ حیدر خان۔ سائرہ بانو۔ ایمن۔ ہاجرہ بی بی۔ میر خاتون۔ حسین فاطمہ۔ سکینہ۔ نصرت ربانی۔ سدرہ عارف۔ مسز آغا۔ قدسیہ اختر۔ طاہرہ شریف۔ عابدہ اسلم۔ حمیرا ارشاد۔ ذکیہ بیگم۔ حسینہ۔ زرینہ بیگم۔ ارشاد بی بی۔ نصیب بی بی۔ فردوس۔ نیاز اختر۔ نعیم اختر۔ نور جہاں انور۔ عفت سیف۔ علی رضا۔ صدام حسین۔ عبدالجلیل۔ اسمٰعیل۔ کومل۔ غلام عباس۔ حسیب خان۔ داؤد۔ علی حیدر۔ کلثوم۔ نسیم اقبال۔ کنول۔ رخسانہ انور۔ شہناز انور۔ الماس۔ زہرہ منیر۔

راولپنڈی :۔ فرحت یاسمین۔ زوبیا حبیب۔ سعیدہ حنیف۔ سیما کمر۔ فرحان قطب۔ سعیدہ جاوید۔ سعید بانو۔ ثروت لطیف۔ بلقیس جہاں۔ محمد لطیف۔ عائشہ پروین۔ مقصود بیگم۔ رضیہ کریم۔ ناصر زبیر۔ آمنہ بیگم۔ محمد آصف خان۔ اسد اللہ خاں۔ گل معروف۔ فریدہ دانش۔ صائمہ عفت۔ خورشید عفت۔ مہر نگار۔ شہربانو۔ بے نظیر۔ سلمیٰ سلطانہ۔ عدیلہ عفت۔ بلقیس جہاں۔ محمد لطیف۔ محمد عظیم۔ سائرہ۔ علینا۔ نیل مدیحہ۔ نسیم اختر۔ جمیل اختر۔ کرن جبین۔ سمیعہ طارق۔ شفیق۔ سعیدہ حنیف۔ ثوبیہ جدون۔ صفیہ اعجاز۔ ذکی الرحمٰن۔ احمد مسعود۔ عصمت پروین۔ زاہدہ۔ خدیجہ ہاشمی۔ فرحت۔ قذافی۔ ساجد محمود اعوان۔ نائلہ اعوان۔ فرحت بتول۔ بانو بیگم۔ ثوبیہ رشید۔ مریم رشید۔ شاہینہ۔ شاہدہ بیگم۔ عبدالخالق۔ نائلہ جبین۔ وقاص۔ اسد اللہ خاں۔ صائمہ آصف۔ ماہ رخ۔ رفعت سلطانہ۔ ریحانہ افضل۔ سائرہ ساجد۔ علینا ساجد۔ مسرت جبین۔ سائرہ بیگم۔ روبینہ نگار۔ انور سلطانہ۔ زاہدہ اشرف۔ سعید احمد۔ زرینہ بیگم۔ زینب۔ طاہر جمیل۔ فرحت بتول۔ شاہینہ رحمٰن۔ فرحانہ وقاص۔ شہناز موصوف۔ موصوف الرحمٰن۔ عالیہ تبسم۔ بلقیس قدوائی۔ پروین اختر۔ محمد ارشد۔ شمیم اختر۔ بشیر حسن۔ قدر مرسلین۔ مہوش مرسلین۔ عذرا ربانی۔ حاجی محمد رمضان۔ فہمیدہ۔ عبدالحمید۔ بلال قمر۔ محمد اکرم۔ سید عظمت علی۔ سید منظور حسین شاہ۔ ظہور الرحمٰن۔ نعیم حمید۔ ندیم حمید۔ حبیب اللہ۔ ناہید حمید۔ سکندر حیات۔ شوکت حیات۔ عاطف رشید۔ زاہد جان جدون۔ خورشید انور۔ انعام اللہ۔ ساجد علی۔ تنویر اقبال۔ شیراز خرم۔ انوری بیگم۔ محمد حنیف۔ محمد یونس۔ عصمت جبین۔ افشاں جبین۔ آمنہ آصف۔ صفیہ اعجاز۔ خالدہ انور۔ عائشہ پروین۔ مقصود بیگم۔ رضیہ کریم۔ ناصر زبیر۔ زبیر احمد۔

محمد آصف خان۔ مشہد بانو۔ الماس۔ شگفتہ انور۔ سیما ادریس۔

فیصل آباد :۔ ہاہامر۔ عامر عزیز۔ مسز طارق جاوید۔ زینت جاوید۔ شہناز کوثر۔ وقاص علی۔ صائمہ عدیل۔ عمران۔ ثروت۔ ثوبیہ۔ ساجد محمود۔ کنول۔ محمد یٰسین۔ عبدالرحمٰن۔ کلثوم اختر۔ نصیر حسین۔ ظہیر احمد۔ تقدیر احمد۔ فقیر محمد۔ قیصل خورشید۔ ہمایوں۔ کوثر ظہیر۔ ادیبہ۔ نائلہ۔ اسماء۔ نگہت۔ پرویز اختر۔ روبینہ۔ محمد زائد۔ ثمینہ۔ محمد لطیف طاہر۔ سردار محمد۔ عبدالرشید۔ حسان طاہر۔ طیب طاہر۔ محمد شعیب۔ فوزیہ بیگم۔ طاہر سعید۔ یحییٰ خان۔ حمیرا۔ تو فیز کومل۔ مسز فوزیہ طاہر۔ محمد ارشاد محمد شفیق۔ زاہد بلوچ۔ ساجدہ پروین۔ فرح دیبا۔ ساجد علی۔ جاوید احمد۔ آصف رحمٰن۔ راحیلہ۔ محمد سلیم۔ محمود عظیم۔ شمسہ۔ خورشید بیگم۔ آمنہ بیگم۔ فدا حسین۔ محبوب علی۔ صابرہ بیگم۔ جمال زینب۔ رخشندہ۔ حمیرا۔ شرجیل احمد۔ حبیب طاہر۔ عظیم۔ ذوالفقار کھوکھر۔ مقبول احمد۔ افتخار احمد۔ سراج الرحمٰن۔ منصورا نجم۔ مطیع الرحمٰن۔ کلیم احمد۔ محسن فاروق۔ تجمل صیف۔ عاطف نور۔ عبدالمجید۔ شاہد نصر۔ عامر محمود۔ انور بیگم۔ قمر بشیر۔ زوبینہ غلام عباس۔ الیاس۔ مشتاق احمد۔ سلیم بیگم۔ فرزانہ۔ محمد عبید۔ حسن محمد۔ محمد اکبر۔ محمد آصف۔ محمد ساجد۔ افشاں کھوکھر۔ عبدالماجد۔ سعدیہ۔ افضل کھوکھر۔ یاسمین مقصود۔ تسنیم فاطمہ۔ محمد ادریس۔ قاضی اقبال۔ محمد افضل۔ شاہین ظفر۔ وسیم ظفر۔ شازیہ۔ عدیلہ۔ نظام الدین۔ داؤد حسین خان۔

پشاور :۔ سرفراز کوثر۔ جمشید علی۔ عذرا یاسمین۔ محمد اجمل۔ محمد طارق مروت۔ جہانزیب۔ خالد جمیل۔ علی رضا۔ سید اقتدار حسین۔ نوید اختر۔ بشیر احمد۔ رفعت بیگم۔ شکیل احمد۔ اشتیاق مسیح۔ تنویر احمد۔ عجب خان۔ محمد حکیم۔ ساجد اقبال۔ مشتاق احمد۔ نسیم۔ نوید یوسف۔ اسلام الدین۔ قمر زمان۔ عرفان۔ بخت آور۔ غلام فرید۔ حاجی سرفراز خان۔ حکیم محمد الٰہی۔ جعفر خان۔ حکیم مدثر نعیم قریشی۔ بابر خاں۔ محسن خان۔ عمر۔ عبدالرشید۔ کامران۔ رزاق الٰہی۔ خالد۔ حفیظ رفیق۔ عاطف۔ تاج بی بی۔ ضیاء القمر۔ یوسف خان۔ فضل احمد۔ فلک ناز۔ وزیر زادہ۔ اشرف خان۔ بی بی زینب۔ سجاد حسین۔ فائقہ۔ مریم۔ بشریٰ صائمہ۔ انجم۔ حبیب اللہ۔ عبدالرزاق۔ عنایت اللہ۔ عیسیٰ جان۔ حکیم افتخار الٰہی۔ شوکت۔ ظہور احمد۔ عظیم خان۔ اللہ دلو۔ رحمت اللہ آفریدی۔

کوئٹہ :۔ اویس احمد میر۔ مسعود احمد۔ ندیم۔ محمد اکبر کمال۔ گل شاہ۔ ثناء اللہ۔ سلمیٰ خالد۔ حسام الدین۔ لامہ۔ ولید۔ ارسل۔ عائشہ۔ اریب۔ سیف اللہ۔ مسرت جمالی۔ طارق جمالی۔ مس

مہر النساء خان۔ مسز زہرہ درانی۔ روبینہ شیریں۔ قمر مرزا۔ مسز ہما بلال۔ رضیہ سلطانہ۔ نزہت۔ عروسہ نعیم۔ سید نعیم اختر۔ بلقیس اختر۔ غلام رسول۔ محمد اسلم شاہوانی۔ میر افضل۔ تسنیم فرحت۔ شاہین خان۔ ناہید فخری۔ نسرین۔ ڈاکٹر محمد بشیر۔ علاؤالدین احمد۔ محمد ادریس۔ شبیر حسین۔ مظفر علی۔ انعام الحق۔ عبدالمنان۔ ڈاکٹر سعید۔ انعام الحق شنواری۔ فریدہ درانی۔ فریدہ جاوید۔ یٰسین جمالی۔ الطاف شاہ۔ محمد طارق۔ حاجی ندیم۔ محمود خان۔ رستم خان۔ عبدالواحد۔ قدسیہ صدیقی۔ یاسمین صدیقی۔ کاشف ریحان۔ محمد اعجاز۔ محمد شفقت۔ عبدالحمید۔ عبدالمجید۔ عبدالحئی۔ عبدالستار۔ تسنیم کوثر۔ حارث۔ رابعہ۔ خالد۔ صدف۔ مصباح۔ ریحان۔ عبداللہ۔ ذیشان۔ اسماء۔ حاجرہ۔ شاہدہ۔ رشیدہ خانم۔ محمد عقیل۔ جہانگیر۔ مسز ہما۔ صنوبر خان۔ شفقت ہاشمی۔ حرا سلیم۔

امریکہ :۔ صاحب کاشف۔ صدف قاسم۔ محمد علی عاصم

انگلینڈ :۔ حسن زیب۔ ہارون زیب۔

کینیڈا :۔ زہرہ۔ ہما بیگ۔ خوشیہ قریشی۔ عبدالوہاب۔ شعیب شہزاد۔ تراب علی۔ عزیزہ تنویر۔ شمسہ۔ فاطمہ۔ منظور۔ خالدہ۔ ضیاء الدین۔ صدف۔ سید منظور علی اشعر۔ قدسیہ منظور۔ زینب۔ ستارہ۔

ٹوکن ٹوکن

ٹیلی پیتھی سیکھئے

ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لئے مندرجہ ذیل معلومات فراہم کریں

پورا نام .... والدہ کا نام ....

عمر (عمر کی تصدیق کے بغیر ٹوکن قابل قبول نہ ہوگا) .... تعلیم ....

مٹھاس سے رغبت زیادہ ہے یا نمکین سے .... اگر آپ کسی روحانی سلسلے میں بیعت ہیں تو اپنے پیرو مرشد اور سلسلے کا نام لکھیں ....

یہ تمام معلومات ایک الگ کاغذ پر ٹوکن کے ساتھ ضرور بھیجیں

۱۔عام صحت ۲۔جسمانی حالت ۳۔مزاج ۴۔حافظہ ۵۔مشاغل ۶۔والدین کی مزاجی حالت ۷۔والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ تعلقات ۸۔اگر شادی شدہ ہیں تو میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی ہے یا نہیں؟ ۹۔بچپن سے لے کر اب تک جن بیماریوں میں مبتلا ہوئے ہیں خصوصاً دماغی اور جنسی امراض کی تفصیل ضرور تحریر کریں۔

نوٹ : ٹیلی پیتھی کے لفافے میں مسائل کے حل یا کسی دوسری چیز کے بارے میں کچھ نہ لکھیں۔ تمام خطوط پتہ لکھے ہوئے جوابی لفافے کے ساتھ ارسال کریں۔

مکمل پتہ: ....

....

ٹیلی پیتھی سیکھئے ۱۔ڈی ، ۷/۱ ، ناظم آباد کراچی ۷۴۶۰۰

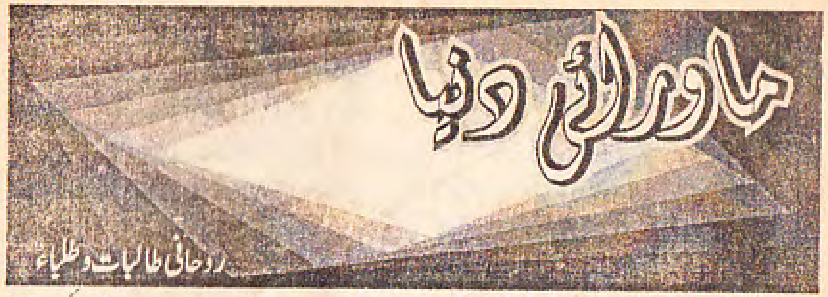

روحانی طالبات و طلباء سے گذارش ہے کہ وہ جب اپنی واردات و کیفیات ارسال فرمائیں تو اپنا پورا نام اور مکمل پتہ تحریر کرنا ہرگز نہ بھولیں۔

کرن ضیاء

آج یا وہاب پڑھنے کے دوران ایسا لگا جیسے تصور قائم ہو گیا ہے مگر کچھ لمحوں بعد ہی ختم ہو گیا پھر مراقبہ شروع کیا تو اندازاً تین چار منٹ تک تو یکسوئی بالکل قائم نہیں ہوئی میرے ابو دوسرے کمرے میں کسی سے فون پر بات کر رہے تھے ان کی آواز واضح طور پر میرے کمرے میں آرہی تھی اس کے علاوہ پنکھے کی آواز بھی بالکل صاف آرہی تھی مگر پھر اچانک ہی ایسا لگا جیسے تمام آوازیں بند ہو گئی ہیں۔ صرف روضہ رسول ﷺ کا منظر ہے آنکھوں کے سامنے آگیا کچھ دیر بعد اس پر سے توجہ ہٹ گئی اور گذشتہ رات جو خواب میں نے دیکھا تھا وہ اپنی پوری جزئیات کے ساتھ یاد آگیا (جبکہ تمام دن مجھے یہ بالکل یاد نہیں تھا) کچھ دیر بعد اچانک میں چونک سی گئی اور پھر سے ساری آوازیں آنے لگیں یعنی پنکھا چلنے کی آواز اور ابو کے بات کرنے کی آواز جبکہ کچھ دیر پہلے میں اپنے ماحول سے بالکل کٹ گئی تھی۔

مراقبہ شروع کیا فوراً ہی تصور قائم ہو گیا۔ مگر تصور قائم ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد مجھے اپنے پچھلے مہینے کے ایک دن کی کیفیات پوری جزئیات کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آنے لگیں جیسے میں اپنے ذہن کی آنکھ سے دوبارہ وہی مناظر دیکھ رہی ہوں یہ مناظر مختلف قسم کے تھے اور تصویر کی مانند میری آنکھوں کے سامنے آرہے تھے پھر ایک منظر میں دیکھا کہ برف ہی برف ہے۔ شاید پہاڑی علاقہ تھا اور کچھ لوگ مراقبے کی حالت میں بیٹھے تھے ایک منظر میں صحرا تھا یہاں بھی سفید رنگ میں لوگ تھے۔ یہ تمام کیفیات میرے پچھلے مہینے کی ایک دن کی تھی۔ اس دن مراقبہ کے دوران غنودگی سی طاری ہو گئی تھی اور یہ مناظر میں نے اسی غنودگی میں دیکھے تھے مگر جب مراقبہ کا وقت ختم ہو گیا تو میں کچھ بھی Recall نہ کر سکی کہ میں نے کیا محسوس کیا۔ مگر آج مراقبہ کے دوران وہ کیفیات یاد آگئیں۔ جبکہ آج سے پہلے میں بالکل بھولی ہوئی تھی۔

تمام وقت بے خیالی سی طاری رہی کچھ دن پہلے میں نے خواب میں اپنی ایک بہت اچھی سہیلی کو دیکھا تھا جو تقریباً ایک سال پہلے اسلام آباد شفٹ ہو گئی ہے وہی خواب ذہن میں ابھر گیا۔ خواب میں میں نے اسے اس کے منگیتر کے ساتھ ایک پکنک پوائنٹ پر دیکھا (لڑکا کراچی میں ہی رہتا ہے اور اس کا اسلام آباد جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا) میں نے یہ خواب اپنی سہیلی کو لکھ کر بھیجا آج اس کا فون آیا تھا کہ واقعی اس کا منگیتر اس وقت اسلام آباد آیا ہوا تھا اور وہ اور اس کی فیملی پکنک پر گئے تھے۔ میرے بتائے ہوئے کپڑے اور دوسری باتیں بھی بالکل ٹھیک تھیں۔ آج کل اس قسم کے واقعات اکثر ہوتے ہیں جو خیال ذہن میں آتا ہے وہ تھوڑی دیر بعد ہو جاتا ہے۔

مراقبہ ختم کرنے کے بعد سونے کے لئے بستر پر لیٹی تو آنکھیں بند ہونے کے باوجود مجھے کمرے کی تمام چیزیں صاف نظر آرہی تھیں۔ بند آنکھوں سے میں نگاہ جس طرف بھی گھماتی کمرے کی چیزیں صاف نظر آتی رہیں تقریباً تین چار منٹ تک میں نے دیکھا پھر مجھے نیند آگئی۔

مسز مسرت فاروقی

300بار یارحمٰن پڑھ کر مراقبہ شروع کیا۔ آج فوراً نظر کے سامنے روشنی آگئی۔ پھر دیکھا کہ اپنے گھر کے لان میں کھڑی ہوں اور روشنی کی بارش ہورہی ہے قطروں کی صورت میں اور دماغ سے ہوتی ہوئی جسم سے گزر کر زمین میں جذب ہورہی ہے اور پھر دیکھا کہ میں زمین سے تھوڑا سا اوپر اٹھ گئی ہوں۔ دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ہے اس نے ساڑھی باندھی ہے آکر مجھے گلے لگاتی ہے اور میرے قریب کھڑی ہوجاتی ہے کبھی اس کی شکل عجیب سی ہوجاتی ہے اور کبھی پھر سے بوڑھی ہوجاتی ہے۔ میں یہ دیکھ کر گھبرا کر بھاگتی ہوں۔ تو سامنے ایک نور کا ہالہ آجاتا ہے۔ میں اس کے اندر چلی جاتی ہوں اور وہ مجھے لے کر آسمان کی طرف چلی جاتی ہوں اور آسمان پہ پہنچانے کے بعد یہ ہالہ غائب ہوگیا۔ آسمان بہت نیلا ہے اور کہیں سرمئی بادل ہیں۔ یہاں ایک لڑکیوں کا گروپ آگیا ہے وہ میرے گرد گول گھیر اڈال لیتی ہیں۔ وہ مجھے پکڑنے لگتی ہیں تو میں وہاں سے اڑ کے آگے جاتی ہوں اب ان کے ساتھ کالے لباس میں مرد بھی میرے پیچھے اڑنے لگے۔ دیکھتی ہوں کہ ایک جگہ نور ہی نور ہے میں بھاگ کر اس نور میں چلی گئی مگر جب میرا پیچھا کرنے والے اس کے اندر آنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس نور سے شعاع نکل کر ان پہ پڑتی ہے تو وہ سب نیچے گر جاتے ہیں۔ پھر ایک پل کے لئے اندھیرا سامنے آجاتا ہے اور اس کے بعد وہی نور۔ اس نور کے پاس بہت ہی نیلا آسمان ہے اور دھنک نکل رہی ہے۔ نور بہت گاڑھا ہے بالکل بھاپ کی طرح بہت سفید اور نیلاہٹ مائل پھر دیکھا کہ کچھ لوگ سیڑھیاں چڑھ کر جارہے ہیں میں بھی ان کے ساتھ جارہی ہوں۔ اس کے بعد منظر بدل گیا دیکھا کہ ایک مسافر جہاز ہے اور میں اس جہاز میں جارہی ہوں پھر دیکھا کہ میں نے سبز کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔

اچانک آنکھوں کے سامنے پاکستان کا جھنڈا آگیا۔ پھر دیکھا کہ میں سفید لباس میں انجانی جگہ میں کھڑی ہوں اور پھر کچھ دیر کے لئے اندھیرا چھا گیا۔ دیکھا کہ میں بالکل سفید ٹرانسپیرنٹ ہوچکی ہوں اور ایک نئی دنیا میں مراقبہ کے انداز میں بیٹھی ہوں۔ کچھ ٹرانسپیرنٹ لوگ میرے قریب آتے ہیں۔ چند میرے سر کے اوپر والے حصہ کو اتار دیتے ہیں اور میرا دماغ بالکل صاف نظر آنے لگتا ہے۔ وہ میرے دماغ کے اندر سے تقریباً12 انچ لمبے کیڑے نما کوئی چیز نکالتے ہیں پھر ایسے لگا کہ جیسے یہ میرے تمام جسم سے نکال رہے ہیں۔ پھر دیکھا کہ وہ ٹرانسپیرنٹ لوگ اب صرف دو رہ گئے ہیں۔ اب ان دونوں کے ہاتھوں سے سلور کلر کی شعاعیں نکلتی ہیں اور میرے دماغ میں جذب ہوجاتی ہیں۔ اب وہ سر کا حصہ دوبارہ جو اتارا تھا وہ واپس لگا دیتے ہیں پھر میں کھڑی ہوجاتی ہوں اور وہ ریز جو میرے اندر ہیں وہ تمام جسم میں کرنٹ کی طرح سے دوڑ کر رہی ہیں اور جب وہ لہریں میرے پاؤں سے نکل کر زمین میں جذب ہوجاتی ہیں تو پھر میں کھڑی ہوجاتی ہوں۔ دیکھا کہ ٹرانسپیرنٹ جسم اب نیلگوں ہوگیا۔ اس کے بعد ایک دم آنکھوں کے سامنے بہت زیادہ روشنی یا نور آگیا۔ میں نے دیکھا کہ اس نور میں کچھ نور کی بنی ہوئی سیڑھیاں ہیں دیکھا کہ میں ان سیڑھیوں پہ چل کے اوپر جارہی ہوں۔ پھر دیکھا کہ میں چل رہی ہوں اور چلتی ہوئی ایک براؤن کلر کا پہاڑ ہے اس پر چڑھ جاتی ہوں اس پر برف نہیں ہے اور اس کی چوٹی پر پہنچ کر پاکستان کا جھنڈا اس چوٹی پہ لگا دیتی ہوں۔

دیکھا کہ آسمان سے زرد اور سنہری روشنی باہم یکجان ہوکر میرے سر پر برس رہی ہے اور دماغ سے ہوتی جسم سے گزر کر زمین میں جذب ہورہی ہے۔ کافی دیر تک یہ روشنی مجھ پر برستی رہی۔ دیکھا کہ ایک کمرہ میں نیچے سرخ یا میرون

کلر کا قالین ہے اور سفید پردے ہیں اور بہت سے طالب علم وہاں بیٹھے ہیں ان کے ہاتھوں میں قرآن مجید ہے۔ میں اندر جاکر ان کے درمیان بیٹھ جاتی ہوں سامنے ایک بزرگ تشریف فرما ہیں وہ سب کو پڑھا رہے ہیں انہوں نے مجھے بلایا تو میں نے پاس جاکر سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب سر ہلا کر دیا اور پھر میرے سر پہ ہاتھ رکھا پھر مجھے قرآن مجید کھولنے کو کہا میں نے پہلا صفحہ کھول لیا وہ مجھے ہر سطر پر انگلی رکھ کر پڑھانے لگے مجھے ان کی آواز نہیں آرہی تھی۔

احمد نواز

دوران مراقبہ جب گہرائی پیدا ہونے لگی تو میں جلد ہی جاگنے اور سونے کی درمیانی حالت میں پہنچ گیا۔ اب آپس میں ردوبدل ہونے والی باریک زرد روشنی کی لکیروں نے مختلف روپ دھارنے شروع کردیے اور ہزاروں کی تعداد میں مثلثیں بن گئیں پھر ان سب مثلثوں نے ایک دائرے کی شکل میں جڑنا شروع کردیا۔ یہ ایک بہت بڑا ہیرا بن چکا تھا اس ہیرے کے اوپر ایک بہت بڑی مثلث تھی اور یہ ہیرا ایک دائرے کی شکل کا تھا اس میں سے نکلنے والی روشنی کی شعاعوں کے مختلف رنگ تھے جن میں سب سے قابلِ ذکر زرد، سفید، نیلا، نارنجی، گلابی اور سرخ تھے۔ پھر اچانک یہ ہیرا پھٹ گیا اور وہ تمام مثلثیں اب فضا میں بکھر کر اندھیرے میں غائب ہوگئیں۔ اب پھر کوئی خیال ذہن میں آکر گزرتا چلا گیا۔ یکایک میں نے یوں محسوس کیا جیسے مجھ پر نور کی بارش ہورہی ہے اور میں نے خود کو سفید روشنی میں بھیگا ہوا پایا مگر یہ احساس فقط ایک یا دو لمحے کے لئے تھا اب پھر وہی زرد و سفید روشنی کی گردش کرتی ہوئی لکیریں تھیں۔

مراقبہ کے بعد میں جو نہی سونے کے لئے لیٹا تو اچانک دائیں طرف کی آنکھ کے سامنے روشنی کے جھماکے ہونے لگے ان کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ میری دائیں آنکھ بے ساختہ پھڑپھڑانے لگی اب تو جیسے روشنیوں کا ایک طوفان آگیا ہو سمندر کی لہریں آپس میں ٹکرانے کے بعد جس طرح جھاگ پیدا کرتی ہیں روشنی کی لہریں بھی آپس میں ٹکرانے کے بعد اسی طرح مزید روشنی پیدا کرتی رہیں تھوڑی دیر کے بعد یہ طوفان کم ہوتا چلا گیا اب ان لہروں نے ایک آبشار کی طرح اوپر سے نیچے کی طرف گرنا شروع کردیا تھا اور جلد ہی میں گہری نیند کی آغوش میں پہنچ چکا تھا۔

اگلی رات کو حسب معمول مراقبہ میں روضہ رسول ﷺ کا تصور کیا۔ پہلے تو چند لمحوں تک زرد روشنیاں تیرتی رہیں اس کے بعد جلد ہی مراقبہ میں گہرائی پیدا ہوتی چلی گئی اور ساتھ ہی ساتھ خیالات کی رو بھی گزرتی رہی کافی دیر کے بعد رد و بدل ہوتی ہوتی زرد روشنیوں نے آہستہ آہستہ زمین کے ایک بہت بڑے قطعے کی شکل اختیار کرلی جس میں بہت سے کھیت تھے اور چند مکان بنے ہوئے تھے اور میں نے اوپر سے ایک مصنوعی سیارہ دیکھا جیسے میں آسمان کی بے پناہ وسعتوں میں کہیں کھڑا ہوا ہوں اور زمین اور مصنوعی سیارے کو خوب دیکھ رہا ہوں اسی دوران مجھ پر غنودگی سی طاری ہوگئی اور میں اپنے ماحول سے مکمل طور پر بے خبر ہوچکا تھا۔ اسی دوران کوئی خیال ذہن میں آکر گزرتا چلا گیا پھر ایکا ایکی زرد لہروں نے مغرب سے مشرق کی طرف بہنا شروع کردیا۔ بعض اوقات اس میں بھونچال سا آجاتا۔ یکدم ایک جھماکے کے ساتھ تیز زرد روشنی کا ایک دہکتا ہوا گولہ نظر آیا اس کے کناروں سے شعلے سے لپک رہے تھے اور یہ بہت تیزی سے اینٹی کلاک وائز گھوم رہا تھا۔ لپکتے ہوئے زرد شعلے اتنے تیز اور بلند تھے کہ ان کے چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

میں نے بارہا یہ محسوس کیا ہے کہ جس دن میں یاحی یاقیوم کا کثرت سے ورد کرتا ہوں اس دن بہت واضح اور بہترین تصاویر اور مناظر نظر آتے ہیں اور مزہ بھی بہت آتا ہے۔ پھر چند لمحوں بعد ایک طرف تو خیالات نے یلغار جاری رکھی تو دوسری طرف مراقبہ میں گہرائی بھی پیدا ہوتی چلی گئی جلد ہی میں اپنے ماحول اور اپنے وجود سے کافی حد تک بے خبر ہوچکا تھا۔

روحانی فون سروس

فوری مشورے کے لئے رجوع کریں

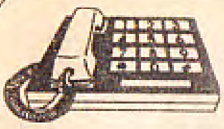

کراچی | حیدر آباد | لاہور | راولپنڈی | فیصل آباد | کوئٹہ میں آپ کی خدمت کیلئے

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی زیر سرپرستی ادارہ روحانی ڈائجسٹ نے آپ کے مسائل کے حل پر مبنی جوابات براہ راست پیش کرنے کے لئے روحانی فون سروس شروع کی ہے۔ روحانی فون سروس کے ذریعے حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے اجازت یافتہ حضرات دی گئی ہدایات کے مطابق قارئین کے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ روحانی فون سروس کے ذریعے آپ اپنے مسائل کا براہ راست حل معلوم کرسکتے ہیں۔ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے کالم میں شائع ہونے والے کسی جواب کے بارے میں کوئی وضاحت طلب کرنا ہو تو معلوم کرسکتے ہیں۔ محفل مراقبہ میں دعا کے لئے نام لکھوا سکتے ہیں، نومولود بچوں کے نام کے بارے میں دریافت کرسکتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی کتاب "روحانی علاج"، "رنگ وروشنی سے علاج" یا ان کی کسی بھی دوسری کتاب کے بارے میں کوئی بھی بات دریافت کرسکتے ہیں۔

ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیجئے

یہ ہمارے لئے باعث افتخار ہے

حکیم وقار یوسف عظیمی

کراچی	6685469 شام 5 بجے سے 8 بجے تک۔ اتوار 10 سے 1 بجے تک 6688931 علاوہ جمعہ، ہفتہ وسرکاری تعطیلات
حیدر آباد	866411 شام 6 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ جمعہ، ہفتہ وسرکاری تعطیلات
لاہور	7243541 شام 4 بجے سے 6 بجے تک
راولپنڈی	584557 3 بجے سے 5 1/2 بجے شام تک
فیصل آباد	719065 صبح 10 بجے سے 1 بجے تک علاوہ جمعہ
کوئٹہ	837187 شام 7 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ اتوار

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

مرکزی مراقبہ ہال۔ سرجانی ٹاؤن۔ کراچی

کی زیر سرپرستی پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم مراقبہ ہال اور نگران خواتین وحضرات

حیدر آباد :- ممتاز علی۔ گلشن شہباز نزد ٹول پلازہ۔ رابطہ آفس :- 237/C بلاک E یونٹ نمبر 9 لطیف آباد حیدر آباد۔ فون 866411

حیدر آباد :- فیروزہ ندیم۔ کلیم ولاز 48/C بلاک E لطیف آباد 8۔ حیدر آباد

ٹنڈو الہ یار :- ڈاکٹر نور محمد۔ ایمرجنسی سینٹر مارکیٹ، چوک ٹنڈو الہ یار۔ ضلع حیدر آباد

سانگھڑ :- شوکت علی۔ 262/51 نزد نورانی مسجد

نوابشاہ :- سید رفاقت علی۔ 2C-201 لیاقت آباد۔

نوابشاہ :- سائرہ خاتون۔ B-433 سوہنی بازار

لاڑکانہ :- نظام الدین چنہ۔ نگل سرمست ہاؤسنگ کالونی، پوسٹ بکس نمبر 16۔ پوسٹ کوڈ 77150۔ لاڑکانہ

فیصل آباد :- محمد ذوالفقار کھوکھر۔ الٰہی ٹاؤن نزد گورنمنٹ ایلیمنٹری گرلز اسکول۔ گھوکھووال۔ ملت روڈ رابطہ آفس :- ماجد دواخانہ، گلی نمبر 1، جیلانی پورہ، جھال ستیانہ روڈ۔ فیصل آباد

لاہور :- میاں مشتاق احمد۔ A/158 مین بازار مزنگ۔

حجرہ شاہ مقیم :- پروین اختر۔ نزد جنرل بس اسٹینڈ۔ چورستہ روڈ۔ حجرہ شاہ مقیم

خانیوال :- زہرہ۔ بلاک نمبر 5، گلی نمبر 1، مکان نمبر 6۔ خانیوال

چنیوٹ :- پروفیسر محمد طاہر۔ نزد جوڈیشل حوالات۔ لاہور روڈ، چنیوٹ۔ ضلع جھنگ

گوجرانوالہ :- سید طاہر جلیل۔ اسلام آباد روڈ بالمقابل PSO پٹرول پمپ نزد چوک کھیالی بائی پاس۔

سیالکوٹ :- طاہرہ شمیم۔ محلہ محمد پورہ، شہباز کالونی نزد آغا خان قبرستان۔

دریاخان :- صوفی محمد یامین۔ عظیمی اسٹریٹ فاروق آباد

راولپنڈی :- قاضی مقصود احمد۔ قاضی اسٹریٹ۔ مریڑ حسن

گوجر خان :- محمد ندیم رضا۔ گوجر خان ہاؤسنگ اسکیم (پڑاؤ)۔ گوجر خان

پھالیہ :- محمد ریاض۔ ہیلاں روڈ۔ پھالیہ

اٹک :- ڈاکٹر احمد ممتاز اختر۔ بالمقابل شکر درہ موڑ نزد پرائمری اسکول شین باغ خورد۔ اٹک شہر

جہلم :- ڈاکٹر تنویر حسن۔ المدینہ مارکیٹ، احسان روڈ کالا گوجراں۔ جہلم

پشاور :- نیاز احمد۔ خیبر بازار نزد امان سینما، فورٹ گرڈ اسٹیشن۔ واپڈا کالونی

کوئٹہ :- محمد نواب خان۔ 63 بولان ہوٹل، شارع گلستان، کوئٹہ کینٹ۔ پوسٹ بکس 414 فون 837187

آزاد کشمیر :- حاجی محمد ادریس۔ کاکڑا ٹاؤن، میرپور

آزاد کشمیر :- سعیدہ ادریس۔ کاکڑا ٹاؤن۔ میرپور

ہری پور :- محمد پرویز خان۔ پوسٹ آفس بالڈھیر، مقام تک پاء۔ ہری پور ہزارہ فون 2574

ہری پور :- ملک خان۔ مقام گیر خان ڈاکخانہ سرائے صالح۔ تحصیل وضلع ہری پور

راولپنڈی :- انور سلطانہ۔ قاضی مارکیٹ، کوثر کالونی، مریڑ حسن۔ راولپنڈی

روحانی ڈاک

روحانی ڈائجسٹ پاکستان اور روحانی ڈائجسٹ انٹرنیشنل برطانیہ میں ہر ماہ خدمتِ خلق کے جذبے کے تحت مسائل کا روحانی حل اور لاعلاج بیماریوں کا علاج پیش کیا جاتا ہے۔ کوائف معلوم ہونے سے مسائل کا حل اور بیماریوں کا علاج تجویز کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

پورا نام .... والدہ کا نام ....

عمر .... آنکھوں کا رنگ ....

اندھیرے سے ڈر تو نہیں لگتا ....

بچپن سے خط لکھنے تک عام صحت کیسی رہی ....

....

مکمل پتہ ....

....

اپنے بارے میں کوئی وضاحت کرنا چاہتے ہوں تو الگ کاغذ پر ایک سطر چھوڑ کر لکھیں براہِ راست جواب کے لئے پتہ لکھا ہوا جوابی لفافہ بھیجنا ضروری ہے۔

روحانی ڈاک میں مسائل کا حل رنگ و روشنی سے علاج، مراقبہ کے ذریعے علاج، روحانی علاج اور پیرا سائیکالوجی کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔

روحانی ڈاک
1-D,1/7 ناظم آباد۔ کراچی 74600

روحانی ڈاک

خواجہ شمس الدین عظیمی

قرآن میں تفکر کریں

میں انجینئرنگ کا طالب علم ہوں اور مجھے سائنس سے کافی لگاؤ ہے۔ میری معلومات مذہب کے بارے میں بھی ٹھیک ٹھاک ہیں۔ یہ معلومات نہ صرف اسلام کے بارے میں بلکہ دنیا کے دوسرے بڑے مذاہب کے بارے میں بھی اچھی خاصی ہیں۔ قرآن معہ ترجمے کے پڑھتا رہا ہوں۔ میں نے احادیث کا بھی مطالعہ کیا ہے۔

آپ کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ سائنس کے بارے میں آپ کا علم اچھا خاصا ہے۔ اسی لئے آپ کو زحمت دے رہا ہوں یوں تو میرے ذہن میں بے شمار سوالات ہیں لیکن میں آپ سے چند بنیادی اور نہایت اہم سوالات کا جواب چاہتا ہوں۔ یہ سوالات مندرجہ ذیل ہیں:

1- قرآن ایک جگہ کہتا ہے:

"..... اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے رستے پر"۔ (یٰسین۔۳۸)

ایک اور جگہ کہتا ہے:

"..... ابراہیم نے کہا کہ اللہ تو سورج مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا دے"۔ (البقرہ۔۲۵۸)

اب ہم ایک حدیث کی طرف آتے ہیں۔ یہ حدیث جیسی مجھے یاد ہے بیان کر رہا ہوں۔ آپ کو یہ حدیث صحیح مسلم کے اوائل میں مل جائے گی۔ اس حدیث میں قیامت کے قریب سورج کے مغرب سے نکلنے کا ذکر ہے۔ حدیث کچھ اس طرح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ایک صحابی سے پوچھا کہ "معلوم ہے یہ سورج کدھر جاتا ہے"۔ صحابی نے کہا کہ "یہ تو اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ سورج اللہ کے حکم سے اوپر جاتا ہے پھر عرش کے نیچے ٹھہرنے کے مقام کی طرف چلا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے سجدے کی اجازت مانگتا ہے۔ اللہ اسے اجازت دے دیتا ہے۔ پھر یہ سورج اللہ کو سجدہ کرتا ہے پھر اللہ اسے کہتا ہے کہ اپنے نکلنے کے مقام کی طرف دوبارہ چلا جا۔ سورج اپنے نکلنے کے مقام کی طرف چلا جاتا ہے اور پھر وہاں سے دوبارہ نکلتا ہے"۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن سورج کے الٹا نکلنے کا ذکر کیا ہے یعنی مغرب سے۔

مندرجہ بالا حدیث کے متعلق معلوم کرنے کے لئے میں مختلف علمائے دین کے پاس گیا۔ جو جوابات انہوں نے دیئے وہ میں بیان کئے دیتا ہوں۔

1- یہ دراصل تشبیہاتی بیان ہے۔ کائنات میں ہر چیز کا ایک ہم زاد ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دراصل اس حدیث میں اسی سورج کے ہم زاد (یا ہم زادوں) کا ذکر کیا ہے نہ کہ اصلی

سورج کا۔

2۔ سائنس ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ اس کے بیانات بدلتے رہتے ہیں۔ ہم سائنس پر بھروسہ نہیں کرسکتے۔

3۔ یہ حدیث من گھڑت ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس قدر خلاف عقل بات نہیں کرسکتے۔ انہیں اس بات کا علم تھا کہ زمین سورج کے گرد حرکت کررہی ہے۔

4۔ ہمیں سائنس اور قرآن کو ملانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ قرآن تو ایک ضابطہ حیات ہے۔ اس میں عبرت ہے، حکایت ہے، قصائص ہیں اور طریق عبادت وغیرہ ہے نہ کہ سائنس۔ قرآن نے اگر ایسی چیزیں بیان بھی کی ہیں تو ان کو ان کی ظاہری صورت میں مثلاً اگر سورج مشرق سے نکلتا ہے تو قرآن نے اس کی ظاہری صورت بیان کردی ہے۔ اس لئے کہ قرآن اگر اس وقت یہ کہتا کہ زمین گول ہے یا یہ کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے تو لوگ کس طرح یقین کرتے۔ یقیناً وہ قرآن کو جھٹلا دیتے۔

اگر ہم بیان 1 کی طرف آتے ہیں تو اس بیان سے آج کے سائنسی دور کے انسان کی تسلی نہیں ہوتی۔ ویسے بھی یہ بیان عجیب و غریب معنی رکھتا ہے۔

اگر بیان 2 کی طرف آتے ہیں تو یہ کوئی جواز نہیں ہے اس لئے کہ اگر ہم سائنس کے ایک اصول کو جھٹلا دیں تو پھر سائنس کا ہر اصول غلط ہو جاتا ہے۔ ہم سائنس کو اس وقت جھٹلا سکتے ہیں جب وہ کسی ایسے معاملے کے متعلق بیان دے کہ جو متنازعہ ہو لیکن زمین کا سورج کے گرد گھومنا تو بہر حال ثابت ہو چکا ہے۔ انسان چاند پر اترا۔ اس نے زمین کو دیکھا، دیوار چین اسے صاف نظر آئی، براعظم اور سمندر نظر آئے اور زمین اسے ایک رنگ برنگی بیضوی شکل کی چمکتی ہوئی اور گھومتی ہوئی گیند کی طرح نظر آئی۔ انسان نے وہاں سے کسی سورج کو زمین کے گرد گردش کرتے ہوئے نہیں دیکھا انسانی خلائی جہاز مریخ تک پہنچ چکے ہیں جہاں پہنچنے کے لئے تیس سال کا عرصہ لگتا ہے۔ وہ بھی اگر خلائی جہاز نہایت تیز رفتار سے سفر کریں۔ وہاں سے بھی سورج ان کیمروں کو جو خلائی تصویر اتارتے رہے ہیں۔ زمین کے گرد گھومتا ہوا نظر نہیں آیا۔ پھر یہ کہ سورج زمین سے تین لاکھ گنا بڑا ہے۔

بیان 3 کی طرف آتے ہیں تو اس حدیث کو سرے سے ہی جھٹلا دیا گیا ہے لیکن پھر ہم ان دو قرآنی آیات کا کیا کریں جو میں نے پہلے بیان کی ہیں۔ قرآن نے ہر جگہ چاند اور سورج کے گردش کرنے کا ذکر تو کیا ہے (جو کہ ہمیں حرکت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں) لیکن زمین کی گردش کا ذکر نہیں کیا۔ قرآن میں لکھا ہے کہ چاند اور سورج اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں اور ایک وقت معین پر چل رہے ہیں لیکن زمین چل رہی ہے اس کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا ہے بلکہ زمین کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ نے زمین بچھائی ہے۔

پھر آپ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۸ پڑھیں تو اس میں آپ کو اللہ کا یہ اقرار نظر آئے گا کہ وہی سورج کو مشرق سے نکالتا ہے جبکہ اس کائنات کے خالق کو اس بات کا علم ہوگا اور یقیناً ہوگا کہ سورج کہیں سے نکلتا نہیں ہے بلکہ زمین کے سورج کے گرد گھومنے سے دن اور رات بنتے ہیں۔ پھر اللہ نے ایسا کیوں لکھا جبکہ اللہ کو اس بات کا علم تھا کہ قرآن کو ایک نہایت ہی جدید اور سائنسی دور دیکھنا ہے۔

اگر ہم بیان 4 کی طرف آئیں تو ہمیں یہ بات مدنظر رکھنی ہوگی کہ قرآن تو خود ہمیں تحقیق اور تلاش کی دعوت دیتا ہے۔ ہمیں حکم دیتا ہے کہ کائنات کے راز کو جانو۔ اپنے اطراف کو دیکھو۔ اس زمین اور جو کچھ اس کے اطراف میں موجود ہے اسے مسخر کرو اور پھر ان علوم کی بنیاد پر اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے صحیفے یا فرمان پر جانچو۔ یقیناً تمہیں اللہ اور اس کا بھیجا ہوا فرمان برحق نظر آئے گا۔ پھر اگر ہم قرآن کو بغور پڑھیں تو ہمیں قرآن کا ایک بڑا حصہ سائنس پر مشتمل نظر آئے گا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے کہاں قرآن اور سائنس کو ملانے کی کوشش کی ہے؟ قرآن خود ہمیں سائنس کے متعلق بیانات دے رہا ہے۔ قرآن ہمیں بار بار غور و فکر کی دعوت دے رہا ہے کیونکہ جیسے جیسے ہم اس

تحقیق میں آگے بڑھیں گے ویسے ویسے اسلام کی حقانیت ہم پر ثابت ہوتی جائے گی لیکن **مشکل تو یہ ہے** کہ جہاں سائنس اور قرآن بہت سے معاملات میں ہم خیال ہیں وہاں چند معاملات ایسے بھی ہیں **جہاں آکر انسان مشکل میں** پھنس جاتا ہے یعنی یہ کہیں کہیں ہمیں **متصادم نظر آتے** ہیں۔

مزید یہ کہ بیان 4 صرف اس وقت ہی قابل قبول تھا جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن اور اسلام کو کسی خاص وقت اور قوم تک محدود رکھتا لیکن قرآن یہ بات واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ قرآن ہر وقت اور ہر قوم کے لئے باعث ہدایت و رہنمائی ہے اور یہ رہتی دنیا تک برحق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ موجودہ سائنسی دور کے لئے بھی برحق ہے اور آنے والے انتہائی سائنسی دور کے لئے بھی یہ باعث رہنمائی ہوگا۔ پھر قرآن میں بعض باتیں ایسی کیوں ہیں کہ موجودہ دور میں ان باتوں کی سچائی کی کوئی سند نہیں ہے۔ اگر قرآن کا سائنس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر قرآن کو سائنسی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی تھی اور اسے انسان پر چھوڑ دینا تھا اور اس طرح ہم سائنسی دور کے ماروں کا بھلا ہو جاتا۔ ہمیں اس طرح تشکیک اور بے یقینی کے ماحول میں نہ رہنا پڑتا۔

علماء کہتے ہیں کہ اگر چودہ سو سال پہلے جہالت کے دور میں قرآن یہ کہہ دیتا کہ دنیا گول ہے اور زمین مسلسل سورج کے گرد گھوم رہی ہے تو اس دور کے لوگ یہ ماننے سے انکار کردیتے اور اس طرح اسلام اور قرآن سے دور ہو جاتے۔ لیکن پھر واقعہ معراج کے بارے میں علماء کیوں نہیں جواب دیتے جو آج کے جدید دور میں بھی ایک ناممکن بات ہے۔ چودہ سو سال پہلے کے دور کے لوگ کس طرح اس بات پر یقین کرتے کہ رسول اللہ ﷺ ایک لمحے سے بھی کم وقفے میں اس قدر طویل سفر طے کرکے اللہ سے ملنے گئے۔ وہاں دینی معاملات پر بات چیت کی پھر واپس زمین پر آگئے یعنی موجودہ سائنسی دور کے حساب سے اربوں کھربوں سالوں کا سفر ایک لمحے سے بھی کم وقفے میں طے کرلیا گیا۔ جب اس زمانے کے مسلمانوں نے ایک ایسی بات پر (جو ناممکن ہے یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانوں کی عقل سے ماوراء ہے) یقین کرلیا تو پھر زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے، چاند زمین کے گرد گھوم رہا ہے، زمین گول ہے، سورج زمین سے تین لاکھ گنا بڑا ہے وغیرہ وغیرہ جیسی باتوں پر اس زمانے کے مسلمان کیوں ایمان نہیں لاتے؟ یقیناً لاتے۔ یہ تو تھا میرا سورج کے متعلق سوال کہ مندرجہ بالا حقائق اور دلائل کے بعد آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ "موجودہ دور کے مطابق قرآن کی سورج کے متعلق آیات اور حدیث (جو میں نے شروع میں بیان کی ہے) کی ہم کس طرح تشریح کریں گے اور اپنے ذہن کو کس طرح مطمئن کریں گے؟"

میرا دوسرا سوال چاند کے متعلق ہے۔ ایک جگہ قرآن کہتا ہے کہ "اور چاند کو ان میں نور بنایا" (نوح۔ ۱۰)

پوچھنا یہ ہے کہ چاند تو زمین کی طرح ہے نہ کہ نور ہے۔ پھر اللہ نے اسے نور کیوں کہا؟

ایک عالم دین نے مجھے یہ بتایا کہ نور کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز خود ظاہر ہو جائے اور دوسرے کو ظاہر کردے اسے نور کہتے ہیں۔ نور ظلمات کی ضد ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جب سائنسدانوں نے چاند سے زمین کو دیکھا تو زمین انہیں اتنی ہی چمکدار اور روشن نظر آئی جتنا کہ روشن اور چمکدار چاند ہے پھر اللہ نے زمین کو نور کیوں نہیں کہا۔

قرآن کہتا ہے کہ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کردیں۔ یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ (یٰسین۔ ۳۹)

اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر چاند ایک نور ہے یعنی یہ خود بھی اندھیرے میں ظاہر ہوتا ہے اور دوسری چیزوں کو بھی ظاہر کردیتا ہے تو پھر یہ چاند کا نور ہوا جو کہ گھٹتا اور بڑھتا ہے نہ کہ چاند۔

میرا تیسرا سوال خود اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہے۔ ایک جگہ قرآن کہتا ہے کہ "جس (اللہ) نے آسمانوں

اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور پھر عرش پہ جا ٹھہرا"۔(الفرقان۔۵۹)

اس آیت سے تو یوں لگتا ہے کہ اللہ پہلے سے عرش پر موجود تھا۔ وہ عرش سے اترا اور آسمان اور زمین بنا کر دوبارہ عرش پر متمکن ہو گیا۔ اسے آسمانوں اور زمین کے بنانے میں چھ دن لگے۔ ایک جگہ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کا ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ گویا اللہ کو سب کچھ جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے بنانے میں چھ ہزار سال لگے مگر یہ کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ اللہ کی شان تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ یہ کائنات اور جو کچھ اس میں ہے سب کی سب چیزیں بغیر وقت لگائے بن جاتی ہیں۔

میرا چوتھا سوال قرآن میں موجود قیامت کی ایک نشانی کے متعلق ہے۔ قرآن ایک جگہ کہتا ہے:

"واذ الکواکب انتثرت"۔ (انفطار۔۲)

"اور جب تارے جھڑ پڑیں گے"یا"اور جب سیارے بکھر جائیں گے"۔

میں نے مندرجہ بالا آیت کے دو ترجمے لکھے ہیں جو مجھے قرآن مجید کے دو مختلف نسخوں میں ملے ہیں۔ براہ مہربانی یہ بتادیں کہ کون سا ترجمہ درست ہے؟

میرا پانچواں سوال قرآن مجید کی ایک اور آیت کے بارے میں ہے۔

"اذالنجوم الکدرت"۔(التکویر۔۲)

اس آیت کے بھی مختلف ترجمے لکھے ہوئے ہیں۔ براہ مہربانی مجھے بتائیں کہ قرآن کے جب مختلف ترجمے اور مختلف تفاسیر ہیں اور ہر مفسر اور ہر ترجمہ کرنے والا ایک دوسرے سے مختلف بات کہتا ہے تو ہم کس طرح قرآن کو سمجھیں۔

"اور جب تارے گر پڑیں گے"یا"اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے"۔

ان آیات کی تشریح کے وقت یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ سائنسدان بتاتے ہیں کہ اس کائنات کا (جو ہماری آنکھوں کی دسترس میں ہے یعنی جو ہمیں نظر آتی ہیں) سب سے چھوٹا ستارا بھی اس دنیا سے کئی سو گنا بڑا ہے اور ان کی روشنی کروڑوں اربوں سالوں تک قائم رہے گی۔

عظیمی صاحب! یہ سوالات صرف میرے ذہن کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ آنے والے عظیم ترین سائنسی دور کے ہر شخص کے ذہن میں پیدا ہوں گے اگر ان سوالات اور ان جیسے دوسرے سوالات کے جوابات نہیں تلاش کئے گئے تو آنے والی نسل اسلام اور قرآن سے دور ہوتی جائے گی۔

آج کی نئی نسل صدقِ دل کے ساتھ قرآن کو سمجھنا چاہتی ہے مگر سمجھے کیسے؟ ہر جگہ ڈیڑھ اینٹ کی نئی مسجد بنی ہوئی ہے۔ میں اسلام سے محبت کرتا ہوں باقاعدگی سے نماز پڑھتا ہوں اور انشاء اللہ اسلام سے محبت کرتا رہوں گا، نماز پڑھتا رہوں گا اور اسلام پر عمل بھی کرتا رہوں گا لیکن یہ سوالات اکثر مجھے مایوسی اور شدید رنج و تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ کائنات کی ہر چیز دھوکا اور فریب نظر آنے لگتی ہے۔

براہ مہربانی مجھے ان سوالات کے جوابات ضرور دیجئے گا۔ مجھے آپ سے بڑی امید ہے۔ پھر بھی اگر آپ کے پاس ان سوالات کے جوابات نہ ہوں تو کسی ایسے شخص سے ضرور رابطہ قائم کیجئے جو سائنس اور قرآن کا عالم ہو یا مجھے پتہ دے دیجئے تاکہ میں ان سے رابطہ قائم کر سکوں اور اگر نہ بھی ہو تو مطلع ضرور کیجئے۔ میں آپ کا مشکور رہوں گا اس وقت بھی جب آپ میرے مسائل کا تشفی بخش جواب دیں گے اور اس وقت بھی کہ جب آپ مایوس کر دیں گے۔

جواب :- آپ کے سوالات کو میں نے بہت غور کے ساتھ پڑھا۔ بیک وقت اتنے سوالات اور وہ بھی اتنے عالمانہ اور دانشورانہ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ میرے بھائی! میں برملا اس کا اظہار اخبار جنگ اور رسالہ روحانی ڈائجسٹ میں کر چکا ہوں کہ میں مولوی، مفتی، عالم فاضل یا فلسفی وغیرہ نہیں ہوں۔ میرا مکمل علم صرف مرشد کریم حضور قلندر بابا

اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا فیض نظر ہے۔ میرے مرشد کریم نے مجھے بتایا ہے:

ہر انسان کے اندر دو حواس کام کرتے ہیں۔ ایک حواس مفروضہ اور فکشن حواس ہیں اور دوسرے حواس یقین اور حقیقت پر قائم ہیں۔ قرآن پاک مفروضہ اور فکشن حواس کی نفی کرتا ہے۔

1- قیامت کا دن اس سے بھی زیادہ قریب ہے جتنا پلک جھپکنا

2- تم دیکھ رہے ہو پہاڑ کہ یہ جمے ہوئے ہیں۔ یہ تو بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔

3- انسان کو کھنکھناتی (بجتی) مٹی سے بنایا گیا ہے۔

4- اللہ ہماری رگِ جان سے زیادہ قریب ہے۔

5- جہاں تم ایک ہو وہاں دوسرا اللہ ہے۔ جہاں تم دو ہو وہاں تیسرا اللہ ہے۔

6- اللہ ہی ابتداء ہے، اللہ ہی انتہا ہے۔ اللہ ہی ظاہر ہے اور اللہ ہی باطن ہے۔

یہ اور قرآن پاک میں اس علم سے متعلق مزید آیتیں اگر ہم مفروضہ فکشن حواس سے سمجھنا چاہیں تو نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ فرماتا ہے:

"اللہ رات پر سے دن کو ادھیڑ لیتا ہے"

"اور اللہ دن پر سے رات کو ادھیڑ لیتا ہے"

میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے حواس کی درجہ بندی کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا۔ حواس کی درجہ بندی میں بہر حال روح زیرِ بحث آجاتی ہے کیونکہ جسم انسانی میں اگر روح کا وجود برقرار نہ رہے تو جسم کی حرکات ختم ہو جاتی ہیں۔

آپ کا یہ کہنا درست ہے کہ قرآن سائنس کی تصدیق کرتا ہے لیکن قرآن اس سائنس کی ہمت افزائی نہیں کرتا جس سائنس کی تحقیق کچھ عرصہ کے بعد نئے قالب میں داخل ہو جاتی ہے۔ اللہ کے قانون کے مطابق کائنات جاری و ساری حرکت کا نام ہے۔ زمین بھی کائنات کا ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہے۔ کائنات میں حرکت کا ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ زمین اور زمین جیسے دوسرے تمام سیارے اور عالمین حرکت میں ہیں۔

آپ نے جو سوالات اٹھائے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے سامنے قرآن پاک کھلا ہوا ہو اور ہم سیاق و سباق کے ساتھ ان آیتوں پر تفکر کریں اور تفکر میں ہمارے لئے مفروضہ حواس نہیں حقیقی حواس رہنمائی کریں۔

بندے جب اللہ سے ہدایت چاہتے ہیں تو اللہ کا وعدہ ہے:

"جو لوگ ہمارے لئے جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت بخشتے ہیں"۔

نیگیٹو بینی

سید سلطان شاہ۔ حیدر آباد

جب منفی خیالات کا دورہ پڑتا ہے تو جسم بالکل بے بس اور بے جان ہو جاتا ہے۔ اس وقت میری عمر تیس سال ہے اور غیر شادی شدہ ہوں۔ غربت اور مسلسل ناکامیوں کا سامنا کر رہا ہوں۔ قدم قدم پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے شاید اس لئے ذہنی کیفیت خراب ہو گئی ہے۔ حالات جوں کے توں ہیں۔ ہر مشکل کا مقابلہ کیا ہے لیکن اس ذہنی عارضے کے سامنے بالکل بے بس ہو گیا ہوں کبھی سوچتا ہوں اتنی لمبی عمر کیسے گزرے گی پھر سوچتا ہوں کہ کاش مر جاؤں لیکن حرام موت سے بھی ڈر لگتا ہے۔ میرا جسم میرے لئے ایک بوجھ بن گیا ہے۔ نہ مر سکتا ہوں اور نہ زندہ رہ سکتا ہوں۔

جواب :- آپ اپنے سراپے کا پوسٹ کارڈ سائز نیگیٹو بنوالیں (اگر براہ راست نیگیٹو نہ بن سکے تو پوسٹ کارڈ سائز پازیٹو کا ریورس Reverse نکلوالیں) اس نیگیٹو کو سفید شیٹ پر چسپاں کر کے چار فٹ کے فاصلے سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھیں۔ ارتکاز توجہ کی یہ مشق رات سوتے وقت اندازاً پانچ منٹ تک کریں۔

تین ماہ تک نمک کم سے کم کر دیں۔ تین وقت ایک چمچہ شہد کھائیں۔ صبح فجر کی نماز کے بعد سو مرتبہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں اور بند

آنکھوں سے یہ تصور کریں کہ پیشانی پر دونوں ابروؤں کے درمیان ایک مثلث ہے اور اس مثلث میں ایک نقطہ ہے اور اس نقطے سے مرکری رنگ روشنیاں نکل رہی ہیں۔ دس منٹ تک کے اس عمل کی مدت اکیس یوم ہے۔

کامیابی کا معیار شہرت نہیں

آفتاب بیگ ۔ کراچی

میں اپنی مختصر سی زندگی میں کچھ بننا چاہتا ہوں مگر میں اس وقت قطعی ناکام شخصیت ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ معاشرے میں نام پیدا کروں۔ میں جس چیز میں ہاتھ ڈالتا ہوں منزل مجھ سے دور ہو جاتی ہے۔ اگر ایک قدم آگے چلوں تو دس قدم پیچھے آجاتا ہوں۔ میرے استاد محترم کہا کرتے تھے کہ بیٹا تم اگر مشرق کی طرف پیشقدمی کرو تو زیادہ کامیاب ہوگے۔ ہمارے شہر سے مشرق کی طرف لاہور ہے جہاں میں تقریباً سال بھر بھٹکتا رہا لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہو سکی۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ میرے بزرگ استاد کی کہی ہوئی باتیں پوری کیوں نہیں ہوتیں۔

جواب :- ناکامی یا کامیابی کا معیار شہرت نہیں ہے۔ اگر آدمی سچائی اور ایمانداری سے زندگی گزارے یہ بھی بڑی بات ہے۔ آپ کسی ایک فن میں مہارت حاصل کرلیں اور اسی میدان میں دل لگا کر کام کریں۔ انشاءاللہ کامیاب ہوں گے۔ بطور وظیفہ رات کو سونے سے پہلے اللہ لاالہ الاھو الحی القیوم سو مرتبہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کریں اور ہاتھ چہرے پر پھیر لیں۔ اس وظیفے کو تین ماہ تک کریں

سونف

مختار اعوان ۔ جہلم

میں بہت سی بیماریوں اور تکالیف کا شکار ہوں۔ ہر وقت نزلے کی شکایت رہتی ہے۔ حافظہ بے حد کمزور ہو گیا ہے۔ معمولی باتیں بھول جاتا ہوں۔ نظام ہاضمہ درست نہیں ہے۔ گیس کی شکایت مستقل رہتی ہے۔ کمزوری بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے اور چند قدم تیز تیز چلوں تو سانس پھول جاتا ہے۔ ان جسمانی عارضوں کے ساتھ ساتھ ذہنی انتشار رہتا ہے اور ذہن کسی وقت پُرسکون نہیں رہتا معاشی حالات الگ خراب ہیں۔ کوئی ایسا طریقہ تجویز فرمادیں جس سے میں ایک صحت مند زندگی گزارنے کے قابل ہو جاؤں۔

جواب :- سونف صاف کرکے دو حصے کرلیجئے۔ ایک حصہ بھنوا لیجئے اور ایک حصہ کچا رکھئے۔ دونوں ملا کر محفوظ کرلیجئے۔ کھانے کے بعد یہ کچی پکی سونف ایک چمچ کے برابر کھالیا کریں۔ ٹھنڈا پانی پینے سے گریز اور ثقیل بھضم اشیاء نہ کھائیں۔ صبح شام ایک گلاس پانی پر گیارہ مرتبہ یاحی یا قیوم دم کرکے پی لیا کریں۔

سراب

نام شائع نہ کیا جائے

میں ایک لڑکے سے شدید اور جنون کی حد تک محبت کرتی ہوں۔ وہ بھی بالکل مجھے اسی انداز سے چاہتا ہے مگر اس کے والدین بہت زیادہ امیر اور مغرور ہیں۔ اس کے بغیر میری تو دنیا ہی اجڑ جائے گی۔ وہ بیچارا اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ مجھے اس کی سچی محبت کا پورا یقین ہے۔ کاش ہم بھی امیر ہوتے تو مجھے اس کی امی اتنا نظر انداز نہ کرتیں۔ میں سوچتی ہوں کہ اس کے والدین ہمارے گھر میں خود رشتہ لے کر آئیں۔ ہم ایک دوسرے کو کھونا نہیں چاہتے ہیں۔ پلیز انکل اپنی بیٹی سمجھ کر میرے دکھ کو سمجھنے کی کوشش کیجئے گا اور بہت جلد جواب دیجئے گا۔

جواب :- محبت کی یہ راگنی یکطرفہ ہے۔ لڑکے کے دل میں وہ جذبہ نہیں ہے جس کا آپ نے اظہار کیا ہے۔ سراب کے پیچھے نہ بھاگیں۔ حقیقت کو جھٹلانے کی بجائے اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ مالی حالات ٹھیک ہونے کے لئے ملازمت کریں اور ہر وقت یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔

اسٹیٹس

مسز رشیدہ ۔ سیالکوٹ

میری بیٹی کی عمر ۳۳ برس ہو گئی ہے ابھی تک اس کا رشتہ نہیں ہوا ہے۔ اس میں کسی چیز کی کمی بھی نہیں ہے۔

دیکھنے میں ٹھیک ٹھاک ہے، پانچوں وقت کی نماز پابندی سے پڑھتی ہے اور سب گھر والے بھی نماز پابندی سے پڑھتے ہیں۔ ہم قرآن شریف کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ و خیرات بھی کرتے رہتے ہیں۔

جواب :- آپ کا یہ کہنا کہ "رشتے نہیں آتے" صحیح نہیں ہے۔ رشتے آئے تھے مگر ہوا یہ کہ اسٹیٹس کا کہ رشتے آپ کو پسند نہیں آئے۔ آپ دعا کریں میں بھی دعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اندر معیار اور اسٹیٹس کے رجحان کی جگہ زندگی کو حقیقی معنوں میں سمجھنے اور گزارنے کی توفیق دیں۔

مرض سمجھ نہیں آتا

ن۔م۔و۔ کراچی

بیماری کا پتہ نہیں ہے کہ کیا ہے۔ جب سے ہوش آیا ہے خود کو ایسا ہی پایا ہے۔ آنکھوں اور سر میں انتہائی درد رہتا ہے۔ جسم، بازوؤں اور چہرے پر دانے اور داغ ہیں۔ کام کرنے کو دل نہیں چاہتا کوئی غم والی خبر سن نہیں سکتی اور کسی کو خوش دیکھ نہیں سکتی۔ متعدد ڈاکٹروں سے علاج کروایا۔ اس کے بعد ماہر نفسیات سے بھی علاج کروایا مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ میں ایف۔ اے کی طالبہ ہوں اور مایوسی کے عالم میں صرف آپ ہی ایک امید کی کرن بن کر نظروں کے سامنے آجاتے ہیں۔ لوگ مجھے پاگل کہتے ہیں۔ کچھ جن بھوت کا سایہ بتاتے ہیں۔

جواب :- مرض کیوں سمجھ میں نہیں آتا۔ بات واضح ہے کہ آپ ماہانہ نظام کی خرابی میں مبتلا ہیں۔ ماہانہ نظام کی خرابی کا علاج ہو جانے سے تمام تکلیفیں ختم ہو جائیں گی۔

ماں کی دعا

شوکت سہیل ۔ فیصل آباد

میرے پرچے اچھے نہیں ہوئے ہیں اور حساب کے پرچے میں تو مجھے پاس ہونے کی بھی امید نہیں ہے۔ اگر آپ کوئی ایسا وظیفہ بتادیں جس سے میں تمام پرچوں میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہو جاؤں اور اچھے نمبر لے کر کسی اچھی سی انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ مل جائے تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

جواب :- دنیا اور دین کے کاموں میں کامیابی کے لئے صرف خواہش کرلینا کافی نہیں ہوتا مقصد پورا ہونے کیلئے محنت کرنا پڑتی ہے۔ محنت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام کا سہارا لے کر دعا کریں۔ انشاءاللہ کامیابی ہوگی۔ خوب محنت کریں اور ہر نماز کے بعد ۱۰۰ بار یا علیم پڑھ کر ہاتھوں پر دم کرکے ہاتھ تین مرتبہ چہرہ پر پھیر لیا کریں۔ میں بھی انشاءاللہ محفل مراقبہ میں آپ کے لئے دعا کرواؤں گا۔ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت کریں اور ان سے اپنے لئے دعائیں کرائیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھے میری ماں کی دعائیں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ نے مجھے جتنا نوازا ہے اس کی بنیاد ماں کی دعا اور پیر و مرشد کی توجہ اور محبت ہے۔

سمندر کا پانی

شہاب الدین ۔ فیصل آباد

معاملہ یہ ہے کہ میں آنکھ بند کرتا ہوں تو فلم سی چلنے لگتی ہے۔ ساری رات خوابوں میں بسر ہوتی ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ رہی ہے کہ کبھی کبھی کھلی آنکھوں سے خواب دیکھتا ہوں۔

جواب :- سمندر کا پانی لے آئیں۔ روزانہ ڈراپر سے دو قطرے پورے گلاس پانی میں ڈال کر صبح نہار منہ پئیں۔ یہ پانی پیروں کے بل شمالی رخ بیٹھ کر پئیں۔

..... بدنام برا

ر۔م۔ حیدر آباد

ایک لڑکی کے لئے اس سے زیادہ عذاب کی بات کیا ہوگی کہ وہ بلاوجہ بُرے کردار کی مشہور ہو جائے۔ دراصل کچھ خانگی معاملات کی وجہ سے میرے بھائی کے ذہن میں غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ ان غلط فہمیوں کی وجہ سے بھائی نے مجھے خوامخواہ بُرا سمجھنا شروع کردیا ہے۔ میں اگر اسی کشمکش میں رہی تو ذہنی مریضہ ہو جاؤں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھ کو کوئی ایسا وظیفہ بتادیں جس کے پڑھنے سے بھائی کا دل میری طرف سے صاف ہو جائے اور ان

کے ذہن سے میرے بارے میں ساری بدائی نکل جائے۔

جواب :۔رات سونے سے پہلے تین سوبار

والقت مافیها و تخلت۝

پڑھ کر آنکھیں بند کر کے اپنے بھائی کا تصور کریں۔ جب تصور قائم ہو جائے تو خیال ہی خیال میں بھائی کی پیشانی پر پھونک مار دیا کریں اور بات کے بغیر سو جایا کریں۔ عمل کی مدت ۹۰ دن ہے۔ ناغہ کے دن شمار کر کے بعد میں پورے کرلیں۔

سینے میں درد

نام شائع نہ کیا جائے

میری شادی ہونے میں تقریباً چھ سات سال کا وقت لگے گا۔ میں یہ سوچ کر پاگل ہو جاتی ہوں کہ اتنا عرصہ کیسے گزاروں۔ اس سوچ کی وجہ سے میرے سینے میں درد ہونے لگتا ہے کسی طرح کی بھی دوا کھانے سے درد ختم نہیں ہوتا۔ میں نہ تو کوئی وظیفہ چاہتی ہوں نہ کوئی عمل پڑھ سکتی ہوں مجھے تو صرف ایسا علاج بتادیں کہ شادی ہونے تک خود کو قابو میں رکھ سکوں۔

جواب :۔ کھانوں میں نمک کی مقدار کم کر دیں۔ صبح دوپہر اور رات ایک ایک چمچہ شہد پر تین بار بسم اللہ شریف کے ساتھ یاحی قبل کل شئی یاحی بعد کل شئی پڑھ کر دم کر کے کھائیں کم سے کم چالیس روز تک۔

استخارہ

راحیلہ خانم۔ کوٹری

آپ کی دعاؤں سے اور آپ کے بتلائے ہوئے عمل کرنے سے کئی رشتے آئے ہیں مگر ان میں سے تین رشتے ایسے ہیں جن میں سے سلیکشن کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ بہت سوچ وچار کے بعد دوبارہ آپ کو تکلیف دے رہی ہوں کہ کوئی آسان سا استخارہ کا عمل بتلائیں تاکہ صحیح رشتے کا انتخاب ہو سکے۔

جواب :۔ رات کو سوتے وقت گیارہ سو مرتبہ یامھیمن پڑھ کر دائیں ہتھیلی پر دم کر کے داہنی کروٹ لیٹ کر ہاتھ کان کے نیچے رکھ کر سو جائیں۔ جب تک نیند نہ آئے یہ تصور کرتی رہیں کہ فلاں کے ساتھ شادی کرنا مناسب ہے کہ نہیں۔ تین روز کے اس عمل سے آپ کو صحیح بات معلوم ہو جائے گی۔

کھٰیٰعص

مسز ذوالفقار۔ لاہور

بیٹے کو بچپن سے ہی دور کی آواز سننے میں دقت ہوتی تھی۔ اب تو ماشاء اللہ کالج میں ہے۔ پروفیسر فاصلے سے لیکچر دیتے ہیں تو وہ سن نہیں پاتا اس لئے پڑھنے میں دل نہیں لگاتا۔ سارا وقت باہر پھرتا ہے۔ میرا ایک ہی لڑکا ہے اس وجہ سے بہت پریشان ہوں۔

جواب :۔ کسی موٹی کاغذ پر سورہ مریم کی پہلی آیت کھٰیٰعص (کاف ہا یا عین صاد) لکھ کر صبح نہار منہ پانی سے دھو کر پلائیں۔ یہی آیت رات کو اس وقت جب لڑکا گہری نیند سو جائے اس کے سرہانے کھڑی ہو کر ایک مرتبہ اس طرح پڑھیں کہ پڑھنے میں لہجہ بلند ہو اور ہر لفظ ادا کرنے کا وقفہ برابر ہو۔

خود سر ، خود پسند

فراست حسین

میری طبیعت ایک دن سنبھلتی ہے تو دوسرے دن بہت زیادہ بگڑ جاتی ہے۔ میں جی تو رہا ہوں مگر مردہ بدست زندہ ہوں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں صدیوں کا بیمار ہوں۔ آج سے تقریباً چھ سات ماہ پیشتر میری صحت قابلِ رشک تھی۔ دوست احباب میری صحت پر رشک کرتے تھے۔ بیمار ہونے سے پیشتر میں نے ایک بار اپنا وزن کروایا تھا تو 135 پونڈ تھا اور اب گھٹ کر صرف 115 پونڈ رہ گیا ہے پہلے میری طبیعت میں بڑا شوخ پن تھا اور اس کے مقابلے میں آج کل میرے اندر چڑچڑاپن آگیا ہے۔ مرضی کے خلاف کوئی بات ہوتی ہے تو دماغ میں الٹے سیدھے خیالات آنے لگتے ہیں۔ خود ہی پشیمان بھی ہوتا ہوں۔

جواب :۔ آپ نے تیز دوائیں زیادہ استعمال کی ہیں چونکہ آپ خود سر اور خود پسند ہیں اس لئے اس کا ہر وقت امکان رہتا ہے کہ آپ ڈاکٹر کی ہدایت کے بغیر بھی دوائیں کھاتے رہے ہیں۔ ہر چیز اعتدال میں مفید ہوتی ہے۔ دواؤں کا ری ایکشن ہونے کی وجہ سے یہ صورت حال واقع ہوئی ہے۔ آپ کے لئے میرا مشورہ ہے کہ علاج میں معالج کی ہدایت پر عمل کریں۔ فی الوقت آپ کے لئے یونانی علاج مفید ثابت ہوگا۔ ڈاکٹری علاج کی بجائے یونانی طریقہ علاج سے استفادہ کریں۔

روحانی علاج یہ ہے

تین عدد سفید چینی کی پلیٹوں پر زردہ کے رنگ اور عرق گلاب سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرٰ تلك ایات الکتاب المبین

الرحیم الرحیم الرحیم

یاحفیظ یاحفیظ یاحفیظ

لکھ کر ایک صبح، ایک شام اور ایک رات کو پانی سے دھو کر پئیں۔ چالیس روز تک آپ کے لئے دوا اور دعا دونوں ضروری ہیں۔

چڑیل

☆☆☆

دیکھا گیا ہے کہ زیادہ تر عورتوں اور کسی حد تک مردوں پر جب جن آتا ہے تو ان کی شخصیت میں حیرت انگیز تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ آواز بدل جاتی ہے، حیرت ناک قوت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات آسیب زدہ یا جن زدہ ایسی زبان بولتا ہے جو وہ خود نہیں جانتا وہ شخص اپنا تعارف بھی ایک جن کی حیثیت سے کراتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اس کی علمی توجیہہ کیا ہے؟

جواب :۔ پوری نوع انسانی میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو کبھی نہ کبھی اس کی صلاحیتوں کا تجربہ نہ ہوا ہو، چاہے بیداری میں یا خواب میں۔ انسانی حواس دو طرح کام کرتے ہیں براہ راست اور بالواسطہ۔ بالواسطہ کام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم آنکھوں سے دیکھتے، کانوں سے سنتے، ہاتھوں سے پکڑتے اور پیروں سے چلتے ہیں۔ حواس کے براہ راست کام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم بغیر جسمانی نظام کی مدد کے خواب میں خود کو چلتے پھرتے غرض ہر وہ کام کرتے دیکھتے ہیں جو بیداری میں ہم سے سرزد ہوتا ہے۔ حالانکہ ہمارا جسم بالکل معطل ہوتا ہے۔

کبھی کبھی بیداری میں بھی حواس براہ راست کام کرنے لگتے ہیں اور اعصابی نظام بالکل معطل ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ حافظہ بھی کام نہیں کرتا مرض کابوس اس کی مثال ہے۔ سوال مرض کا نہیں حواس کے براہ راست کام کرنے کا ہے۔ کابوس کی حالت میں آدمی اپنے بستر سے اٹھتا ہے کپڑے بدل کر دفتر جاتا ہے وہاں کام کرتا ہے واپس آکر کپڑے بدل کر سو جاتا ہے لیکن اسے یہ قطعی یاد نہیں رہتا میں نے سونے کی حالت میں کیا عمل کیا ہے۔

یہ بھی حواس کے براہ راست استعمال ہونے کی ایک طرز ہے۔ یہی کابوس کی کیفیت ہپناٹزم کے ذریعے انسان پر مسلط کر دی جاتی ہے۔ تو اس وقت بھی وہ بالکل بے ارادہ ہو کر عامل کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ بیداری میں یہ کیفیت بعض اوقات از خود مسلط ہو جاتی ہے کوئی دوسرا شخص اسے ہپناٹائز نہیں کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ کو ہپناٹائز کرلیتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی جذبہ رجحان یا تقاضہ میں اتنی شدت پیدا ہو جائے کہ یہ شدت اعصاب کو مفلوج کردے۔ جیسے ہی اعصاب مفلوج ہوتے ہیں حواس کا براہ راست استعمال شروع ہو جاتا ہے۔ شدت کی وجہ سے حواس کا رویہ معاندانہ ہوتا ہے۔ اعصاب کے مفلوج ہو جانے سے جن خلیوں میں یادداشت کا ریکارڈ رہتا ہے وہ اپنا عمل ترک کر دیتے ہیں اور یادداشت کی ترتیب ختم ہو جاتی ہے۔ اب حواس اس عادت کی بناء پر ایک کہانی بنا لیتے ہیں اور اپنے ہی جسم پر وہ کہانی عملاً استعمال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ فلاں جن ہوں، میرا نام یہ ہے میں چڑیل

ہوں، میں فلاں ہوں وغیرہ وغیرہ۔ براہِ راست نقل کی وجہ سے حواس بہت سی ایسی باتوں کا بھی انکشاف کر دیتے ہیں جو پس پردہ ہوتی ہیں۔

کمزور حافظہ

عبدالعزیز

کچھ عرصہ ہوا ایک بہن نے آپ کو اپنی ذہنی حالت کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ ایک دفعہ مضمون یاد کر لیتی ہیں تو ان کو یاد رہتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا دماغ بھی ایسا ہو جائے۔ مجھے بھی ایسا علاج بتائیں کہ میں جو یاد کروں وہ مجھے ہمیشہ یاد رہے۔ والدین اور عزیز واقارب سب طعنے دیتے ہیں۔ میں برداشت نہیں کر سکتی۔ دل اس دنیا سے اچاٹ ہو گیا ہے۔

جواب :- صبح سویرے بیدار ہو جائیں۔ باوضو ہو کر کھلی چھت پر یا بالکنی میں چلے جائیں جہاں سے سورج نظر آسکے۔ سورج طلوع ہونے سے پانچ یا سات منٹ پہلے مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں اور گہرے سانس لیں۔ جیسے ہی افق سے سورج کی نارنجی ٹکیہ نمودار ہو دل ہی دل میں یاذوالجلال والاکرام کا ورد شروع کر دیں۔ سورج بینی کی یہ مشق صرف ایک منٹ کریں اور ایک ہی منٹ تک ورد بھی کریں۔

غیب سے مدد

صابر شفیع۔ لاہور

معاشی حالات کی سنگین ابتری کے باعث ذہنی سکون ختم ہو گیا ہے۔ محترم عظیمی صاحب! مجھے کوئی ایسی دعا بتائیں کہ غیب سے میری مدد ہو اور میں معاشی طور پر خوشحال ہو جاؤں۔

جواب :- چاندی کی انگوٹھی پر نو خانوں میں ۹ کا ہندسہ کندہ کروالیں اور عصر اور مغرب کے درمیان گیارہ بار یاحفیظ گیارہ بار یاحی یاقیوم اور گیارہ بار بسم اللہ الواسع جل جلالہ پڑھ کر دم کر کے انگوٹھی سیدھے ہاتھ میں سب سے چھوٹی انگلی کے برابر والی انگلی میں پہن لیں۔ رات سوتے وقت سیدھے لیٹ کر آنکھیں بند کر کے یہ تصور کریں کہ انگوٹھی کی روشنیاں جسم سے گزرتی ہوئی دماغ میں ذخیرہ ہو رہی ہیں۔ اسی تصور میں سو جائیں۔ عمل کی مدت گیارہ روز ہے۔ انگوٹھی مستقل پہنے رہیں۔

قرض کا انبار

رضا حسن علوی۔ کراچی

میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے والد صاحب وفات پا چکے ہیں۔ ان کے بعد کاروبار کی ذمہ داری مجھ پر آن پڑی ہے۔ کاروبار چل رہا ہے مگر بازار سے پیسے نہیں ملتے۔ پیسے لیٹ ملنے کی وجہ سے مجھ پر بہت قرضہ ہو گیا ہے۔ جب پیسے لیٹ ملتے ہیں تو وہ گھر پر خرچ ہو جاتے ہیں اور بازار کا قرضہ سر پر ہی ہوتا ہے۔ میں گھر والوں سے کہتا ہوں کہ گھر کے اخراجات کم کریں وہ میری بات نہیں سنتے۔ والدہ صاحبہ ہر وقت پیسے مانگتی رہتی ہیں۔ اگر میں کہتا ہوں کہ میں نے آپ کو کل ہی تو دیئے تھے تو والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ تم مجھے بے ایمان سمجھتے ہو۔ میں سکون کی خاطر اور یہ سمجھتے ہوئے خاموش رہتا ہوں کہ والدہ صاحبہ اگر ناراض ہو گئیں تو نہ دین کا رہوں گا اور نہ دنیا کا کیونکہ مولوی صاحب کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے ماں باپ کو تنگ کیا وہ دوزخ میں جائے گا جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں۔ میری اولاد جوان ہے اور مجھ پر قرضہ کا انبار ہے۔ والدہ صاحبہ کہتی ہیں جہاں سے مرضی ہو قرضہ ادا کرو اور گھر کا خرچہ چلاؤ۔ اس پریشانی میں رات رات بھر جاگتا ہوں۔

جواب :- رات کو سونے سے پہلے اول آخر گیارہ بار درود شریف کے ساتھ ۱۰۰ بار آیت کریمہ پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے ہاتھ تین بار چہرہ پر پھیر کر دعا کیا کریں اور لوگوں سے بار بار خوش اخلاقی کے ساتھ تقاضا کریں۔ ہر وقت یاحی یاقیوم پڑھتے رہا کریں۔ ہر جمعرات کو دو روپے خیرات کریں۔ والدہ صاحبہ کو سکون کے ساتھ ساری بات سمجھائیں۔